Digitized by Khilafat Library Rabwah.

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر یکم لغایت سوم — جلد ہژدہم ۱۸

بابت ۱۲ و ۱۳ سنہ ۱۳ ہجری مقدس مطابق ۱۸۹۵ء

شرح قیمت

یہ رسالہ ہر ماہ کی ۱۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ خاص در رسائل اہل اسلام بحفظ اعانت للوجہ ضمانت فرماتے ہیں۔ بعض اشخاص سے جنکی آمدنی کم ہے ماہوار سے زیادہ نہیں رعایتاً لیتے جاتے ہیں جنکی آمدنی ۵۰ سو زیادہ نہیں ہے رجوعہ ماہوار بھی آمدنی نہیں کھتی پر اشاعت علمی کھتی ہیں در رسالہ کی اشاعت کرتے ہیں انکو بلا قیمت دیا جاتا ہے۔ خط و کتابت و ارسال زر مہتمم کے پتے سے نام سے بنام ضلع گورداسپور کے پتہ سے ہونی چاہیئے۔ اور ارسال زر بذریعہ منی آرڈر دفتر ابو سعید محمد حسین مہتمم اشاعۃ السنۃ

بشارت و ہدایت

جلد ۱۷۔ اشاعۃ السنہ میں جو مضمون بعصمت انبیاء۔ خطبہ متضمن اثبات نبوت درج ہوئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل و انعام اسکے لکھے گئے ہیں کہ انکا بغور و تحریر لحاظ کر کے اور اعتقاد و عمل کو انکے موافق بنانے سے خواص علماء و عوام مسلمان کو ایمان کی قوت و عبادت کی حلاوت حاصل ہوگی کہ یہی قرۃ العین ہے آئین سراقرار دیہ برکات دعا۔ ذالک عطیۃ اللہ یخص بہا من یشاء۔ جو شخص صحیح طریق سے پڑھ کر سمجھ کر اعتقاد و عمل ایمان کی آبادی و قوت و اخلاق و عبادات الٰہی درستی و صحت کا موجب ہو سکتا ہے۔ تعجب ان انہیں نیا کے پیشوؤں اور مخالفوں اور اسلام کے نادان دوستوں سے جو اور انکے خیالات باطلہ و اعتقادات عاطلہ کو بلا غرض دلی خوش ہوتے ہیں کہ وہ آیت وجادلہم بالتی ہی احسن پر مصداق ہے ناظرین تو جہان مضامین کو پڑھیں تو امید کہ سال کی دیر سے نکلنے کی شکایت کو بھول جاینگے انشاء اللہ تعالیٰ اس جلد کی علم قیمت غیر معمولی غیار دن سے ہے۔ غریب مسلمانوں سے ہے۔ جو کتاب خریدکر حسب بیان ٹکور زیادہ دیں قیمت واپس لیں۔

خریداروں اور معاونین سے التماس

حضرات جن صاحبوں کی عدد بابت رسائل ۱۸۹۵ء و پہنچی و جنہوں نے ۱۸۹۴ء و بر چہ او وصول شد سنہ ۱۸۹۵ء ہدایت فرماویں۔ اور خطوط نویسی یا اشاعت فہرست باقیات کی ضرورت باقی نہ رہنے دیں۔

مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور

فہرست مطالب مندرجات جلد ۱۸۔

(۱) الہامی قاتل مرزا غلام احمد۔ اور اسکے الہام کا مقتول ہندو۔ مسلمان۔ اور گورنمنٹ

(۲) بقیہ جواب رسالہ انجام آتھم وغیرہ۔

(الف) تبصرہ رسالہ ہاکا جواب۔

(ب) چوتھے سالکوٹ عربی کا جواب

(ج) ضمیمہ انجام آتھم کا جواب

(۳) حجاج کو مژدہ اور رؤسا و سلاطین اسلام کی خدمات میں تجویز عرض عریضہ۔

(۴) امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت سلطان المعظم سے ہمدردی کا مشورہ

(۵) مخبر دکن کی جھوٹی مخبری۔

(۶) اشتہار تفسیر القرآن لائق توجہ رؤسائے اہل اسلام و علمائے اعلام۔

(۷) ہماری قسم کی منظوری سے اپیل مائل اور خونی مسیح کی گرفتاری۔

اس تاثیر کا ایک اثر نیشنل کانگریس کا قیام و وجود ہے۔ جسکا جو نتیجہ ہندو اور مسلمانون کے حق میں ظاہر ہو رہا ہے۔ اور جو ہوگا وہ محتاج بیان نہین ہے۔

اس سبب کا ازالہ اور اس سبب سے جو جوش ہندوؤن کے خون میں نیا پیدا ہوگیا ہے۔ اُسکا معالجہ ہمارے اختیار اور بیان سے باہر ہے۔

تاہم ہم صرف انسانی اور ملکی ہمدردی کے تقاضا سے ہندو صاحبون کی خدمت میں اسقدر عرض کرتے ہیں۔ کہ اسوقت دولت آپ کے ہاتھ ہی مغربی تعلیم آپ کی قوم مین اتفاق قومی آپ کی جماعتون میں۔ آپ اسی ترجیح اور بزرگی کو غنیمت سمجھیں اور اُسکے فخر نہیں اگر نا جایز وسائیل سے مسلمانون کے زیر کرنے کی کوشش نکرین۔ وہ لوگ اپنی اس ناگفتہ بحالت یعنے ترک پابندی دین۔ باہمی اختلاف کمی دولت قلت وسائیل ثروت تجارت وغیرہ اور کمی تعلیم میں گرفتار رہیں گے۔ اور تنبیہ اور عبرت حاصل نہ کرینگے (خدا یا تو ایسا نہ کریو۔ اور رحم کیجیو) تو وہ خود بخود آپ کے ہنگ یا پھٹکڑی لگانے کے بغیر آپ کے غلام بن جائیں گے۔ (اے خدا تو ایسا دن نہ دکھائیو۔)

آپ مذہبی جوش وخیال انتقام کو دل ودماغ سے نکال دین۔ اور یہ بات بھی انصاف کرکے خیال میں لادیں کہ اگر بالفرض کسیوقت بعض سلاطین اسلام سے ہندوؤن کے حق میں ناہربانیان ہوئی ہیں۔ تو ان کے مقابلہ مین دیگر سلاطین اسلام سے ہندوؤن کے حق میں مہربانیان بھی تو ہوئی ہیں۔ جو ان مہربانیون سے ہرگز کم نہ تھین جو مسلمانون پر ہوئی تھین۔

سلطان محمود غزنوی اور شاہ اورنگ زیب کے واقعی یا فرضی سختیان یاد دلاکر آپ ہندوؤن کے خون میں جوش پیدا کرتے ہین۔ اکبر بادشاہ کے عہد کی مہربانیان یاد مین کیون نہیں لاتے۔ جسکے دربار میں دیوان ٹوڈرمل کی ویسی عزت تھی جیسے ابوالفضل یا فیضی کی۔ دور نہ جاؤ اسوقت کابل جاکر دیکھ لو انمین ہندو بھی ویسے ہی دیوان و

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

حضرت سلطان المعظم کو بلحاظ مذہب اپنا ویسا ہی خلیفہ جانتا ہے۔ جیسیکہ عرب اور ٹرکی میں وہ خلیفۃ المسلمین تسلیم کئے جاتے ہیں۔ گو پولیٹیکل طور پر وہ ہندوستانیوں کے خلیفہ نہیں ہیں۔

اس معنے کی مزید تشریح ہم عنقریب ایک مستقل مضمون میں کرینگے۔ انشاء اللہ تعالے۔

بالفعل ہم اسقدر لکھنا کافی سمجھتے ہیں کہ خلافت دو قسم ہے۔ **خلافت عامہ** اور **خلافت خاصہ**۔ **خلافت عامہ** سے وہ ولایت یا حکومت عام مراد ہے جو ایک خلیفہ کو روئے زمین کے کل مسلمانوں پر مذہبی اور ملکی دونو طور پر ہو۔ اس معنے خلافت سے تمام روئے زمین پر ایک ہی خلیفہ ہونا چاہیئے۔ اور اسکا قریش سے ہونا لازم ہے۔ اور ہر ایک فرد بشر پر ہندوستان میں ہو خواہ عربستان یا افغانستان یا ترکستان میں رعایا ہوں یا صاحبان حکومت اس خلیفہ کی اطاعت قبول کرنا واجب ہے۔ اور اسکی بیعت کے بغیر ایک شب بسر کرنا حرام ہے مگر اس صفت اور شرط اور معنے خلافت کا خلیفۃ المسلمین ایک مدت سے (جبسے خلافت عباسیہ کا خاتمہ ہوا ہے) دنیا سے مفقود ہے۔

خلافت خاصہ سے مراد ہر ایک ملک اور سلطنت کی ملکی اور مذہبی سرداری ہے۔ (جو خلافت عامہ کے مقابلہ و معارضہ میں نہ ہو۔) اسمیں قریش ہونا شرط نہیں۔ اور یہ قسم خلافت ہر ایک صاحب سلطنت و شوکت حضرت سلطان المعظم۔ امیر صاحب والی افغانستان۔ امیر صاحب بخارا والی ایران۔ وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ اور ان سب کی خلافت بلا مزاحمت ثابت و صحیح ہے۔ اور انکی رعایا پر ملکی اور مذہبی دونو قسم کے امور میں اُنکی اطاعت واجب ہے۔

بلکہ اس خلافت کے مذہبی حصہ کی نظر سے ہر ایک ملک کے مسلمانوں کو ان سلطنتوں کے والیوں سے تعلق پر اور انکی ہمدردی واجب ہے ان سب میں سے بڑھ کر حضرت سلطان المعظم ہیں کہ وہ روئے زمین کے مسلمانوں کے متبرک معابد و مزارات اور انکے شعار مذہبی حج و عمرہ کے محافظ اور حامی ہیں۔

ان امور کی نظر سے کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ انکو اپنا خلیفہ و امیر و سردار نہ سمجھتا ہو۔

باقی آئندہ مضمون مفصل میں انشاء اللہ تعالے۔

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

بابت سنہ ۱۳۱۲-۱۳ ہجری مقدس مطابق سنہ ۱۸۹۵ء

نمبر چہارم — جلد شانزدہم ۱۶

مسلمانوں پر گورمنٹ کی رحم

خونی مسیح والعامی قاتل کا مذہب باطل کیوں رواج پایا ہے؟ اسکا جواب ہی مقولہ ہے جسکو ہم نے عنوان مضمون بنایا ہے۔

اصول اسلام کی حمیت اور انکی حمایت میں ہمت دکھانے والے مسلمان اکثر زیر زمین چلے گئے ہیں اور ہنوز زمین پر جلتے ہیں انکی حمیت وہمت اور طرف مصروف ہے۔ روسا و امرا اپنی عیش و آرام میں یا انگریزی تعلیم اور یورپین تہذیب کی ترقی میں مصروف ہیں اور مذہبی حمیت وحمایت کو ایک وحشیانہ حرکت سمجھنے لگ گئے ہیں اکثر علماء بھی اختلافات فرعیہ وجزئیہ کی حمایت میں مصروف ہیں اکثر مشائخ وقت اپنے آباؤ اجداد کے رسوم وعادات میں منہمک ہیں اور گرداں مخالفین اصول اسلام کی تائید میں نہیں دیکھتے اور یہ تائید نہیں جانتے کہ اسلام پر کون کون حملہ آور ہے اور مدعاوہ حضرات اسلامی نام غلام احمد قادیانی۔ سراج الحق وغیرہ کسکو مسلمان سمجھ کر اسکے حق میں حسن ظنی واجب سمجھ بیٹھے ہیں۔ اور انکے منافقانہ دعاوی نصرت الاسلام سنکر ان کی تصانیف کیطرف مراجعت نہ فرما کر انکی مدح وثنا میں رطب اللسان ہیں۔

اسچیز سے قسم قسم کا عام لوگ۔ سوا اس ترک حمیت میں واقعی معذور ہیں۔ انمیں اکثر اپنے دنیاوی اشغال کسب معاش میں ہمہ تن لگے ہوئے ہیں۔ اور بعض جو دین سے تعلق رکھتے ہیں کتب دینیہ کی علمی زوائد تعمق کیوجہ سے مخالفین اصول اسلام کو حقیں اپنے جھگڑے فیصلہ ہیں نہ صرف غلطی بلکہ سخت گمراہی میں مبتلا ہیں۔ وہ الہامی قاتل کی چکنی چپڑی باتوں کو مکر سمجھکر ایسے دام میں پھنس جاتے ہیں۔ اور اسکو ہدیہ مکر سمجھکر اسکے مصداق ہونیسے انکی مذمت میں جس سے وہ آئے دن بنا شتم شتمن کفریات نکالتا ہے۔ اور اسکے ذریعے ناواقف لوگوں کو گمراہ کرتا ہے انکے مقابلہ میں بیٹھے ایسے لوگ بھی ہیں جو علماء سوء کے الہامی کے حق میں فتوے تکفیر دیکھ کر انکو غدار و منکر سمجھتے ہیں۔ اور کافر و دجال کہتے ہیں انمیں بہت جوش ظاہر کرتے ہیں۔ مگر ان میں سے اکثر کو نگاہ جوش مدد ربانی صحیح نہیں ہے اور اگر کہو کہ جیسے کچھ بھی نکالو وہ اس چال کے مقابلہ میں شہادات وتحریرات نکالو کیلئے کچھ مالی مدد دو تو وہ یہ مصرعہ سنا دیں ؎ گر زری طمعی حسن نہ بیند بہ است ۔

اگر الحمد خواہی صد ہزار انمیں لوگوں میں سے اشاعۃ السنہ کے وجود سے تمام ہندوستان پنجاب میں تن تنہا الہامی قاتل کا مقابلہ کر رہی ہے اکثر عزیزاریں جو ہر ایک رسالہ ردّ الہامی قاتل کا خواہ وہ سال بھر کے بعد نکلے بڑے جوش سے استقبال کرتے ہیں اور اسپر رطبا جزاک اللہ کی صدائیں بلند فرماتے ہیں۔ لیکن جب اونچہ وانچہ داہنی زنہ بیٹھی کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو عالم سکوت میں ہو جاتے ہیں۔ اور خط وغیرہ تک کا جواب تک نہیں دیتے۔ انمیں بعض لوگ ایسے ہیں جو ہزار ہزار روپیہ دو دو چار چار سو روپیہ ماہوار تنخواہ پاتے ہیں۔ پھر وہ ۱۸۹۵ء و ۱۸۹۶ء کیلئے اس سے پیشتر کے باقی رسالے آتے ہیں۔ اشاعۃ السنہ کی دیرینہ نگفتنی کی بڑی بیماری وجہ یہی ہے یا اور کیا ظریفی مسلمانان یہ ظاہر ہوتا ہے کہ الہامی قاتل کا زہر ہلاہل شائع واقف لوگوں میں ہو جاتا ہے تو اسکا تریاق اس رسالہ کے کوئی نہیں لوگوں کو پہنچتا ہے۔ سو بھی نہ سب لوگوں کو جتنے وہ زہر ہلاہل اثر ہو چکا ہوتا ہے بلکہ صرف خریداران اور بعض مفت خواہان رسالہ کو الہامی قاتل کے مزر رسانیدہ کان اور اسکے اشتہارات کو در و دیوار پر چسپاں دیکھ کر گمراہ شدگان کی اشخاص کی نسبت نہایت کمی پر ہیں (بقیہ ۱۲ صفحہ آیندہ)

مطبع اسلامیہ پریس لاہور

فہرست مطالب

بقایا مطالب نمبر ۱ تا ۵ جمعہ در کیں جھوٹی مخبری ۶ اشتہار نتیجہ لقمۂ آں لائق تر کہ رد رسالہ اہل الحدیث وعلماء اعلام ۷ ہماری قسم کی منظوری سے الہامی قاتل پر خونی مسیح کی گرفت نے مطالب ۱ الہامی قاتل و خونی مسیح کے استشارہ فرار کے چند مقررانہ اسرار کا اظہار اس میں رسالہ استفتاء در سراج المنیر کا جواب ۲ اشتہار قطعی فیصلہ ۱۹ مئی ۱۸۹۶ء کا جواب

مخبر دکن کی جھوٹی مخبری

(نمبر اوّل)

روئیداد جلسہ اعظم مذاہب کے بیان میں مخبر دکن نے اپنے پرچہ ۱۴-جنوری ۱۸۹۷ء ۱۸-۲۵ فروری اور ۷ مارچ ۱۸۹۷ء میں جو کچھ کہا ہے اسمیں دروغگوئی سے کام لیا ہے اور وہ دروغگوئی نہ صرف ہمارے حق میں اور ہمارے مضمون کی نسبت اس سے عمل میں آئی ہے۔ بلکہ دوسرے اسلامی کیلون مولوی عبداللہ صاحب پروفیسر اورینٹیل کالج لاہور اور مولوی ثناء اللہ صاحب مدرس تائید الاسلام امرتسر اور دیگر مذاہب کے وکیلون (ہندوؤن سکھون) وغیرہ کے بیانات کی نسبت بھی اس سے سرزد ہوئی ہے۔ ہم اس مقام میں عدم گنجائش وقت وصفحات رسالہ کی وجہ سے صرف اپنے مضمون کی نسبت اُسکی چار دروغگوئیون کو ذکر کرکے اُنکے دروغ ہونے کی وجہ ثبوت بیان کرتے ہیں۔ اسپر ایڈیٹر مخبر دکن نے (جو ایک مدراسی سلطان محمود مرزائی کے دھوکہ مین آئے ہوئے ہیں) اپنے بیان کی اصلاح نہ کی۔ تو انمضمون کے نمبر دوم میں زیادہ تفصیل کرینگے۔ اور نیز اسوقت تک تو ہم اس دروغگوئی کا مرتکب صرف مخبر دکن کے نامہ نگار کو جو المعی قاتل اور خونی مسیح کے ایک حواری میان کمال الدین صاحب ہیں۔ یا خود حضرت اعلےٰ ان دروغگویوں کے پیشوا۔ چنانچہ اونکے بیانات وتحریرات آئندہ سے معلوم ہوتا ہے۔) قرار دیتے ہیں اور اگر ہمارے دلائل اور وجہ ثبوت کو سُنکر ایڈیٹر مخبر دکن نے داد انصاف نہ دی اور سلطان محمود کی تقلید سے آزاد ہوکر اپنے نامہ نگار کی تکذیب کی۔ تو ہم اُنکو بھی اس دروغگوئی میں شریک قرار دیکر اُنکی خدمت میں بھی کچھ التماس کرینگے انشاء اللہ تعالےٰ۔

وہ دروغگوئیان یہ ہیں

پہلی دروغگوئی مخبر دکن کا پرچہ ۱۴-جنوری ۱۸۹۷ء میں یہ بیان ہے۔ کہ ایک دو عالم صاحبوں نے جلسہ میں قدم رکھا مگر اولٹا۔ اسلئے کہ اُنھون نے یا تو مقرر کردہ مضامین پر گفتگو نہ کی یا بے سر وپا کچھ کہا۔ مگر ہر ایک مذہب کے مقرر کو اپنے اپنے بیانات کی عمارت کو اپنی اپنی کتب مقدسہ

اسوقت ... اعلیٰ ... پر ... صادق ... شنایا تو ایسا نہ کہیو مسلمانو تمکو ... اور ... عطا فرمایا اور اس الہامی قائل کی تلوار سے مفسدین اسلام کو بچائیو۔ آمین ثم آمین۔

اشاعة السنة 1895ء

جلد نمبر 18، نمبر 4

صفحہ نمبر 103، 104 خلافت لائبریری کے موجود
ریکارڈ میں نہیں ملا۔

۱۱۹

افسوس ظاہر کیا گیا ہے۔ اُسکا اظہار خود ہمنے اپنے ریمارک میں شروع خطبہ سے پہلے کیا ہے کہ ہم کو کافی وقت نہ ملا جسمین ہم پوری تشریح آیات کرتے۔

لہذا ہمنے انتخاب سے کام لیا۔ اور جو اس افسوس کے ساتھ یہ افسوس ظاہر کیا ہے کہ مولوی صاحب کی توجہ دوسری طرف منعطف ہوگئی۔ اور ایسا ہی اعتراف دوم و سوم میں کہا ہے۔ کہ مولویصاحب ادہر اُدہر پہرتے ہے۔ اور نبوت کا ذکر سلسلہ وار نہ کیا۔ بے جوڑ طریق پر کیا۔ اسمیں سفید جھوٹ سے کام لیا گیا ہے۔ خاکسار ایک منٹ دوسری طرف متوجہ نہیں ہوا۔ اور نہ ادہر اُدہر پھرا۔ اور نہ ذکر نبوت بے جوڑ کیا۔ اس امر کا یقین ناظرین کو مضمون خطبہ یا لیکچر" کے ملاحظہ سے بخوبی ہوسکتا ہے۔ ہم کیا کہیں ؎

مشک آنست کہ خود ببوید۔ نہ کہ عطار بگوید۔

دوسری دروغگوئی مخبر دکن کا بحوالہ قول میاں کمال الدین صاحب پرچہ ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء میں یہ بیان ہے۔ کہ مولویصاحب (خاکسار) نے آپکے پاس مرزا جی کے مضمون کی تعریف کی۔ اور اس مضمون کی نظر سے فتح اسلام کا اقبال کیا۔ اور کہا کہ کل یعنے الہامی صاحب کے لیکچر کے دن۔ مجھے ماسٹر درگا پرشاد ملے اور انہون نے کہا۔ کہ ہمین آج یعنے مرزا صاحب کا مضمون سنکر اسلام کی حقیقت معلوم ہوئی اور یہ بیان کہ میاں کمال الدین نے مرزا صاحب کے مضمون کی کیفیت مذکور ... بالوضاحت بیان کی۔ اور خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب جج نے اُسکی تصدیق و تائید فرمائی ۱۲

حضرات ناظرین یہ دروغگوئی الہامی ہے۔ اولاً اس دروغگوئی کا الہام الہامی قاتل صاحب کو معلم الملکوت کیطرف سے ہوا ہے۔ اور اس الہام کی مدد سے آپنے یہ دعوے کیا ہے جو رسالہ نمبر ۳ کے صفحہ ۹۳ سے آپ سے منقول ہوا ہے۔ پھر یہ الہام دروغ بحکم خلافت و بطور وراثت آپکے خلیفہ میاں کمال الدین صاحب کے حصہ مین آیا۔ اور درحقیقت نہ مینے الہامی صاحب کا مضمون* سُنا۔ اور نہ اُسکی نسبت مینے اپنا کوئی خیال اچھا یا بُرا اُنکے پاس ظاہر کیا۔ اور نہ ماسٹر درگا پرشاد مجھے الہامی صاحب کے لیکچر کے بعد ملے۔ اور نہ اُنہون نے اس مضمون کی نسبت اپنا کوئی خیال میرے پاس ظاہر کیا۔

* اسکا اعتراف میاں کمال الدین کے اس قول منقولہ مخبر دکن ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء میں موجود ہے مگر "افسوس کہ آپ موجود نہ تھے" ۱۲

سنے جو کچھ میاں کمال الدین صاحب کے پاس کہا تھا۔ وہ اپنے مضمون کی نسبت اور اسی کی نظر سے کہا تھا۔ اور اسی مضمون کی نسبت ماسٹر دیگا پرشاد کا قول نقل کیا تھا۔ اسی لیکچر خاکسار کے دن اور اسکے بعد شام کے قریب وہ مجھے میری فرودگاہ کے قریب گذر سیدھ میں ملے تھے۔ اور اسی مضمون کی نسبت اُنہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ ہمکو اسلام کی حقیقت پہلے معلوم نہ تھی جو آج یہ مضمون سُنکر معلوم ہوئی ہے

اس کی وجہ ثبوت

اس بیان مخبر دکن کا مستند و منتہی چونکہ ماسٹر دیگا پرشاد اور خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب کے اقوال ہیں۔ لہذا اُنکی صدق و کذب ان ہی کی شہادت میں منحصر کیا جاتا ہے۔

میاں کمال الدین صاحب اپنے بیان مذکور میں سچے ہیں تو وہ ماسٹر دیگا پرشاد سے میرے سامنے کہلوائیں کہ وہ مجھے الہامی قاتل صاحب کا لیکچر سننے کے بعد ملے تھے اور اسی لیکچر کی اُنہوں نے میرے پاس تعریف کی تھی۔ اور اسیکو سنکر وہ کلمہ کہتا تھا۔ جو میاں کمال الدین نے نقل کیا ہے۔ اور اگر اُنہوں نے یہ نہ کہا۔ بلکہ اسکے برخلاف یہ کہا کہ میں ابو سعید محمد حسین کو اسیدن ملا تھا جسدن اُنہوں نے اپنا مضمون سُنایا تھا۔ اور اس مضمون کی نسبت میں وہ کلمہ کہا تھا۔ جو مجھ سے نقل کیا گیا ہے۔ تو اس سے ہر ایک اہل بصیرت و انصاف کو یقین ہوگا۔ کہ میاں کمال الدین صاحب کا بیان محض دروغ بے فروغ ہے۔ ایسا ہی وہ سچے ہیں تو خان بہادر سے میرے سامنے کہلوادیں کہ میاں کمال الدین

تیسری دروغگوئی مخبر دکن کا پرچہ ۱۱ فروری ۱۸۹۲ء میں یہ بیان ہے۔ گیارہ بجے

پر انکا (خاکسار کا) وقت ختم ہوگیا۔ ایگزکٹو کمیٹی نے خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب کی معرفت مولوی صاحب کو ٹھہرا دینے کے لئے بہت تقاضا کیا۔ مگر آپ نے کسی کی ایک نہ سُنی۔ لیکن پھر بھی خان بہادر ممدوح کی موجودگی نے آپکو زبردستی بیٹھائے جانے کی ذلت سے بچا دیا۔ لیکن آخر کار خان بہادر بھی تنگ آگئے۔ اور مولوی صاحب کو بیٹھنے پر مجبور کیا۔

مولویصاحب نے جب اَور وقت کا مطالبہ کیا۔ اور سیکرٹری کا محولہ بالا وعدہ یاد دلایا تو خان بہادر تعلق قریبہ کے باوصف یہ کہنے سے نہ رک سکے کہ مولوی صاحب! کیا آپنے وقت کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔؟ اگر کوئی وعدہ ہو بھی تو آپ نالش کیجئے یہ دروغگوئی بھی سفید جھوٹ ہے نہ مجھے کسی نے بٹھلایا۔ اور نہ مینے اپنا وقت پورا کرکے اَور کچھ کہنا چاہا۔ اور نہ توسیع وقت کا کسی وعدہ کو یاد دلاکر خواستگار ہوا۔ جب میرا وقت پورا ہوا مینے بغیر کسی کے کہنے کے اپنے بیان کو ختم کردیا۔

اس کی وجہ ثبوت

اس دروغگوئی میں اپنے خان بہادر شیخ خدابخش صاحب جج لاہور۔ اور ماڈریٹران چارج جلسہ (جو اسوقت مہتمم جازت و ممانعت تقریر جلسہ تھے) ذکر کیا ہے اور پہلی دروغگوئی میں بھی بشمول دیگر ماڈریٹران جلسہ انکی طرف اشارہ کیا ہے۔ لہذا اس دروغگوئی کے دروغ ہونے کے ثبوت میں ہم اس سے زیادہ کہنا ضروری نہین سمجھتے کہ میان کمال الدین صاحب یا الہامی صاحب کے دوسرے خلیفے جو لاہور میں آپکے ایجنٹ ہیں۔ اور وہ اس مضمون مخبر دکن کو سچا سمجھتے ہین۔ خان بہادر شیخ صاحب سے اولاً میرے سامنے کہلواوین اور انکی قلم سے لکھواوین۔ پھر اسکو لاہور کے اخبارون میں چھپوادین کہ ہان ہمنے ابوسعید محمد حسین کو مجبوراً بٹھادیا تھا اور وہ کلمہ کہا تھا جو انسے نقل کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی انسے کہلادین جسکا دروغگوئی اوّل میں آپکو دعوےٰ ہے کہ ابوسعید محمد حسین نے اپنے بیان مین غیر متعلق اور اجنبی امور کیطرف رُخ کیا تھا۔ اور اُنکا مضمون وجواب سوالات جلسہ کے مطابق نہ تھا۔ اور الہامی صاحب کا مضمون اُنکے مضمون سے بہتر تھا تو اِس صورت میں یہ بیان مخبر دکن صادق سمجھا جائیگا۔ اور اگر شیخ صاحب موصوف نے اس بیان مخبر دکن کو سچا نہ کہا۔ بلکہ اسکے برعکس ہمارے بیان کو تصدیق کیا تو اُس صورت مین مخبر دکن کو یہ مشتہر کرنا پڑیگا کہ اسبات میں اسکا بیان جھوٹا۔ اسکا نامہ نگار میان کمال الدین یا اور

جو کوئی ہو جھوٹا۔ ان سب کا امام الہامی قاتل جھوٹا۔ اور یہ جماعت سب کی سب جھوٹی۔

چوتھی دروغگوئی مخبر دکن کا پرچہ ۱۱ مارچ ۱۸۹۷ء میں یہ بیان ہے۔ کہ مولویصاحب (خاکسار) نے نبوت الہام کا ذکر کرتے ہوئے بڑے جوش سے یہ کہدیا۔ کہ افسوس روئے زمین پر اسلامی دنیا میں کوئی ولی نہیں ہے۔ جو اپنے الہامات کا عملی ثبوت دے۔ اب مرزا صاحب کی اسلامی وکالت پر نظر انصاف ڈال کر دیکھئے کہ اُنہون نے الہام کی حقیقت کو کھولتے ہوئے اسکو دین اسلام کا خاصہ ٹہیرایا۔ اور اپنے کو اس میں صاحب تجربہ بتایا۔"

یہ بھی محض دروغ ہے۔ مینے روئے زمین سے وجود اولیاء کی نفی نہین کی۔ بلکہ اپنے رویت نفی کی تھی۔ اور یہ بات کہی تھی۔ کہ دعوے کرنے والے تو بہت ہیں (جو الہامی قاتل صاحب کیطرف اشارہ تھا۔) مگر دکھاوالے آنکھون سے غائب ہیں۔

اسکی وجہ ثبوت

اس دروغگوئی کے دروغ ہونے کی وجہ ثبوت اولاً تو خاکسار کے چھپے ہوئے مضمون یا لیکچر میں بصفحہ (۲۹۷) نمبر ۱۰ جلد ۱۷۔ رسالہ اور بصفحہ ۶۱ خطبہ جداگانہ میں خاکسار کے الفاظ شاہد ناطق موجود ہین۔ اور علاوہ بر آن اسمضمون میں بصفحہ ۳۶۶ رسالہ نمبر ۱۲ جلد ۱۷ و بصفحہ ۱۳۰ خطبہ جداگانہ صاف یہ کہا گیا ہے کہ اس قسم کے لوگ امت محمدیہ میں دنیا میں ہر زمانہ میں پائے گئے ہیں۔ اور اب بھی موجود ہین۔ اور قیامت تک رہینگے۔ گو بعض ملکون اور شہرون میں ہمکو نظر نہ آوین۔

اور اگر بتانی ان الفاظ کی نسبت یہ کہیں کہ یہ الفاظ اسوقت نہ کہے گئے تھے بلکہ روئے زمین سے نفی وجود اولیاء کی نفی کے گئے تھے۔ تو وہ اسکی شہادت بھی شیخ صاحب موصوف سے (جو اسوقت ان چارج تقریر جلسہ تھے) دلوادین اور یہ کہلادین کہ اسوقت روئے زمین سے وجود اولیاء کی نفی کی گئی تھی۔ شیخ صاحب سے یہ شہادت وہ دلوا نہ سکے

تو ہمارے الفاظ مندرجہ خطبہ ان کے کذب پر بلا مزاحمت شاہد عدل متصور ہونگے۔ اور یہ لوگ جھوٹے ٹھرینگے۔

بقول مخبر دکن الہامی صاحب نے جو اپنے بیان میں الہام کو خاصتہ اسلام ٹھرایا اور پھر اپنے الہامات کو اُسکی تمثیلات بتایا ہے۔ تو اسمیں مخالفین اسلام کو اسلام پر اعتراض کرنے کا موقعہ دیا۔ آپکے الہامات و کرامات تو سب کے سب اس بیت کے مصداق ہیں۔ ؎ ایں کرامت دلے ما چہ عجب ٭ گر بہ شاشید گفت باران شد

مخالفین اسلام آپکے اس بیان میں آپ کو سچا سمجھینگے۔ تو اسلام کو بھی ان ہی ذلیل کرامات اور جھوٹے الہامات کا محل و مظہر قرار دینگے۔ اور صاف کہیں گے کہ جیسے کرامات و الہامات وکیل نے دکھائے ہیں۔ کہ خبر تو دین لڑکا پیدا ہونے کی اور نکل آوے لڑکی۔ اور پھر نو برس کی میعاد میں ایک آسمانی لڑکے کے پیشگوئی کرین۔ اور ۱۲ سال گذر جائین اور وہ لڑکا وجود مین نہ آوے۔ ویسی ہی کرامات آپکے موکل نے دکھائی ہونگی۔

ایسا اقبال الہام و کرامت اسلام کے لئے باعث عار ہے۔ نہ موجب فخر اس اقبال سے تو اپنی رویت کا انکار ہزار درجہ بہتر ہے۔ جو کسی اعتراض کا محل نہین ہو سکتا۔

اب ہم اسمضمون کو ان ہی چار دروغگوئی کے بیان پر ختم کرتے ہیں۔ اور منتظر ہیں کہ ہمارے نادیدہ دوست مہر سید عبد القادر صاحب ایڈیٹر اخبار مخبر دکن بتقلید سلطان محمود مرزائی ان دروغگویون کو سچ بتانے کے لئے کوئی تاویل کرتے ہیں۔ یا انکو جھوٹ مانکر اپنے نامہ نگار کی تکذیب اور اپنے بیان کی اصلاح عمل میں لاتے ہیں اُنکے حق مین بہتر ہے کہ وہ سلطان محمود کے دھوکھ میں آکر حق کا مقابلہ نہ کرین۔ بلکہ حق کے آگے جھک جائین اور اگر سلطان محمود انکو مقابلہ پر آمادہ رکھے تو پہلے اشاعۃ السنہ چار سال کی گذشتہ جلدین منگا کر یہ دیکھ لین کہ اس مقابلہ کا صلہ انکے امام الہامی قائل نے کیا پایا ہے۔ اُسیکا حصہ انکو

ارکان ہیں جیسے کہ مسلمان ۔ پھر ان اہل اسلام کی مہربانیوں کو یک لخت فراموش کر کے کسی زمانہ کی سختیاں ہندوؤں کو یاد دلانا انصاف کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

اسکے مقابلہ میں وہ جوش جو مسلمانوں میں ہندوؤں کے ایسے خیالات کے برملا اظہار سے پیدا ہو لہے یا جو پیدا ہو سکتا ہے اُسکا روکنا بھی علاج اور تدبیر سے باہر ہے کون چاہتا ہے کہ ہمیں آقا بن کر پھر غلام بنوں ۔ یا افسر بکر ماتحتی قبول کروں ۔ اسی خیال سے مسلمان بھی خدا خدا کر کے مغربی تعلیم میں مصروف ہوئے ہیں ۔ اور ان کی ترقی تعلیم کے وسائل سوچنے کے لئے ایجوکیشنل کانفرس اور اُنکے حقوق کی حفاظت کے لئے اینگلو اورینٹل ڈیفنس ایسوسی ایشن اف انڈیا قایم ہوئی ہے ۔

ان کی خدمت میں ہم برادرانہ التماس کرنے کی زیادہ جرأت کرتے ہیں اور اُسکی قبولیت کی زیادہ امید رکھتے ہیں کہ آپ صاحبان ہندوؤں کے اس جوش مذہبی اور خیال انتقام کے مقابلے میں کوئی جوش مذہبی اور خیال انتقام دل و دماغ میں نہ آنے دیں ۔ بلکہ صبر تحمل اور استقلال سے کام لیں اور اپنی بہتری اور اصلاح کی تدبیر و رفتار کو استحکام کے ساتھ برابر جاری رکھیں ۔ اور اگر ایسا حوصلہ اور ہمت نہیں رکھتے تو اپنے ملکی بھائیوں کی جو تعلیم میں دولت میں قومی اتفاق میں تم سے بڑھ گئے ہیں ۔ غلامی کو قبول کر لیں اسصورت سے غالباً کچھ دن آرام سے گذر جائیں گے ۔ ورنہ آئے دن مصیبتوں کا سامنا رہیگا اور اگر غلامی میں رہنے سے عار ہے اور اپنے بزرگوں کے فاتح ہونے کا کوئی قصہ یا فسانہ یاد ہے اور آبائی غیرت و غیرت کے خون کا تمہاری رگوں میں کچھ اثر ہے ۔ تو مغربی تعلیم میں جسکے واسطے گورنمنٹ نے ہندو اور مسلمانوں کے لئے یکساں وسائل بہم پہنچا دیئے ہیں ۔ کوشش اور ترقی حاصل کر کے موجودہ فاتح قوم کی سلطنت کے ارکان بنیں اور دولت و ثروت اور حشمت و شوکت کے حصول میں تعلیم کے علاوہ تجارت و حرفت کے ذریعے کوشش کو حد کمال تک پہنچائیں اور اُسکے ساتھ اپنے مذہب اور علوم مذہب میں

بھی ملے گا۔

ان کی نسبت ہماری یہی رائے وصلاح ہے کہ وہ حق کا مقابلہ نہ کرین۔ اور اُنکے حقمین یہ دعا اللھم وفقہ لاتباع الحق والصواب ونجہ من اشاعت اکاذیب المفترین واما لھم الکذاب۔

تفسیر القرآن کا اشتہار

اور

اس میں اخوان دین سے استیشار

ہمنے عزم بالجزم کرلیا ہی کہ جو مضامین سو عودہ سابق مدت سے ناتمام چلے آتے ہیں (جیسے اثبات نبوت سود قمار لاٹری تعلیم مسلمانان وغیرہ) یا صرف اُنکا وعدہ دیا گیا ہے۔ اور ہنوز اُنکو شروع نہین کیا گیا (جیسے تعلیم مسلمانان۔ شجرۃ الاسلام وغیرہ) انکو پورا کرکے قرآن کریم کی تفسیر کا مضمون شروع کردین۔

یہ ارادہ ایک مدت سے تھا اور خدا تعالےٰ سے یہ دلی وعدہ تھا کہ قرآن کریم کی یہ خدمت بجالاوین خصوصاً اسوقت سے کہ خدا تعالےٰ نے مضمون قرآن کی دولت عظمےٰ اس عاجز ناتوان کو عطا فرمائی۔ اور اس عمر اور اس حالت تشتت بال و کثرت اشتغال میں یہ مہربانی کی۔

ولیکن اثناء تحریر مضمون عصمت انبیاء میں یہ خیال دل میں پیدا ہوا کہ اب عمر و حیات مستعار ۵۶ سال کو پہنچ گئی ہے اسوقت یہ خدمت ادا نہ ہوئی تو آیندہ کب ہوگی۔ معلوم نہین کسقدر وقت و مہلت باقی ہے۔ اس وعدہ کا ایفاء اور قرضہ خداوندی کو ادا کرنا شروع تو کردیا جائے۔ پورا کرانا اس مالک رحم حقیقی کا کام ہے۔ اسکو منظور ہوگا تو اسقدر وقت و مہلت دیکر اس کام کو پورا کرادیگا۔ ورنہ صرف اس کام کو شروع کردینے سے قرآن کے خادمون کی

فہرست میں نام تو درج ہو جائیگا۔ کام کے انجام سے ہمکو کیا کام ؎ ما بندگان عبودیت شعاریم ٭ با فتح و شکست کار نداریم ٭ اس خیال نے ہمارے عزم کو مصمم کر دیا جسپر بعد اختتام مضامین سابق الذکر عمل ہوگا انشاء اللہ تعالے۔

ہر چند اس زمانہ تک تفسیریں بہت لکھی جا چکی ہیں اور اب بھی لکھی جا رہی ہیں۔ مگر ہر شخص کا مذاق و طرز تحقیق جداگانہ ہوتا ہے۔ اور ایک قسم کا مذاق و طرز تحقیق دوسرے سے مستغنی نہیں کرتا۔ ہماری تفسیر میں امور ذیل کا لحاظ ہوگا جسکا مجموعہ کسی پہلی تفسیر میں دیکھا نہیں گیا۔

اوّل تفسیر بالماثور یعنے جن آیات قرآن کی آنحضرت و اصحاب و تابعین سے تفسیر منقول ہے انکی تفسیر میں انکے اقوال کو پیش کرنا۔

دوم تطبیق منقول بالمعقول۔ یعنے جہانتک ممکن ہو تفسیر ماثور کا عقل اور علوم جدیدہ سے توافق ظاہر کرنا نہ اسطور پر کہ منقول تابع معقول ہو جیسا کہ اسوقت نئی روشنی والے کر رہے ہیں۔ بلکہ ایسے طور پر کہ عقل (جو شاگرد ہے) الہامی نقل کی (جو استاذ ہے) تابع ہو۔

سوم پہلے مفسرین کی تفریط کا جبر نقصان یعنے جن مفسرین نے صحیح مرویات کو چھوڑ کر غیر صحیح روائیتوں سے قرآن کی تفسیر کرکے اسلام کو نقصان پہنچایا ہے۔ انکے نقصان کے اسلام سے اٹھانا اور ان غیر صحیح روایات کا ضعف ظاہر کرنا۔

چہارم نئی روشنی والے مفسرین کی افراط کا بیان و اظہار بطلان یعنے جو اسوقت کی مدعیان تہذیب اخلاق و ایمان و اسلام قرآن کو فلسفہ یورپ کے تابع کر رہے ہیں۔ انکے فعل و تصرف کو بیان کرکے اسکا بطلان ظاہر کرنا۔

پنجم تعلیمات و بیانات قرآن کا تعلیمات و بیانات موجودہ توریت و انجیل سے مقابلہ و موازنہ کرنا پھر جہاں تخالف ہو وہاں تعلیم و بیان قرآن کو ترجیح دینا اور جہاں توافق ہو وہاں اس امر کا ثبوت بہم پہنچانا کہ اس توافق میں قرآن ان کتابوں کا استاذ ہی شاگرد نہیں ہے انکی تصدیق میں محقق ہے مقلد نہیں ہے۔

ششم قرآنی تعلیمات و احکام و اعتقادات کے عقلی اسرار بیان کرنا جن سے ثابت ہو کہ قرآن

کی تعلیمات معجزہ ہین اور وہ تعلیمات قرآن کی منجانب اللہ ہونے پر دلیل ہیں۔

ہفتم قرآن کے احکام عملیہ فقہیہ و مسائل اعتقادیہ کا سنت کے مطابق بیان اور اسکے ساتھ مختصر بیان مذاہب مجتہدین اعیان۔

ان امور ہفتگانہ کی مجموعی ہیئت و حیثیت کی نظر سے یہ تفسیر انشاء اللہ تعالے اپنی نظیر آپ ہی ہوگی۔ کیونکہ اس سے پہلے کوئی تفسیر جو اس مجموعہ امور کی متضمن و ملتزم ہو دیکھی نہین جاتی۔

ان امور ہفتگانہ کے علاوہ قرآن کریم کی عربیت و فصاحت و بلاغت وغیرہ اوصاف اور انکے متعلق علوم کا بیان بھی ہوگا۔ مگر نہ ہر جگہ اور ہر ایک آیت کی تفسیر مین بلکہ موقعہ ضرورت و محل اختلاف میں۔

اس مبارک کام کی متعلق اخوان دین و انصار و اعوان سنت سید المرسلین سے یہ مشورہ لیا جاتا ہے کہ اس مضمون تفسیر القرآن کو ہم معمولی رسالہ اشاعۃ السنہ کی کسی حصہ میں درج کرین یا اسکے واسطے رسالہ سے علیحدہ ماہوار اوراق تجویز کرین۔ بصورت تجویز علیحدگی اس تفسیر کے خواہان و خریداران کون کون احباب ہین۔ ؟ کافی تعداد کی درخواستین آگئین تو تفسیر رسالہ سے علیحدہ شایع ہوگی ورنہ رسالہ ہی کے نصف یا کسی [illegible] انشاء اللہ تعالے قیمت کا تصفیہ خریداران کی کثرت و قلت پر موقوف ہے جسقدر خریداران کی کثرت ہوگی اسیقدر قیمت میں تخفیف ہوگی انشاء اللہ تعالے

ہماری قسم کی منظوری سے الہامی قاتل اور خونی مسیح کی گریز

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا ٭ جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

خاکسار (راقم) پیشگوئی متعلق قتل لیکھرام کے جھوٹی ہونے پر قسم کھانیکے لئے مستعد ہوا اور اس مضمون کو رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ہذا کے صفحہ ۵۳ میں بہ تفصیل درج کرکے اسکے خلاصہ سے بذریعہ اشتہار الہامی قاتل کو مطلع کیا تو آپنے اپنی ناجایز شروط سابقہ اور ایک نئی شرط کی پناہ اور آڑ لیکر اس قسم کی منظوری سے انکار کیا۔ اے لو۔ وہ مدت کا شور اور جوش و خروش اشتہار مستعدی قسم کے شایع ہونیکے بعد ایک منٹ بھی نہ ٹھیرا۔ اور بیت زیب عنوان کا مصداق بنگیا۔

123

پہلے تو آپ نے قلمی خط مورخہ ۲۶- اپریل ۱۸۹۷ء میں چند گالیون اور مکروہ الفاظ (فترتی- غبی- حمق- سفاہت وغیرہ) سے یاد فرما کر تین شرطیں پیش کیں- اوّل وہی پرانی شرط کہ میعاد عذاب ایک سال کی مقرر ہوگی دو وجہ سے اوّل یہ کہ یہ شرط الہامی ہی- اور الہامی شرط کو ملہم بدل نہین سکتا دوسری یہ کہ یہ میعاد مسنون ہی- اور کہا کہ یہ سچ ہے کہ آنحضرت نے برس کا نام لیکر یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر وہ مباہلہ کرتے تو بلا توقف عذاب نازل ہوجاتا اس سے یہ سمجھ میں آتا ہی کہ خدا تعالےٰ نے اپنے نبی کو برس تک عذاب کے نزول کا وعدہ دیکر پھر اس خاص زمانہ سی اطلاع بھی دیدی جو برس کے اندر مگر بہت قریب اور بلا توقف ظہور میں آنیوالا تھا-

دوسری شرط (جو نئی شرط آپ نے بڑہائی ہی) یہ ہے کہ قبل اسکے کہ آپ قسم کھاوین ٹھیک ٹھیک دو گھنٹہ بالمواجہہ تقریر سے میں آپکے پاس اپنے اسلام اور الہام اور لیکھرام والی پیشگوئی کے متعلق وجوہات مفصل بیان کرون- پھر پوچھوں کہ کیا آپ کو اس سے انکار ہی- اور اسکے جواب میں آپ صرف اسقدر کہنے کی مجاز ہونگے کہ مجھے انکار ہے- پھر تین دفعہ اپنے مشتہرہ الفاظ سی قسم کھائینگے اور بجائے فوری عذاب کے ایک سال بیان کرینگے-

تیسری شرط یہ کہ اگر سال کے اندر اُس جھوٹی قسم کا کوئی عذاب آپ پر نازل ہوا- تو ضرور ہوگا- کہ میں بذریعہ اشتہار اُسکا اظہار کرون پھر آخر خط میں لکھدیا کہ یہ تمام شرائط قطعی ہیں انکو کم بیش کرنا جائز نہ ہوگا پھر اس مضمون کا ایک اشتہار مورخہ یکم مئی ۱۸۹۷ء آپنے شائع کیا- اسمین بھی دل کھولکر گالیان بالفاظ حماقت شرارت خباثت لعنت- منہ پر تھوکنا- وغیرہ اُن ہی شرائط پر اصرار کیا- اور شرط دوم میں یہ فقرہ بڑہا دیا کہ آپ کو میرے دو گھنٹہ کی تقریر کے مقابلہ میں کچھ بولنے کا اختیار نہ ہوگا- نیت کیطرح چپ رہنا ہوگا- اور اس شرط کی نسبت کی کہا کہ یہہ گریز نہیں- "اور چور کی ڈاہڑی میں تنکا" والی مثل پر عمل کر دکھایا- اور اس سی مقصود صرف رفع شبہ و اتمام حجت بتایا- اور جو مقصود اس سی پہلے قلمی خط میں بتا چکے تھے کہ ہم اپنے اسلام کی وجوہات بیان کرینگے- اسکو اس اشتہار

میں چھپایا۔ اور شرط سوم کی تفصیل اور عذاب کی تشریح میں بضمن حاشیہ کہا۔ کہ وہ عذاب ایسا ہوگا جسکا مزہ آپنے پہلی زندگی میں نہ چکھا ہوگا۔ خواہ وہ زمین سی ہو خواہ آسمان سی خواہ آپ کی مالی حالت پر ہو خواہ عزت پر خواہ ہمارے لئے ایسا نشان ظاہر ہوگا جس سے لوگ آپ پر لعنت کرینگے۔ اور تھوکینگے۔

ان شرائط کے ساتھ یہ بھی کہدیا کہ ہمارا آخری اشتہار ہی ان شرائط کو آپ نہ مانین گے تو آئندہ ہم آپ کو مخاطب نہ کرینگے۔

اسکے جواب میں خاکسار نہائت عجز و کمال ادب سے گذارش کرتا ہے۔ کہ گالیونکا جواب تو وہی ہے جو بارہا نمبر ۸ جلد ۱۷ وغیرہ میں عرض کیا گیا ہے ؎

بدم گفتی و خورسندی عفاک اللہ نکو گفتی ٭ جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

آپ الہامی ہیں یہ گالیاں بھی الہامی ہونگی۔ انکا مقابلہ وہ کرے جو آپ جیسا الہامی ہو (خدا کسی مسلمان کو ایسا نہ کرے) میعاد کے مسنون ہونے کا دعوی تو آپکو پہلے ہی تھا۔ ہمارے اشتہار میں اوسکی دلیل کا مطالبہ ہوا تھا۔ اپنی دلیل تو کوئی پیش نہ کی اسی دعوے کا اعادہ کردیا جو شرم اور حیا کی بالکل مخالف ہے۔

آپ کا اس امر کو سچ تسلیم کرکے کہ "نصارے نجران کیلئے آنحضرت نے بلا توقف عذاب نازل ہونے کیلئے خبر دی تھی" یہ کہنا کہ خدا تعالے نے اپنے نبی کو برس تک نزول عذاب کا وعدہ دیا تھا۔ اور یہ امر حدیث لم حال الحول سے سمجھ میں آتا ہے۔ ایک اور دعوے دروغ ہی۔

اس حدیث میں یہ ذکر نہ صراحۃً ہے نہ اشارۃً کہ اللہ تعالے نے آنحضرت کو دعوت مباہلہ کے وقت اور گریز نصارے نجران سی پہلے سال بھر تک عذاب آنیکی خبر دی تھی۔ اور نہ یہ ذکر ہے کہ آنحضرت نے اپنے مباہلین نصارے کو بطور شرط پہلے سی یہ بات کہدی تھی یا آنحضرت نے اپنے پیرو مسلمانوں کو یہ خبر دیدی تھی۔ کہ اُنپر برس کے اندر عذاب نازل ہوگا۔ اس حدیث میں جو برس گذرنے سی پہلے کل نصارے پر عذاب نازل ہونیکا آنحضرت نے ذکر کیا ہی وہ تو نصارے

124

نجران کے مباہلہ سے گریز کر جانے کے بعد ذکر فرمایا تھا۔ جس سے ہرگز یہ ثابت و مفہوم نہین ہوسکتا کہ خدا تعالےٰ نے پہلے بھی آنحضرت کو اس میعادی عذاب کی خبر دی تھی۔ یا آنحضرت نے بطور شرط مباہلین سے یہ بات کہدی تھی۔

الہامی صاحب نے اس حدیث سے اس مفہوم کو نکالنے میں دروغ گوئیم بر روئے تو۔ پر عمل کیا ہے۔ اور مصرعہ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد ٭ کا مصداق بنکر دکھا دیا ہے۔

پھر یہ ذکر مابعد بھی کل (یعنی تمام دنیا یا کل عرب کے نصارے) کی نسبت ہوا تھا۔ کیونکہ مقابلہ مین نکل کر مباہلہ کرنے والون کی نسبت تو صاف یہ فرمایا گیا ہے۔ کہ وہ وہانسے بچ کر نجاتے اور اس جنگل میں آگ لگ جائے۔ جس سے درختون پر جانور بھی نہ بچتے۔ یعنے اُنپر بلا توقف عذاب نازل ہوجاتا۔ جسکا الہامی قاتل صاحب کو بھی اعتراف ہے۔ اور الفاظ حدیث جو صفحہ ۸۶ وغیرہ نمبر ۳ جلد ہذا میں منقول ہیں نیز اسکی مصدق ہین شرط میعاد کے الہامی ہونے اور اسوجہ سے اسکی تبدیل نہو سکنے کا دعوی بھی کمال شرم کا موجب ہے۔ یہ بات آپ اس شخص کو کہہ سکتے تھے جو آپ کو ملہم اور آپکے شرط کو الہامی جانتا ہو۔ اور جو شخص آپ کو دعوی الہام مین کذاب اور دجال جانتا ہو اُسکے سامنے یہ عذر پیش کرنا شرم کا مقتضا نہین ہے۔ اور اگر منکر کے سامنے بھی اپنے الہام کو بطور حجت و دست آویز پیش کرنا جائز ہے تو وہ بھی آپکو کہہ سکتا ہے کہ مجھے الہام ہوا ہے۔ کہ یہ شرط میعاد ایک سال کی ناجائز اور شیطان کی تجویز کردہ شرط ہے۔ اسکو قبول کرنا مسلمان کا کام نہیں ہے۔ پس جو جواب آپ اسکو دینگے وہی جواب آپکو واپس کر دیگا۔

خاکسار کا میعاد ایک سال کو منظور نہ کرنا اور فوراً عذاب دکھانیکا مطالبہ کرنا۔ یا میعاد ضروری ہو تو صرف تین دن کی میعاد منظور کرنا اسوجہ سے نہیں کہ میں آپکے الہام سے ڈر گیا ہون اگر میں آپکے الہام سے ڈرتا تو آپ سے یہ سلوک و خدمتگذاری نہ کرتا۔ جو عرصہ پانچ سال سے کر رہا ہو۔ بلا شبہ یہ ہے کہ ایک سال کے عرصہ میں آپ بہت سے انسانی منصوبون اور چند بدمعاش مریدوں سے سازشیں ہیں جنکو چاہیں قتل کرا سکتے ہیں۔ چنانچہ عبداللہ آتھم کیلئے آپنے ایسا کیا۔ (جسکا بعد آتھم

کو دعوی تھا) اور بقول ہندوؤں کے لیکھرام کیلئے بھی آپنے ایسا کیا۔ اور یہ امر بنظر آپ کی فریب بازیون اور حیلہ سازیوں کے کچھ بعید نہین ہی۔ اگرچہ اسپر ظاہری کوئی دلیل ابتک قائم نہین ہوئی۔ اور تین دنتک اپنی حفاظت آپ جیسے خونی قاتلوں سے ہر کوئی کرسکتا ہے۔ گھر مین چھپکر یا کہیں نقل مکانی کرکے۔

امرتسر کے ایک اخبار کے ایڈیٹر یعقوب حواری الہامی قاتل صاحب جنہون نے ہماری عدم منظوری شرط ایک سال کو گریز قرار دیا تھا۔ اب بھی ہماری یہ دلیل سنکر اسکو گریز کہینگے؟ کیا انکے نزدیک ایسے اقبالی خونیوں کے دست تظلم سے اپنی جان کی حفاظت نہ کرنا اور سال بھر تک اسکو سازشون کا موقع دینا عقلمندی کا کام ہے۔؟

دو گھنٹہ تک قسم سے پہلے وعظ کرلی کی شرط سے آپکا جو مقصود ہی اسکو آپنے قلمی خط میں صاف الفاظ میں بتا دیا ہے۔ کہ آپ حاضرین کو منافقانہ اقرار اصول و مسائل اسلام کرنے سے اپنا مسلمان ہونا جتا دین اور عقائد کفریہ ملحدانہ و زندیقانہ کو چھپا کر اپنے مقدس چہرہ سے داغ فتوائے تکفیر کو جو باتفاق علماء پنجاب و ہندوستان لگ چکا ہی مٹا دیں اس مقصود کے ساتھ جو اشتہار یکم مئی ۱۸۹۷ء میں رفع شبہات و اتمام حجت کا بہانہ بھی گھڑ لیا۔ اور اسکے ساتھ دعوے بھی کیا ہے کہ یہ رفع شبہ اور وعظ مباہلہ سے پہلے مسنون ہے یہ محض دروغ بے فروغ ہے۔ آنحضرت نے کسی سے تمام عمر میں مباہلہ نہیں کیا۔ اور نہ کسی مجلس مباہلہ مین آپکو رفع شبہات مباہلین کا اتفاق ہوا۔ پھر یہ امر کیونکر مسنون ہوسکتا ہے۔ اور رفع شبہات اور اتمام حجت کی یہ صورت بھی نہیں ہے۔ کہ آپ جو چاہیں جو دو گھنٹہ تک بولتے چلے جائین۔ اور آپکا خصم کچھ نہ بولے۔ اور میت کی طرح چپ رہے۔ آپ اس دعوی مقصود رفع شبہات اور اتمام حجت میں سچے ہیں۔ تو مباہلہ اور قسم سے پہلے ایک مجلس مناظرہ منعقد کرین۔ اور اسمین اپنے اسلام اور الہام و پیشگوئی متعلق لیکھرام کے وجوہات علاوہ ان وجوہات کے جنکو آپ تصانیف قدیمہ اور جدیدہ و اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء و اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء وغیرہ

اور دعوت نشست (دعوتی) اشتہار مطبوعہ ۱۲ مئی ۱۸۹۷ء میں بیان کر چکے ہیں۔ بیان کریں۔ اور اپنے خصم سے کہ پہلے تین دن کا مہلت لیں۔ اور اُسکا جواب اسکو دیں۔ اور اگر اس مجلس مباہلہ میں اپنے خصم کو جھوٹا ثابت کریں۔ تو پھر اسی مجلس میں اپنے خصم کو جو ہمارے دعوت اشتہار میں گھنٹہ تقریر کرنے کا موقع دیں۔ آپ ایسا نہ کرینگے تو اس سے صاف ثابت ہوگا۔ کہ آپکا مقصد و اس دو گھنٹہ کے وعظ سے صرف وہی ہے۔ جسکو آپ قلمی خط میں ظاہر کر چکے ہیں۔ کہ ناواقف مسلمانوں کو (جو آپکے مجموعہ کفریات تصانیف نہیں دیکھتے) یہ جتادیں کہ میں مسلمان ہوں اور اسلامی عقاید کو مانتا علمائے پنجاب و ہندوستان جو مجھے کافر کہتے ہیں۔ وہ مجھ پر ظلم کرتے ہیں۔ شرط سوم کی تفصیل اور عذاب کی تشریح میں جو کچھ آپنے کہا ہے اسمیں صاف اقرار کر لیا ہے۔ کہ آپ اور آپکا ملہم قسم کھانے والے پر کوئی غیر معمولی عذاب نہیں لا سکتے جو ہوگا۔ صرف یہ ہوگا۔ کہ کسی معمولی امر کو عذاب آسمانی بنا لیا جائے گا۔ آپکے مخالف کے کپڑے میلے ہوئے یا کوٹھڑی کی کھونڈی ٹوٹ گئی تو آپ یہ کہینگے کہ یہی عذاب ہے جسکا ہمارے ملہم نے وعدہ کیا تھا زیادہ کرینگے۔ تو یہ کرینگے کہ چند بدمعاش مریدوں کو کہدینگے کہ فلاں شخص کو بر سر بازار گالیاں دو اور ایک مکا لگا دو۔ اور کپڑے اوتار لو۔ پھر شہادت دینگے کہ ہم نے جو کہا تھا بعینہ وہی ہوا۔ اس شخص کی مال جان و عزت تینوں کو ایسا نقصان پہنچا کہ اُسکا مزہ آگے اُسنے نہ چکھا تھا۔ اور یہ امر اگر ہوگا۔ تو ہوگا بھی واقعی ہوگا۔ کیونکہ اس سے پہلے ہمنے اپنی ہوش و انتباہ کے زمانہ میں کبھی کسی سے ایسا تھپا پائی کی اور نہ بر سر بازار گالیاں سنیں۔ اور نہ کپڑا اُتروایا۔ اس سے بھی زیادہ کرینگے۔ تو میرے مقابلہ میں ایک سالہ یا شہادت دینگے۔ اور اسمیں معمولی سے زیادہ کا بیان دینگے اور اسکے ذریعہ سے اپنے مریدوں کو گالیاں دلوائینگے اور اسیطرح اسمانی نشان ظاہر کرینگے۔ جیسا کہ علاوہ اسکے عظیم میں آنجہانی بیان کو آسمانی نشان قرار دیا۔ آخر میں جو آپنے لکھا ہے کہ آئندہ ہم آپکو مخاطب کرینگے اسمیں آپنے کریز کا صاف اقرار کر لیا ہے۔ جسپر آپ تعزیر کے مستحق ہیں۔ اس زیادہ تعریف کا مستحق آپکا اشتہار ۱۹ مئی ۱۸۹۷ء

* تحقیق مضمون خدا کا وقت آنیوالا ہے کہ ہمارا یا تمہارا

آپکو بنا رہا ہی جسمیں آپنے صاف طور پر قسم لینے اور اُسکے مقابل میں کرامت دکھانیسے انکار کیا ہی اور اپنی منکروں اور مخالفونکو اپنے سامنے بلانیسے معافی دیکر یہ کہدیا ہی وہ اپنی جگہ پر اور میں اپنی جگہ پر خدا کی جناب میں دعا کرین اور اُسکے بدلے۔ کسی قسم کا عذاب دکھانیسے دست بردار ہو کر صرف یہ دعوی کیا ہے کہ میری تائید میں کوئی نشان فوق العادت ظاہر ہو گا۔ چونکہ یہ اشتہار آپکا آخری اشتہار ہے لہذا اس نے آپکی اس دعوت بالمشافہ قسم کو جسمیں آپنے رسالہ سراج المنیر کے صفحہ ۴۹ میں نو اشخاص۔ اس خاکسار۔ سرسید۔ مولانا و شیخنا سید محمد نذیر حسین صاحب وغیرہ کو مخاطب کرکے حکم دیا تھا کہ قادیان میں آویں۔ اور دو گھنٹہ تک خاموش رہکر میرا وعظ سنین اسکے بعد قسم کھائیں پھر اکتالیس ۴۱ دن میں عذاب کا مزہ پاوین منسوخ کر دیا ہے۔ اب تو کس و ناکس کو معلوم ہو گیا۔ اور عموماً کہا جاتا ہی کہ آپ کوئی عذاب نہیں دکھا سکتے۔ اسلئے آپ اشتہار ۱۹ مئی ۱۸۹۷ء میں بظاہر سب کو حاضرین سے اور بالمشافہ قسم کھانے سے معافی دیتے ہیں۔ اور در حقیقت خود معافی چاہتے ہیں۔ دیکھئے آئندہ کیا الہامی حکم ہوتا ہے۔ غائبانہ قسم کھانے کا جواب ہم صفحہ ۱۳۲ میں دینگے انشاء اللہ تعالے۔

الہامی قاتل و خونی مسیح کی استتار بعد فرار کی چند مفتریانہ اسرار کا اظہار

(جس میں رسالہ استفتاء اور سراج المنیر کا جواب ہی)

الہامی قاتل و خونی مسیح نے جب دیکھا کہ متعدد اشخاص نے اُسکی پیشگوئی متعلق قتل لیکھرام کی جھوٹی ہونے پر قسم کھانیکا عزم بالجزم کر لیا ہے اور اس قسم پر اُسکی دھمکی عذاب کو گیدڑ بھبکی سمجھ لیا۔ اور اس سے کوئی نہیں ڈرا۔ اور اسکے یا اُسکے ملہم (معلم الملکوت) کے اختیار میں کوئی عذاب نہیں ہی جو قسم کھانیوالونپر نازل ہو۔ اور اس سے اُسکی نبوت و ولایت قایم رہ سکے تو آپنے قسم لینے سے فرار و استتار (پردہ نشینی) کو اختیار فرمایا۔ اور ظاہراً اسکا بہانہ یہ بنایا کہ یہ لوگ ہماری شرطون کو نہیں مانتے۔ لہذا ہم بخوف خدا انکے خطاب سے منہ پھیرتے ہیں۔ اور اپنا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ اور اس فرار و استتار سے اس بیت کا مصداق بنکر دکھایا ؎

126

زاہد نداشت تاب وصال پری رخاں ❊ کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

پھر آپکو یہ خیال آیا۔ کہ اس سکوت و گوشہ نشینی سے ہمارا کام نہیں چلیگا۔ اس سے پیشگوئی مذکور کو جھوٹا سمجھا جاویگا۔ ازان اُلّو نکا (جو اس قسم کی پیشگوئیوں کو سچا سمجھکر ہمارے دام میں پھنسے ہوئے ہیں) ڈریا خالی ہو جائیگا۔ پھر سونا موتی۔ روپیہ پیسہ کہانسے آویگا اور قوت لایموت وسامان حفظ موت کون بہم پہنچائیگا یہ سوچکر آپنے اس پیشگوئی کو سچا بنانے اور اس ذریعہ سے ان الوئنکو دام میں پھنسائے رکھنے کیلئے یہ مخفی تدبیر نکالی۔ کہ ۲۸ صفحہ کا ایک رسالہ کانفیڈنشل# (مخفی) طور پر خاص خاص لوگونکو میں جو آپکے مرید ہیں یا ایسے مسلمان جو آپکے عقاید کفریہ و مکاید الحادیہ اور تصنیفات پر از تلبیسات سے آگاہ نہیں متداول کیا۔ اور اسمیں اس پیشگوئی کے صادق ہونیکے ان وجوہات کو جنکے پورے پورے جوابات ہم نمبر (۲) جلد ہذا میں دیچکے ہیں درج کرکے ان لوگونسے یہ استفتا و سوال کیا ہے۔ کہ وہ اس پیشگوئی کے صادق ہونے کی شہادت دیں۔ اور اپنے اپنے دستخط و مواہیر اسپر ثبت کریں اس تجویز کی جرأت آپ سے اس امید پر ہوئی کہ آپکے زعم میں آپ کے آٹھ دس ہزار چیلوں اور پوجاریوں میں بہت لوگ ایسے ہیں کہ وہ بے سوچے بن سمجھے آپ کی ہر ایک بات پر* واہ سبحان اللہ کہدیتے ہیں آپ دن کو رات کہیں تو وہ ستارے بتانے اور گنوانے کو طیار ہو جاتے ہیں وہ اس استفتا پر بلا فکر و تامل دستخط کر دینگے۔ اور انکو دیکھکر صدہا ناواقف مسلمان بھیڑ چال اختیار کرکے پھنس پڑینگے۔ کیونکہ دنیا میں ایسے سمجھدار کم ہیں جو اپنی عقل و تحقیق سے لیں اور بھیڑ چال نہ چلیں اسصورت سے وہ دام افتادہ الو اس پیشگوئی کو سچا سمجھتے رہیں گے اور دام سے نہ نکلیں گے۔

از آنجا کہ الہامی قاتل و خونی مسیح اسلام اور مسلمانونکا پکا دشمن ہے اور اُنسے آپنے پیشگوئیوں کی صداقت منوا کر انکو اپنا حامی اسلام ہونا جتا کر انکو اپنے دام میں لانا اور انکے مال مارنا چاہتا ہے۔ اور اکثر مسلمان اسکے مکاید و تزویرات سے واقف نہیں ہیں۔ لہذا بحکم

جناب سفیر معظم کسی مصلحت کیوجہ سے قادیان پہنچے تو وہاں الہامی قاتل کی [illegible] آپنے [illegible] [illegible] تعریف الہامی قاتل صاحب بھی [illegible] کی تعریف میں [illegible] ہم صفیر ہو گئے [illegible] [illegible] سبحان اللہ کا [illegible] [illegible] تقلید پر کمال تعجب [illegible] [illegible]

بھی ترقی کریں۔ اور دوسرے مذاہب اور ان مذاہب کے اصول سے ناجائز مداخلت کا جو کبھی کبھی مذہب اجازت نہیں دیتا بالکل خیال دل میں ہرگز نہ آنے دیں۔ ہماری ان گذارشات پر فریقین نے توجہ کی تو امید ہے کہ اس جوش کی کمی ہو جائے گی مسلمان تو پڑے ہی اپنے سستہ حالی کی مصیبت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے خدا کا شکر ہے کہ چپ ہیں۔ اور ایسے وقت میں جبکہ ہندوؤں کے جوش کا دریا کناروں سے باہر ہو رہا ہے۔ وہ کسی ناجائز و خلاف قانون حرکت کے مرتکب نہیں ہوتے۔ اور اپنے لیڈروں روزانہ کی ہدایتوں اور نصیحتوں پر جو صبر و تحمل کے باب میں وہ ان کو کرتے ہیں) کاربند ہیں ہندو صاحبان بھی اگر حوصلہ و انصاف کو کام میں گے تو ہماری اس ناصحانہ التماس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

ہندو صاحبان محمود اور اورنگ زیب کی فرضی یا واقعی کمزوریاں چھوڑ کر شاہان اکبر، جہانگیر اور شاہجہان کی مہربانیوں کو پیش نظر رکھ کر مذہبی کدورت سے صاف سینہ ہو کر اپنے کار ترقی تعمیر و دولت میں (جسمیں وہ مسلمانوں سے پہلے ہی بہت بڑھ گئے ہیں مصروف رہیں اور یہ یقین اور امید رکھیں کہ جو اس دوڑ میں بڑھے گا وہی آگے ہوگا۔ اور جو پیچھے رہیگا وہی غلام ہوگا۔ اس تدبیر ترقی کے سوا اور کسی تدبیر کی ضرورت نہیں ہے۔

دوسرا سبب (جو قریب اور جدید ہے) یہ ہے کہ مسلمانوں کی بدقسمتی سے [illegible] پہلے تو اسلام کا کھلے طور پر مخالفین اسلام سے مناظرہ اور مباحثہ وغیرہ کا بیڑا اٹھایا اور اسکے مقابلہ میں ایک کتاب براہین احمدیہ نام تصنیف کر بیٹھے اور اسمیں قرآن اور اسلام کی حقانیت پر تین سو بڑے بڑے عقلیہ قرآن ہی سے نکال کر دینے کا اشتہار دیدیا۔ اور اس اشتہار میں یہ درج کیا کہ مخالفین میں سے جو شخص اسکا جواب دے گا دس ہزار روپیہ اسکو

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

؎ اگر بیند کہ نابینا و چاہ است ٭ اگر خاموش بنشیند گناہ است ٭ محض حسبۃً للہ وخالصاً لنصحاً لخلق اللہ مسلمانونکو آگاہ کیا جاتا ہے کہ وہ اس مکار کے اس دام تزویر سے بچیں اسکے دعوی حمایت اسلام سے دہوکہ میں آکر بے سوچے بن سمجھے اسکے استفتا پر دستخط نہ کریں اور اس بیت پر عمل کریں ؎ دام میں زر کے اگر موتی کا دانہ ہوگا ٭ جو نہ اس دام میں آئیگا تو دانا ہوگا۔

اور اس پیشگوئی کو پرکھنے اور اسکی وجوہات مفسرہ رسالہ و استفتا مذکور کو جانچنے کیلئے ہمارے رسالہ نمبر ۱ لغایت ۳ جلد ہذا کو ملاحظہ کریں۔ اسمیں اسکے جملہ وجوہات کا جواب دیا گیا ہے۔ اور دلائل قطعیہ سے اس پیشگوئی کا جھوٹا ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

یہ رسالہ اہل وسعت کو بقیمت عہ اور ۸ر اور غریب مسلمانوں کو انکی یا انکے کسی دوست کی شہادت و اعتبار پر بطور عاریت اشخاص و مقامات ذیل سے ملسکتا ہے۔

(۱) دفتر اشاعۃ السنہ لاہور و بٹالہ۔ (۲) شیخ فتح محمد صاحب گجرات محلہ خواجگان (۳) شیخ عبد العزیز صاحب سوداگر بوٹ فروش امرتسر کٹرہ گھنیاں (۴) میاں الٰہی بخش صاحب کتب فروش لاہور کشمیری بازار (۵) حاجی گل محمد صاحب و قاضی سلیمان صاحب پٹیالہ۔ (۶) منشی و مولوی سعد اللہ صاحب ڈرانگ ماسٹر لودھیانہ ہائی سکول۔

اس رسالہ و استفتا میں الہامی قاتل کی غرض مذکور کے علاوہ کئی اور مفتریانہ راز و اسرار بھی ہیں جنکا افشا و اظہار ضروری ہے۔ اور انکے طرف پبلک اور گورنمنٹ کو توجہ دلانا لازم ہے۔ اور وہی رسالہ استفتاء کا جواب ہے۔

اسجملہ اول یہ ہے۔ کہ آپنے رسالہ کے صفحہ ۳ میں کہا ہے کہ مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب ایڈیٹر اشاعۃ السنہ نے ایک خط میری طرف بھیجا ہے جسمیں انہوں نے لکھا ہے کہ "میں نے اپنی نیک نیتی سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی" پھر خاکسار کے اس قول کی تفسیر اپنی طرف سے باین الفاظ کی ہے "یعنے لیکھرام کی موت صرف ایک اتفاقی امر تھا جسمیں خدا کا کچھ دخل نہیں" اور پھر کہا کہ مولوی صاحب نے اسبات پر زور دیا ہے کہ کیوں یہ امر ثابت شدہ مان لیا جائے کہ پیشگوئی سچی ہوئی۔ اور کیوں یہ قبول نہ کیا جائے

کہ یا ایک اتفاقی موت ہے۔ جو پیشگوئی کے زمانہ میں وقوع میں آگئی"

خاکسار کہتا ہے۔ اسمقام میں جو فقرہ زیر خط ہے وہ پنڈت خاکسار کا قول ہے اور جو لفظ یعنے سے اسکی تفسیر کی ہے۔ اور جو بات اُسکے بعد کہی ہے وہ سراسر مجھ پر افترا ہے جسکا سزا وار اس سے آپکا دلی مقصود یہ ہے کہ آپ خاکسار کو بسبب اتفاق اس پیشگوئی کے وقوع کا قائل بناوین اور عام مسلمانونکو یہ جتا دین۔ کہ شخص باوجود مخالفت کلی اس پیشگوئی کے اپنے وقت پر صادق اور واقعہ ہونیکا قائل ہوگیا ہے۔ گو اسکا ایک اتفاقی امر سمجھتا ہے تاکہ یہ سنکر وہ لوگ مجبور ہوجاوین اور وہ اس پیشگوئی کی تصدیق کرکے اس استفتاء پر اپنے اپنے دستخط ثبت کردین۔ اور درحقیقت میرے اس فقرہ زیر خط کی یہ تفسیر نہیں ہوسکتی ہے اس فقرہ میں اس پیشگوئی کے سچی ہونے کی نفی کی ہے۔ اور یہ تفسیر اس پیشگوئی کے صادق اور واقع ہونیکا گو بسبب اتفاق ہو اثبات کرتی ہے۔ پھر وہ اسکی تفسیر کیونکر ہوسکتی ہے۔ ناظرین غور کرین اور دادانصاف دیکر کہین کہ آپنے میرے فقرہ مذکور کی تفسیر کی ہے یا اسمین تحریف کی ہے۔ میں تو یہ کہون کہ پیشگوئی پوری نہین ہوئی۔ اسکی صفائی اور جسر مضمون یہ ہین۔ کہ وہ اپنے وقت پر واقع نہین ہوئی۔ اور نہ اپنے مضمون کے مطابق وقوع میں آئی ہے چنانچہ میرا جلد ہذا میں صفحہ ۳۷ وغیرہ اس معنے کی بخوبی تشریح ہوچکی ہے۔ اور اب اسکی یہ تشریح و تفسیر کرین۔ کہ یہ پیشگوئی اپنے زمانہ میں اور اپنے وقت کے اندر حسب اتفاق واقعہ ہوگئی ہے" وہ موقع کو پیر بیٹھے تو ہاتھی مل سنا کرتے تھے مگر اسکا پورا عمل آپنے یہ تفسیر کرکے دکھایا ہے ؎ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

زبان زد خلائق ہے۔ مگر منہے اسکا پورا مصداق آپ ہی کو پایا ہے۔

دوم۔ اپنے رسالہ کے صفحہ میں آیت وان یك صادقا یصبك بعض الذی یعدكم نقل کرکے اسکی تفسیر یون کہا ہے۔ یعنے صادق کی نشانی یہ ہے۔ کہ اسکی بعض پیشگوئیان پوری ہوجاتی ہیں بعض کی شرط اسلئے لگائی گئی ہے۔ کہ وعید کی پیشگوئیون میں رجوع اور توبہ کی حالت مین عذاب کا تخلف جائز ہے گو کوئی بھی شرط ہو۔ جیسا کہ قوم یونس کیلئے ہوا۔

خاکسار کہتا ہے۔ اس قول میں آپنے خدا اور اُسکے رسول پر افترا کیا ہے جسکا سزاوار اس سے

آپکا مقصود یہ ہے۔ کہ آپ کی پیشگویان جو کھلم کھلی جھوٹی نکلی ہیں (جیسے تولد فرزند آسمانی بشیر عنموائیل میعاد نو سال میں۔ اور وفات عبداللہ آتہم اندرون میعاد پنج ماہ و یکسال اور وفات شوہر ثانی منکوحہ آسمانی (الہامی وغیرہ) آپ پر مردہ پڑ جائے۔ اور انکی نظیر انبیاء علیہم السلام کی پیشگویون میں نکل آوے۔

اور درحقیقت یہ آپکا خدا پر اور اُسکے تمام رسولونپر افترا ہے۔ رسولونکی پیشگویون اور دوسرے لوگون کی پیشگویوں میں جو جفر یا نجوم۔ یا جوتش وغیرہ سے کرتے ہیں یہی فرق ہے کہ رسولونکی لاکھ بلکہ جملہ پیشگویون میں سے ایک بھی جھوٹی نہیں نکلتی بخلاف اور لوگون کے کہ انکی بعض پیشگوئیان جھوٹی بھی نکلتی ہیں۔ اور اس آیت کی جو تفسیر آپ نے کی۔ وہ بھی سراسر افترا و تحریف ہے۔ اس آیت میں خدا تعالے مومن آل فرعون کا (جو فرعونیون سے ڈر کر اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اور اُنکے سامنے صاف صاف الفاظ میں حضرت موسے کی تائید نہ کر سکتا تھا۔) قول نقل کیا ہے جسکا پورا ترجمہ یہ ہے۔ کہ فرعون کے لوگون میں سے ایک شخص جو اپنے ایمان کو چھپاتا تھا بولا کیا تم ایک ایسے آدمی (حضرت موسے) کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے۔ کہ میرا رب اللہ ہے

وقال رجل مؤمن من آل فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینات من ربکم وان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم (سورہ مومن ع ۴)

حالانکہ وہ تمہارے پاس نشان (ید بیضا و عصا وغیرہ) بھی لایا ہے۔ اب اگر وہ (دعوے نبوت میں) جھوٹا ہے۔ تو اُسکے جھوٹ کا وبال اُسپر پڑے گا۔ اور اگر وہ سچا ہے تو تمکو بعض (کچھ) عذاب جسکا وہ وعدہ کرتا ہے پہنچ رہیگا۔

اس قول میں اس مومن کا فرعونیون کو صرف بعض عذاب کے پہنچنے سے ڈرانا یا تو اسوجہ سے ہے کہ وہ فرعونیون سے ڈر کر کچھ عذاب سے ڈراتا تھا۔ پورے پورے عذاب کا ڈر نہیں سنا سکتا۔ وہ کہتا ہے کہ اگر حضرت موسے صادق ہیں تو کم سے کم کچھ تو عذاب تمکو

فلا اقل من ان یصیبکم بعضہ وفیہ مبالغۃ فی التحذیر واظہار للانصاف وعدم التعصب ولذلک قدم کونہ کاذباً او یصیبکم ما یعدکم من عذاب الدنیا وھو بعض مواعیدہ کانہ خوفہم بما ھو اظہر احتمالاً عندھم۔ (بیضاوی ص۵۰۰ جلد ۲ وصلہ فی فتح البیان ص۱۰۵ جلد ۴ والجلالین ص۳۷۵ والمعالم ص۷۷۹ والتفسیر الکبیر ص۳۱۸ جلد ۷)

پہنچ رہیگا۔ اسمیں مخاطبون کے نزدیک اُسکا منصف اور غیر متعصب ہونا ثابت ہوتا ہی اسی ڈر کیوجہ سے اور بے تعصبی جتانے کی غرض سے اُسنے حضرت موسےٰ کے کاذب ہونے کا احتمال پہلے ذکر کیا۔ اور صادق ہونے کا پیچھے۔ یا اس کی مراد یہ ہے کہ یہ شخص حضرت موسے (جو دنیا و آخرت دونو جگہ کے عذاب سے ڈراتا ہی) سچا ہے تو عذاب دنیا تمپر آجائیگا۔ جو اُسکے بتائے ہوئے عذابونکا کچھ حصہ ہے۔ اس حصہ عذاب دنیاوی سے انکو اسلئے ڈرایا کہ انکے اعتقاد میں (جو قیامت کے منکر نہیں) اس دنیا کے عذاب کا ظاہر احتمال تھا۔ جو آخرت کے عذاب کا نہ تھا۔ اسلئے انکو دنیا کے عذاب سے ڈرایا۔ آخرت کے عذاب کا ڈر نہ سُنایا۔ یہی معنے اس آیت کی عامہ تفاسیر بیضاوی۔ معالم فتح البیان۔ تفسیر کبیر۔ جلالین۔ وغیرہ میں بیان کئے ہیں۔ اور کسی کتاب اسلامی چھوٹی یا بڑی نئی یا پرانی میں اس آیت کے یہ معنے نہیں لکھے۔ اور نہ اس آیت سے مفہوم ہو سکتے ہیں۔ کہ اسمیں خدا تعالےٰ نے صادقون کی پیشگوئی کی یہ نشانی بتائی ہے۔ کہ وہ بعض سچے ہوتے ہیں اور بعض اُمت جاتے اور جھوٹے نکلتے ہیں جنکے مخاطب ڈر جائیں یا توبہ کریں۔

یہ بات کسی اور آیت یا حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوتی جیسے اس آیت سے مفہوم نہیں ہوتے۔ اور قطعی موعود عذاب کسی قوم سے کبھی نہیں ٹلا۔ خواہ کتنا ہی اس عذاب سے خوف پیدا ہوا ہو اور کیسا ہی اُنہوں نے رجوع و توبہ اظہار ایمان کیا ہو۔

قوم یونس کا جو الہامی قائل بار بار اپنی تصانیف میں ذکر کرتا ہے اسمیں وہ عقل و نقل و حساب کا مقابلہ کرتا ہی۔ حضرت یونس کی قوم کو خدا کیطرف سے قطعی عذاب کا وعدہ

ندیا گیا تھا۔ سلسلہ الحق عذاب [illegible] تو ہے ٹل گیا ہے۔ اور آپ [illegible] کر لیا ہے
مقبول ہوگیا۔ [illegible] ہمارے رسالہ نمبر ۲۰ و ۲۱ جلد ۱۶ میں [illegible]

الہامی قائل براہین [illegible] ہے کہ ہماری [illegible]
تعرض نہیں کرتا۔ اور [illegible] حضرت یونس کی قوم ہی عذاب ٹل جانے کا ذکر [illegible]
اور اپنے احمق اور الو اتباع بھگتا ہے۔

سوم اس رسالہ کے صفحہ ۶۹ و ۷۰ میں آپ نے لیکھرام کے پانچ خط نقل کرکے [illegible]
کا یہ خلاصہ بیان کیا ہے کہ جو پیشگوئی الہامی صاحب بیان کرینگے وہ سچی نکلی تو پنڈت لیکھرام
اسلام قبول کریگا۔ ورنہ الہامی صاحب آریہ دھرم قبول کرینگے۔ یا تین سو ساٹھ روپیہ جرمانہ
دینگے۔ خاکسار کہتا ہے۔ کہ ان پانچ خطوں کو بالفاظہا نقل کرنا اور اس آخری معاہدہ کا
جو مدار کار ہے۔ صرف خلاصہ بیان کرنا الہامی صاحب کی قدیم چال کو پیش نظر رکھنے سے یقین ہوتا ہے
کہ یہ خلاصہ بھی افترا سے خالی نہ ہوگا۔

مگر ہم بمقام میں اس خلاصہ کو صحیح تسلیم اور فرض کرنے کے متعلق دو باتوں کی طرف
توجہ دلاتے ہیں۔ ایک کی طرف اہل اسلام کی اور دوسری طرف گورنمنٹ کو۔

اہل اسلام کی توجہ کے لایق اس فیصلہ میں الہامی صاحب کا یہ اقرار ہے کہ اگر پیشگوئی
الہامی صاحب کی سچی نہ نکلی تو الہامی صاحب آریہ دھرم کو قبول کرکے آریہ بن جائینگے۔ یا تین سو ۳۶۰
ساٹھ روپیہ جرمانہ دینگے۔ جو کہ آریہ دھرم کی اشاعت میں خرچ کرینگے۔ یہ صرف اگرچہ
اپنی طرف فیصلہ میں بیان نہیں کیا مگر عبداللہ آتھمی کے فیصلہ میں جو اسکا ہمرنگ ہے بھی مصرف
بیان کیا ہے۔ چنانچہ ایکے رسالہ تحفہ الاسلام کے صفحہ ۳ اشاعۃ السنۃ نمبر ۹ جلد ۱۱ کے ۲۲۳
میں منقول ہوا ہے۔ یہ اقرار صداقت مشعر ہے کہ الہامی صاحب کو دین اسلام کے حق ہونیکا یقین
نہیں ہے۔ اور نہ وہ اسلام محض منافقانہ جوڑ رہے ہے کسی صادق الاسلام مسلمان اور یقینی
الایمان مومن کو ہرگز ممکن و متصور نہیں کہ وہ کسی عیسائی یا ہندو کو بطور شرط

یہ کہدے کہ اگر میری فلان بات سچی نہ نکلے تو مین اسلام چھوڑ کر عیسائی یا یہودی یا ہندو بن جاؤنگا۔ جو مسلمان ایسا کہے اور ایسا وعدہ آئندہ کے لئے کرے وہ دم نقد اور فی الحال کافر ہو جاتا ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل و دلیل اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۱۵ میں صفحہ ۲۳۴ سے صفحہ ۲۴۰ تک ہو چکی ہے۔

گورنمنٹ کی توجہ کے لائق اس فیصلہ میں الہامی صاحب کا یہ بیان ہے کہ لیکھرام نے الہامی صاحب سے ایسی نشان اور پیشگوئی کا سوال کیا تھا جسکو دیکھ کر وہ مسلمان ہو سکے اور ایسا نشان نشان طلب کرنے والے کی نیت و مراد میں اُسکی موت نہین ہو سکتی۔ اپنی موت کو کون دیکھ سکتا ہے اور اُسکو دیکھ کر وہ ایمان کب لا سکتا ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ موت کی پیشگوئی کے نشان نمائی کیلئے پنڈت کیطرف الہامی صاحب کو اجازت نہ تھی۔ اور جو الہامی صاحب نے مشہور کر رکھا ہے اور اپنے کئی اشتہارات میں مشتہر کیا ہے۔ کہ یہ پیشگوئی پنڈت کی اجازت سے کیگئی تھی محض دروغ و مغالطہ ہے لہذا۔ اب گورنمنٹ کا فرض ہے کہ اس پیشگوئی کو اجازت پنڈت کے بغیر قرار دیکر اسکا نوٹس لے۔ اور اُسکو زیر دفعہ ۵۰۸۔ تخویف مجرمانہ میں داخل کرکے اسکے مطابق الہامی صاحب سے سلوک کرے۔

یہی بات الہامی صاحب نے عبداللہ آتھم کے حق مین پیشگوئی کرنیکے وقت کہی تھی اور ہمنے بھی اُسیوقت رسالہ نمبر ۹ جلد ۱۵ کے صفحہ ۲۳۱ میں یہ بات جتادی تھی۔ کہ بخیال ہدایت یابی طالب نشان آسمانی کیلئے موت کی نشان نمائی آسمانی نشان نہین ہے۔ بلکہ یہ شیطانی کام ہے جس سے لوگونکو ڈرانا مقصود ہے۔ گورنمنٹ نے اُسکی طرف توجہ نہ کی تو الہامی صاحب نے یہ دھمکی بہت لوگونکو دی جس سے آخر پنڈت کے قتل واقعہ ہونے کی نوبت آئی۔ اب بھی گورنمنٹ اسطرف توجہ نہ کریگی تو گورنمنٹ کی نسبت یہ بات عموماً خیال کیجائیگی۔ کہ یہ جسقدر الہامی صاحب کے الہامی تلوار چل رہی ہے اور خونریزی ہو رہی ہے۔ یہ گورنمنٹ کی رضامندی سے ہو رہی ہے۔ اور گورنمنٹ کو برملا یہ بات کہی جائیگی

؎ اے باد صبا اینہمہ آوردۂ تست ۔ عام لوگ یہ بھی کہینگے کہ گورنمنٹ سیر و تماشا دیکھ رہی ہے اور اُسنے مسند

ایک خونی ہاتھی یا سانڈہ اس غرض سے چھوڑ رکھا ہے کہ وہ لوگوں کو ہمکائے اور ڈراوے اور اُنپر الہامی تلوار چلا کر انکا خون کرتا ہے۔ جیسے بعض ظالم و بیرحم دولتمندوں اور امیروں کا دستور ہے کہ وہ شکاری چیتے کو حاجز بکری پر چھوڑ کر اُسکی جان مروا ڈالتے ہیں۔ اور خود دیکھ کر ہنستے ہیں۔

چہارم اس سالہ کے صفحہ کے حاشیہ میں آپنے کہا ہے کہ لیکھرام کے متعلق ایک پیشگوئی تھی۔ کہ یقینی امر کہ فی ست یعنی چھ دن میں اسکا کام تمام کیا جائیگا۔ ابتک مجھے معلوم نہیں کہ یہ پیشگوئی ہمارے کسی اشتہار یا کتاب یا کسی دوست کی تالیف میں چھپ گئی ہے یا نہیں۔ لیکن ہماری جماعت میں اسکی عام شہرت ہے۔ اور یقین ہے کہ دوسرے دن تک بھی بعد پیشگوئی پہنچ گئی ہوگی۔ جیسا کہ آریون میں عید کی پیشگوئی پہنچائی گئی۔ کیونکہ ہماری کوئی بات رازکے طور پر نہیں رہتی۔ اس پیشگوئی کا جیسا کہ مفہوم ہے ویسا ہی ظہور میں آیا۔ یعنی سنہ ۱۸۹۷ء ۶ مارچ کو زخمی ہوا۔ اور دنکے چھٹے گھنٹے زخمی ہوا۔ ثناءاللہ صاحب اگر اس زبانی روایت کا انکار کرتے ہیں تو مدعیوں کے قبول کرنے میں انہیں مشکل پڑیگی۔ کیونکہ وہ صرف زبانی روائتیں نہیں۔ بلکہ کہ کم سوڈیڑھ سو برس کے بعد لکھی گئی ہیں۔

خاکسار کہتا ہے اس قول میں بھی آپنے کئی افترا بازیاں کی ہیں از انجملہ یہ کہ وہ حدیث کی زبانی سلسلہ وار روایتوں کو جنمیں ایک ثقہ عاقل ضابطہ صادق امین اپنے مثل دوسرے ثقہ صحیح زمانہ صحابہ تابعین وغیرہ میں لگاتا ہے روایت کرتا ہے اپنی جماعت کو کذابین دجالین کہ جنسے زنا کرنا۔ شراب پینا۔ لواطت کرنا۔ ناحق مال مردم کھانا۔ ہر دیگر خونریزی کرنا جیسی رپورٹ یہ خاص مراسلت کے ذریعہ ہمارے پاس کل کی ڈاک میں پہنچی ہے کے روایت کی مانند قرار دیتا ہے کسی مسلمان کا کام ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور اس افترا کا سزاوار اس سے آپکا مقصود یہ ہے۔ کہ آپکی مت میں آپ جماعت کذابین کی مرویات کا بھی وہی اعتبار ہو جائے۔ جیسا کہ اہل اسلام میں احادیث نبویہ کا اعتبار ہے۔ اور احادیث نبویہ و آثار صحابہ کو کوئی امتیاز و اعتبار و خصوصیت نہ رہی مگر ہم ان مفتریات سے آنکھ بند کرکے اس قول کی ایک بات کیطرف گورنمنٹ کو توجہ دلاتے ہیں

130

اور ایک کی طرف اہل اسلام کی پبلک کو۔ گورنمنٹ کی توجہ کی لائق یہ بات ہے۔ جو اسمین کہی گئی ہے۔ کہ "ہماری کوئی بات راز کے طور پر نہیں رہتی"۔ جو سراسر کذب ہی اور گورنمنٹ کو دہوکھ دینے کی غرض سی کہی گئی ہے۔ اور آپ کی بہت باتین ایسی ہیں جو ہمیشہ پولٹیکل راز کے طور کی مستور رہتی ہیں۔ از انجملہ پیشگوئی میعادی ہشت سال ہی جسکی طرف ہم گورنمنٹ کو بارہا توجہ دلا چکے ہیں گورنمنٹ اب تو اس سے پوچھے کہ وہ پیشگوئی کیا تھی وہ نہ بتاوے تو ہم سے پوچھے۔

پبلک اہل اسلام کی توجہ کے لائق کی یہ بات ہی کہ جو اسمیں صراحت کے ساتھ اقرار کیا گیا ہی۔ کہ "چھکڑیون والی پیشگوئی ہمنے کسی کتاب کے اشتہار میں مشتہر نہیں کی"۔ اس سی ہمارے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے جو ۵۷ وغیرہ نمبر ۲ جلد ہذا میں ہمنے کیا ہے۔ اب بھی ناواقف مسلمان الہامی صاحب کو دہوکھ باز نہ کہین گے؟ اور اسبات پر ایمان نہ لائین گے۔ کہ یہ صاحب جھوٹ بولکر اپنی پیشگوئی متعلق قتل لیکھرام کو صادق اور واقع کے مطابق بتا رہی ہین اور ہمارے اس سوال کے جواب میں کہ یہ پیشگوئی آپنے کہان مشتہر کی ہے جو آپ نے سکوت کیا اور آپکے پیروان مہر نبی بخش بٹالوی وغیرہ نے یہ دعوے کیا۔ کہ "ہمنے یہ پیشگوئی بچشم خود دیکھی ہوئی ہے۔ ہم اسکو کل پیش کرینگے"۔ یہ محض جھوٹ اور مغالطہ تھا۔ اور یہ پاک جماعت ادنے امتی سے لیکر حضرت اعلے امام فرقہ تک جھوٹی ہے۔

پنجم۔ اس رسالہ کے صفحہ ۱۷ میں آپنے کہا ہے۔ اب سید صاحب (از ابیل سرسید کو کہتے ہیں جو انکو مستجاب الدعوات نہین مانتے۔ اور انکے پیرو نہین بنجاتے۔) کا فرض ہی کہ اپنی رائے ناقص کو بدل دین۔ ایسا نہ ہو کہ ایک شخص کی تو جان گئی اور سید صاحب وہین کے وہیں رہے۔

خاکسار کہتا ہے کہ اس قول میں آپنے سرسید کو اشارتاً دہمکی دی ہے۔ کہ اگر اب بھی وہ اپنی رائے نہیں بدلینگے اور الہامی صاحب کو مستجاب الدعوات نہیں مانینگے تو جیسے لیکھرام کی جان گئی۔ ان کی جان بھی نہیں بچے گی۔

ہر چند یہ دھمکی بھی اگلی معمولی گیدڑ بھبکی ہے۔ مگر سرسید کو اس سے بیخبر نہ رہنا چاہیئے سرسید مسلمانوں کی دنیاوی ترقی کے حامی ہیں۔ اور گورنمنٹ کے بھی خیر خواہ خادم گورنمنٹ ان ہی لحاظ سے الہامی صاحب کی ایسی باتوں کا نوٹس لے۔ اور سرسید کو انکی الہامی تلوار سے بچائے۔ ابھی مسلمانوں کو بھی اس بوڑھے ناخدا کی ضرورت ہے۔ اور گورنمنٹ کے لئے بھی وہ پیر مرد کارآمد ہے۔

ششم اس رسالہ کے صفحہ ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ میں آپنے ان تین پیشگوئیوں کو نقل کیا ہے جو براہین صفحہ ۲۴۱ و ۵۱۰ و ۵۵۶ میں آپکو معلم الملکوت کیطرف سے وحی ہوئی تھیں۔ ازانجملہ پیشگوئی صفحہ ۲۴۱ کو پادریونکا فتنہ قرار دیا ہے۔ اور پیشگوئی ۵۱۰ کو فتنہ علماء کفرین۔ اور پیشگوئی صفحہ ۵۵۶ کو فتنہ لیکھرام۔

خاکسار کہتا ہے آپکا یہ بیان اس بیان کے مخالف ہے جو اشتہار ۱۵۔ مارچ ۱۸۸۷ء میں آپنے کیا ہے۔ اس اشتہار کے متن میں آپ نے پیشگوئی صفحہ ۲۴۱ کو قتل لیکھرام کے متعلق کیا ہے۔ اور اسکے حاشیہ میں پیشگوئی صفحہ ۵۵۷ کو قتل لیکھرام کے متعلق اور آریون کا فتنہ قرار دیا ہے۔ اور اس رسالہ استفتا میں پیشگوئی صفحہ ۵۵۶ کو قتل لیکھرام کے متعلق۔ اور آریہ کا فتنہ قرار دیا ہے۔ یہ اختلاف و اضطراب اس بات پر کامل دلیل ہے کہ آپ ان پیشگوئیوں کو بحسب خواہش خود موقعہ پر جانے اور انکے ذریعہ واقعہ قتل لیکھرام کو ۱۷ برس کی الہامی پیشگوئی کا مورد بنانے میں آپ کذب سے کام لے رہے ہیں۔ یہ تناقض و مخالفت اس امر پر کامل دلیل ہے۔ کہ وہ پیشگوئیاں آپ کی من گھڑت ہیں سچی نہیں ہیں۔ خدا کیطرف سے نہیں ہیں۔

ہفتم ۔ اس رسالہ کے ص۲ کے حاشیہ میں آپنے کہا ہے کہ شیخ ابو سعید محمد حسین نے

131

میری پر افترا کیا ہی۔ کہ اور بھی بعض پیشگوئیان جھوٹی نکلی ہیں۔ پھر اسکے جواب مین لعنت سُنا کر کہا ہے۔ "ہم شیخ مذکور کو فی پیشگوئی ایک سو روپیہ نقد دینے کو طیار ہین اگر وہ ثابت کرینگے۔ کہ فلان پیشگوئی خلاف واقعہ ظہور مین آئی ہے"۔ مگر کیا وہ بات سُنکر تحقیقات کی درخواست کریگا۔ نہیں اوسکو نخوت نے اندھا کر دیا ہے۔

خاکسار کہتا ہے یہ قول بھی آپ کا افترا سے خالی نہین جسکا سر اور اس سے آپکا مقصود یہ ہے۔ کہ آپکے دام افتادہ احمق یہ سمجھ لین کہ حضرت اقدس تو مولوی صاحب کو پیشگوئیون کی تحقیق کیطرف بلاتے ہیں۔ مگر وہ اسطرف رُخ نہین کرتے۔

میں اسکے جواب مین لعنت اللہ علی الکاذبین کیوں کہون۔ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہر وقت برس رہی ہے اولٰئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللعنون۔ میں تحقیقات کی درخواست اب کیا کرونگا۔ میں پہلے سے بارہا کر چکا ہوں۔ اور آپ کی پیشگوئیون کو جھوٹا بتلا کر ثابت کر چکا ہون۔ مگر آپ بڑے صاحب حوصلہ و حیا ہیں۔ میری درخواست و تحقیقات کو شیر مادر کی طرح غٹ غٹ کرکے نوش فرما کر ڈکار بھی نہین لیتے۔ صفحہ ۶۵ نمبر ۲ جلد ہذا میں آپ کی پیشگوئی متعلق تولد فرزند آسمانی بشیر عنموائیل کے جھوٹے ہونے کی تحقیق موجود ہے صفحہ ۳۳ سے ۵۱ نمبر ۲ وغیرہ جلد ۱۶ میں عبد اللہ آتھم کے متعلق آپ کی پیشگوئی کے کذب ہونے کی تفصیل موجود ہے صفحہ ۱۸۹ وغیرہ نمبر ۶ جلد ۱۶ میں شوہر ثانی زوجہ آسمانی جناب کے متعلق آپ کی پیشگوئی کی تکذیب موجود ہے۔ لیکھرام کے متعلق آپ کی پیشگوئی پر اس جلد کے صفحہ ۲۹ وغیرہ مین کچھ گذارش ہو چکا ہے۔

آپ زندہ ہیں اور کچھ شرم و غیرت رکھتے ہیں۔ تو ان پیشگوئیون کو سچی بنانے کے لئے مجلس مناظرہ میں قدم رکھین۔ یہ نہ ہو سکے اور ہرگز نہ ہوگا تو پھر بذریعہ تحریر ہی ہمارے ان مضامین کا جواب دین یہ نہ ہو سکے اور ہرگز نہ ہوگا (یہ بھی الہامی پیشگوئی ہے اور سچی ہے) تو بالفعل مبلغ چار سو روپیہ نقد حسب وعدہ مرحمت فرماوین باقی پھر سہی۔

انعام دونگا۔ اس اشتہار کے ذریعہ مسلمانون کو دام میں لاکر اور اپنا معتقد و مفتون بناکر اور اس کتاب کی صرف چند جلدین چھاپ کر خریدارون اور معاونون سے باعتراف خود دس ہزار روپیہ پیشگی وصول کرکے خور برد کرلیا۔ اور ان جلدون مین اُن تین سو دلائل میں سے جنکے درج کردینے کا اظہار کیا تھا ایک دلیل بھی پوری بیان نہ کی۔ صرف چند تمہیدی باتون کو مختلف پیرایون نظم اور نثر میں اور تکرار کے ساتھ لکھ کر خریدارون کی تسلی کردی۔ پھر جب یہ خیال آیا کہ اس کتاب کی بقیہ جلدون کا تو خارج اور نفس الامر مین بجز اپنے خیال کے کہیں نام و نشان نہین۔ اور ان تین سو دلائل کا تو اپنے خیال میں بھی وجود نہین۔ لہذا اس بقیہ حصون کتاب کا چھاپنا ناممکن ہے۔ اور اُس روپیہ کا جو اُسکے عوض میں لیا گیا ہے ہضم ہونا مشکل تو اس کتاب کی تیسری اور چوتھی جلد سے آپ نے الہام بازی شروع کردی اور اپنے خریدارون اور معتقدون کی توجہ عقلی دلائل کی طرف سے اپنے الہامات کے تماشے کی طرف منعطف فرمادی۔ اور نیز خریدارون کا دل بہلانے اور اُنکے دماغ سے تین سو دلائل اور باقی حصون کتاب کا خیال اچھی طرح سے بہلا دینے کی غرض سے چند رسالے سرمہ چشم آریہ اور شحنہ حق وغیرہ جنمین متفرق مسئلون پر بحث کی گئی ہے۔ شایع کردیئے۔ اور چند دوسرے ایسے رسالوں کی بذریعہ اشتہارات بشارت دیدی جنمین بہت سے الہامون اور پیشگویون کے درج کرنے کا وعدہ کیا۔ ازانجملہ ایک رسالہ سرج المنیر ہے جسکی نسبت اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۶ء مین چند ہفتون میں ختم کرکے چھاپ دینے کا اقرار کرکے صدہا روپیہ اور بھی مسلمانان پٹیالہ وغیرہ سے وصول کرلیا۔ لیکن وہ رسالہ اسوقت تک کہ مئی ۱۸۹۷ء ہے شایع نہ کیا۔[1]

ان جلدون براہین اور رسائل اور اشتہارات میں ہندوؤنکو کوسنا انکو بہو بیٹیوں[2] کی

---

[1] آپکے خط آیندہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے آپ اوسکو چھاپنا شروع کردیا ہے دیکھیے ہوتا کیا ہے ۱۲

[2] شحنہ حق کے صفحہ ۱۹ میں آپ آریہ کو کہتے ہیں کہ تم نے مجھسے اپنی لڑکی کا رشتہ تو نہیں کرنا کہ میری جایداد کی تحقیق کرتے پھرتے ہو۔ ایسا ہی سرمہ چشم آریہ کے صفحہ ۴۹ میں آریہ لڑکیون کا ذکر مکروہ طور پر لائے ہین ۱۲

نوٹ۔ اس چار سو روپیہ میں سے ہم اپنے ذاتی خرچ میں ایک پیسہ نہ لائینگے تین سو روپیہ تو مدرسہ نعمانیہ کے ہم ملک کرتے ہیں۔ مولوی تاج الدین صاحب کلرک مدرسہ ہمت کریں تو آپ سے وصول کریں۔ اور ایک سو روپیہ ہم زیور کے لئے آپ کی محبوبہ بی بی کو دینگے۔ ان سابق شاگرد تعلقات کیوجہ سے جو اسکے والدین کو مجھ سے حاصل تھی۔ اور وہ اس تعلق کیوجہ سے بارہا غریب خانہ سے نان و نمک کھا گئے۔ اور معہ عزیزہ وغیرہ وزیارت غریب خانہ پر رہ گئے ہیں۔

رسالہ سراج المنیر کا جواب

یہ رسالہ ۶ صفحہ کا ہے۔ اور یہ وہ رسالہ ہے جسکو آپنے براہین احمدیہ کی موجودہ جلد سے پانچ سال کے بعد ۱۸۸۶ء میں تصنیف کرنے اور چند ہفتوں میں ختم کرکے چھاپنے کا وعدہ شتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء میں مشتہر کیا تھا۔ آپنے براہین کی لاف زنیوں (پیشگوئیوں) کو غیر جماعت اتباع کیلئے ناکافی سمجھ کر اس رسالہ میں آور پیشگوئیوں کا ان احمقوں کو لالچ دیا تھا۔ اور اسکے ذریعہ سے ہزار روپیہ خوب بٹورا مگر ۱۸۸۷ء میں ۵۰ رسالہ چھاپا تو انہیں ۳۷ ایسی پیشگوئیاں درج کیں کہ وہ بجز ایک پیشگوئی ازالہ وچند پیشگوئیاں اشتہارات ۱۸۹۷ء سب کی سب اسی براہین کی پرانی لن ترانیاں ہیں۔ الغرض کسی نئی پیشگوئی کا اسمیں نام و نشان نہیں ہے۔ اور اس طرفہ یہ طرہ کہ پانچ نئی پیشگوئیوں میں سے دو جنکا آپکو دعوی ہے۔) اس رسالہ میں صرف سنتیس ۳۷ پیشگوئیاں مستقبل آپنے درج کی ہیں۔ سو بھی اس حیلہ اور فریب سے کہ ایک ایک پیشگوئی کو کئی کئی بار ذکر کیا۔ اور انکا نمبر شمار جداگانہ بنالیا۔ مثلاً پیشگوئی متعلق عبداللہ آتھم و لیکھرام کو کئی بار ذکر کرکے انکا نمبر ۱۳ و ۱۵ و ۲۰ و ۳۲ و ۳۳ بنالیا۔ وعلے ہذا القیاس۔

آپ کی اس چالاکی کو دیکھ کر آپ کی جرأت و حسارت پر کمال تعجب آیا کہ آپنے حیا کا کام لیکر یہ نہ سوچا کہ میرا وعدہ کیا تھا۔ اور میں کیا کیا۔ اور آپکے اتباع دام افتادہ حمقا پر کمال افسوس آیا کہ وہ اس رسالہ کو دیکھ کر بھی الہامی قاتل صاحب کے بعد۔ فریبی۔ وغدار و مکار ہونیکا یقین نہیں کرتے اور اسکی پیروی تقلید سے ہاتھ نہیں کھینچتے۔ اور اس سے نہیں پوچھتے کہ

132

حضرت اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں آپ نے ایک نیا رسالہ مشتمل بر نشانات جدیدہ کا وعدہ دیکر ہم سے روپیہ بٹورا تھا۔ یا اسی سرٹیل کتاب خوگیر کی بھرتی مجموعہ احتلامات شیطانی براہین کے دوبارہ چھاپ دینے کا۔ اور اسکی پرانی لن ترانیونکا اسمیں اعادہ کردینے کا وعدہ تھا۔

اب اس گمراہ پارٹی کی کوئی صورت امید نہیں ہے۔ ایسی صریح بدعہدی و چالاکی اور فریب بازی پر وہ متنبہ ہوکر راہ یاب نہ ہوئے تو آئندہ کیونکر ہونگے۔ الحق وہ اسکی تقلید میں اندھے بہرے ہوگئے اور ان آیات کے مصداق بنگئے ہیں۔ اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبہم وسمعہم وابصارہم واولئک ہم الغفلون (نحل) فمن یہدی من اضل اللہ وما لہ من ناصرین ہم انکی اشتہارات ۱۸۹۷ء پرانی لن ترانیہ براہین احمدیہ کا جواب کیا دیں جو بارہا دیچکے ہیں اور اپنے وقت رسالہ اور روپیہ کا خون کیوں کریں وہاں تو بر طبق "خر سواری مفت فوج طفلان مفت" مطبع مفت کا روپیہ مفت کا وقت بے مصرف (جسکو بجز ان فریب بازیوں کے کوئی کام نہیں) اور یہاں تو سب کچھ قیمتی ہے۔ اور جن پیشگوئیوں پر ایمان کا جواب ہماری تحریرات سابق میں نہیں آیا وہ الہامی قاتل کے صرف دعاوی ہیں انکے وقوع و تحقق کا ہنوز اسکو دعوے نہیں تو ثبوت کجا۔ اور اسکے جواب دینے کی ضرورت ہی کیا۔ ہاں اس مقام میں ان لاف زنیوں کے علاوہ اس کی چند لن ترانیونکا جواب دینا ضروری ہے جو ذیل میں دیا جاتا ہے۔ اول آپنے اس رسالہ کے صفحہ ۳ میں اعتراف کیا ہے کہ رسول مرسل و نبی ہونیکا مجھے دعوی ہے۔ مگر نہ حقیقی معنے سے بلکہ مجازی معنے سے جیسا کہ حدیث میں مسیح موعود کے حق میں مجازی معنے سے نبی کا لفظ بولا گیا ہے **الجواب** قرآن و حدیث میں غیر رسول و غیر نبی کو خدا کا رسول و نبی نہیں کہا گیا۔ آپ میں ایک ذرہ شرم و حیا ہے تو ایک آیت یا حدیث ایسی بتادیں جسمیں غیر نبی کو خدا کا رسول یا خدا کا نبی کہا گیا ہو حضرت مسیح موعود کے حق میں جو لفظ نبی بولا گیا ہے وہ حقیقی معنے سے بولا گیا ہے۔ فتوی تکفیر میں حدیث ملاحظہ کریں اور اس دھوکہ بازی سے شرماویں۔

دوم۔ اسکے صفحہ ۴ میں آپنے فرمایا ہے میں نے کسی نبی کی توہین نہیں کی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ میں فضل خدا اپنے پر مسیح سے کم نہیں دیکھتا **الجواب** آپنے جو انبیاء کی توہین کی وہ ہم رسالہ جلد ۱۳ و ۱۴ میں بضمن فتوی اور جواب آسمانی فیصلہ اور جلد ہذا کے صفحہ ۷۴ وغیرہ میں بیان کرچکے ہیں ہم ان سب توہینات سے قطع کرلیں تو

آپکی تفسیر کیسے ہی ہتی ہیں کافی ہو۔ جواب کے اخیر ل پیش کی جاتی ہو کہ تین مسیح سے کم نہیں"

سوم کے صفحہ ۱۰ میں آپنے کہا ہو کہ میرے کاموں سے مجھے پہچانو **الجواب** ہمنے آپکے ہی کاموں کو دیکھکر یہ فیصلہ دیا ہے کہ لوگوں کو اور انکے معبودوں کو گالیاں دینا اور انکے بڑے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا اور سلمانوں کے علماء و مشائخ کو لعنتیں کرنا۔ اور بدذات اجلاف زادہ وغیرہ گالیاں دینا تقریر و تحریر میں سچ نہ بولنا اپنا کر وکیل بنکر جھوٹی پیشگویاں کرنا۔ اور مخالفوں کے اسلام کی ہنسی کرنا وغیرہ وغیرہ انہیں کاموں سے آپکو پہچانا ہے کہ آپ بڑے کذاب ہیں زیادہ کیا کہیں نیا یہ خطاب مانع ہو۔

چہارم۔ اسکے صفحہ ۱۰ میں آپنے کہا ہو کہ ابو سعید محمد حسین۔ و سید احمد خان۔ و فلان فلان شخاص قادیان میں آویں اور دو گھنٹہ تک چپ رہ کر میرا وعظ سنیں۔ اور پھر قسم کھاویں کہ پیشگوئیاں متعلق عبداللہ آتھم و لیکھرام وغیرہ دروغگوئیاں ہیں۔ اور اگر ایسا نہ کریں تو ذلیل خوار ہوں۔ اور عذاب کا مزہ پاویں **الجواب**۔ اُن دو شخاص میں سے اور تو کوئی بھی آپ کی اس ترانیو نکیطرف توجہ نہیں کرتا۔ ہاں ایک میں ہی آپکا کا ٹک ہون جو آپکی خوش قسمتی سے آپکے روحیالات و مقالات کی جوش و ولولہ میں **مصرعہ** قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند کا مصداق ہو رہا ہون سو میں حاضر ہون۔ جب حکم ہو گا قادیان میں حاضر ہو جاؤنگا بشرطیکہ آپ میرے رسالہ سراج المنیر جلد ۲ ہذا صفحہ ۵۳ سطر ۲ کو ملاحظہ فرما کر میری جایز شروط کو مان لیں اور اپنی ناجایز شروط کو واپس لیں۔ یا میرے اعتراضات کا جواب بجز اپنی شرائط کی منظوری ثابت کریں۔ **اشتہار قطعی فیصلہ ۱۹ مئی ۱۸۹۷ء**

کا جواب یہ خاکسار تو تعمیل حکم اشتہار ۱۹ مئی کو بھی تیار ہو۔ جیسا کہ تعمیل حکم رسالہ سراج المنیر۔ و حاشیہ ہی تحلیاں کیلئے تیار ہے۔ و یہ صرف یہی ہو کہ آپ بیان کریں کہ قادیان میں کس حکم جو رسالہ سراج المنیر میں ہوا تھا اس حکم سے منسوخ ہوا یا ان شروط کے اجراء میں الہام غلطی کھا گیا۔ اور ایک بچ جو یکسر رہ گئی ہو کہ آپ نے وہ نشان جو ایک سال کی عرصہ تک آپ دکھلانیکے متعین نہیں کیا اس کو بھی نکالدیں۔ تاکہ ایسا نہ ہو میرے کوٹہ کی کھڈی ٹوٹ جاوے یا کپڑے میلے ہو جاویں تو آپ اسکو اپنے لئے نشان آسمانی قرار دیکر یا اپنا پاجامہ ایک جوتا لکر ماردیں یا ایسا ہی کوئی اور نشان دکھاویں جو اس بیت کا مصداق ہو ؎

این کرامت طلبی ماچہ عجب ہ کہ بہ خاشید گفت باران شدہ زیادہ کیا عرض کروں ۱۵۵۵ الاحظہ فرماویں ہ

بازاری نکرے۔ لہذا ہم میاں غلام محی الدین صاحب مہتمم طبع رپورٹ کو اطلاع دیتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے مضمون میں ایک

فہرست مطالب
133

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر پنجم لغایت دوازدہم
بابت ۱۲ و ۱۳ ۱۳ ہجری مقدس مطابق ۱۸۹۵ء
جلد شانزدہم (۱۸)

شرح قیمت

رسالہ عموماً ۱۰ رسالہ تقسیم کیا جاتا ہے خاص در خواست اہل اسلام منظور اعانت ۱۰ عنایت فرماتے ہیں بعض اشخاص سے جنکی آمدنی ۱۰ ماہوار سے زیادہ نہیں علیحدہ لیجاتے ہیں جنکی آمدنی دس روپیہ سے زیادہ نہیں ۱۰ رجوعہ ماہوار بھی آمدنی نہیں کمتر بصداقت علمی مکتوبہ ہیں اور رسالہ کی اشاعت کرتے میرا نمونہ مفت بھیجا جاتا ہے خط و کتابت وارسال زر قیمت کے واسطے نام مہتمم رسالہ ضلع گورداسپور کے پتہ پر ہونی چاہیئے اور ارسال زر بذریعہ منی آرڈر ۔

ابو سعید محمد حسین عفی عنہ

حضرات

اس نمبر بھی سالنامہ نکلا تو اسی معمولی تفاوت سے جو کئی سال سے خریداران ہند کی عدم توجہی سے ہوتا رہا ہے مگر یہ کھٹکا تھا کہ مضامین کیسے ہیں "فتوی متعلق سوء" "فتوی متعلق دار الحرب" وغیرہ پر مشتمل ہونگے یا "فتوی متعلق سوء بعلماء ہندوستان" پر جب حاکم کے ہیرا سکو زیادہ تر تعلق ہوا۔ مگر اسکے موافق آرا علماء ظاہر ہوا اور "دیر آید درست آید" کا مقولہ صادق آیا امید ہے کہ آپ اس تفاوت کے تصور میں مبتلا ہو کر بد ظن نہ ہونگے اور ہمیشہ کی طرح خوش رہینگے اور اسکے صفحوم میں قبل ملاحظہ اگر کہیں اشارۃً کنایۃً بھی کوئی بات ایسی ہو کہ آپ کو ناگوار ہو تو ہمکو مطلع فرمائیں ہم کو بدل دینے میں کچھ عذر نہیں ہے اور ایک رو رعایت اور مد نظر رکھیں یا جماعت عیسائیوں کی تالیف امہات المؤمنین کا مقابلہ مد نظر ہو تو صاحبوں کی معمولی تعلیم جدید سے انجام ہونا مشکل ہے

موقوفی جنگ کا دوبارہ اعلان

لہذا ہم سرکار دیانی کو موقوفی جنگ کا اعلان بتاتے ہیں اور ہمیشہ موقوفی جنگ کو منظور رکھیں گے اور ہمیشہ چھیڑ چھاڑ نہ کرینگے چونکہ اسکی بھی بیسیوں اسکا تعاقب کرنا پڑا اب ہمیشہ کو دوبارہ شکست دی اور اسکی لاسلمی گولہ باری و رنداری بند کر دی ہے جسکی تشریح مفصلہ ذیل میں ہو چکی ہے لہذا ہم دوبارہ موقوفی جنگ کا اعلان کرتے ہیں و آئندہ ہمسے تخاطب نہ کریگا تو ہم بھی اسکا تعاقب نہ کرینگے و ہمیشہ چھیڑ چھاڑ نہ کرینگے اور نہ جانبدار اسکے نیک خیال پیرو جو ہو کر ہیں اگر اسکی اتباع میں پنس گئی ہیں اسکو سمجھا دیں کہ آپ اشاعۃ السنۃ کے ان یونی ٹیرین بھائیوں کی جو موقوفی اسلام سے بے رحم و انصافی سے تلوار چلا چکے ہیں خبر لیں دیں اپنے مقابلہ میں انکے اوقات کو مصروف نہ کر دیں ۔

نوٹ: اس کتابچہ کا مضمون ایک شخص احمد شاہ کا ہے جو یونی ٹیرین نہیں بلکہ اکبر مسیح مختار نامہ وغیرہ یونی ٹیرین بھی اسکی تالیف میں شریک ہیں ۔

مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور

فہرست مطالب
نمبر ۱ لغایت جلد ۱۶
(۱) اشاعۃ السنۃ کا سال ۱۸۹۵ء کا رسالہ
(۲) تفسیر القرآن کا اشتہار دوم
(۳) حضرت مخدوم غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں اور مرزا غلام احمد الہامی قاتل خونی کا مباہلہ
(۴) خونی مسیح قادیانی کی حضرت سلطان المسلم کی شتابیں بزبانی لغہ
(۵) کاہلانی کی اس دو حرف کا جواب کہ صاحبوں سے میرے کافی کا نشان کر دیں
مجدد بے الکوٹی اور کادیانی کی خلیفہ نامہ کے اسلام اور ریاست علم کے خواب کی حقیقت کا بیان وغیرہ ہے
الہام اور خواب کی حقیقت اور اسکا ثبوت
(۶) سوسائٹی آف دوستان کا
سلسلہ کی تحقیق
کیا آپ نے
بلا نوٹس میرے مکان
پر آنا ہے۔

بار دوم

تفسیر القرآن کا اشتہار

اور

اس میں اخوان دین سے استمداد

(پہلی دفعہ اس اشتہار کی اشاعت کافی طور پر نہیں ہوئی اسلئے دوبارہ شائع کرنا مناسب معلوم ہوا)

جسنے عزم بالجزم کرلیا ہے کہ جو مضامین موعودہ سابق مدت سے ناتمام چلے آتے ہیں (جیسے اثبات نبوت سوتحفہ لارڈ بشپ سمسمانان وغیرہ یا صرف نکاح وعدہ دیا گیا ہے اور ہنوز انکو شروع نہیں کیا (جیسے تعلیم مسلمانان شجرۃ الاسلام وغیرہ) انکو پورا کرکے قرآن کریم کی تفسیر کا مضمون شروع کردیں۔

یہ ارادہ ایک مدت سے تھا اور خدا تعالیٰ سے وعدہ تھا کہ قرآن کریم کی یہ خدمت بجالاؤنگا مگر اس وقت سے کہ خدا تعالیٰ نے حفظ قرآن کی دولت عظمیٰ اس عاجز کو عطا فرمائی اور اس عمر طبعی کو پہنچ کر اشتغال بالکتہ اشتغال میرۃ مرضیٰ کی۔

ولیکن اتمام تحریر مضمون عصمت انبیاء میرے خیال دل میں پیدا ہوا کہ اب عمر دنیا ستاسی ۸۷ سال کو پہنچ گئی ہے اور موت یہ خدمت ادا نہ ہوئی تو آئندہ کب ہوگی معلوم نہیں کسقدر وقت مہلت باقی ہے اور خدا کا ایفاء اور قرضہ خداوندی کو ادا کرنا شروع تو کردیا جائے پورا کرنا اس مالک قادر مطلق کا کام ہے۔ اسکو منظور ہوگا تو وہ بقدر وقت و مہلت دیکر اس کام کو پورا کرالیگا ورنہ صرف اس کام کو شروع کردینے سے قرآن کے خادموں کی فہرست میں تو نام درج ہو جائیگا۔ کام کے انجام سے ہمکو کیا کام

ما بندگان عبودیت شعاریم ۔ با فتح و شکست کار ندار یم ۔ اس خیال نے ہمارے عزم کو مصمم کردیا جسپر بعد اختتام مضامین سابق انشاء اللہ کار عمل ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہر چند اس مالک تفسیر بہت لکھی جا چکی ہیں اور اب بھی لکھی جا رہی ہیں مگر شخص کی مذاق و طرز تحقیق جدا گانہ ہوتا ہے۔ اور ایک قسم کا مذاق و طرز تحقیق دوسرے سے سننے نہیں کرتا ہماری تفسیر میں ذیل کی لائن ہوگی جسکا عموماً کسی تفسیر میں پتہ نہیں ملیگا

اوّل تفسیر ماثور یعنی جن آیات قرآن کی آنحضرت و اصحاب و تابعین سے تفسیر منقول ہے انکی تفسیر میں انکے اقوال کو پیش کرنا۔

دوم تطبیق منقول و معقول یعنی جہاں تک ممکن ہو تفسیر ماثور کا عقل اور علوم جدیدہ سے توافق ظاہر کرنا نہ اسطور پر کہ منقول تابع معقول ہو جیسا کہ سوء قت نئی روشنی دکھا رہے ہیں۔ بلکہ ایسے طور پر کہ عقل ہوشیار کرے الٰہی نقل کی (جو ہتھاڈی ہی تابع

(۷) ہندوستان کی دارالحرب اور تجربہ سے سود لینے کی متعلق فتوی جو حسب حیثیت کی شرط صوم و صلوٰۃ اسلام پر بھی بحث ہے اور اسمیں اخبار کو بھی بحث کا جواب ہے۔

(۸) اس فتوی کے متعلق علماء اور دیگر اسلامی اخبارات سے درخواست

(۹) پہلے فتوی کے متعلق علماء اہل الرائے سے درخواست۔

(۱۰) مسلم متمول فنڈ گورداسپور اور انجمن حمایت اسلام لاہور اور انجمن نعمانیہ لاہور اور دیگر مسلمان بہادران وغیرہ سے ریمارک۔

سوم پیشہ مفسرین کی تفریط کا جو نقصان یعنی جن مفسرین نے صحیح مرویات کو چھوڑ کر غیر صحیح روایتوں سے قرآن کریم کی تفسیر کرکے اسلام کو نقصان پہنچایا ہے۔ اس نقصان کو اسناد سے ہٹانا اور ان غیر صحیح روایات کا ضعف ظاہر کرنا۔

چہارم نئی روشنی کے مفسرین کی افراط کا بیان و اظہار بطلان یعنے جو موقتہ کے مدعیان تہذیب اخلاق و ایمان بالاسلام قرآن کو مسلمہ یورپ کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کر رہے ہیں ان کے تصرف کو بیان کرکے اس کا بطلان ظاہر کرنا۔

پنجم قرآنی تعلیمات و بیانات کا قرآن کی تعلیمات و بیانات سے موجودہ زمانہ کے مقابلہ و موازنہ کرنا پھر جہاں تک ممکن ہو مسلمانوں کو تعلیم و بیان قرآن کو [illegible] اخلاق پر مسلمانوں اور اسلام کا شبہ پہنچانا یا ان کو قرآن میں کمی بیشی کا شبہ ہوتا ہے ان کی تصدیق تحقیق تعلیم ہے۔

ششم قرآنی تعلیمات و احکام و عقائد کا عقلی سر بیان کرنا جس سے ثابت ہو کہ قرآن کی تعلیمات معجزہ ہیں اور وہ تعلیمات قرآن کی منجانب اللہ ہونے پر دلیل ہیں۔

ہفتم قرآن کے علم یا فنون و مسائل متفرقہ کا سنت کے طریق بیان اور سلف صالح مختصر بیان اور مجتہدین اعیان۔

ان امور مفوضہ کی مجموعی حیثیت کی نظر سے تفسیر القرآن اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر آپ ہی ہوگی۔ کیونکہ اس سے پہلے کوئی تفسیر [illegible] کہی نہیں جا سکتی۔

ان امور مفوضہ کے علاوہ قرآن کریم کی عربیت و فصاحت و بلاغت و غیرہ اوصاف اور انکے متعلق علوم کا بیان بھی ہوگا مگر نہ ہر جگہ اور ہر ایک آیت کی تفسیر میں بلکہ موقعہ ضرورت و محل اختلاف میں۔

ائمہ [illegible] اور سنت سید المرسلین سے مشورہ لیا جائے گا کہ بعض تفسیر القرآن کو ہم رسالہ ہذا یا [illegible] کسی حصہ میں درج کریں یا اسکے واسطے علیحدہ رسالہ ہو اور نوٹ تجویز کریں بصورت تجویز علیحدگی اس تفسیر کے [illegible] کو کہاں چھاپیں! [illegible] تفسیر ساتھ علیحدہ شایع ہوگی اور رسالہ ہی کے نصف یا کسی اور حصہ میں [illegible] اللہ تعالیٰ توفیق دے تفسیر کا حصہ خرید اران کی کثرت وقت پر موقوف ہے جسقدر خریدار کی کثرت ہوگی اسیقدر قیمت [illegible] ہوتی انشاء اللہ تعالیٰ۔

التماس

اسلامی اخبارات و مسلمان اخبار نویس جن اشاعۃ السنہ کا مبادلہ اخبار التماس کرتا ہے بنظر حمیت دین و تمام شریعت سید المرسلین [illegible] اخبار میں شکریہ ادا فرمائیں۔ اور جہاں اسلام سے ذرہ بھی ہے کہ وہ اپنی آراء اس تفسیر کی نسبت ظاہر کریں و جو صاحب اس مفوضہ کو ان لیڈی دو کتب اور مضامین سے مدد دینے کا وعدہ دین کتابخانہ ہذا بطور عاریتاً دین یا بقیمت یا بطور احسان کرنا چاہیں قدر خیر خصوصاً تالیف محدثین و کتب کلام مطلوب ہیں۔ علے الخصوص جو مطبوع نہیں ہوئیں۔

ابو سعید محمد حسین۔

بل قیمت اشاعۃ السنہ انتہائت اخیر ۱۸۹۵ء

مربیان معاونین جنہیں اپنے مقام کا اپنا نام بھیجکر منگانا بباعث کمی آمد ایک مقام میں کئی منگا ہوگا تو انکو اور ان سے توجہ حضرات کو جو ہنوز کیوجہ سے باوجود اپنا نام بھیجنا چاہکر توجہ نکر سکے۔ یہ رنگ خطوط کا ذریعہ سے انکو نام بتائے جائینگے انکا اختیار ہے کہ اسکے حسب مصلحت خیال فرمائیں۔ یہ امر انکو جائز نہ ہوگا کہ وہ یہ رنگ خط کو واپس کریں وہ یہ خیال کریں کہ ایک قطعہ زائد [illegible] ہم نے نہیں بھیجا یہ خط ارسال کرنیکی وجہ یہ ہے کہ بعض حضرات امید منظور نام بھیجنے میں توجہ نہ کرینگے اور احتمال ہے کہ شاید خط نہ پہنچا ہو گا یہ رنگ خط [illegible] اور کارسالہ بند کر دیا جائیگا اور اسکا اس حسن معاملہ کا ذکر اس رسالہ میں ہوگا۔ درحس مناسب نظر آئیگا کچھ اور بھی سلوک کیا جائیگا۔ اور جو مربیان یہ خط نہ جواب دیدیا کرتے ہیں تو نام ہمارے ایک خط نہ ہونے سے جو [illegible] یہ رنگ خط نہ ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

نمبر	مقام	امام	کس مہینے سے واسطے	نمبر وصول شدہ چندہ روپے	مقام	نمبر	کس مہینے تک وجہ	نمبر وصول شدہ چندہ روپے
۵	دوردہ ضلع پشاور	مولوی	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	کلکتہ	۱۷۳	[illegible]	[illegible]
۱۰	تودہ ضلع مرزا آباد	مولوی	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	شجاع آباد	۱۸۸	[illegible]	[illegible]
۲۷	پالم کوٹ بنگلور	لعمر	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	لودیانہ دفتر نمبر	۱۹۴	[illegible]	[illegible]
۳۰	پشنہ	مولوی	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	ہاسوں والی	۲۰۱	[illegible]	[illegible]
۳۳	سنہ پشاور	سر	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	[illegible]	۲۰۷	[illegible]	[illegible]
۳۴	جالیسر	جوڈ جاپس	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	[illegible]	۲۱۱	[illegible]	[illegible]
۴۲	جگا ہر ٹری	مہتمم	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	[illegible]	۲۱۲	[illegible]	[illegible]
۴۳	اچھانی جالندھر پاٹن	سیکرٹری	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	[illegible]	۲۱۷	[illegible]	[illegible]
۴۶	کرنال	سر	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	[illegible]	۲۳۱	[illegible]	[illegible]
۵۶	دھلی	مولوی	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۷۶	رنگون	مولوی	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	[illegible]	۲۳۳	[illegible]	[illegible]
۸۰	سکھر	سر	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	[illegible]	۲۳۶	[illegible]	[illegible]
۸۱	سنور	لعمر	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	[illegible]	۲۴۰	[illegible]	[illegible]
۸۶	بیاس	مہتمم	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	[illegible]	۲۴۱	[illegible]	[illegible]
۱۰۶	کوہیل بیسوار	مولوی	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	[illegible]	۲۴۵	[illegible]	[illegible]
۱۰۷	جیتاوہ دفتر ریلوے شمالی	سر	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	[illegible]	۲۴۶	[illegible]	[illegible]
۱۱۲	گورکھپور	سر	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	[illegible]	۲۵۴	[illegible]	[illegible]
۱۱۳	حیدرآباد	مولوی	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	[illegible]	۲۶۷	[illegible]	[illegible]
۱۵۶	مانسہرہ	مولوی	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	[illegible]	۲۶۸	[illegible]	[illegible]
۱۵۹	میانوالی	پیشکار	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	[illegible]	۲۷۶	[illegible]	[illegible]
۱۶۳	ناگپور یا کامٹی	سر	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	[illegible]	۲۷۷	[illegible]	[illegible]
۱۶۴	ناہن	مولوی	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	[illegible]	۲۷۸	[illegible]	[illegible]
۱۶۵	نیلہ پانی	مولوی	[illegible]	نمبر ۱۸۹۴ء	[illegible]	۲۷۹	[illegible]	[illegible]

[illegible] صاحبوں کے مقامات یا نام اس فہرست میں درج نہیں ہوئے وہ یہ سمجھیں کہ انکے مطالبہ نہیں ہمارے حساب سے عدم تعرض اور وجوہات سے ہے

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں
اور
مرزا غلام احمد الہامی قاتل و خونی مسیح قادیان

الہامی قاتل و خونی مسیح مسیلمہ ثانی مرزا غلام احمد کادیانی نے اسلامی دنیا میں ایک نیا جال پھیلانا اور اُس میں معتقدین مشائخ کرام کو پھنسانا چاہا تھا۔

رسائل انجام آتھم میں اُسنے اپنا پرانا ڈھکوسلہ مباہلہ درج کیا تو اُس میں علمائے اسلام کے ساتھ مشائخ عظام پنجاب و ہندوستان کو بھی اپنا مخاطب بنا لیا۔

اس کی اس گیدڑ بھبکی کو اکثر علماء و مشائخ ہندوستان و پنجاب نے تو لائق محض سمجھا اور اس کیطرف نگاہ التفات سے نہ دیکھا۔ مگر ایک گوشہ نشین و خلوت گزین زرگ نے جو اس زمانہ کی چالاکیوں اور مکاروں کی دھوکہ بازیوں سے واقف نہیں اور ذکر و شغل و ارشاد طلاب و تلقین خاص احباب میں مصروف رہتے ہیں (یعنے جناب خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں نے) محض دفع شر و رفع ضرر کی غرض سے کادیانی کو اُسکی درخواست مباہلہ کے جواب میں اسمضمون کا عربی میں خط لکھوایا کہ مجھ کو اپنے پر خاش نہیں ہے مجھے اس خطاب سے معاف رکھیں۔

کادیانی نے خواجہ صاحب کی اسقدر اعراض کو از بس غنیمت سمجھا اور اُسکو اپنی توثیق قرار دیکر ضمیمہ انجام آتھم میں چھاپکر مشتہر کر دیا اور اُسکے ننگ پر یہ ایک طولانی خط

عربی خواجہ صاحب کی تعریف و توصیف میں لکھکر اُنکے حضور میں بھیجدیا۔

اسکے بعد اور دو خط فارسی خواجہ صاحب کیطرف سے کادیانی کے نام بھیجے گئے جن میں پہلے خط کی نسبت کادیانی کی تائید تعریف بھی پائی جاتی ہے۔ ان خلونکو کادیانی نے اپنی برأت و توثیق کا کافی ذریعہ سمجھا۔ اور ایک عمدہ سرٹیفکٹ خیال کرکے رسالہ سراج المنیر میں مشتہر کیا۔

ان خطوں کے شائع ہونے سے مسلمانوں میں خصوصاً اُن اصحاب میں جو مشائخ کرام و اولیائے عظام سے حسن عقیدت رکھتے ہیں کمال تشویش و تردد پیدا ہوا۔ اور اُنہوں نے بالواسطہ و بلاواسطہ مراسلت کے ذریعہ سے اپنی تشویش و تردد کا خواجہ صاحب کے حضور میں اظہار کیا۔

ایک مولوی صاحب ضلع لاہور سے بذات خود خواجہ صاحب کے حضور میں حاضر ہوئے اور تدارک مافات اور اصلاح فساد کادیانی کے درپے ہوئے۔

اُنکو اپنی تحقیق و تفتیش سے یہ معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب بذات خود کادیانی کی تحریرات و اشتہارات کو ملاحظہ نہیں فرماتے اُنکے بعض خدام ایسے ہیں جو کادیانی کے رسائل و اشتہارات دیکھ کر اُسکے دام میں پھنس گئے ہیں وہی لوگ خواجہ صاحب کے حضور میں کادیانی کی خدا پرستی و بزرگی کی توضیح کرکے اس مراسلت کے موجب ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے جو کچھ چاہا لکھا اور خواجہ صاحب کیطرف سے کادیانی کے نام پر روانہ کیا۔

مولوی صاحب موصوف نے ہر چند کوشش کی کہ وہ عقائد و مکائد کادیانی اُنکی اصلی تحریرات سے نکال کر خواجہ صاحب کے حضور میں پیش کریں اور خطوط مذکورہ کے برخلاف اُنکی رائے قایم کریں مگر وہ اس کوشش میں کامیاب نہوئے۔

ازانجا کہ الہام عقائد و مکائد کادیانی و اصلاح فساد اس سیلہ ثانی کا قرعہ اس فاکسار کے نام پر ڈالا گیا ہے۔ اور اس عاجز کو اس کام کے اہتمام میں ایک خاص ملکہ عطا کیا گیا ہے لہذا خدا تعالےٰ نے اس عاجز کے دل میں یہ القا کیا کہ یہ ناتوان خود خواجہ صاحب کے حضور

میں حاضر ہو کر عقائد و مکائد کادیانی اسکی اصلی تصانیف سے دکھا کے خواجہ صاحب کی رائے رزین اُنکی نسبت ظاہر کرائے۔ بناءً علیہ فاکسار وسط محرم الحرام ۱۳۱۸ھ میں ڈیرہ نواب صاحب بہاول پور میں پہنچا۔ اور خواجہ صاحب کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ اور کادیانی کے عقائد و مکائد اصل تصانیف سے نکال کر خواجہ صاحب موصوف کو دکھائے جنکو دیکھکر خواجہ صاحب کادیانی سے سخت متنفر اور بیزار ہوئے۔ اور معلوم ہوا کہ حضرت ممدوح نے جو کچھ کادیانی کے حق میں کہا تھا۔ وہ محض دفع شرور رفع مضرت پر مبنی تھا۔ اور تعمیل تحریم انزل مخافۃ شرہ کا نتیجہ تھا۔ اور اگر حضرت ممدوح کو کسیقدر کادیانی کی نسبت نیک گمان تھا تو وہ اسوجہ سے تھا کہ کادیانی مسلمان کہلاتا تھا اور حضرت ممدوح کو مسلمانوں سے حسن ظن تھا اور اُسکی اصلی تصانیف دیکھنے کا اتفاق نہوا تھا۔ اس حسن ظنی اور عدم اطلاع تصانیف کادیانی کیوجہ سے آپنے اُسکے حق میں کلمہ خیر فرمایا تھا۔ اور شیخ سعدیؒ کے اس قول پر عمل کیا تھا

مرا پیر دانائے مرشد شہاب ✦ دو اندرز فرمود بر روئے آب ✦
یکے آنکہ در خویش خود بین مباش ✦ دگر آنکہ بر غیر بدبین مباش ✦

حضرت ممدوح نے اصل تصانیف کادیانی میں اُسکے عقائد و مقالات دیکھے تو اسپر بہت آشفتہ ہوئے اور اُسکی شوخیوں اور بے ادبیوں پر جو حضرت خاتم المرسلین کے جناب میں اس سے سرزد ہوئیں کلمہ استغفر اللہ زبان پر لائے اور فرمایا کہ یہ شخص اہل اللہ اور مؤیدین اللہ نہیں ہے اور بکمال درجہ کا بے ادب ہے۔ اور خودستائی کرنے والا اور نام آوری اور شہرت کا طالب ہے اور اپنے دعاوی میں سچا نہیں ہے۔ حضرت کے بعض خدام حضار مجلس نے حضرت کے سامنے فرمایا کہ آئندہ حضرت اُس شخص سے خط و کتابت نہ کرینگے۔ اور حضرت نے اسپر سکوت فرما کر اُسکو تسلیم کر لیا۔

اس سے ناظرین کو یقین ہو سکتا ہے کہ وہ خطوط ثلثہ جو حضرت کیطرف سے کادیانی کو پہنچے ہیں کادیانی کی برأت و توثیق کے دلائل نہیں ہو سکتے اور نہ وہ اُسکے لئے سرٹیفکیٹ

گالیاں دینا اور اپنے الہامات میں انکو دھمکانا۔ اور الہامی قتل سے ڈرانا اور ان کے معبودون کو برا کہنا شروع ... انہے ڈرانے والے الہامات میں آپ کا وہ الہام بھی تھا جو مقتول لیکھرام کے متعلق اپنی کتاب آئینہ کمالات مین شایع و مشتہر کیا تھا۔ یہ دونو امر (ہندوؤن اور انکے معبودون کو برا کہنا اور الہامی قتل* سے انکو ڈرانا) ہندوؤن کے کمال اشتعال اور عداوت کے قریب اور قوی سبب ہو گئے ہیں۔ پہلے تو ان کے بے خبر اور زبان دراز مذہبی اور قومی وکیل پنڈت مقتول نے۔ جو ان مین ایک چلتا پرزہ تہا۔ سالہا سال دل کو کھول کر اسلام اور اس کے ہادی کو برا بھلا کہا۔ اور براہین احمدیہ کے مقابلہ اور جواب میں چند کتابین جو محض بدگوئی اور بدزبانی سے بھری ہوئی تہین۔ اور جنکا بہت سا حصہ متعصب عیسائیوں کی تحریرون سے انتخاب کیا ہوا تھا۔ ادہر اودہر سے جمع کر کرا کر چھپوا کر شایع کر دین۔ اور ساتھ ہی اسکے عام مجلسوں میں تقریروں کے ذریعے بھی ہادی اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کو برا کہکر مسلمانون کو رنج پہنچایا۔

پھر جب وہ کسی سبب سے جسکی تعیین میں اہل الرائے کا اختلاف ہے (جو اشتہارون میں بیان ہوا ہے) قتل کیا گیا۔ تو ہندوؤن کو الہامی قاتل صاحب کے الہام مذکور کا بہانہ ہاتھ آ گیا۔ انہون نے اسکی دست آویز سے یہ یقین ظاہر و مشتہر کر دیا کہ ہمارے قومی وکیل کو اسی شخص نے اپنے الہام کی تصدیق کی غرض سے قتل کروا دیا ہے۔

بعض ہندوؤن نے اور مسلمانان کو بھی اس قتل کی سازش میں شریک کر دیا۔ اور یہ کہا ہے کہ انکے مقدمہ فوجداری میں جو پنڈت کو سزا نہ ملی۔ اور اس سے ان مسلمانون کو خفت حاصل ہوئی۔ تو ملاؤن سے فتوے لے کر اسکو قتل کروا دیا۔ وہ بھی اس قتل کی سازش و الزام سے الہامی قاتل کو بری نہین کرتے۔ اور فتوے قتل کے ساتھ اسکی پیشگوئی مذکور کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

الہامی قاتل یہ پیشگوئی نہ بھی کرتا۔ اور ہندوؤن مین اسکی اس پیشگوئی کا نوٹس لیا جاتا

* اس امر کا اعتراف الہامی صاحب نے بھی کیا ہے۔ انکا اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء اور عریضہ اسمی گورنمنٹ مورخہ ۲۲ مارچ ۹۷ء صفحہ ۱ کالم ۳ سطر ۳۳ ملاحظہ ہو۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

تسلیم کے جا سکتے ہیں۔

کادیانی اب بھی ان ترانیاں ملنکے اور حضرت ممدوح کو اپنا مصدق و موافق قرار دے تو اسکو لازم ہوگا کہ وہ اسی مضمون کا ایک اور خط حضرت ممدوح سے حاصل کرے۔ اور اپنے کسی رسالہ میں چھپوائے۔

یہ امر اس سے نہ ہو سکے اور ہرگز نہ ہو سکے گا۔ انشاء اللہ تعالے۔ تو اہل اسلام معتقدین مشائخ کرام یقین کریں کہ خواجہ صاحب اسکے مصدق و موید نہیں ہیں۔ اور اُسکے دعاوی سے ناخوش ہیں۔ +

راقم

ناکسار ابو سعید محمد حسین عفا اللہ عنہ ایڈیٹر رسالہ

اشاعۃ السنہ

137

خونی مسیح کادیانی کی حضرت سلطان المعظم کی جناب مین بدزبانی

اور پھر

قوم کیطرف سے لعنت و ملامت پر اسکی منافقانہ دروغ آمیز معذرت پشیمانی

اور

اس معذرت کے بعد اسکی وہی کارستانی

کادیانی نے اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء مین حضرت سلطان المعظم کی توہین و بدگوئی کرکے گورنمنٹ کو دہوکہ دیا اور یہ جتایا کہ وہ سلطان روم اور سلطنت ٹرکی کا بدخواہ و دلی دشمن ہے۔ اسلئے وہ برٹش گورنمنٹ کا خیرخواہ متصور ہونا چاہیئے۔ اور اشتہار ۱۵ جون ۱۸۹۷ء مین اس توہین و بدگوئی سے انکار کرکے مسلمانون کو دہوکہ دیا۔ اور یہ جتایا کہ اُسنے حضرت سلطان المعظم کی توہین نہین کی۔ بلکہ سلطنت ٹرکی اور اسکے ارکان کی بدگوئی کی ہے۔ اس لئے [illegible] حضرت سلطان المعظم اسکو اسلام و مسلمانونکا دشمن قرار دین۔

پھر جب بعض اسلامی اخباروں نے اُسکی خبر لی اور اُسکے اس دہوکہ کی قلعی کھل گئی اور ایک مقدمہ مین عدالت ضلع گورداسپور مین اُسکی طلبی ہوئی۔ اور دوران سوالات و جوابات مین اُسکے مخالف گورنمنٹ ہونے کی حقیقت کھلنے لگی تو پھر اُسنے وہی کارستانی کی اور

اور عدالت کو یہ بات جتائی کہ وہ سلطان روم کا بدگو و مخالف ہے۔ اسلئے مسلمان اس کے دشمن بنگئے ہیں۔

اور اشتہار ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء میں اپنی اُسی کارستانی یعنی بدگوئی و بدزبانی کی سند پیش کرکے اُس سے سلطنت ٹرکی سے اپنی مخالفت اور برٹش گورنمنٹ کی خیر خواہی و موافقت ثابت کی۔

واہ رے مکار اسکی یہ مختلف و متضاد کارروائیاں محض روباہ بازیاں ہیں جنسے گورنمنٹ اور اقوام اہل اسلام کو دھوکہ دینا اُسکا مقصود ہے۔ اور اشاعۃ السنہ گورنمنٹ کا سلم خیر خواہ اور اسلام و مسلمانوں کا سچا ہمدرد و ثابت قدم خادم ہے۔ لہذا اسکا فرض ہے کہ وہ کادیانی کی ان روباہ بازیوں کی پوری تشریح کرے۔ اور حقیقت کھولے۔ اور گورنمنٹ اور اہل اسلام کو اُسکے دھوکہ سے بچاوے۔

اسی نظر سے اُسنے اس مضمون میں یہ ثابت کردیا ہے کہ کادیانی سلطان المعظم کی بدگوئی و مخالفت سے برٹش گورنمنٹ کا خیر خواہ نہیں بن سکتا اور نہ وہ اسکی بدگوئی و بدزبانی سے بچا اور اسوجہ سے مسلمان مسلمانوں کی دشمنی سے بچ سکتا بلکہ ان تمام کارروائیوں کے بعد اُس کا مصداق ہوگیا ع ننھی سی جان تڑپے ہزار غم اور اُسکے اوپر ہزار۔ گورنمنٹ اور اہل اسلام اس مضمون کو پوری توجہ سے پڑھیں اور اُسکی حقیقت و ریت پر آگاہ ہوکر اُس کے دھوکہ سے بچے رہیں۔

اس کے اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۶ء کا عنوان یہ ہے۔

حسین کامی سفیر سلطان روم

اور اسکے جن فقرات میں سلطنت ٹرکی کی عداوت کا اظہار اور حضرت سلطان المعظم کی توہین کا ارتکاب کیا ہے موجود ہیں۔ جو مع تشریح و توضیح دان بریکٹ دینے دو وحدانی خطوط میں نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) مجھے دنیا داروں اور منافقوں کی ملاقات سے اسقدر نفرت ہے۔ جیسا کہ

نجاست سے (یہ کلمات بظاہر سفیر کے حق میں ہیں۔ اور در پردہ حضرت سلطان المعظم کے حق میں۔ کیونکہ اُنکو بھی کادیانی صرف دنیا دار بادشاہ سمجھتا ہے۔ نہ دیندار اور خلیفۃ المسلمین چنانچہ فقرہ مابعد اشتہار ہذا اور فقرہ آئندہ اُسکے اشتہار جشن جوبلی کا اُسپر شاہد ہیں۔)

(۲) نہ مجھے سلطان روم کیطرف کچھ حاجت ہے نہ اُسکے سفیر کی ملاقات کا شوق (حضرت سلطان المعظم سے اپنی استغنا و بے پروائی ظاہر کرنا۔ اور اُنکو مفرد الفاظ بلا تعظیم سے یاد کرنا حضرت ممدوح کی صریح اہانت ہے۔ حضرت سلطان المعظم کی (جو مسلمانوں کے مذہبی پیشوا ہیں۔ اور اُنکے معابد و مشاعر مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ وغیرہ مشاہد کے خادم و محافظ ہیں۔) ہر ایک مسلمان کو مذہبی حاجت ہے اُنسے استغنا و بے پروائی ظاہر کرنا در پردہ مکہ و مدینہ سے بے پروائی ظاہر کرنا ہے۔ جو کسی مسلمان کا کام نہیں۔ بلکہ ان ہی کافرون کا کام ہے جو قادیاں کو مکہ سمجھتے ہیں۔ اور اسکو خطاب دار الاماں سے جو مکہ کا خطاب ہی یاد کرتے ہیں اور حج کعبہ کی جگہ اسی قادیاں کا حج کرتے اور اُسکو بجائے حج کعبہ کافی سمجھتے ہیں)۔

(۳) میرے نزدیک واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور شکر گذاری کے لائق گورنمنٹ انگریزی ہے جسکے زیر سایۂ امن کے ساتھ یہ آسمانی کارروائی میں کر رہا ہوں و گورنمنٹ انگریزی کو سلطنت ٹرکی کے مقابلہ میں واجب التعظیم و واجب الاطاعت اور لائق شکر گذاری کہنے کا یہ مفہوم ہے۔ کہ سلطنت ٹرکی واجب التعظیم و واجب الاطاعت اور قابل شکر گذاری نہیں ہے۔ اور یہ صاف اور صریح سلطنت ٹرکی کی توہین ہے جو کسی مسلمان کا کام نہیں ہے۔

بے شک گورنمنٹ انگریزی مسلمانان رعایا گورنمنٹ کے نزدیک دنیاوی امور میں اور پولٹیکل نظر سے واجب التعظیم۔ واجب الاطاعت اور قابل شکر گذاری ہے۔ مگر مذہبی امور اور مذہبی نظر سے سلطنت ٹرکی مسلمانون کے لئے واجب الاطاعت۔ واجب التعظیم اور قابل شکر گذاری ہے۔ اور جو شخص مسلمان کہلا کر مذہبی امور کی نظر سے جو مسلمانوں کو حج و زیارات کے سفر میں پیش آنے لازم ہیں سلطنت ٹرکی کی تعظیم اور اطاعت اور شکر گذاری

کو واجب نہیں سمجھتا۔ وہ درپردہ سخت کافر و ناشکر ہے اور وہ اپنے مذہبی پیشوا کی اہانت کرتا ہے جس کی توہین خدا تعالےٰ کرتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے۔ ؎ کہ سلطان زمین میں خدا کا سایہ ہے۔ جو اس کی عزت و توقیر کرتا ہے۔ خدا اُسکی عزت کرتا ہے۔ جو اُسکی اہانت کرتا ہے خدا اُسکی اہانت کرتا ہے۔

السلطان ظل اللہ فی الارض من اکرمہ اکرمہ اللہ ومن اھانہ اھانہ اللہ مشکوۃ صفحہ ۳۱۲ و ۳۱۵ وغیرہ

اس توہین آسمانی کا یہ اثر ہے جو کاویانی پر ظاہر ہو رہا ہے کہ جب سے اُسنے سلطان المعظم کی توہین کی ہے۔ اسلامی دنیا میں اُسکی توہین ہو رہی ہے۔ اور چاروں طرف سے لعنت کی بوچھاڑ پڑ رہی ہے جسکا مفصل بیان آئندہ ہوگا انشاء اللہ تعالےٰ)

(۴) ٹرکی سلطنت آجکل تاریکی سے بھری ہوئی ہے۔ اور وہی شامت اعمال ہیکت ہی ہے۔ (یہ صاف اور صریح طور پر سلطنت ٹرکی کی توہین ہے۔ اور اُسکے فتوحات روز افزوں کو کالعدم سمجھنا اور انپر حسرت و رنج ظاہر کرنا ہے۔ کاویانی ان فتوحات کو فتوحات سمجھتا۔ اور دلمیں انپر ماتم کرتا تو بھی کلمہ خبیثہ کہ وہ شامت اعمال ہیکت رہی ہے۔ زبان پر لانے سے شرماتا۔ اور یہ خیال کرتا کہ ان دنوں سلطنت ٹرکی کو وہ ترقی نصیب ہوئی ہے جو اس سے دو سو برس پہلے نہ ہوئی تھی۔ اور یہ روز افزوں برکت ہے۔ نہ اعمال کی شامت ہے)

(۵) نامبردہ (سفیر حضرت سلطان المعظم) نے خلوت کی ملاقات میں سلطان روم کیلئے ایک خاص دعا کرنے کے لئے درخواست کی اور یہ بھی چاہا کہ آئندہ کے لئے جو کچھ آسمانی قضاء قدر سے آنے والا ہے اس سے وہ اطلاع پاوے۔ میںنے اوسکو صاف لکھدیا کہ سلطان کی سلطنت کی حالت اچھی نہیں ہے۔ اور میں کشفی طریق سے اُسکے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا۔ اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں۔ یہ وہ باتیں تھیں جو سفیر کو اپنی بدقسمتی سے بہت بُری معلوم ہوئیں۔ (یہ بھی صریح اور صاف طور پر سلطنت ٹرکی کی توہین ہے۔ اور فتوحات سلطنت کو کالعدم سمجھنا۔ اور انپر دل سے ناخوش ہونا۔ اور ماتم

کرتا ہے۔ ان فتوحات کو وہ فتوحات سمجھتا۔ اور اُنپر خوش ہوتا تو موجودہ حالت کی نظر سے آئندہ ترقی کی امید دلاتا۔ بدانجامی سے نہ ڈراتا۔ یہ تو اُسکی توہین سلطنت کی تشریح و توضیح ہے۔ اب ہم اسکی مستجاب الدعوات اور صاحب کشف اور مطلع دیوانی آسمانی قضا و قدر ہونے کے دعوے پر جو اس فقرہ میں پایا جاتا ہے۔ ریمارک کرتے ہیں۔ کہ اس دعوے کو دیکھ کر کسکو ہنسی آتی ہے۔ اور آپ کی جرات و جسارت زعفران زار تعجب و حیرت میں لیجاتی ہے۔

کادیانی صاحب! ۔ آپ اس لائق کب ہوئے کہ آپ سے کوئی دعا کرائے اور مراد پائے۔ یا کوئی آسمانی قدر و قضا کا حال پوچھے تو آپ کشف سے اسکو بتاویں۔ آپ صاحب کشف اور دفتر قضا و قدر کے ناظر ہوتے تو اپنی بیوی کے پہلے حمل رہنے کے وقت کشف سے جان جاتے کہ اس حمل سے لڑکی ہوگی۔ اور لڑکے ہونے کی پیشگوئی نہ کرتے پھر دوسرے حمل سے لڑکا بشیر پیدا ہونے پر جان جاتے کہ وہ جلد مر جائیگا۔ اور اُسکو بشیر موعود قرار دیتے پھر تیسرے اور چوتھے اور پانچویں حمل (جنسے محمود و بشیر ثانی اور شریف پیدا ہوئے) کے وقت معلوم کر لیتے کہ فرزند موعود ان حملوں سے پیدا ہوگا اور اُسکی تعیین کر کے پیشگوئی کرتے۔ اور چھٹے یا ساتویں حمل سے اُسکے پیدا ہونے کی امید نہ رکھتے پھر اُس چھٹے یا ساتویں حمل کے وقت جان جاتے کہ اس سے لڑکی ہوگی نہ لڑکا۔ اور ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۹ میں یہ دعوے نہ کرتے کہ فرزند موعود اب پیدا ہوگا۔ جو تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (باوجودیکہ وہ زائد المیعاد بھی ہو چکا تھا۔ کیونکہ فرزند موعود کے لئے نو برس کی میعاد تھی۔ اور وہ حمل بارہویں سال ہوا تھا۔

ایسا ہی آپ عبداللہ آتھم کی نسبت جان لیتے کہ وہ پندرہ ماہ کی میعاد میں رجوع بحق کریگا۔ اور فوت نہ ہوگا۔ اور اُسکی وفات کی پیشگوئی نہ کرتے۔

اور مرزا سلطان محمد بیگ کی نسبت جو آپ کی منکوحہ آسمانی سے عیش اڑا رہا ہے پہلے سے یہ جان لیتے کہ اوسکے وارثوں کی مغدرت کی وجہ سے اُسکی موت کو ٹلایا جائیگا۔

ف مغدرت جسکی آپ کو ہوس ہے۔ اور درحقیقت انکے وارثوں نے مغدرت نہیں کی دیکھو صفحہ ۱۹۲ رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۱۲

اور ڈھائی برس میں اُسکی موت کی پیشگوئی نہ کرتے۔

اور اگر آپ مستجاب الدعوات ہوتے تو پہلے اپنے لئے دعا کرتے۔ اور جو اطراف واکناف عالم سے آپ پر لعنت وتکفیر کی بارش ہو رہی ہے اس سے اپنے آپ کو بچاتے۔ پھر سردار بہادر سید امیر علی شاہ صاحب رسالدار پنشنر کے لئے دعا تولد فرزند کی جس کے عوض پانچسو روپیہ پیشگی اپنے لاہوری دلالوں عبدالحق پنشنر ایکونٹنٹ والٰہی بخش ایکونٹنٹ کی معرفت لیکر ہضم کر چکے ہیں۔ دعا کرتے اور اُسمیں کامیاب ہوتے اور نواب صاحب مالیر کوٹلہ کی صحت کیلئے جس کے عوض میں پانچسو روپیہ اُنکی والدہ ماجدہ سے لیکر خورد برد کر چکے ہیں۔ دعا کرتے اور کامیاب ہو کر آج وزیر ریاست ہوتے۔ گذشتہ راصلوات اگر آپ صاحب کشف اور مستجاب الدعوات ہیں تو سابق پیشگویوں میں سے صرف ایک پیشگوئی متعلق اپنی منکوحہ آسمانی کی نسبت کشف کا ٹیلی فون لگا کر بتاویں۔ کہ آپ کی منکوحہ جو غیر کی فراش ہے۔ آپ کے پلنگ پر کب آئیگی۔ اور جناب فضائل مآب الہامات انتساب مُلا محمد بخش صاحب قادری لاہوری کی نسبت جو آپ کی موجودہ محبوبہ پر اپنے الہام کی بشارت شہادت سے نکاح کی ٹھان بیٹھے ہیں۔ اور نکاح خوانی کیلئے برطبق مثل "تو مان نہ مان میں تیرا مہمان" اس ناتوان کو مقرر کر چکے ہیں جیسے کہ آپ بیچارہ مرزا سلطان محمد بیگ کی منکوحہ کے نکاح کا دعوےٰ رکھتے ہیں۔ بتاوین کہ اگر وہ اس دعوےٰ الہام میں نادرستی پر ہے تو اُسکا کام کب تمام ہوگا۔ اور آپکو اور آپ کی بیوی کو اُس سے اور اس کے الہامات میں سے کب امن حاصل ہوگا۔

ان امور کے متعلق آپ کشف سے قضا وقدر کا فیصلہ کچھ نہ بتائیں۔ اور اپنا مستجاب الدعوت ہونا ثابت نہ کریں تو پھر آپ حضرت سلطان المعظم یا اُنکی سلطنت یا کسی اور شخص یا قوم کی نسبت کشف بیانی یا مستجاب الدعا ہونے کے دعوےٰ سے کیوں شرم وحیا سے کام نہیں لیتے۔ اگر آپ اسکے جواب میں یہ عذر کریں کہ یہ دونو امور ہماری ذات کے

متعلق ہیں۔ اور ہم تن برضا و تسلیم قضا و قدر دیچکے ہیں۔ ہماری منکوحہ آسمانی کو مرزا سلطان محمد بیگ استعمال کر رہا ہے تو ہم راضی ہیں۔ ہماری موجودہ محبوبہ منکوحہ پر ملا محمد بخش نظر رکھتا ہے تو اسمیں بھی ہمکو بجز تسلیم چارہ نہیں ہے۔ اور یہ دعوے ہے ؎ راضی ہیں اُسمیں جسمیں تیری رضا ہے۔ ہمارے جیسے باخدا عارف اور بزرگ اپنے نفع و ذاتی فائدہ سے دوسرے کے نفع کو مقدم سمجھتے ہیں۔ اور اپنے نقصان میں تن برضا سپرد کرتے اور ان دو بیتوں پر کاربند ہوتے ہیں ؎

نیم نانے گر خورد مرد خدا ✦ بذل درویشاں کند نیمے دگر

؎ دل بدست آور کہ حج اکبر است ✦ از ہزاران کعبہ یک دل بہتر است

لہذا ہم مرزا سلطان محمد بیگ اور ملا محمد بخش کے لئے بددعا نہیں کرتے۔ اول الذکر ہماری منکوحہ آسمانی سے شوق سے نفع اوٹھاوے۔ اور ثانی الذکر کو اگر الہام میں وعدہ نکاح ہو چکا ہے تو وہ بھی امیدوار رہے۔ تو اسکے جواب میں اولاً ہم کہینگے۔ کہ یہ رضا [illegible] ہے۔ جو اہل اللہ و صاحبدلان باخدا کا کام ہے۔ بلکہ یہ دیوثی کہلاتی ہے جو بے غیرت و بے حیا لوگونکا شیوہ ہے۔ اور ثانیاً یہ گذارش کریں گے۔ کہ اگر آپکا الہام اس دیوثی کی آپ کو اجازت دیتا ہے۔ اور آپ کو ان لوگوں کے متعلق دعا بد کرنے سے مانع ہے۔ تو ہم اور دو شخصوں آپ کے سابق اہل تعلق کو پیش کرتے ہیں۔ (۱) سردار بہادر سید امیر علیشاہ رسالدار پنشنر لاہور (۲) نواب صاحب والی ریاست مالیر کوٹلہ آپ سردار صاحب کے حق میں بیٹا پیدا ہونے کے لئے دعا کریں۔ اور نواب صاحب مالیر کوٹلہ کیلئے صحت کی دعا کریں۔ اور دیوان قضا و قدر ملاحظہ فرما کر ان دعاؤں کیوقت قبولیت سے اطلاع دیں۔ مگر وقت ایسا لنبا نہ بتاویں اور اسمیں کوئی ایسی پیچدار شرط نہ لگاویں جسمیں آپ کی قدیمی حکمت عملی کا دخل ہو۔ اور اگر آپ اسمیں یہ عذر کریں کہ جو پانچ پانچ سو روپیہ ان لوگوں یا انکے بعض متعلقوں سے ہم لے چکے ہیں وہ مدت ہوئی خورد برد ہو کر

ایسا ہضم ہوگیا ہے کہ اب اس کا اثر بدن میں باقی نہیں رہا۔ پھر دعا کے لئے جوش کیونکر پیدا ہو۔ وہ لوگ پانچ پانچ سَو اور روپیہ پیشگی داخل کریں تو اُس سے پلاؤ متنجن کھا کر بدن میں حرارت و جوش پیدا ہو تب اُنکے لئے جوشیلی دعا دل سے نکلے تو اسکے جواب میں باادب عرض کیا جائیگا۔ کہ نواب صاحب مالیر کوٹلہ تو ایک مدت سے مرض بولنگی کے سبب اپنی ریاست سے علیحدہ ہیں اور اُنکی جگہ ایک اور صاحب رئیس ریاست لہارو کے کام کرتے ہیں جن سے خاکسار کو ذاتی واقفیت و آشنائی نہیں۔ اس سے آپ یہ سوال اپنے مرید خاص محمد علیخانصاحب رئیس مالیر کوٹلہ کی معرفت کریں۔ **مان** سید امیر علیشاہ سردار بہادر میرے عنایت فرما اور بے تکلف دوست ہیں۔ انسے میں پانچسو نہیں ہزار روپیہ پیشگی لو اگر ہو بشرطیکہ آپ باضابطہ اقرار نامہ لکھدیں۔ کہ قریب عرصہ میں آپ کی دعا کا اثر ظاہر نہ ہوا اور قضا و قدر کے دفتر سے آپکو کچھ پتہ نہ لگا تو پھر آپ سے وہی سلوک کیا جائیگا جو عبداللہ آتھم کی عدم وفات پر آپنے خود اپنے لئے تجویز کیا تھا۔ جو آپ ہی کے الفاظ سے نقل کیا جاتا ہے۔

آپ جنگ مقدس کے صفحہ اخیر میں لکھتے ہیں "میں اسوقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر پیشگوئی جھوٹی نکلے یعنے وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزا موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کیلئے تیار ہوں۔ مجھکو ذلیل کیا جائے رو سیاہ کیا جائے۔ میرے گلے میں رسّہ ڈالدیا جاوے مجھکو پھانسی دیا جائے ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں"۔

اس شرط سے آپ ڈرجائیں۔ اور ان صاحبوں کے لئے دعا کا اثر دکھلانے سے انکار کریں تو آپ کے مستجاب الدعوات اور ناظر دیوان قضا و قدر ہونے کے ثبوت کے لئے ایک اور نئی و علیحدہ مثال پیش کیجاتی ہے۔ اگر آپ دیوان قضا و قدر میں

۱۷۱

نظر رکھتے ہیں تو اس دیوان کو ملاحظہ فرما کر بذریعہ اشتہار (جیسے کہ آپ کی قدیم عادت ہے۔) بتاویں کہ قحط سالی اس ملک سے کب رفع ہوگی اور کس کس تاریخ کافی و عمدہ بارش ہوگی۔ اور غلہ کا نرخ کب ارزان ہوگا۔ اور اگر آپ مستجاب الدعوات ہیں تو خدا تعالےٰ سے عام و کافی بارش کیلئے دعا مانگیں اور یہ کہ غلہ گندم فے روپیہ کم سے کم ایک من پختہ ہو جائے۔ اور اس دعا کی قبولیت کیوقت سے بذریعہ اشتہارات پبلک کو اطلاع دیں پھر تو تمام ملک آپ کا تابع ہو جائیگا۔ اور مذہبی سرداری کے علاوہ پولیٹکل سرداری بھی (جسکے دہن میں آپ مدت سے لگے ہوئے ہیں) آپ ہی کے ہو جائیں گے۔

اسکے جواب میں شاید آپ یہی عذر کرینگے۔ ہم ایسی دعاؤں امن آسائش و عافیت کے لئے نہیں بھیجے گئے۔ بلکہ ہم مارنے مروانے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ اور اسکی سند میں یہ شعر پیش کریں ؎

در کوئی نیک نامی ما را گذر ندادند ✦ گر تو نمے پسندی تبدیل کن قضا را

چنانچہ اپنے اشتہار پیشگوئی متعلق راج اندر سنگھ میں آپ فرما چکے ہیں۔ تو اس کے جواب میں کہا جائیگا۔ کہ پھر آپ اس فقرہ نمبر (۵) میں اور دیگر مقامات میں مطلق مستجاب الدعوات ہونے کا دعوے کیوں کرتے ہیں۔ اور ناواقف خلق اللہ کو کیوں گمراہی کے گڈھے میں ڈال رہے ہیں۔ خدا کے تو آپ قائل معلوم نہیں ہوتے۔ عقلاً دنیا ہی سے شرم کریں اور ایسی لن ترانیاں ہانکنی چھوڑ دیں۔ اب ان لن ترانیوں کا موقعہ نہیں رہا عبداللہ آتھم و شوہر ثانی منکوحہ آسمانی جناب کے نہ مرنے اور لیکھرام کے موافق میعاد و حسب مضمون پیشگوئی قتل نہ ہونے اور فرزند موعود بشیر عمانوائیل کے ابتک پیدا نہونے سے آپ کا حال کس و ناکس پر کھل گیا ہے۔ اب ملاحظہ قضا و قدر و استجابت دعا کا نام نہ لیا کریں۔)

(۶) مینے کئی اشارات اس بات پر زور دیا کہ رومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں

اور صرف ان مسلمانان اہل مقدمہ پر الزام قتل قایم کیا جاتا۔ تو بھی اسکا رجوع اسی الہامی قاتل کیطرف ہوتا۔ ان مسلمانوں نے بیشک مقتول پر مقدمہ کیوں چلایا؟ اُسکی بدگوئی و توہین اسلام کی وجہ سے پنڈت نے ایسی بدگوئی اور توہین کیوں کی؟ جس سے مقدمہ چلانے کی نوبت آئی؟

اسی الہامی قاتل کے انکو اور انکے معبودوں کو برا بھلا کہنے۔ اور کمال اشتعال دلانے سے۔ اور جس حالت میں وہ اس بدگوئی اور اشتعال کے علاوہ بیکھرام کے قتل ہوجانے کی پیشگوئی بھی کرچکا تھا۔ اور تمام ہندوؤں کو اس پیشگوئی کا علم و خیال ہوگیا۔ تو اس کو حق سچا ہوگیا۔ اور بہانہ ہاتھ آگیا۔ کہ یہ قتل اسیکا کام ہے گو اسمیں بعض ہندوؤں نے اور مسلمانان کو بھی شریک و معاون قرار دیا ہے۔ بلکہ اکثر ہندوؤں کا تو یہ خیال ہوگیا ہے۔ کہ تمام مسلمان اس کام میں الہامی قاتل کے مددگار یا کم سے کم ہمدرد اور متفق الرائے ہیں۔

اور اس خیال سے انہوں نے سبھی مسلمانوں کو اپنا دشمن سمجھ لیا ہے۔ اور اُسکے بدلے میں اُنکی ایذا رسانی کا خیال پختہ کرلیا ہے۔

ہندو ایڈوکیٹ وغیرہ ہندو اخبارات نے جو کچھ مسلمانوں کے برخلاف لکھا ہے وہ اسلامی اخباروں میں مشتہر ہوچکا ہے۔ ہم اُسکے ذکر و اعادہ کو پسند نہیں کرتے اور جو عملی کارروائیاں زبردست ہندو زیردست مسلمانوں کی تباہی کے واسطے کررہے ہیں انکو بیان کرکے اپنے مسلمانوں کے زخم کو تازہ کرنا نہیں چاہتے۔

اسکے مقابلے میں مسلمان جو تدبیریں سیلف ڈیفنس (اپنی حفاظت) کے واسطے کررہے ہیں۔ اور جو انکی عملی کارروائی شروع ہوگئی ہے۔ اسمیں ہم انکے اسوجہ سے شکر گذار و ثنا خوان ہیں۔ کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے اسمیں کسی امر خلاف قانون کا ارتکاب نہیں کیا۔ اور اپنے مذہبی زخم کو جو اُنہیں پہنچایا گیا۔ پولیٹیکل ایجیٹیشن

میں قصوروار ہے۔ اور خدا سچے تقوے اور عبادت اور نوع انسانی کی ہمدردی کو چاہتا ہے اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے۔ (یہ فقرہ بھی صراحت کے ساتھ سلطنت روم کی توہین اور اُسپر حملہ کر رہا ہے۔ اور بتا رہا ہے کہ موجودہ حالت سلطنت کو (جسمیں ترقی اور فتوحات حاصل ہوئیں) اور مغروران و مجروحان یونان کے ساتھ سلطنت ٹرکی کی انسانی ہمدردی کو (جسکو اقوام مخالفین نے بھی مان لیا ہے۔) آپ اچھا نہیں سمجھتے۔ اور دل سے اُسپر ناخوش ہیں۔ آپکے اس اعتراض کا کہ "سلطنت ٹرکی میں تقوی و طہارت و عبادت و انسانی ہمدردی نہیں پائی جاتی۔ اسلئے وہ سلطنت برباد ہوگی" جواب اخبار چودہوین صدی نے کافی و وافی دیدیا۔ لہذا ہم اسباب میں اپنی طرف سے کچھ نہین کہتے۔ اُسی جواب کو عنقریب نقل کردینگے انشاء اللہ تعالے۔)

(۷) مگر میں اُسکے (حضرت سفیر روم) دل کیطرف خیال کر رہا تھا۔ کہ وہ ان باتوں کو (جو فقرہ (۵ و ۶) میں کہی گئی ہیں) بہت ہی بُرا مانتا تھا۔ اور یہ ایک صریح دلیل اسبات پر ہے۔ کہ سلطنت روم کے اچھے دن نہیں ہیں (بل بے دلوں کے محرم اسرار۔ تو دلوں کے بھید جان لیتا ہے۔ تو ہم جناب فضیلت مآب الہام انتساب ملا محمد بخش صاحب قادری لاہوری کو تیرے پاس قادیاں بھیجدیتے ہیں۔ جو ارادے اُسکے دل میں گذرتے ہیں اور اُن میں سے وہ کچھ ظاہر بھی کر چکے ہیں وہ تو بتا اور اُسپر جو چاہے انعام پا۔ اے صاحب حیا تو ایسا مطلع القلوب ہوتا تو سفیر صاحب کے سامنے یا اُنکے خط کے جواب و مقابلہ میں اپنے اشتہار کے ضمن میں ایسی باتیں نہ کہتا جنسے تجھے پشیمانی اور شرمندگی کے ساتھ رجوع کرنا پڑا۔ جس کا ثبوت تجھے عنقریب ملیگا۔

اس فقرہ میں بھی تو نے سلطنت اور اسکے فتوحات پر صریح حملہ کیا۔ اور ایک شخص کے اس قصور کے بدلے کہ "اُسنے تیری ان باتونکو بُرا سمجھا" عام سلطنت کا بُرا چاہا۔ اور اِن آیات انصاف سمات کا جس میں ارشاد ہے۔ کہ ہر کسی کا کمایا اُسی پر پڑتا ہے۔ اور ایک

ولا تکسب کل نفس الا علیہا ولا تزر وازرۃ وزر اخری (انعام - ع - ۲۰)	شخص کا بوجھ دوسرا شخص نہیں اوٹھاتا کچھ لحاظ نہ کیا۔)

(۸) پھر اُسکا (حضرت سفیر صاحب کا) بدگوئی کے ساتھ واپس جانا یہ اور دلیل ہے کہ زوال کے علامات موجود ہیں۔ (خاکت بدہاں ای مردک بدزباں) بدگوئی ایک شخص کرے اور اُسکے بدلے تو زوال تمام سلطنت پر لاوے۔ یہ کس خبیث ناپاک مذہب کا اصول و مسئلہ ہے؟ اسلام اور قرآن تو یہی فرماتے ہیں کہ ایک کے گناہ کا بوجھ دوسرے پر نہیں پڑتا چنانچہ ابھی بیان ہوا۔ پھر اُسکے برخلاف تیرا ایک شخص کی بدگوئی سے سلطنت کا زوال چاہنا بیحیائی و بے ایمانی و خیرہ چشمی و بدزبانی نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا اچھا کہا گیا ؎

شور بختان بآرزو خواہند ✦ مقبلان را زوال و نعمت و جاہ
گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ✦ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ
راست خواہی ہزار چشم چنان ✦ کور بہتر نہ آفتاب سیاہ

اے صاحب حیا اگر تو ایسا ہی صاحب تصرف ہے کہ جو تیری بدگوئی کرے وہ اور اُسکی تمام قوم زوال پکڑے۔ تو تو ملا محمد بخش قادری لاہوری اور سائین لادھڑک شاہ چشتی امرتسری کیلئے زوال کا حکم کیوں نہیں کرتا جنہوں نے تیری جورو بیٹی کو نہیں چھوڑا۔ اور اپنے الہام کی شہادت سے تیری بدگوئی کو انتہا تک پہنچا دیا ہے۔ یہ تیری گیدڑ بھبکیان اور دھمکیان ان ہی لوگونکے مقابلہ میں ہیں جو اپنے علو مراتب کی نظر سے تجھے مخاطب نہیں بناتے اور تیری بکواس سُنکر اعراض فرماتے ہیں۔ اور سلام علیکم لا نبتغی الجاہلین کہکر الگ ہو جاتے ہیں۔

ملا محمد بخش اور سائیں لادھڑک شاہ کی متعدد تحریرات و اشتہارات کے جواب سے تو کیوں ساکت ہو رہا ہے۔؟ اسی وجہ سے کہ وہ تیرا گھر پورا کر دیتے ہیں۔ لہذا مسلمانونکو یہی چاہئے کہ تیری ایسی بکواس کے مقابلہ میں خود کچھ نہ بولیں۔ ملا محمد بخش صاحب یا سائیں لادھڑک شاہ صاحب کو پیش کر دیا کریں۔ اور روپیہ پیسہ سے اُنکو مدد دیا کریں۔)

(۹) مینے یہ بھی اُسکو (حضرت سفیہ صاحب کو) کہا کہ خدا نے یہی ارادہ کیا ہے۔ کہ جو مسلمانوں میں مجھ سے علیحدہ رہیگا۔ وہ کاٹا جائیگا۔ بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ تمام باتیں تیر کیطرح اسکو لگتی نہیں۔ اور میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ جو کچھ خدا نے الہام کے ذریعہ فرمایا وہی کہا تھا۔" (یہ حضرت سلطان المعظم کی ذات برایں لائق دشمن اسلام کا صریح حملہ ہے۔ بادشاہ سے اُسکی مراد حضرت سلطان المعظم سب سے پہلے ہیں اور دوسرے اسلامی بادشاہ اُنکے بعد۔ آسلام کی قید اس الہام (یا احتلام شیطان) میں اُسنے اسغرض سے لگادی ہے کہ اس کاٹنے کی دھمکی سے برٹش گورنمنٹ چونک نہ پڑے۔ اور ایسی دھمکیوں اور تخویفات مجرمانہ کی نظر سے جو گورنمنٹ اُسکے لئے رسہ تیار کر رہی ہے۔ (چنانچہ اسی کے دلال و حواری) مشہور کر رہے ہیں۔ وہ جلد اُسکے گل میں نہ ڈالدے۔ مگر اس احمق کو اتنی سمجھ نہیں ہے کہ یہ گورنمنٹ کرم سنگھ کیطرح یہ تو نہیں ہے کہ وہ اسکے اس جھوٹی خوشامد سے اُسکو اپنا خیر خواہ سمجھ لے گی۔ اور ان دھمکیوں اور تخویفات مجرمانہ سے جو گورنمنٹ کے نوٹس میں لائے جا رہے ہیں اُسکو بری کر دے گی۔ گورنمنٹ کو خوب معلوم ہے اور گورنمنٹ اور مسلمانوں کے ایڈوکیٹ اشاعۃ السنہ نے گورنمنٹ کو بار بار جتا دیا ہوا ہے کہ یہ شخص در پردہ گورنمنٹ کا بدخواہ ہے۔ اور یہ گورنمنٹ اور دیگر مخالفین مذہب کے حق میں اپنی کتاب آئینہ کمالات کے صفحہ ۶۰ میں صاف کہہ چکا ہے۔ "کہ نافرمان کا مال اور اسکی جان اُسکے ملک سے خارج ہو کر خدا کے ملک میں داخل ہو جاتے ہیں۔ پھر خدا تعالےٰ کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلا واسطہ رسولوں کے اُنکے مال کو تلف کرے۔ اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچا دے۔ (یعنے اُنکو ہلاک کرے) اور یا کسی رسول کے واسطے سے یہ تجلی قہری (ہلاکت) نازل کرے (یعنے اُنکو تلف کرائے) جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے جا مخالفین مذہب کے مال و جان کو گورنمنٹ ہو خواہ غیر معصوم ہیں جانتا۔ اور اُنکے تلف کرنے کے فکر میں ہے۔ دیر ہے تو صرف جمعیت و شوکت کی دیر ہے۔

143

اُسکے اس فتوے و حکم قطعی کے ساتھ اس فقرہ میں اسلام یا مسلمانون کی قید لگا دینا گورنمنٹ کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ بلکہ صاف یقین دلاتا ہے کہ وہ لفظ گورنمنٹ کو دہوکہ دینے کی نیت سے لکھا گیا ہے۔ اور درحقیقت یہ شخص ہر شخص یا قوم کا جو اُسکی پیروی نکرے مخالف ہے اور اُسکے کاٹے جانے کی فکر و آرزو میں ہے۔

منشی سراج الدین صاحب ایڈیٹر اخبار چودہویں صدی راولپنڈی اپنے پرچہ ۱۵۔ جون ۱۸۹۷ء میں جو کادیانی کو جرم ارادہ بغاوت گورنمنٹ سے بری کرتے ہیں۔ وہ آئینہ کمالات کی عبارت منقولہ بالا کو غور سے پڑہیں۔ اور اگر اسکے کوئی معنے صحیح جنسے بغاوت ثابت نہ ہوتی ہو اُنکے خیال میں آویں تو اُن سے ہمکو اطلاع دیکر ممنون کریں۔ ہمارا یہہ خیال ہے کہ کادیانی کی نسبت آپکا یہہ حُسن ظن آپکے معنے بغاوت سے ناواقفی یا تصانیف کادیانی سے بے خبری پر مبنی ہے۔ جیسا کہ آپ کا اُسکی نسبت یہہ دوسرا خیال کہ وہ ایک پرہیزگار عابد زاہد اور نیک بزرگ ہے۔ (جسکو اپنے پرچہ ۸۔ جولای ۱۸۹۷ء میں ظاہر کیا ہے۔) کادیانی کے حالات سے بے خبری یا ان الفاظ کے معنے سے ناواقفی پر مبنی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ اشاعۃ السنہ جو کادیانی کے اصلی حالات کا صحیح فوٹو ہے منشی صاحب کے ملاحظہ سے نہیں گذرتا ورنہ ان کلمات کا صدور اُسکے حق میں اُن سے ہرگز نہ ہوتا۔

ہم منشی صاحب سے یہ سفارش یا درخواست نہیں کرتے کہ وہ جمہور علماء ہندوستان کیطرح کادیانی کو کافر ملعون۔ دجال کہیں۔ کیونکہ وہ بتقلید اپنے رہبر و لیڈر آنریبل سرسید کے ان لوگونکو بھی کافر نہ کہتے ہونگے جو دہریہ کہلاتے ہیں۔ اور وہ کسی مذہب (محمدی موسائی۔ عیسائی وغیرہ) کو نہیں مانتے۔ اور کسی کتاب آسمانی (قرآن۔ توریت۔ انجیل وغیرہ کو) کلام الٰہی نہیں مانتے۔ اور کسی حکم مذہبی (نماز۔ و روزہ۔ حرام۔ و حلال) پر یقین نہین

رکھتے (چنانچہ سرسید کا مضمون الفطرۃ ھو الاسلام والاسلام ھی الفطرۃ میں مصرح ہے۔ لہذا ہم اُن سے صرف اتنی سفارش کرتے ہیں کہ وہ رجماً بالغیب اس ظالم کو نیک و بزرگ و زاہد و عابد کا خطاب نہ دیں۔ جب تک کہ ان الفاظ کی مفہوم اور اس ظالم و بدکار کے حالات کی طرف توجہ نہ کریں۔ یہ تو اس فقرہ کے لفظ اسلام یا مسلمانوں کی تشریح ہے اب ہم اس فقرہ کے مضمون پر یہ سوال کرتے ہیں کہ آپ سے علیحدہ رہنے والے مسلمانوں کو کا دیانی کا خذانے ازدہ کر لیا ہے۔ تو وہ لوگ جو آپ کے ابتدا زمانہ الحاد و دہریت سے آپکی خدمت گذاری میں ایسے مصروف تھے (جیسے ملائکہ تو بُرے کی جان لینے میں مصروف و مستغرق رہتے ہیں) اب تک کیوں کاٹے نہیں گئے۔ بلکہ برعکس وہ آپ کی ایسی جڑ کاٹ رہے اور بنیاد اکھاڑ رہے ہیں جسکو آپ کا جی جانتا ہے۔

اخیر فقرہ میں جو آپ نے دعوے الہام کیا ہے۔ اور یہی آپ کا قدیم طریق و شیوہ ہے کہ جو کچھ کسی کو بُرا بھلا کہا۔ اُسکو الہام بنا لیا۔ اُسکے مقابلہ و جواب کے لئے اسطرف سے بھی ایک آپ سا الہم محمد بخش قادری لاہوری پیدا ہو گیا ہے۔ مشہور ہے کہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہو ویسا ہی ایسے الہامون کی ہجکنی الہام سے ہو سکتی ہے۔

ہم ایسے الہامون سے عاری تھے۔ اسلئے آپ دن بدن سر اوٹھاتے جاتے تھے۔ اب اسطرف بھی آپ جیسا الہم پیدا ہو گیا ہے۔ جس سے امید ہے کہ آپ کے الہامات کا مقابلہ بخوبی کر لیا کریگا۔

بہتر ہے آپ اب الہام بازی چھوڑ دیں۔ ورنہ الہام کے مقابلہ میں الہام کی گولہ باری تیار ہے۔ صاحب کو مدت سے بڑے بڑے لمبے چوڑے موٹے تازے الہام ہو رہے ہیں۔ جو آپ کے الہاموں کو چکنا چور کر رہے ہیں۔ ضمیمہ اخبار جعفر زٹلی میں مضمون مرزا کا دیانی کی نسبت تازہ پیشگویان ناظرین کے ملاحظہ میں آیا ہو گا مضمون جشن ڈائمنڈ جوبلی کی عجیب یادگار انہوں نے دیکھا ہو گا۔ وعلے ہذا القیاس۔

۱۶۶

آج کل ملا صاحب کو اور الہام ہو رہے ہیں جنکی اشاعت میں صرف ایک انچ کی (قوم کی طرف سے مالی مدد کی) کسر ہے۔ قوم مال سے ملا صاحب کو مدد دے اور پھر دیکھے ملا صاحب کی طرف سے الہاموں کی کیسی بھرمار ہوتی ہے۔ اور کادیانی کے منہ پر کیسی الہامی بوچھاڑ پڑتی ہے۔)

(۱۰) کیا میں اسلام بول میں امن کے ساتھ اس دعویٰ کو پھیلا سکتا ہوں کہ میں مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں۔ اور یہ کہ تلوار چلانے والی روایتیں جھوٹ ہیں۔ کیا یہ سُنکر اسجگہ کے درندے مولوی اور قاضی حملہ نہیں کرینگے۔ اور کیا سلطانی انتظام بھی تقاضا نہیں کریگا۔ کہ اُنکی مرضی کو مقدم رکھا جائے۔ پھر مجھے سلطان روم سے کیا فائدہ۔ ان سب باتوں کو سفیر مذکور نے تعجب سے سُنا اور حیرت سے میرا مُنہ دیکھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے خط میں جو ناظم الہند ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے۔ میرا نام نمرود۔ اور شداد۔ اور شیطان رکھتا ہے۔ اور مجھے جھوٹا اور مزور اور مورد غضب الٰہی قرار دیتا ہے۔ (اس فقرہ میں بھی حضرت سلطان المعظم کی صریح توہین ہے۔ اور اُنکی سلطنت کے جملہ علماء و قضاۃ و مشائخ مکہ و مدینہ وغیرہما کو درندہ کہکر گالی دی گئی ہے۔ اور حضرت سلطان المعظم کو ان ہی درندونکی مرضی کو مقدم رکھنے والا کہکر اُن کی توہین کیگئی ہے۔

ان توہینات کے ساتھ اپنے عقائد باطلہ و دعاوی عاطلہ کی نسبت کادیانی نے یہ اقرار کیا ہے کہ وہ اسلام کے عالموں اور قاضیوں کے نزدیک عقائد صحیحہ و دعاوی حقہ نہیں ہو سکتے۔ اس سے اسکے جاہل پیرو عبرت کا سبق حاصل کریں۔ اور ان عقائد و دعاوی کو عقائد باطلہ و دعاوی عاطلہ تصور کرکے ان سے دست بردار ہو جائیں۔

جب وہ اسلام بول اور اُسکے ماتحت مکہ و مدینہ کے جملہ علماء و قضاۃ کے نزدیک اسلامی عقائد تسلیم نہیں کئے جاتے تو پھر وہ اسلامی عقائد کیونکر ہو سکتے ہیں۔

کادیانی کے عوام اتباع کیلئے جو علوم سے محروم ہیں۔ اور وہ اپنی تحقیق سے کسی عقیدہ کا حق یا ناحق ہونا نہیں پہچان سکتے یہی دلیل ان عقائد کے باطلہ ہونے پر بس ہے۔

ان دس فقرات میں سے بعض فقرات (نمبر ۲ و ۵ و ۹ و ۱۰) میں ڈائرکٹ (بلاواسطہ) اور صراحت کے ساتھ اور بعض فقرات (بقیہ نمبروں) میں ان ڈائرکٹ (بالواسطہ) اور در پردہ حضرت سلطان المعظم کی کادیانی نے توہین کی ہے۔

اس توہین سے بڑھ کر اُسنے اپنے پرچہ جلسہ تحریہ جشن جوبلی میں جناب ممدوح کی توہین کی ہے جو ۷۔ جون ۱۸۹۷ء کو چھاپکر اس بے نصیب نے مشتہر کیا ہے۔ اسمیں وہ لکھتا ہے رہی یہ بات کہ سلطان روم خلیفۃ المؤمنین ہے۔ اسکے ارکان کی نسبت ایسے سوء ادب کے الفاظ مُنہ پر لانا بیباکی اور گستاخی میں داخل ہے۔ سو یہ سراسر ناسمجھی ہے اور درحقیقت جو شخص مجھے ایک کافر دجال بے ایمان کاذب خیال کرتا ہے۔ وہ بے شک میری اس تقریر سے سخت ناراض ہوگا۔ جو میرے اشتہار مورخہ ۲۰ مئی ۱۸۹۷ء میں شائع کی ہے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ ذرہ اپنے دلوں میں فرض کرلو کہ اگر یہ تقریر اس شخص کیطرف سے ہو جو خدا کیطرف سے تیرہ سو برس کے وعدہ کے موافق مسیح موعود ہو کر آیا ہے۔ اور خدا کا نائب ہے۔ جسکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کہا ہے۔ تو کیا سلطان روم کی عظمت کو اُسکے مقابل یاد کرنا اور اُسکی عظمت کو بالکل بھلا دینا بے ایمانی ہے یا نہیں۔ جن دلوں پر خدا کی لعنت ہے ان کا تو کچھ علاج نہیں لیکن عقلمند اور ایمان دار جانتے ہیں کہ ایسے شخص کے ساتھ جسکو خدا نے آسمانی خلافت دیکر ایک عظیم الشان کام کیلئے بھیجا ہے۔ روم کے ایک ظاہری فرمانبردار کو کیا نسبت ہے۔؟ یاد رکھو کہ خدا کے فرستادہ کی توہین خدا کی توہین ہے۔ چاہو تو مجھے گالیاں دو تمہارا اختیار ہے۔ کیونکہ آسمانی سلطنت تمہارے نزدیک حقیر ہے۔ سلطان کا خلیفۃ المؤمنین ہونا صرف اپنی مُنہ کا دعویٰ ہے۔ لیکن وہ خلافت جس کا آج سے سترہ برس پہلے براہین احمدیہ اور نیز ازالہ اوہام میں ذکر ہے حقیقی خلافت وہی ہے۔ کیا وہ الہام یاد نہیں؟ اردت ان استخلف فخلقت ادم۔ خلیفۃ اللہ السلطان ہاں ہماری خلافت روحانی ہے اور آسمانی ہے۔ نہ زمینی۔"

(کادیانی کا حضرت سلطان المعظم کی (جسکو ۲۶ کروڑ مسلمان مذہبی خلیفہ جانتے ہیں) خلافت کو حضرت ممدوح کا اپنے مُنہ کا دعوی قرار دینا اور اپنی خلافت کو (جو درحقیقت شیطان کی خلافت ہے) الہامی اور آسمانی اور روحانی خلافت کہنا۔ اور اُسپر دلیل برطبق دست خود وہان خود اپنی ہی کتاب مجموعہ اباطیل وخزعبیل براہین کے ایک الہام (احتلام الشیطان) کو پیش کرنا اسی کادیانی کا کام ہے۔ (جسپر کوئی صاحب شرم وحیا جرأت نہیں کرسکتا) اور اپنے مُنہ سے خود میاں مٹھو بننا ہے۔ اور پھر اسکا الزام واتہام حضرت سلطان المعظم پر رکھنا۔ اس سے کوئی نہیں پوچھتا کہ حضرت سلطان المعظم نے اپنی زبان مبارک سے کہان دعوے خلافت کیا ہے۔ انکو تو ۲۶ کروڑ مسلمانوں نے مذہبی خلیفہ تسلیم کیا۔ اور تو اپنے ہی مُنہ سے میاں مٹھو خلیفۃ اللہ بنتا ہے۔ اور اسپر اپنے ہی ایک گزشتہ مندرجہ براہین کی سند لاتا ہے۔ اور پھر اس الزام سے شرم نہیں کرتا۔

کادیانی کی اس توہین کو اُسکے اشتہاروں میں دیکھکر مسلمانون کا پتہ پھٹنے لگتا ہے اور اُنکی آنکھوں میں خون بھر آتا ہے۔ پھر اسکے اشتہار ۲۵ جون ۱۸۹۷ء میں اُسکا یہ دعوے کہ مینے سلطان روم کی توہین نہیں کی" پڑھکر اور انجمن حمایت اسلام کے جلسہ ۲۷ جون ۱۸۹۷ء میں اُسکے ایک نائب و وکیل مسٹر کریم بخش سابق ٹیچر سیالکوٹ سکول کا (جو زمانہ نبوت کادیانی سے مولوی عبدالکریم صاحب کہلاتا ہے۔) برملا یہ دعوے کہ حضرت اقدس (اکذب) مرزا صاحب نے سلطان المعظم کی توہین میں کوئی فقرہ یا لفظ نہیں کہا۔ جو مدعی ہو وہ ایک فقرہ یا لفظ اُنکے اشتہارات میں دکھاوے سنکر تعجب پر تعجب پیدا ہوتا اور غیظ پر غیظ بڑہتا ہے۔ اور مصرع

؎ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد ۔ یاد آتا ہے۔ اور ان دروغگویون کے دعوے انکار کے معنے بجز اسکے کچھ سمجھ میں نہیں آتے۔ کہ جسقدر توہین حضرت سلطان المعظم کی اُنہوں نے کی یہ تھوڑی ہے۔ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اور جسقدر آپ کے دل میں ہے یہ اُسکا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ جو کمال تعجب وافسوس کا محل ہے۔

انجمن حمائت اسلام کے کارکن ممبر جو مرزائی نہیں (کیونکہ مرزائی ممبر کسی افسوس کا محل نہیں وہ جسقدر توہین حضرت سلطان المعظم یا اور اکابر اسلام کے انجمن کے مکان میں یا انجمن کے جلسوں میں کرتے اسمیں وہ اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہیں) یہی افسوس و شکایت کے محل ہیں کہ اولاً انہوں نے کادیانی کے نائب کریم بخش سیالکوٹی کو کادیانی کی تقریر پڑھنے کے لئے انجمن کے ہال میں جگہ کیوں دی اور اگر انہوں نے عنوان تقریر سے کہ اسمیں ایک عیسائی کے سوالات کا جواب دینا مقصود ظاہر کیا تھا دھوکہ کھایا تھا۔ تو پھر عین اس مجلس میں جبکہ کریم بخش نے توہین کے ارتکاب سے انکار کیا تھا۔ ان فقرات کو جو ہمنے اس مضمون میں نقل کئے ہیں۔ کیوں پڑھ کر نہ سنا دیا۔ کیا اسوقت اس جلسہ میں کوئی کارکن ممبر انجمن موجود نہ تھا جو لکھا پڑھا ہو۔ اور اس نے ان فقرات اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء و ۷ جون ۱۸۹۷ء کو دیکھا ہو۔ کیوں نہیں؟ ہوگا۔ اور ضرور ہوگا۔ ایک نہیں کئی حضرات ہونگے۔ پھر وہ کچھ نہ بولے۔ اور نائب پرچلا کادیانی اپنا کام کرکے چل دیئے۔ تو وہ ممبران کیونکر محل افسوس و شکایت نہوں۔

امید ہے انجمن ہماری اس شکایت کا ازالہ اور اس نقصان کا جبر و کفارہ عمل میں لائیگی اور آئندہ کسی مرزائی کو انجمن کے مکان میں ایسی تقریر کرنے کا موقعہ نہ دیگی۔ جسمیں وہ اسلام یا مسلمانوں کی توہین یا دل آزاری کر سکیں۔ اس سے مسٹر حفیظ اللہ صاحب لاہوری کی واجبی شکایت کا بھی ازالہ ہو جائیگا۔ جسکو اُنہوں نے پرچہ ۱۰ جولائی ۱۸۹۷ء میں ملا صاحب کے اخبار جعفر زٹلی لاہور میں[1] تحریر کیا ہے۔

---

[1] وہ یہ ہے۔ سلمان اور تمہیں مرزا۔ اور انجمن حمائت اسلام لاہور ۲۷ جون ۱۸۹۷ء کو بروز اتوار اسلامیہ کالج لاہور واقعہ شیرانوالہ دروازہ میں ایک جلسہ ہوا جسمیں کادیانی علیہ اللعنۃ کی طرف سے اسکے ایک مرید نے سراج الدین بی۔ اے (جو کچھ مدت سے عیسائی ہو گیا ہے) کے چار سوالوں کے جواب پڑھ کر سنائے۔ چونکہ ہم پہلے ہی تاڑ گئے تھے۔ کہ مرزا ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنا چاہتا ہے۔ اور غالباً اس آڑ میں وہ محزب اسلام اپنے زہریلے۔ اور خلاف

اس بیان کو پڑھ کر اور یہ حالات و مقالات کادیانی سنکر ناظرین یقین کرینگے کہ کادیانی کے دل مین سلطنت ٹرکی کی سخت عداوت ہے۔ اور اسیوجہ سے اُسنے حضرت سلطان المعظم اور ان کی سلطنت کی سخت توہین کی ہی جسکے سبب وہ واقعی دشمن اسلام کہلانیکا مستحق ہے اس طعن و توہین کے جواب میں جو کچھ ہمنے ان بریکٹ (خطوط وحدانی میں) کہا ہے اس سے بڑھ کر اسلامی اخبارون نے کہا۔ اور حضرت سلطان المعظم کیطرف سے کافی ڈیفنڈ کیا (جواب دیا ہے) اسمقام میں ان اخبارات کا

بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۵۸)

اصول اسلام خیالات ظاہر کرنے سے باز نہ آئیگا۔ اسلئے ہم اس جلسے میں شامل نہیں ہوے۔ لیکن معتبر لوگوں سے سُنا گیا ہے کہ ہمارا خیال درست نکلا۔ مرزا نے جا بجا اپنی مشن کے متعلق بکواس کی ہوئی تھی۔ اور حاضرین میں سے اُنکو جو اسی کا ڈب مفتری۔ مخرب اسلام۔ اور شیطان بصورت انسان خیال کرتے ہیں سخت رنج ہوا۔ ظاہر ہے۔ کہ مسیح الدجال کو مسیح موعود ماننے والونکی تعداد بہت تھوڑی اور نسبتاً وہ جماعت جو اُسے جھوٹا سمجھتی ہی کئی گنا زیادہ ہے بلکہ جہانتک ہمارا خیال ہے۔ فقط لاہور کے مسلمانون کی تعداد میں سے اگر مخالفین مرزا کا صحیح اندازہ کیا جائے تو کادیانی کے تمام چیلوں سے ہزار گنا زیادہ ہونگے اور اگر متبعین مرزا کے اس تعداد کو جو لاہور میں ہے اسی نسبت دیکھا جائے تو اور بھی زمین و آسمان کا فرق نظر آئیگا۔ اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہی۔ کہ انجمن حمایت اسلام لاہور نے کیونکر چند آدمیون کی خاطر ہزارہا اہل اسلام کی دل شکنی جائز رکھ کر اپنے مکان مین ایسے جلسہ کی اجازت دی۔ یہ تمام الزام انجمن حمایت اسلام کے کارکن ممبروں اور خاصکر سیکرٹری پر آتا ہے کہ اُنہوں نے معدودے چند گم کردہ راہ لوگوں کو جنکے ساتھ اُنکا ذاتی تعلق ہے۔ خوش کرنے کے لئے ہزارہا مسلمانونکا دل دکھایا۔ الخ

یہ مسٹر حفیظ سالم کی شکایت بجا ہے۔ مگر ہمنے سُنا ہی کہ آئندہ انجمن کے مکان میں مرزائی دجالون کو اپنے کفریات کے بیان سے ممانعت ہو گئی ہے۔ اِس تجویز سے مسٹر سالم حفیظ کی شکایت کا ازالہ ہو گیا۔ والحمد للہ علی ذلک

(ملکی جوش) کا مخزن اور منبع بنایا۔ لیکن اسقدر برادرانہ و ناصحانہ التماس ضرور کرینگے کہ اس سے بہتر اور آسان تدبیر وہ ہے جو ہم تحریر کرنا چاہتے ہیں۔ اسکا نتیجہ انکی تجاویز کے نتیجے سے مفید تر اور آسانی سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ مگر ہم پہلے ہندو انکی خدمت میں کچھ گذارش کرلیں پیچھے انکی خدمت میں وہ تدبیر عرض کرینگے انشاء اللہ تعالے۔

ہندو صاحبان کی اس حد اعتدال سے گذرے ہوئے جوش کو اعتدال میں لانے کے لئے ہم گذارش کرتے ہیں۔ اور وہی اس فساد کا جو اس جوش سے پیدا ہونے والا ہے علاج ہے۔ کہ اول تو اس یقین کو دل و دماغ سے نکال دیں۔ کہ پنڈت مقتول کا قاتل کوئی مسلمان ہے۔ اور اس یقین کے مقابلے میں اس احتمال کو بھی خیال میں لاویں۔ کہ اسکا قاتل کوئی ہندو ہو۔ جسکی وجہ مذہبی یہ ہو سکتی ہے۔ کہ اس پنڈت سے جیسے مسلمان آزار رسیدہ اور ناخوش تھے۔ ویسے ہی ہندو بھی تھے۔ اور بقول ایڈیٹر اخبار عام (جو ایک پنڈت ہے) وہ ہندوؤنکے بزرگوں کو بھی ویسا ہی پانی پی پی کر گالیاں دیتا تھا۔ جیسے مسلمانوں کے بزرگوں کو اسوجہ سے اس قتل کا شبہ و گمان جیسا کہ ایک کٹر مسلمان پر ہو سکتا ہے۔ ویسا ہی ایک کٹر ہندو پر بھی" پس کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کو اس شبہ کے لئے مخصوص کیا جائے اور اسکی پرائیوٹ وجہ وہ ہے جو اخباروں میں مشتہر ہو چکی ہے۔ اور اس وجہ کی نظر سے سول اینڈ ملٹری گزٹ نے جو نیوٹرل (غیر طرفدار) اخبار ہے اور ہندو و مسلمانوں دونو سے علیحدہ ریمارک کرتا ہے۔ کہ "ممکن ہے کہ آخر کار یہ ایک پرائیوٹ قتل ہو"

اور گو ہندو صاحبان اس احتمال کو خیال میں جگہ نہ دیں اور بلا دلیل اس احتمال اول پر اپنا یقین و ایمان قائم رکھیں۔ کہ ضرور اسکو کسی مسلمان نے مارا ہے۔ اور الہامی قاتل نے اسکو بھگا کر اس قتل کا مرتکب بنایا ہے تو پھر بھی انکو یہ حق کہاں پہنچتا ہے کہ اس جرم قتل میں تمام مسلمانوں کو اسکا شریک و مددگار یا ہمدرد و متفق الرائے سمجھیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

"سراج الاخبار جہلم۔ مطبوعہ ۲۱ جون ۱۸۹۷ء میں ہے:۔

"مرزا کادیانی کے جھوٹے دعاوی اور انبیاء علیہم السلام کی نسبت اہانت آمیز"
"تحریریں اگرچہ وقتاً فوقتاً مدت سے سچے مسلمانون کی نہایت دل آزاری کا باعث ہو رہی"
"تہیں۔ مگر اب جو اوسنے ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء کو اپنے اس اشتہار میں جسکو (حسین کامی سفیر"
"سلطان روم کے) عنوان سے شائع کیا ہے۔ اور اسمیں خواہ مخواہ خلیفۃ المؤمنین حضرت"
"سلطان المعظم روم خلد اللہ ملکہ اور انکی سلطنت پر بیجا حملہ کر کے نہایت بے ادبی استعمال کی"
"ہے۔ اس سے ہندوستان کے ہر طبقہ کے مسلمانونکو نہایت درجہ کا صرف رنج ہی نہیں"
"ہوا۔ بلکہ صریحاً ثابت ہو گیا ہے۔ کہ یہ شخص نہ صرف ان علمائے کرام اور فضلائے عظام کا ہی"
"دشمن ہے۔ کہ جو اُسکے دعاوی باطلہ اور اقاویل کاذبہ کے مخالف ہین۔ بلکہ کُل روئے زمین"
"کے مسلمانون اور سچے اسلام کا جانی دشمن ہے۔ اور جسطرح یوروپ میں "مسٹر"
"گلیڈسٹون سلطنت روم" اور اسلام کا دشمن ہے۔ ویسے ہی ہندوستان مین"
"یہ شخص اُسکا مقلد ہو کر محض اسوجہ سے سلطنت مذکور کا بدخواہ بنا ہے۔ کہ اُسکے سفیر نے اپنے ذاتی"
"مشاہدہ سے اسکے برخلاف کیون رائے دی جو بعینہ ناظم الاخبار لاہور مطبوعہ ۱۵ مئی"
"۱۸۹۷ء میں درج ہو گئی۔ افسوس وہ خلیفۃ المؤمنین روئے زمین جو محافظ حرمین شریفین"
"ہے حیف وہ اعلےٰ حضرت سلطان المعظم جس سے دنیا بھر کے مسلمانون اور اسلام کو عزت"
"وشوکت اور فخر حاصل ہے۔ اُسکی نسبت یہ بیباک مقلد گلیڈسٹونی کمال"
"بے ادبی سے چھوٹا منہ بڑی بات۔ اسطرح پر تحریر کرے "کہ ٹرکی سلطنت آجکل تاریکی"
"سے بھری ہوئی ہے۔ اور وہی شامت اعمال بھگت رہی ہے۔ اور ہرگز ممکن نہیں کہ اُسکے"
"زیر سایہ رہکر ہم کسی راستی کو پہیلا سکین۔ مینے سفیر کو صاف کہدیا کہ سلطان کی سلطنت کی اچھی"
"حالت نہیں ہے۔ اور مین کشفی طریق سے اُسکے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا۔ اور میرے"

۱۶۷

" نزدیک ان حالتون کے ساتھ انجام اچھا نہیں مینے کئی اشارات سے اسبات پر بھی زور دیا "
" کہ رومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتون کی قصوروار ہے۔ اور خدا سچے تقوے اور طہارت "
" اور نوع انسان کی ہمدردی کو چاہتا ہے۔ اور روم کیحالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے"۔"
" جن صاحبونکو ابتدا سے اخبارات پڑہنے کا شوق ہے۔ وہ اس اقتباس سے فوراً معلوم "
" کرسکتے ہیں۔ کہ ٹرکی سلطنت کی نسبت مرزا کادیانی کے فقرات متذکرہ بالا دراصل وہی فقرات "
" ہین جو اس سے پہلے یورپ کا بوڈہا مخبوط الحواس اور اُسکے پیرو بکا کرتے "
" اور اپنے دلی بغض وکینہ سے جو انکو اسلام سے ہے۔ ٹرکی سلطنت اور وہان کے مسلمانون کو "
" بدنام کیا کرتے تھے۔ جنکو اب روم و یونان مین ٹرکی سلطنت نے اپنے اعلےٰ درجہ کی شجاعت "
" ولیاقت سے عملی طور پر صرف جھوٹا ہی ثابت نہیں کیا۔ بلکہ مخالفین مذکور کا مارے "
" خجالت وندامت کے ناطقہ بند کردیا ہے۔ عین جنگ کیحالت میں اپنی جان کے دشمنون کو "
" کھانا کھلانا میدان جنگ میں دشمنون کے مردونکو اپنے پاس سے کفن دیکر عزت سے دفن "
" کرنا قیدیون کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا اونکے عیال واطفال اور مال کی حفاظت کرنا "
" اور زخمی دشمنونکا ہمدردی سے علاج کرنا۔ ترکون کی یہ ایسی ملکی صفات ہیں کہ جنکی اب وہی "
" مخالفین اسلام شہادتیں دے رہے ہیں۔ اور ترکوں کی تعریف سے رطب اللسان ہیں اب "
" غور کرنا چاہیئے کہ ان اوصاف سے زیادہ اور کونسا سچا تقوے اور طہارت اور انسانی "
" ہمدردی ہوسکتی ہے۔ کہ جس سے ترک بزعم کادیانی عاری ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ "
" ترکی سلطنت زنا۔ شراب۔ دغا۔ بداعتقادی اور کفر کی باتونکی سخت دشمن ہے۔ اور اُنکی "
" مرتکبین کیلئے اوسنے سخت سخت سزائیں مطابق احکام الٰہی اور شرع محمدی مقرر کی ہوئی ہین کادیانی "
" کے نزدیک اگر ترکی سلطنت صرف اُنہیں باتوں سے قصوروار ہے کہ وہ سزاؤں کے اجراء "
" سے منہیات اور کفر وشرک کی کیوں روک ٹوک کرتے ہین۔ اور اُسکے کفریہ بکواس کی جسکو "
" اپنے زعم میں ؎ برعکس نہند نام زنگی کافور ۔ یہ راستی سمجھتا ہے۔ آزادی کیون نہین دیتی "

"تو یہ صریحاً احکام ربانی کی مخالفت اور معاذ اللہ شرح محمدی پر اعتراض کرنا ہی اور صد لعنت ہے"
"اُس شخص پر جو باوجود دعوے اسلام کے ایسا اعتقاد فاسد رکھے۔"
"کادیانی کے اس لکھنے سے کہ مینے سفیر کو یہ بہی کہا کہ خدا نے یہی ارادہ کیا ہی کہ جو مسلمانوں میں"
"سے مجھ سے علیحدہ رہیگا۔ وہ کاٹا جاویگا۔ بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔ ثابت ہوتا ہے"
"کہ اُسکا الہام کرنیوالا خدا بہی صرف بیچارے مسلمانوں ہی کا دشمن اور انکے خون کا پیاسا ہی"
"اور جو لوگ اوسکے پیارے رسول اور بانی اسلام کی وقتاً فوقتاً اپنی تحریروں و تقریروں"
"میں تہتک و بے عزتی کرتے رہتے ہیں۔ اون سے وہ صرف راضی اور خوش ہی نہیں ہے۔"
"بلکہ اس دنیا میں بھی کادیانی اور اُسکے گروہ کے ساتھ باقی رکھنے کیلئے اُنہیں لوگونکو اُس نے"
"منتخب کیا ہے۔ مگر کادیانی صاحب کو خوب واضح رہے کہ عیسائی و ہنود ایسے نادان نہیں ہین"
"جو اونکی اس چاپلوسی پر غرہ ہو کر اُنکی طرف سے مطمئن ہو جائینگے۔ الخ"

اخبار چودہویں صدی مطبوعہ ۱۵ جون ۱۸۹۷ء میں کادیانی کے اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء کے جواب میں بڑا بسیط مضمون سات صفحہ کلان تقطیع کا لکھا ہے۔ ہم اس مقام میں اُسکا انتخاب کرتے ہیں۔ اُسکے پانچویں صفحہ میں کہا ہے:۔

"مرزا صاحب کی نسبت معلوم نہیں کن وجوہات سے گورنمنٹ یا اُسکے بعض حکام کو کچھ"
"بدگمانی پیدا ہو گئی ہے یہ بات عموماً بیان کیجاتی ہے اور اس امر سے سول اینڈ ملٹری گزٹ"
"لاہور نے اسی بنا پر ایک دو دفعہ مرزا صاحب کی مخالفت کی اور گورنمنٹ کو کہا کہ ان سے"
"ہشیار رہنا چاہئے تائید ہوتی ہے ہمنے سول کی اس بے بنیاد بدظنی کی مخالفت کی تھی"
"اور لکھا تھا۔ کہ مرزا صاحب پر کوئی ایسا اشتباہ کرنا نہائت سخت غلطی ہے۔ مگر باین ہمہ"
"مرزا صاحب کو یہ امر سب سے زیادہ معلوم ہوگا۔ کہ وہ کسیقدر مشکوک خیال کئے جاتے ہین"
"اور مرزا صاحب اکثر اس شک کے رفع کرنے کی کوشش یہی کرتے ہیں چنانچہ حال ہی مین"
"اُنہون نے ایک رسالہ ۳۲ صفحہ کا تحفہ قیصریہ کے نام سے چھاپا ہے جسمیں انگریزی گورنمنٹ"

148

"کی برکتون میں جو ہندوستان کو حاصل ہوئی ہین ایک یہ سب سے بڑی کت بیان کی ہے"
"کہ ہندوستان مفلس ہوگیا ہے۔ اور یہ ہندوستان کی روحانی اصلاح کے واسطے نہایت"
"ضروری تھا۔ اسیطرح ملکہ معظمہ دام اقبالہا کے حضور میں اپنے آپ کو حضرت مسیح کا ایلچی بناکر"
"پیش کیا ہے۔ اور اس رسالہ میں جو آپ انگریزی میں ترجمہ کرکے شائع کئے جانے والا ہے۔"
"اور گو یہ تمام ایک فضول اور بیفائدہ امر ہے۔ لیکن مرزا صاحب نے اپنی طرف سے"
"صفائی پیش کرنے کی کوشش اچھی طرح کرلی ہے۔ اب سفیر کی ملاقات کے معاملہ میں مرزا صاحب کو"
"ایک ایسی ہی مشکل پھر پیش آگئی۔ جس کا انکو پہلے سے کچھ خیال نہیں تھا۔ اور نہیں ہوسکتا تھا"
"سفیر مذکور لاہور میں رہے اور وہان مسلمانون نے اسقدر دہوم دہام اور شان و شوکت"
"سے انکا استقبال اور مہمانداری کی کہ اسکی نظیرین بہت کم موجود ہونگی۔ اسیطرح امرتسر"
"میں انکی خاطر تواضع ہوئی۔ مگر اس عرصہ میں لاہور یا امرتسر کے مسلمانون کی نسبت کوئی"
"خیال کسی قسم کا پیدا نہیں ہوا۔ لیکن جسروز سفیر نے قادیان میں قدم رکھا اسی روز اخبار"
"پاؤنیر اور سول اینڈ ملٹری گزٹ نے جو نیم سرکاری اخبارات ہیں۔ یہ فقرہ چھاپ دیا"
"کہ سفیر قادیان گیا ہے۔ اور یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ ایک خفیہ رپورٹ تیار کر رہا ہے"
"سفیر کی نسبت یہ فقرہ اس بدگمانی نے کہلوایا۔ جو کم سے کم بعض انگریزوں کو مرزا صاحب"
"کی نسبت ہے۔ اور غیر متوقعہ ریمارک سے وہ زخم جسکا مرزا صاحب اندمال کرنے کی"
"کوشش کر رہے تھے۔ پھر تازہ ہوگیا۔ اور مرزا صاحب کو لینے کے دینے پڑگئے۔ لوگ"
"کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کے مریدوں نے مرزا صاحب کے ایما سے یا بغیر انکے اشارہ کے"
"سفیر کو قادیان جانے کے اسواسطے ترغیب دی تھی تاکہ مرزا صاحب کی کوئی وہ پیشینگوئی"
"جسمین لکھا ہے کہ انکے دروازہ پر سلاطین کے سفیر حاضر ہونگے پوری ہوجائے۔ مگر جب"
"نماز چھوڑانے کی کوشش میں روزے گلے پڑگئے تو مرزا صاحب نے اپنی اس"
"پیشینگوئی کے پورا ہونے کو فی الحال ملتوی کردینا اور اس الزام سے اپنی بریت کرنا مقدم"

"خیال کیا۔ جوان دو انگریزی اخباروں نے اُپر چڑھ دیا تھا۔ اور یہ انہار ہیں سلطان معظم کو"
"ناحق طور پر بُرا بھلا کہا گیا ہے۔ اور انگریزی سلطنت کی بلا ضرورت اور بے موقع تعریف"
"کی گئی ہے۔ ان واقعات کا نتیجہ ہے۔ لوگو نکو بلا شبہ الہام نہیں ہوتا ہے۔ اور وہ صرف"
"مرزا صاحب کا حصہ ہے۔ لیکن جن لوگوں نے یہ واقعات سُنے ہیں۔ اُن سے یہی استدلال"
"کیا ہے اور یہی نتیجہ نکلا ہے۔ اس سے زیادہ علم خدا کو ہے یا مرزا صاحب کو ہوگا۔ جو ذاتے"
"ہیں کہ خدا ان سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور وہ سب باتیں اُنکو بتا دیتا ہے جو صدیوں پہلے"
"ان لوگو نکو بھی معلوم تھیں۔ اور انہوں نے کہدی تھیں۔ جو اس خاص الہام اور"
"ہمکلامی کے مدعی تھے"

اور پھر اسکے صفحہ ۶ میں کہا ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

"کہ مینے یہ بھی اس (سفیر) کو کہا کہ خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے"
"مجھسے علیحدہ رہیگا وہ کاٹا جائیگا۔ بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔ اور میں خیال کرتا ہوں"
"کہ یہ تمام باتیں تیر کیطرح اُسکو لگی تھیں۔ اور میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ جو کچھ خدا نے الہام"
"کے ذریعہ فرمایا تھا وہی کہا تھا" اور مجھکو یقین ہے کہ مرزا صاحب کی یہ باتیں ہر ایک مسلمان"
"کے دل میں تیر کیطرح لگیں گی۔ جو اس نام اور اس نام سے پکارے جانے والوں کو رکھتا ہے"
"ایک ذرہ بھر بھی محبت اور ہمدردی رکھتا ہو۔ اور مرزا صاحب کے اس الہام کو ایک مجنون"
"اور مخبوط الحواس شخص کے ہذیان سے بڑھکر کچھ بھی نہیں سمجھا جائیگا۔ مرزا صاحب کو الہام"
"کرنے والے خدا کو صرف مسلمانوں سے دشمنی ہے اور وہ مسلمانوں ہی کے خون کا پیاسا ہے"
"تمام دیگر کفار پر اسکو کوئی غصہ نہیں آتا ہے۔ صرف دنیا کے چالیس پاسچاس کروڑ مسلمان"
"مرزا صاحب اور انکی مبارک جماعت کے واسطے قربانی پر چڑھائے جانے والے ہیں۔"
"اور دنیا میں مرزا صاحب اور انکی جماعت کے ساتھ باقی رکھنے کے واسطے دنیا کے کفار ہی"
"منتخب کئے گئے ہیں۔ مگر ان کفار کو بھی اپنی اس خوش قسمتی پر بہت نازاں نہیں ہونا چاہئے"

۱۶۹

وہ اگر مرزا صاحب کو پھر غصہ آگیا تو انکو بھی کٹوا ڈالیں گے۔ اور دنیا کے واسطے اپنے وجود باجود اور
"اپنے اشرف واعظے جماعت کو کافی سمجھیں گے"

(ناقل کہتا ہے۔ صاحب اخبار چودھویں صدی کا دجالی کا وہ فقرہ جو ہمنے ص۱۵۲ میں اس کی کتاب آئینہ کمالات سے کوٹ (نقل) کیا ہے۔ توجہ سے ملاحظہ فرمائینگے تو یقین کرینگے اور ایمان لائیں گے کہ وہ غصہ آیگا کب وہ آیا ہوا ہے۔ اگر دبا ہوا ہے۔ انکے اظہار و استعمال کے لئے صرف حصول جمعیت و شوکت کی دیر و کسر ہے۔ اور پھر وہ اپنے اس خیال کو کہ کادیانی کی نسبت بغاوت کا خیال بے بنیاد و نبلنی ہے بدل دینگے)

پھر اسی پرچہ کے ص۹۷ میں کہا ہے۔

"امیر المؤمنین حضرت سلطان المعظم غازی عبد الحمید خان خلد اللہ ملکہ کی نسبت جبتک مسٹر گلیڈسٹون"
"اور کسین میکال اور انکے چیلوں جیسے درندے دشمن اسلام اور مسلمانوں کے خون کے پیاسے"
"موجود تھے۔ مرزا صاحب کو کوئی پیشگوئی کرنے کی تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں تھی۔ مرزا"
"صاحب نے تحفہ قیصریہ میں اس امر کی اچھی طرح سے تشریح فرمادی ہے۔ کہ حضرت مسیح کی"
"روح نے اُن میں حلول کیا ہے۔ اور حضرت مسیح برت اول اور یہ اُنکے مثنی ہیں۔ پس جب تک"
"برت اول کی اُمت میں مسلمانوں کے ایسے خونخوار دشمن موجود ہیں جیسے گلیڈسٹون اور کسین میکال"
"اور انکی پشت پناہ رامت ہے۔ اور وہ اپنے فرض اور کام کو اچھی طرح سے پورا کر رہے ہیں۔ تو جناب"
"مثنی صاحب کو جبکہ وہ سوائے چند الفاظ بد کہنے کے اور کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔ اس تکلیف کرنے"
"کی کیا ضرورت تھی۔ خصوصاً اس حال میں جبکہ انکا الہام اصلی نہیں تھا۔ بلکہ سکینڈ ہینڈ"
"اور براہ راست ترکی سے نہیں آیا تھا۔ بلکہ گلیڈسٹون اور میکال اور ایسے ہی"
"بدگوئوں کے دماغ اور زبان کی وساطت اور ذریعہ سے حضرت مثنی کے مغز شریف پر نازل"
"ہوا تھا۔"

"ترکی کے حالات واقعی اور اصلی کو وہ اس لاش سے زیادہ نہیں جانتے جو ایک دو صدیاں"

پہلے زمین کے نیچے دفن کردی گئی ہو۔ "

" دولت علیا عثمانیہ کی نسبت جو لوگ ایک عام اور سرسری واقفیت بھی رکھتے ہیں۔ وہ "
" اُسکو بخوبی جانتے ہیں۔ کہ یورپ میں صدیون تک ترکونکی فتح وظفر کی موجین اٹھتی رہی ہیں "
" بارہا تمام یورپ نے متفق ہوکر ان کا مقابلہ کیا۔ مگر اس سیلاب کو نہ روک سکے۔ آخر کار "
" صرف مسلمان سلاطین کی باہمی خانہ جنگیون اور ترکی فتوحات کی موج افریقہ کیطرف پھر جانے سے "
" یورپ کو نجات مل گئی۔ اس زمانہ میں یورپ نے جدید علوم وفنون جنگ اور ہر ایک قسم "
" کی اسلحہ میں ترقی کی۔ اور ترکون نے اُن ترقیات کو اختیار کرنے کی پرواہ نہیں کی۔ اور "
" یہی امر سلطنت ترکی کے ضعف کا باعث ہوگیا۔ روس۔ انگلستان۔ اور فرانس۔ تینوں نے "
" متفق ہوکر سمندر میں ترکوں پر غلبہ حاصل کیا۔ اسکے بعد بھی ترکون نے اپنی وہ کمی جو جدید سامان "
" جنگ کے مقابلہ میں تھی پوری کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اور جب کوشش کیگئی تو ایک "
" نقصان عظیم اٹھانا پڑا۔ یعنے فوج ینگ چری کو نیست ونابود کرکے کامیابی ہوئی۔ اور "
" اس سے اسوقت موجودہ کے واسطے اور کمزوری ہوئی۔ اور اسکے بعد سلاطین کی ذاتی "
" کمزوری سے سلطنت کا حال اور بھی خراب ہوگیا۔ گو ترکوں کی شجاعت اور بہادری کو کوئی "
" چیز کم نہین کرسکتی تہی۔ جنگ روم وروس میں صرف بعض ترکی افسرونکی نالائقی سے ترکی کو "
" نقصان اُٹھانا پڑا۔ مگر اس تمام تاریکی میں جو ٹرکی کی سلطنت پر چھاگئی تھی۔ خداوند کریم نے "
" ایک روشن اور درخشان آفتاب کو پیدا کردیا۔ وہ آفتاب سلطان عبدالحمید خان غازی "
" خلد اللہ ملکہ تھے۔ اس جوان مرد جوان ہمت ثابت قدم اور مستقل مزاج سلطان نے اپنے ملک "
" کی ضروریات کو کماحقہ سمجھ لیا۔ اور ایسی سرگرمی اور جوش اور استقلال کے ساتھ اُنکے مہیا کرنیمیں "
" مصروف ہوا۔ کہ اپنی ذات کے واسطے اُسنے آرام اور آسائش کو حرام کرلیا۔ چار معزز "
" عیسائی شخصون نے جنمین دو سفیر انگریزی اور دو سفیران امریکہ ہیں۔ اپنے اپنے تجربون سے "
" یہہ شہادت دی ہے۔ کہ سلطان عبدالحمید خان اپنے تمام ہمعصر سلاطین میں سب سے بزرگ "

" شاہنشاہ ہے۔ (دیکھو اینگلنڈ اینڈ یوین مورخہ ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء) لارڈ ڈفرن نے اپنی تجربات "
" زمانہ سفارت کے بعد یہ بیان کیا۔ کہ سلطان عبدالحمید خان اپنی جفاکشی نفس کشی شاقہ محنت کی "
" برداشت اور اپنے ملک اور قوم کی اصلاح کی کوششوں میں تمام سلاطین عثمانیہ سے سب سے بزرگ "
" مرتبہ رکھتا ہے۔ (یہ مضمون لنبا ہے۔ اور ہم اُسکا آئندہ پرچہ میں پورا ترجمہ چھاپ دینگے۔) "
" اس قسم کی ہزارہا شہادتیں اس بزرگ شخص کی تعریف میں موجود ہیں۔ جو اُسکی مسلمان رعایا نے "
" نہیں بلکہ غیر ممالک عیسائیوں نے اپنے اپنے تجربات سے دی ہیں۔ اور صرف چند الفاظ نہیں "
" بلکہ اُسکے حالات پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔ "
" سلطان المعظم کے ان اوصاف حمیدہ اور ان بزرگ کوششوں کا نتیجہ تمام دنیا نے دیکھ "
" لیا ہے۔ ایک شخص کام کرنے والا اور جو نتائج اسکے کام نے پیدا کئے ہیں اُسکی نظیر دنیا کے "
" تاریخ کے صفحوں میں بہت کم ملے گی۔ سب سے پہلے اور بڑی کوشش تعلیم اور ہر ایک قسم "
" کے علوم و فنون کی اشاعت کے واسطے کی گئی۔ اور ہر ایک قسم کی جدید اور قدیم تعلیم نے اسقدر "
" حیرت انگیز طور پر ترقی کی ہے۔ کہ اوسکو سُنکر دولت عثمانیہ کے دشمنوں کے دل پھٹ جانے "
" چاہیئے۔ اعلےٰ تعلیم کیواسطے صرف قسطنطنیہ میں آجسے پانچ سال پہلے ہر ایک قسم کے علوم "
" و فنون کی تعلیم کے بارہ کالج موجود تھے۔ اور اسکے بعد جتنے اور جدید دارالعلوم جدید تعلیم "
" کے قائم ہونے کی خبریں سنی ہیں۔ وہ سب ملا کر بیس تک پہنچ گئے ہونگے۔ "
" یہ دارالعلوم یورپ کے کسی ملک کے کالجوں اور یونیورسٹیوں سے کسی امر میں کم نہیں "
" ہیں۔ ابتدائی اور درمیانی تعلیم کے مدرسوں کا تو اندازہ کرنا مشکل ہے۔ ہر ایک گانوں "
" اور قصبہ تک میں مدرسے قائم ہو چکے ہیں۔ اور تعلیم کا خرچ سالانہ تین کروڑ روپیہ سے بھی "
" زائد ہو گیا ہے۔ اسکے علاوہ عربوں کی تعلیم کے واسطے ایک عظیم الشان کالج عرصہ سے "
" کھلا ہوا ہے۔ اور جس اہتمام سے عربونکو تعلیم دیجا رہی ہے۔ اُسکی کوئی نظیر عرب کی گذشتہ "
" تاریخ میں موجود نہیں ہے۔ قدیم تعلیم کا اہتمام اسکے علاوہ ہے۔ اور یہ تمام سلطان حال کی "

" کوششوں اور علمی ترقی کے شوق کا نتیجہ ہے۔ آج کل اخبارات میں مشتہر ہوا کہ حضرت سلطان نے "
" تہسلی میں جو تازہ مفتوحہ صوبہ ہے۔ مدارس کھول دیئے جانے کا حکم دیدیا ہے۔ ہر ایک قسم کے "
" علوم و فنون اور جنگی اور بحری اور عام اعلےٰ و ادنےٰ تعلیم کے ساتھ ساتھ جس دوسری چیز کا حضرت "
" سلطان کو فکر رہا ہے۔ اور جس کام کو وہ ویسی ہی سرگرمی سے کرتے رہے ہیں۔ وہ ترکی فوج "
" کو جدید اصول جنگ کے مطابق تربیت اور مسلح کرنا تہا۔ اس امر میں جو اس اپنی قوم کی عزت "
" اور آبرو کے عاشق اور شیدا سلطان کو کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اسکو تمام دنیا نے تسلیم "
" کرلیا ہے۔ دس لاکھ سپاہی تربیت یافتہ اور جدید اسلحہ سے مسلح ترکی نے تیار کردیا ہے جسمین "
" ترکوں کے علاوہ عربون۔ کردوں۔ چرکسوں۔ کی ایک بہت بڑی تعداد بھی داخل کرلی گئی ہے۔ "
" اور انکی تربیت کو تمام یورپ کی طاقتون نے صرف تسلیم ہی نہیں کیا۔ بلکہ اپنے سپاہیوں کے "
" اخلاق اور تربیت پر نظر ڈال کر شرمندہ ہوتے ہیں۔ "
" ترکوں نے جو شجاعت برداشت حسن اخلاق اور نیکی اور احسان اور فیاضی مغلوب دشمن کے "
" ساتھ ظاہر کیا ہے۔ اسکی بھی کوئی نظیر کسی لمبی چوڑی تہذیب کی مدعی قوم نے ظاہر نہیں کی۔ "
" ہمکو اپنی سرحد کے تازہ واقعات کے حالات معلوم ہیں۔ کہ مسلمانوں کی لاشین اور ڈاڑہیاں "
" جلائی جاتی تہین۔ انکی بے پناہ عورتون کو بے آبرو کیا جاتا تھا۔ اور ایسے ایسے ظلم کئے جاتے "
" تھے۔ جنکو سنکر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ غرض دولت علیا عثمانیہ کی نسبت جہاں تمام "
" یا اکثر یورپ کی طاقتوں کو اسکی تازہ جنگی زندگی پر سخت تعجب اور حیرت ہوئی ہے۔ وہان اس امر کو "
" بالاتفاق تسلیم کرلیا گیا ہے کہ ترکی نے اپنی عزت اور رتبہ پہر دنیا کی سب سے بڑی سلطنتونکے "
" برابر قائم کرلیا ہے۔ اور یورپ کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت تنہا اور بعض صورتوں میں دو "
" اور تین بھی ترکی کا بال بیکا نہیں کرسکتی ایک عیسائی سلطنت نے چند روز ہوئے ہیں کہ "
" ایک دوسری سلطنت کو اس امر پر آمادہ کیا کہ دردانیال میں سے گذر کر سلطان کو پکڑ لیا جائے "
" لیکن اب انکو معلوم ہوگیا ہے کہ یہ کوشش صرف انکی اپنی تباہی کا باعث ہوئی۔ کیونکہ دردانیال "

151

" کے تمام قلعوں کے سلسلہ پر اندر اور باہر کیطرف دس بارہ ہزار توپیں چڑہی ہوئی ہیں جو وہانسے "
" گذرنے کی کوشش کرنیوالے کے واسطے کافی ہیں۔ کیونکہ وہ توپیں زنگ خوردہ نہیں ہیں "
" بلکہ اُنکے ہمرنگ ہین۔ جنہون نے ایک لاکھ یونانیون کو ایک ہفتہ میں اُنکے گہر پہنچا دیا ہے "
" ترکی کی یہ حیرت انگیز اور عظیم الشان ترقی اور یہ تازہ زندگی صرف عبدالحمید خان خلد اللہ ملکہ "
" کی سر توڑ اور اَن تہک کوششونکا نتیجہ ہے۔ اس بزرگ کی تمام عمر اسی فکر اور غم اور اندیشہ "
" میں گذر گئی ہے۔ ایک مسلمان کا اسوقت دل بہر آتا ہے جب وہ سلطان کی نسبت سنتا ہے "
" کہ اُسکے زرد چہرہ پر غم اور اندیشہ کے آثار ہر وقت پائے جاتے ہیں۔ یہہ غم اور اندیشہ صرف "
" اس کھوئی ہوئی عزت اور آبرو کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوششوں کا ہے۔ یہ غم اور اندیشہ "
" اپنے ملک اور قوم اور اسلام کی عزت اور آبرو کو پھر دنیا میں قایم کرنے کا ہے۔ یہہ غم اور "
" اندیشہ اسلام کے قدیم اور تاریخی دشمن عیسائیون سے اسلام اور مسلمانی کو بچا لینے کا ہے۔ "
" اسکے سوا کسی اَور چیز کا نہیں ہے۔ ترکوں کی قوم ہمیشہ اپنی شجاعت اور حسن اخلاق کے "
" واسطے مشہور ہین۔ لیکن سلطان المعظم کے اخلاق حمیدہ نیکی فیاضی اور جب قوم کے خیالات "
" کے نمونہ نے تمام قوم کو ان اوصاف میں دنیا کے سامنے ایک نمونہ بنا دیا ہے۔ حضرت "
" سلطان بذات خود جسقدر نیکی اور فیاضی اور احسان کے کام کرتے ہیں وہ اپنا نظیر "
" ہی نہیں رکھتے۔ اسقدر یتیمون اور بیواؤن اور عاجزون اور درماندون غریب الوطن "
" مسافرون اور حاجیوں کی خدمت اپنی جیب خاص سے کرتے ہیں۔ کہ اُسکا شمار نہیں ہو سکتا "
" اور یہی احسانات عیسائی رعایا کے ساتھ مرعی رکہے جاتے ہیں۔ یورپ کے ممالک سے "
" جتنی دفعہ مظلوم یہودی عیسائیون کی شائستگی اور ہمدردی نوع انسان کے ثبوت میں "
" بے خانمان اور خانہ ویران کرکے اُنکے بال بچونکے ساتھ نکال دئے گئے۔ سلطان عبدالحمید خان "
" سے بڑہ کر کس سلطان اور کس شخص نے اُنکو پناہ ملک زمین اور گھر رہنے کے واسطے دیئے "
" ہیں لکھو کہا مسلمان جو ہر سال عیسائی سلطنتون اور ریاستون کے ظلم سے اپنے گہر بار اور "

کیا اُنکو معلوم نہیں ہی کہ ہندوستان کے مسلمانون میں بہت ہی کم لوگ ہین جو الہامی قاتل کو مسلمان سمجھتے ہون - وہ تو جمہوری رائے سے اسکو دائرہ اسلام سے خارج کر چکے ہین - اور علماء ہندوستان و پنجاب پشاور سے کلکتہ اور مدراس و بمبئی تک اُسپر تکفیر کا فتوے لگا چکے ہیں جو اشاعۃ السنہ جلد (۱۳) میں درج ہو کر تمام ملکون مین شایع ہو گیا ہے - اور اُسکی ایسی کارروائیون سے کہ وہ ہندوؤن اور اُنکے معبودون اور اکابر مذہب کو گالیان دیتا ہے - وہ لوگ بھی ناراض ہیں جو ہنوز اُسکو کافر نہیں کہتے - بلکہ صرف گمراہ یا خطاکار قرار دیتے ہیں - اور اس دشنام دہی سے وہ اپنے ہادی کی تاکیدی ہدایتون کو مانع پاتے ہیں - قرآن شریف میں جو مسلمانوں کا دین و ایمان ہے خدا کا یہ ارشاد ہے - جنکو تمہارے مخالف خدا کے سوا پکارتے اور پوجتے ہیں - اُن کو تم گالی نہ دو وہ دشمنی سے اُسکے بدلے و مقابلہ میں خدا کو گالیان دینگے -

لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم (انعام - ع - ۱۳ -)

بخاری و مسلم میں جو مسلمانوں میں قرآن کی مانند واجب العمل تسلیم کیجاتی ہیں ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - کہ بڑے بہارے گناہون سے یہ عمل ہے کہ انسان اپنے ماباپ کو گالیان دے - کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا بھی کوئی ہے جو اپنے ماباپ کو گالیان دیتا ہو - آپ نے فرمایا ہان (لوگ یون گالیان دیتے ہیں) کہ اس نے اُس کے باپ کو گالی دی - وہ اُسکے باپ کو گالی دیتا ہے - اُس نے اُسکی ما کو گالی دی وہ

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الکبائر شتم الرجل والدیہ قالوا یا رسول اللہ وھل یشتم الرجل والدیہ قال نعم یسب ابا الرجل فیسب اباہ ویسب امہ فیسب امہ متفق علیہ (مشکوۃ ص۴۱۱)

" املاک چھوڑ کر آوارہ اور مصیبت زدہ نکل آتے ہیں۔ اُنکو کون پھر گھر اور جائیداد میں زمینیں "
" اور آرام اور پناہ دیتا ہے۔ "
" مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ٹرکی کی اُنکو اچھی حالت نہیں نظر آتی۔ انجام اچھا نہیں "
" نظر آتا۔ وہ خدا کے نزدیک کئی باتوں کی قصوروار ہے۔ تقوے اور طہارت اور نوع انسان "
" کی ہمدردی اسمیں نہیں ہے۔ اسواسطے وہ برباد ہونے والی ہے۔ یہ تمام مہمل جملے اس قسم "
" کے ہیں۔ جو ایک ہوشیار جاہل اور چالاک ناواقف شخص کی زبان سے نکلتے ہیں جو صاف "
" طور پر کہنے کی جُرأت نہیں کرتا۔ زیادہ سے زیادہ ان سے یہ سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ ظالم "
" عیسائیوں نے جو پچھلے دنوں میں آرمینیا کے فساد میں سلطان اور ترکوں پر جھوٹے اور "
" بے اصل الزام لگائے تھے۔ اور جنکی خود عیسائیوں کی ایک تحقیقات کرنے والے جماعت "
" نے تکذیب اور تردید کر دی تھی۔ انکی طرف اشارہ ہے۔ مگر ان حالات کی تحقیق کے بعد اب "
" صرف ایک **کینن میکال اور گلیڈسٹون کا چیلہ** ہی۔ (یعنے مثلاً کادیانی) "
" جسکو اپنی عمیق خونی سازش میں ناکامی ہوئی تھی۔ پھر ان جھوٹے الزامات کا نام لے سکتا ہے "
" انصاف کرنا چاہیئے کہ سلطان اور ترکوں کو اپنی رعایا آرمینیا سے بہت دشمنی تھی۔ اور اُنکی "
" جان کے دشمن تھے۔ لیکن یونانی عیسائی جو فوجیں لیکر چڑھ آئے تھے اُنکو فتح کرنے کے بعد "
" انہیں ظالم اور بے رحم ترکوں کو صرف رحم اور احسان کرنا ہی آتا تھا۔ اور ایک سال چھ مہینے "
" میں ہی ان کی فطرت تبدیل ہو گئی تھی۔ (کہ انہوں نے یونانیوں سے وہ سلوک کیا جس کے "
" دشمن بھی ثناخوان ہوئے۔) "
" اب رہی نوع انسان کی عام ہمدردی وہ معلوم نہیں ہمارے رسول جدید کی فہم اور "
" رائے میں کیا چیز ہوتی ہے۔ کیا وہی ہمدردی ہوتی ہے۔ جو روس نے لکھو کہا مظلوم یہودیوں کی "
" نسبت اور پولینڈ میں ظاہر کی تھی۔ اور سائبیریا میں ہمیشہ ظاہر کیجاتی ہے۔ کیا وہی "
" ہمدردی ہوتی ہے۔ جو تمام عیسائی قومیں اور سلطنتیں افریقہ کے بے زبان نوع انسان کی "

152

" نسبت ظاہر کر رہے ہیں جنکو خشک گھاس کیطرح کاٹا جا رہا ہے۔ جنکو سیخوں پر چڑھا کر بھونا جاتا ہے "
" جنکے خون سے تمام افریقہ کی زمین سُرخ ہو گئی ہے۔ کیا وہی ہمدردی ہوتی ہے۔ جو آرمینیا "
" کے عیسائیون کی جھوٹی سازشون اور مفسدون کے واسطے جوش میں آگئی تھی۔ لیکن اس "
" ہمدردی کی پھوٹی ہوئی آنکھون کے سامنے کریٹ میں بے بنیاد اور مظلوم مسلمانوں کو ذبح کر ڈالا "
" ہزارہا مسلمان عورتین بچے بوڑھے گھروں میں پہاڑ کی غاروں میں بند کر کے جلا دیئے گئے "
" اور کھوکھا مسلمان اپنے گھروں سے بے گھر خانہ ویران اور سرگردان جنگلون اور پہاڑون "
" میں ٹکراتے اور مصیبت اور فاقون سے جان دیتے پھر رہے ہیں۔ "
" اس نوع انسان کی ہمدردی کی مثالین خود ہمارے ملک کی زمین سے لوگ کافی جمع "
" کر دینگے۔ عیسائیون کی نوع انسان کی ہمدردی ایک جھوٹا فقرہ اور جھوٹا جملہ ہے۔ جو انکی "
" زبان سے نکلتا ہے۔ ہر ایک کو صرف اپنے مدعا۔ اور اپنی غرض سے ہمدردی ہے۔ اور "
" بڑے پیمانہ میں سوائے عیسائیت کے تمام دنیا کو غارت کر دینے سے روس سے جب ستم رسیدہ "
" یہودی نکالے گئے تھے۔ پولینڈ اور سائبیریا کے قصے تمام جہان میں مشتہر کئے گئے تھے۔ تو کونسی "
" عیسائی طاقتین انکی ہمدردی کے واسطے کھڑی ہوئی تھیں۔ یا کس نے اس کو ٹوکا بھی تھا۔ آج "
" افریقہ میں ایک دوسرے کے مظالم کو مشتہر کرنے سے بڑھ کر کیا کیا جاتا ہے۔ ہمکو کوئی ایک واقعہ "
" اس قسم کا بتا دیا جائے۔ کہ عیسائی سلطنتوں اور عیسائیوں نے کسی قسم اور فرقہ کے جو عیسائی "
" نہیں تھا خود مختارانہ اور بے غرضانہ ہمدردی کی ہو گذشتہ ہزار برس میں ہم دعوی سے کہتے "
" ہیں کہ جسقدر خونریزی عیسائیوں نے کی اور کرائی ہے۔ اُسکا ایک ہزارواں لاکھوان "
" حصہ بھی مسلمانون نے نہیں کی۔ اور نہیں کرائی۔ پس عیسائیوں کی قوم اور عیسائی طاقتون "
" کی یہ انسانی ہمدردی ہے۔ جسکی وجہ سے ہمارے رسول جدید کے الہام کی رو سے انکو کوئی "
" آنچ نہیں آنے والی ہے تمام عیسائی دنیا میں بے خلش رہ جانے والے ہیں۔ لیکن مسلمانونکی ایک "
" ہی بزرگ سلطنت اس ہمدردی کے نہ ہونے کے سبب سے برباد ہو جانیوالی ہے۔ "

" ہم دعوے کرتے ہیں اور اس دعوے کو ہر ایک شخص کے سامنے ثابت کر دینے کو تیار ہیں "
" کہ جسقدر نیکی اور فیاضی اور احسان اور غربا پروری اور محتاجون کی خدمت اور یتیمون "
" اور بیواؤں کی پرورش اور دریا دلی اور مظلومون سے رحم اور ہمدردی سلطان عبدالحمید خان "
" نے اپنی ذات سے کی ہے۔ اُسکے مقابلہ میں اُنکے ہم عصر سلاطین میں کسی شخص نے اُسکا عشر عشیر "
" بھی نہیں کیا ہے۔ حضرت ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی ذات ستودہ صفات کی جسقدر تعریفیں بلحاظ "
" اس اقبال مندی اور فتوحات ملکی اور امن و آسایش کے جو اُنکی رعایا کو نصیب ہوئیں کیجائین "
" وہ بہت کم ہیں۔ لیکن ہر ایک شخص جانتا ہے۔ کہ انگلستان اور ہندوستان کی رعایا سے کوئی "
" نیکی بدی کرنے کا اُنکو براہ راست اختیار اور موقع نہیں ہے۔ اگر حضور ممدوحہ کی نیک نیتی "
" کی تھیوری میں مرزا صاحب نے تحفہ قیصریہ میں کئی صفحات لکھے ہیں تو ایک لفظ تو اس "
" ایک دوسرے نیک نیت سلطان کیواسطے کہدیا ہوتا۔ مگر وہان مقصود ہی کچھ اور ہے۔ "
" ٹرکی سلطنت کی بربادی کا ایک باعث تقوے اور طہارت کی ضرورت مرزا صاحب نے بیان "
" کی ہے۔ ان لفظون کے بھی جو معنے فے بطن قابل ہون۔ ان کا تو ہمکو علم نہیں ہے لیکن "
" مسلمان جسکو تقوے اور طہارت کہتے ہیں۔ وہ صرف اسی بزرگ اسلامی سلطنت میں پایا جانا "
" چاہیئے۔ اور پایا جاسکتا ہے۔ کیا سوائے ٹرکی کے کسی سلطنت میں خداوند ذوالجلال وحدہٗ "
" لاشریک کا نام مسجدون میں اس کثرت سے لیا جاتا ہے۔ کیا کوئی سلطنت سوائے ٹرکی کے "
" اس بزرگ نام اسلام کی حمایت اور حفاظت کرتی ہے۔ کیا اسلامی تقوے اسلامی طہارت کسی "
" عیسائی سلطنت میں پایا جاتا ہے۔ اور پایا جاسکتا ہے۔ کیا کسی اور سلطنت میں اس تقوے "
" اور طہارت کی تعلیم ہوتی ہے۔ کیا سوائے ٹرکی کے کوئی اور سلطنت حرمین الشریفین کی خادم "
" اور محافظ ہے۔ کیا سوائے ٹرکی کے کوئی سلطنت شرفا اور سادات مکہ کو لکھوکھا روپیہ "
" پرورش کیواسطے دیتی ہے۔ کیا کسی اور سلطنت میں حضرت سرور کائنات فخر موجودات "
" صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کی عزت اور ادب کو قایم رکھنے اور اس پاک نبی کے کام اور احکام "

153

" اور مشن اور مدعا کی حمایت اور حفاظت کیجاتی ہے۔ پس غور کرنا چاہیئے کہ یہ اسلامی سلطنت "
" تو بربادی چاہتی ہے۔ اور باقی دنیا کی کافر سلطنتیں آبادی اور سرسبزی چاہتی ہیں اگر "
" خدانخواستہ ٹرکی سلطنت کو کوئی نقصان کبھی پہنچ سکتا ہے تو تمام دنیا اور ایک عام سے عام "
" آدمی بھی جانتا ہے۔ کہ وہ اسوجہ سے نہیں ہوگا۔ کہ وہاں تقوے و طہارت نہیں ہے۔ بلکہ "
" اس سبب سے کہ عیسائی سلطنتیں صرف اسکے ایک مسلمان ہونے کی وجہ سے درپے ہیں۔ لیکن ان "
" عیسائیوں میں دشمنوں کے ساتھ دوست بھی موجود ہیں۔ اور خداوند کریم اس سلطنت کا حافظ "
" و مددگار ہے۔ جسکا سچا نام سب سے زیادہ وہیں پکارا جاتا ہے۔" "

اور پرچہ چودہویں صدی مطبوعہ ۸ جولائی ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۵ میں لکھا ہے۔

" جب مرزا صاحب اور انکے تمام الہامات اور انکی امت شامل ہو کر ترکی گورنمنٹ کے ارکان "
" اور عمائد اور وزرا کے عیوب تفصیلاً ہمکو بتائیں گے۔ ان میں تقوے اور طہارت کی کمی کو ثابت "
" کر دینگے۔ اسوقت معلوم ہو جائیگا کہ یہ سب کچھ مرزا صاحب کے اپنے نور فراست اور الہام "
" سے کہا گیا تھا۔ یا مسٹر گلیڈسٹون اور کینن میکال کی نور فراست اور الہام یہاں "
" بھی کام کر رہے تھے۔ اگر مرزا صاحب اپنے دعوے میں کامیاب نہوئی۔ تو انکی پردہ دری "
" کامل درجہ تک پہنچ جائے گی۔ اور پھر کسر باقی نہ رہیگی۔" "

اور اسکے صفحہ ۶ میں کہا ہے۔

" "یہ نوع انسان کی ہمدردی وہی ہے جو گلیڈسٹون نے مرزا صاحب کو سکھلائی ہے "
" اور یہی ٹرکی میں نہیں ہے۔ "
" حماقت تو یہی ہے کہ ایک عام شخص کے حال کے اچھا یا برا ہونے پر سلطنت روم کی "
" قسمت کا فیصلہ کر دیا گیا۔ مگر اب اس تماشہ کو دیکھیے کہ آپ فرماتے ہیں کہ مینے سلطان کی ذاتیات "
" سے کوئی بحث نہیں کی۔ اگر نہیں کی تو پھر کیا کیا مسلمانوں کے ساتھ اسکی ذات کیوجہ سے "
" محبت ہے۔ یا اسکی سلطنت کی وجہ سے اسکی ذات کی خیر منائی جاتی ہے۔ یا اسکی سلطنت کی "

"ای نادان شخص مسلمانوں کو سلطان کی ذات سے اور سلطان سے صرف اسکی اسلامی سلطنت کی وجہ سے محبت ہے۔ اگر خدانخواستہ وہ سلطنت نہ رہے تو سلطان سے محبت کی کونسی وجہ باقی رہجائے گی۔ سلطان کی ذات کو بُرا کہنے میں کچھ کسر باقی رہ جاتی ہے۔ جب اُس کی سلطنت کی بربادی اور زوال سنایا جائے۔ یہ تو وہ کیفیت ہوگئی کہ ایک شخص کو کہا جائے کہ تیرے بچے مرجائیں۔ تیرا خانہ خراب ہوجائے۔ اور پھر عذر یہ پیش کیا جائے کہ میں نے تیری ذات سے کوئی بحث نہیں کی۔ صرف تیرے بچوں اور گھر سے بحث کی ہے۔ اس تیرہی" "نوالیا جواب سننے سے رنج نہیں ہوسکتی۔ مگر مرزا صاحب سے اُسکے سوائے کسی چیز کی توقع کرنا ہی غلط ہے ؎ راہیر ہا شاں نیش کزدم * کبھی کج بحث کو سیدھا نہ پایا"

ایسے ہی اسلامی اخباروں میں کادیانی کی خدمت گذاری ہوئی۔ اور اسلامی دنیا میں دھوم مچ گئی کہ کادیانی نے حضرت سلطان المعظم کی باوجہ و ناحق سخت توہین کی ہے۔ جس سے اسکے کئی پیرو اور اسپر حسن ظن رکھنے والے جو اسکے اندرونی اور پورے ہمراز اور اسکے اصل مشن کے مشیر نہ تھے۔ بلکہ وہ صرف اصول و مسائل اسلام سے ناواقفی یا اُس کی ملمع سازی سے اسکے دام محبت و اعتقاد میں پھنسے ہوئے تھے۔ چونک پڑے اور بدظن ہوگئے اور عام مجلسوں اور خاص دوستوں میں اپنے اخبار و کادیانی کے مخالف ہوئے۔ انکے اس مضمون کے کئی خط سملہ راجپوتانہ وغیرہ سے ہم پہنچے۔ خالفین کادیانی کے پاس آئے ہوئے موجود ہیں۔ تو ضرور ہے کہ خود انکے پاس بھی پہنچے ہونگے۔ اور اگر کادیانی نے چھپی توڑی اور دیانتداری سے تو ایک مجلس عام میں بیٹھ کر اسکے حق میں یہ شعر پڑھ دیتا۔ ؎ چنین خواہی ہدکہ پروس درد * میلش اندر طعنہ یا کان دمغ ہی چنانچہ اخبار چودھویں میں لکھا ہے۔

"مرزا صاحب نے سلطان المعظم غازی عبدالحمید خان خلد اللہ ملکہ کی نسبت ایسی نازیبا باتیں کہنے سے" "نہایت بڑی اور ظلم اور بیرحمی کی ہے۔ اور مسلمانوں کا دل دکھایا ہے۔ اور ایسی حرکات خود" "مرزا صاحب کے واسطے کچھ اچھی چیز کوئی نہیں لاتے ہیں۔ ہمارے اور ہماری قوم کے"

154

"ایک بزرگ اور مخدوم نے جب یہ اشتہار پڑھا تو باوجود اس خاص عقیدت کے جو وہ"
"مرزا صاحب سے رکھتے تھے۔ اور اب وہ کچھ روز سے اور پختہ ہو چلی تھی۔ یہ شعر بیساختہ"
"انکے منہ سے نکل گیا۔ کہ ؎ "
"چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد ٭ میلش اندر طعنۂ پاکان برد"
"ایک پیر مرد سیاح جو پاس بیٹھے ہوئے تھے اُنہوں نے دوسرے مصرعہ کی یوں اصلاح"
"کر دینی چاہی۔ کہ ؎ میلش اندر طعنۂ سلطان برد ٭ "

اور یہ پرچہ کادیانی کی نظر سے گذرا تب اسکی آنکھ کھلی۔ اور دام افتادہ اُلوؤں۔ اور کرایہ کے ٹٹوؤں کے لئے آٹے دال کی اور اپنے نفس نفیس و حرم شریف کیلئے گوشت پلاؤ اور سونے چاندی اور کستوری آمیز یاقوتیوں کی فکر پڑی۔ کہ معتقد بگڑے تو پھر لنگر کہاں سے چلیگا۔ اور اپنی قوت قائم رکھنے کا مصالحہ کہاں سے آئیگا۔ یہ سوچکر آپ نے ۲۵ جون ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار جاری کیا جسکے چند فقرات اسمقام میں نقل کئے جاتے ہیں۔

اسکے پہلے صفحہ میں ہے۔

"آجکل ہمارے مخالفوں کو گالیاں دینے کے لئے یہ نیا بہانہ ہاتھ آگیا ہے۔ کہ انہوں نے ہمارے"
"ایک اشتہار کے الٹے معنے کرکے یہ مشہور کر دیا ہے۔ کہ گویا ہم سلطان روم اور اسکی سلطنت"
"اور دولت کے سخت مخالف ہیں۔ اور اُسکا زوال چاہتے ہیں۔ اور انگریزوں کی حد سے زیادہ"
"خوشامد کرتے ہیں۔ اور انگریزی سلطنت کی دولت اور اقبال کے لئے دعائیں کر رہے ہیں"
"معلوم ہوتا ہے۔ کہ پنجاب اور ہندوستان کے اکثر حصوں میں بعض پر افترا اشتہاروں اور"
"اخباروں کے ذریعہ سے یہ خیال بہت پھیلایا گیا ہے۔ اور عوام کو دھوکہ دینے کے لئے"
"ہمارے اشتہار کی بعض عبارتیں محرف اور مبدل کرکے لکھی گئی ہیں۔ اور اسطرح پر"
"بیوقوفوں کے دلوں کو جوش دلانے اور ابھارنے کے لئے کارروائی کی گئی ہے۔ اور"
"ہم اگرچہ جعل سازوں اور دروغگوؤں کا منہ تو بند نہیں کر سکتے۔ اور نہ اُنکی بدزبانی اور گالیوں"

اور ڈوموں کی طرح تمسخر اور ٹھٹھے کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انکی ظالمانہ بدزبانی کو خدا تعالےٰ کی غیرت کے حوالہ کر کے اُنکے اصل مدعا کو جو دہوکہ دہی ہے نادانوں پر اثر ڈالنے سے روکا جائے پس اسی غرض سے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے۔

ہر ایک مسلمان عقلمند بھلا مانس نیک فطرت جو اپنی شرافت سے سچی بات کو قبول کرنے کے لئے طیار ہوتا ہے۔ اس بات کو متوجہ ہو کر سُنے کہ ہم کسی ادنےٰ سے ادنےٰ مسلمان کلمہ گو سے بھی کینہ نہیں رکھتے چہ جائے کہ ایسے شخص سے کینہ ہو جسکے ظل حمایت میں کروڑہا اہل قبلہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور جنکی حفاظت کے نیچے خدا تعالےٰ نے اپنے مقدس مکانوں کو سپرد کر رکھا ہے۔ سلطان کی شخصی حالت اور اُسکی ذاتیات کے متعلق نہ ہمنے کبھی کوئی بحث کی اور نہ اب ہے۔ بلکہ اللہ جل شانہ جانتا ہے کہ ہمیں اس موجودہ سلطان کے بارہ میں اس کے باپ دادے کی نسبت زیادہ حُسن ظن ہے۔ ہاں ہمنے گذشتہ اشتہارات میں ترکی گورنمنٹ پر بلحاظ اسکے بعض عظیم الدخل اور خراب اندرون ارکان اور عمائد اور وزرا کے نہ بلحاظ سلطان کے ذاتیات کے ضرور اس خداداد نور اور فراست اور الہام کی تحریک سے جو ہمیں عطا ہوا ہے چند ایسی باتیں لکھی ہیں جو خود اُنکے مفہوم کے خوفناک اثر سے ہماری دل پر ایک عجیب اور درد طاری ہوتی ہے۔ سو ہماری تحریر جیسا کہ گندے خیال والے سمجھتے ہیں کسی نفسانی جوش پر مبنی نہ تھی۔ بلکہ اس روشنی کے چشمہ سے نکلی تھی۔ جو رحمت الٰہی نے ہمیں بخشا ہے۔ اگر ہمارے تنگ ظرف مخالف بدظنی پر سرنگوں نہوتے تو سلطان کی حقیقی خیر خواہی اسمیں نہ تھی کہ وہ چھوڑون اور چماروں کی طرح گالیون پر کمر باندہتے۔ بلکہ چاہیئے تھا کہ آیت ولا تقف ما لیس لک بہ علم پر عمل کر کے اور نیز آیت ان بعض الظن اثم کو یاد کر کے سلطان کی خیر خواہی اسمیں دیکھتے کہ اُسکے لئے صدق دل سے دعا کرتے۔ میرے اشتہار کا بجز اسکے کیا مطلب تھا۔ کہ رومی لوگ تقوےٰ اور طہارت اختیار کریں۔ کیونکہ آسمانی قضا و قدر اور عذاب سماوی کے روکنے کے لئے تقوےٰ اور توبہ اور اعمال صالحہ

155

جیسے اور کوئی چیز ہی نہیں۔ مگر سلطان کے نادان خیر خواہوں نے بجائے اُسکے مجھ پر گالیاں دینی شروع کردیں۔ اور یہ بھی نہ کہا کہ کیا سارے گناہ سلطان پر ٹوٹ پڑے۔ اور یورپ مقدس اور پاک ہے جسکے عذاب کے لئے کوئی پیشگوئی نہیں کی گئی۔ مگر وہ نادان نہیں سمجھتے۔ کہ سنت اللہ اسیطرح پر ہماری ہے۔ کہ کفار کے فسق و فجور اور بت پرستی و انسان پرستی کی سزا دینے کے لئے خدا تعالےٰ نے ایک دوسرا عالم رکھا ہوا ہے جو مرنے کے بعد پیش آئیگا۔ اور ایسی قوموں کو جو خدا پر ایمان نہیں رکھتیں اسی دنیا میں مورد عذاب کرنا خدا تعالےٰ کی عادت نہیں ہے۔ بجز اس صورت کے کہ وہ لوگ اپنے گناہ میں حد سے زیادہ تجاوز کریں۔ اور خدا کی نظر میں سخت ظالم اور موذی اور مفسد ٹھہر جائیں۔ جیسا کہ قوم نوح اور قوم لوط اور قوم فرعون وغیرہ مفسد قومیں متواتر جرائم کرکے مستوجب سزا ہوگئی تھیں۔ لیکن خدا تعالےٰ مسلمانوں کی بیباکی کی سزا کو دوسرے جہاں پر نہیں چھوڑتا۔ بلکہ مسلمانوں کو ادنےٰ ادنےٰ قصور کے وقت اسی دنیا میں تنبیہ کی جاتی ہے۔"

اسکے بعد اپنی وہی پرانی لن ترانیاں ہانکی ہیں کہ میں مسیح موعود ہوں اور میں نے فلاں فلاں نشان دکھائے۔ مسلمان میرے نشانوں کو دیکھ کر میرے پیرو ہوتے نہ یہ کہ مجھے لعنتیں سُناتے۔"

پھر اسے حضرت کہا ہے۔

افسوس کہ چودھویں صدی ۱۵ جون ۱۸۹۷ء میں بھی بہت سی جمع فرقے کے ساتھ سلطان روم کا بہانہ رکھ کر نہایت ظالمانہ توہین و تحقیر و استہزا اس عاجز کی نسبت کیا گیا ہے۔ اور گندے اور ناپاک اور سخت دہوکہ دینے والے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اور رسالہ شرارت آمیز افترا سے کام لیا گیا ہے۔ مگر کچھ ضرور نہیں کہ میں اُسکے رد میں تضیع اوقات کروں۔ کیونکہ وہ دیکھ رہا ہے جسکے ہاتھ میں حساب ہے لیکن ایک

غریب بات ہو چکا۔ اسوقت ذکر کرنا نہایت ضروری ہے۔ اور وہ یہ کہ جب یہ اخبار چودھویں صدی ہیرے رہبر پڑھا گیا۔ تو میرے روح نے اس مقام میں بدو ملکے لئے حرکت دی جہاں لکھا ہے۔ کہ ایک بزرگ نے جب یہ اشتہار (یعنے اس عاجز کا اشتہار) پڑھا تو بیساختہ انکے منہ سے یہ شعر نکل گیا ؎ چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ۔ میل او طعنہ کار کان برد ۔ یعنے ہر چند اس روحی حرکت کو روکا اور دبایا اور بار بار کوشش کی کہ یہ بات میرے روح میں سے نکل جائے۔ مگر وہ نکل نہ سکی تب یعنے بہما۔ کہ وہ خدا کیطرف سے ہے تب یعنے اس شخص کے باری میں دعا کی جسکو بزرگ کے لفظ سے اخبار میں لکھا گیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ دعا قبول ہوگئی۔ اور وہ دعا یہ ہے۔ کہ یا الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ میں کذاب ہوں اور تیری طرف سے نہیں ہوں۔ اور جیسا کہ میری نسبت کہا گیا ہے لعون اور مردود ہوں۔ اور کاذب ہوں۔ اور مجھسے میرا تعلق اور تیرا مجھسے نہیں۔ تو میں تیری جناب میں عاجزانہ عرض کرتا ہوں کہ مجھے ہلاک کر ڈال اور اگر تو جانتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں۔ اور تیرا بھیجا ہوا ہوں اور مسیح موعود ہوں تو اس شخص کے پرخچے پھاڑ دے۔ جو بزرگ کے نام سے اس اخبار میں لکھا گیا ہے۔ لیکن اگر وہ اس عرصہ میں قادیان میں اگر مجھ عام میں توبہ کرے تو اُسے معاف فرما کہ تو رحیم و کریم ہے۔

پھر آگے چلیئے اس بزرگ کے تحریر کی مگر مجھے اس بات کا علم نہیں ہے۔ کہ یہ بزرگ کون ہے۔ اور کہاں رہتے ہیں۔ اور کس مذہب اور قوم کے ہیں۔ جنھوں نے مجھے کذاب ٹھہرا کر میری پیشگوئی کی۔ اور نہ مجھے جاننے کی کچھ ضرورت ہے۔ مگر اس شخص کے اس کلمہ سے میرے دل کو دکھ پہنچا۔ اور ایک بیتابی پیدا ہوا۔ تب یعنے دعا کردی اور یکم جولائی ۱۸۹۳ء سے یکم جولائی ۱۸۹۴ء تک کا فیصلہ کرنا خدا تعالےٰ سے مانگا۔"

پھر اسی قسم کی اور ان ترانیاں "لنک کرنے" میں کہا ہے۔

اگر میں سلطان کی نسبت کچھ لکھتا یعنی بھی کرتا۔ تب بھی میرا حق تھا۔ کیونکہ سلامی دریکلیے

156

مجھے خدا نے حکم کر کے بھیجا ہے جس میں سلطان بھی داخل ہے۔ اور اگر سلطان خوش قسمت ہو تو یہ اسکی سعادت ہے کہ میری نکتہ چینی پر نیک نیتی کے ساتھ توجہ کرے۔ اور اپنے ملک کی اصلاحوں کیطرف جد و جہد کے ساتھ مشغول ہو۔ اور یہ کہنا کہ ایسے ذکر سے کہ زمین کی سلطنتیں میرے نزدیک ایک نجاست کی مانند ہیں۔ اسمیں سلطان کی بہت بے ادبی ہوئی ہے۔ یہ ایک دوسری حماقت ہے بیشک دنیا خدا کے نزدیک مردار کیطرح ہے۔ اور خدا کو ڈھونڈنے والے ہرگز دنیا کو عزت نہیں دیتے۔ یہ ایک لاعلاج بات ہے۔ جو روحانی لوگوں کے دلوں میں پیدا کیجاتی ہے۔ کہ وہ سچی بادشاہت آسمان کی بادشاہت سمجھتے ہیں۔ اور کسی دوسرے کے آگے سجدہ نہیں کر سکتے۔ البتہ ہم ہر ایک منعم کا شکر کرینگے۔ ہمدردی کے عوض ہمدردی دکھلائیں گے۔ اپنے محسن کے حق میں دعا کرینگے۔ عادل بادشاہ کی خدا تعالےٰ سے سلامتی چاہیں گے۔ گو وہ غیر قوم کا ہو۔ مگر کسی سفلی عظمت اور بادشاہت کو اپنے لئے بت نہیں بنائیں گے۔"

اس معذرت کادیانی کا از سرتا پا دروغ بے فروغ و سراسر نفاق بلا خلاف و شقاق ہونا خواص ناظرین اصل اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء اور اسکے فقرات عشرہ منقولہ و مندرجہ ص ۱۴۲ وغیرہ پر مخفی نہیں ہے۔ اسمقام میں اعلام عوام کی غرض سے اُس کی بعض دروغگوئیوں کا اظہار کیا جاتا ہے۔

آپ لکھتے ہیں ہمارے اشتہار کی بعض عبارتیں محرف اور مبدل کر کے لکھی گئی ہیں۔

ہم کہتے ہیں لعنت اللہ علی الکاذبین منقولہ بالا دس فقرے بلا تبدیل و تغییر ایک حرف کے آپ کے اشتہار کے الفاظ و فقرات ہیں۔ اور ان ہی فقرات و الفاظ سے آپ کے اشتہار کو نقل کیا ہے۔ جس نے نقل کیا ہے۔ آپ میں کچھ صدق و حیا کا ادعا ہے تو بتا دیں کہ کونسا لفظ یا فقرہ آپ کا بدلا گیا ہے۔ اور کس نے بدلا ہے۔

ہمارے علم میں خاکسار کے پہلے آپ کے اشتہار کو تمامہ صاحب اخبار چودھویں صدی نے

اُسکی ماکو گالی دیتا ہے۔

اور اس الہامی قاتل کی اُن پیشگوئیوں کو جو لوگوں کے مرنے کی نسبت وہ مشتہر کرتا ہے۔ بعض وہ لوگ بھی نہیں مانتے جو اُسکے اتباع مین شمار کئے جاتے ہین۔ اُن پیشگویون مین وہ اُسکو خطا پر سمجھتے ہیں۔ گو اُسکی اور باتون کے دہوکے مین پھنسے ہوئے ہیں۔ بہرحال اُسکے قتل کے الہاموں اور گالیون کو تسلیم کرنے والے مسلمان بہت ہی کم ہین۔

ہان اسمین شک نہیں کہ مقتول پنڈت کی گالیون سے تمام مسلمان بہت تنگدل و آزردہ خاطر ہیں۔ اور ایسا مسلمان کوئی نہ ہوگا جسکے دل میں ان گالیوں کا سخت رنج نہ ہوگا۔ مگر اس رنج کو اس ذریعے سے نکالنا کہ وہ اُسکو قتل کر ڈالین۔ یا اس قتل کی سازش میں شریک ہون۔ یا اس سے اتفاق کرین وہ ہرگز پسند نہین کرتے۔ اُسپر روشن دلیل یہ ہے۔ کہ گالیون اور مذہبی توہین کے بدلے ایک غیر اسلامی سلطنت کے زیر حکومت رہ کر توہین کنندہ کے قتل کو وہ بحکم مذہب جائز نہیں سمجھتے۔ اور خلاف ورزی قانون سلطنت سے اپنی جان کو ہلاکت مین ڈالنا وہ گناہ جانتے ہیں۔ اگر وہ اس امر کو جائز سمجھتے اور اُسکی جرأت رکھتے تو اس پنڈت کے پہلے الہامی قاتل کا کام تمام کر چکے ہوتے۔ کیونکہ وہ شخص باوجود منافقانہ دعوے اسلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین کر چکا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو توڑ کر خود نبی بن بیٹھا ہے۔ اور آنحضرت کے حق مین حضرت عیسے علیہ السلام کی اس بشارت کو کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔ آپ سے چھین کر اپنے اوپر لگا چکا ہے۔ اور حضرت مسیح کے معجزات کو مسمریزم اور قابل نفرت کہہ کر انکی سخت توہین کی ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کے مذہب اور اعتقاد میں مسیح علیہ السلام بھی ویسے ہی واجب التعظیم ہین جیسے آنحضرت اور دوسرے انبیاء علیہم السلام۔ اور اس توہین کے علاوہ اُس نے انکو برملا گالیان دین

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

نقل کیا ہے۔ اور اُسکا خلاصہ پہلے حضرت ملا قادری لاہوری صاحب اخبار جعفر زٹلی نے پھر صاحب سراج الاخبار جہلم نے نقل کیا۔ انمیں سے کسی نے ایک حرف کا تبدل تغیر نہیں کیا۔ آپ ان اخبارات میں تبدیل شدہ الفاظ بتائینگے۔ تو ہم فی حرف ایک روپیہ آپ کو انعام دینگے خواہ کسی نے اُسکو بدلا ہو۔

آپ لکھتے ہیں ہم کسی ادنے مسلمان کلمہ گو سے بھی کینہ نہیں رکھتے۔ چہ جاے ایسے شخص سے جس کے ظل حمایت میں کروڑہا اہل قبلہ زندگی بسر کرتے ہوں۔ اور جس کی حفاظت کے نیچے خدا تعالے نے اپنے مقدس مکانون کو سپرد کر رکھا ہو۔

ہم کہتے ہیں اس قول میں آپ نے کذب و نفاق دونو کو جمع کر دیا ہے۔ کذب تو یہ ہے کہ ہمکو کسی ادنے مسلمان سے کینہ نہیں ہے۔ روئے زمین کے مسلمانون سے جو آپ سے علیحدہ رہیں۔ آپ خون کے پیاسے ہیں۔ اور اُنکے کاٹنے کی فکر میں اکابر علماء و مشائخ پنجاب ہندوستان کو آپ بے ایمان بے حیا وغیرہ گالیاں دیکر کہتے ہیں۔ شیخ العرب والعجم فخر الہند والمسندہ حضرت شیخنا و مولینا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی (جنکا شمس العلماء ہونا خدا تعالے نے بصلہ ان دینی خدمات کے جو آپ کی تکفیر و توہین و تذلیل کے متعلق اُنسے سرزد ہوئی ہے۔ گورنمنٹ کی زبان سے بھی کہلوا دیا) آپ ہاماں کہیں اور جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو جو جماعت عظمہ مسلمانان احناف ہند میں ایک مقدس بزرگ تسلیم کئے گئے ہیں آپ غول اعمے کا خطاب دیں اور ملعون کہیں ایسے ہی اور اکابر اسلام ہیں جنکو اپنے مجموعہ رسالہ انجام آتھم وغیرہ کے صفحہ ۲۱ - و ۲۵۲ وغیرہ میں گالیوں سے یاد کیا ہے۔ پھر آپ کہیں کہ ہمارے دل میں کسی ادنے کلمہ گو مسلمان سے کینہ نہیں ہے۔

یہ حضرات آپ کے نزدیک ادنے کلمہ گوؤں سے خارج ہیں۔ تو پھر ادنے کلمہ گو کون ہین اور اگر ان حضرات کی بے ادبی بدگوئی آپ سے بلا کینہ ہوئی ہے۔ تو پھر کینہ کا اثر کیا ہوتا ہے۔ اور اپنا نفاق حضرت سلطان المعظم تعریف و اظہار ہمدردی میں آپ نے ظاہر کیا ہے۔

157

جسکی تشریح و توضیح چودہویں صدی کی عبارت آئندہ میں بخوبی ہو چکی ہے۔ لہذا ہم اس مقام میں اسکی تشریح نہیں کرتے اسی کی نقل پر اکتفا کرتے ہین۔

آپ لکھتے ہیں۔ ہم نے سلطان کو برا نہیں کہا۔ اسکی سلطنت کو برا کہا ہے۔

ہم کہتے ہیں یہ بھی کذب و نفاق ہے۔ سلطنت کو بُرا کہنا خود حضرت سلطان المعظم کو بُرا کہنا ہے۔ کیونکہ سلطنت اُنسے جدا نہیں۔ وہ اس سلطنت کے رکن رکین واعلےٰ صدر نشین ہیں اور خاصکر حضرت سلطان کو بُرا کہنا اور آپ کی توہین کرنا آپ کے فقرات نمبر ۲ و ۵ و ۹ و ۱۰۔ وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ پھر اب اسی بدگوئی سے انکار کرنا کذب و نفاق کا اظہار نہیں تو اور کیا ہے۔

آپ لکھتے ہیں۔ کہ کافرون کی سزا دہی کے لئے آخرت مقرر ہے۔ اور مسلمانون کو دنیا میں سزا دیجاتی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ آپ کا عمل و اعتقاد اسکے برخلاف ہے۔ لہذا اس قول میں بھی آپنے کذب و نفاق سے کام لیا ہے۔ عبداللہ آتہم وغیرہ عیسائیوں و لیکھرام وغیرہ ہندؤں کو آپنے ویسا ہی دنیاوی عذاب سے ڈرایا۔ اور بزعم خود یہ عذاب دنیاوی چکہا دیا۔ جیسا کہ مسلمانوں کو آپ اس سے ڈراتے اور دہمکاتے ہیں۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپکا یہ قول و قاعدہ محض کذب و صرف مغالطہ ہے۔ ہاں یہ کہو کہ جو شخص (مسلم ہو خواہ کافر) آپ سے جُدا رہیگا وہ ضرور دنیا میں ہلاک کیا جائیگا۔ اور جسکو آپ اپنا مخالف نہ سمجہیں اور اس سے کوئی طمع یا امید رکھیں (مسلم ہو خواہ کافر) وہ عیش و آرام کریگا۔ کفر و اسلام سے آپکو اور آپکے ملہم اور فرضی خدا کو کوئی بحث نہیں ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ جس بزرگ نے میری نسبت پردہ دری کی پیشگوئی کی ہے۔ ایک سال کے عرصہ میں اُسکی پردہ دری ہو جائے گی؟

ہم کہتے ہیں یہ آپ کی پرانی گیدڑ بھبکی ہے۔ جس کی تشریح چودہویں صدی نے

بخوبی کردی ہے۔ ہم اسکا نقل کرنا کافی سمجھتے نہیں جو عنقریب ہوگا۔

اخیر میں آپ نے کہا ہے۔ کہ دنیادار اور دنیاوی اور زمینی سلطنتیں میرے نزدیک مردار اور نجاست کی مانند ہیں۔ ہم سفلی عظمت اور بادشاہت اپنے لئے بت نہیں بنائینگے

ہم کہتے ہیں۔ یہ بھی آپ کا محض کذب و مغالطہ ہے۔ اور سراسر نفاق و تقیہ برٹش سلطنت کو باوجودیکہ وہ دنیاوی اور زمینی سلطنت ہے۔ نہ روحانی و آسمانی۔ اپنا معبود بناکر اسکے آگے اپنے خدا کو بھی جھکا دیا ہے۔ اور اشتہار عریضہ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں صاف کہدیا۔ کہ خدا کا منہ بھی اُسی گورنمنٹ کیطرف ہے۔ جسکی طرف میرا منہ ہے۔ اور تحفہ قیصریہ میں اس سے زیادہ مبالغہ کیا ہے۔

ان فقرات مغالطات آمیز نفاق خیز کادیانی کی تشریح اخبار چودہویں صدی نے پرچہ ۸ جولای ۱۸۹۷ء اچھی طرح کردی۔ اسمقام میں اُسکا انتخاب مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اسکے صد ۲ میں ہے

مرزا صاحب نے ایک اشتہار اور چھاپ کر شایع کیا ہے۔ اور گو اسمیں حسب معمول دور از کار غیر متعلق واہی تباہی اور بے مرکز باتیں جو مرزا صاحب کی تحریروں سے مخصوص ہیں بہت سی لکھ دیگئی ہیں۔ یا یہ کہا جائے کہ تبلیغ رسالت کے موقع کو ہاتھ سے نہیں دیا گیا اور یا یہ کہ ابلہ فریبی کی ضرورت نے کچھ ادہر اودہر کی باتیں انکو کہنے پر مجبور کیا ہے۔ لیکن ہمکو اس امر سے خوشی اور طمانیت حاصل ہوئی ہے۔ کہ حضرت سلطان المعظم کی سلطنت اور مسلمانوں کی نسبت جو دل شکن باتیں مرزا صاحب نے اپنے پہلے اشتہار میں کہی تھیں۔ اور مسلمانون کو ناراض کیا تھا۔ اب انکو واپس لے لیا ہے۔ صرف تھوڑی سی ہٹ دہرمی اور کج بحثی باقی رہ گئی ہے۔ اور اسکے چھوڑ دینے کی مرزا صاحب سے توقع کرنا گویا اُن سے انکی رسالت کے چھڑانے کی امید کرنا ہے۔ جو بہت زیادہ ہے۔

مرزا صاحب آپ تحریر فرماتے ہیں دیہاں کادیانی کے فقرہ اول اشتہار ۲۵ جون ۱۸۹۷ء کو

158

نقل کیا ہے۔ اور اُسکے بعد کہا ہی) مرزا صاحب کے ان الفاظ کا اگر ان الفاظ سے جو پہلے سلطان المعظم کی سلطنت کی نسبت لکھتے ہیں۔ مقابلہ کیا جاوے تو مرزا صاحب کے موجودہ قول اور انکے الہام کی حقیقت کی قلعی کھل جاتی ہے۔ درحقیقت مرزا صاحب کے الہام کی اندہے کی لاٹھی ایک دوسری چیز ہے۔ اور عقل اور ہوش سے کام لینا اور شعور سے بات کرنا کچھ اور چیز ہے۔ مرزا صاحب نے جو الفاظ اَب لکھے ہیں اگرچہ وہ پہلے کی نسبت نرم ہیں۔ مگر ان میں سے بھی جو معقولیت ٹپکتی ہے وہ کہول کر دکھائی جاسکتی ہے۔ اور فی الواقعہ اسقدر ہٹ بھی نہ کئے جائیں تو اُن کے مُریدان کی رسالت سے انکو جواب دینگے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ انکو کسی مسلمان کلمہ گو سے کینہ نہیں ہے۔ حالانکہ بہت سے مسلمانوں کے وہ خون کے پیاسے ہیں۔ بہتوں کی موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ صرف ایک شخص کے ساتھ ناراض ہونے کیوجہ سے حضرت سلطان کی سلطنت کو زوال اور بربادی کے قریب پہنچا دیا تہا۔ تمام اسلامی دنیا کے غارت کرنے کی فکر میں ہیں۔ جو مسلمان ان کے ساتھ شریک نہیں ہونے والے ہیں۔ وہ کاٹ ڈالے جانے والے ہیں۔ اور اب اسی اشتہار میں ایک بزرگ مسلمان کی پردہ دری کے درپے ہوئے ہیں۔ اور ایک سال تک اسمقدمہ کی پیروی میں منہمک رہنے والے ہیں۔ اور باایں ہمہ اُنکو کسی کلمہ گو سے کینہ نہیں ہے۔ اگر کینہ ہوتا تو خدا ہی جانتا ہے کہ آپ کیا کرتے۔

سلطان کی ظل حمایت میں کروڑہا اہل قبلہ کا زندگی بسر کرنا اور مقدس مکانات کا اُنکی سپردگی میں ہونا مرزا صاحب کو ہمارے اخبار کے پڑہنے سے معلوم ہوا ہی۔ اسوقت یاد نہ تھا جب حضور نے پہلا اشتہار لکھا ہے۔ اور تعجب ہے کہ اَب مرزا صاحب کے دل میں اہل قبلہ کی کچھ وقعت بھی پیدا ہوگئی ہے۔ شاید وہ خدا کا ارادہ اب انکو یاد نہیں رہا کہ جو مسلمان اُنکے ساتھ شریک نہیں ہونگے۔ وہ کاٹ ڈالے جائیں گے۔ اگر یہ اہل قبلہ

سب کشتنی ہی ہیں۔ تو اُنکی حفاظت اور حمایت کیوجہ سے جو وقعت اور فائدہ حضرت سلطان کو پہنچ سکتا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ سلطان کی شخصی حالت اور اُسکی ذاتیات کے متعلق ہم نے کوئی بحث نہیں کی اور نہ اب ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ آپ کو ایک لفظ اُس بزرگ شخص کی شخصی حالت کی نسبت معلوم تھا۔ اسکی سلطنت آپ کے الہام کے رو سے برباد ہونے والی ہے۔ اور پھر بھی اسکی شخصی حالت سے کوئی بحث نہیں کی گئی ای حضور والا ملکہ معظمہ کی ذاتی خوبیون کی وجہ سے تو آپ کے نزدیک انکی سلطنت کو فروغ اور عروج ہوا ہے۔ اور سلطان کی ذاتی خوبیون اور اوصاف کی وجہ سے اگر ان کا کوئی علم آپ کو ہوتا تو اسکی سلطنت کے قیام یا بربادی میں کوئی دخل نہیں تھا۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ہاں ہمنے گذشتہ اشتہارات میں ٹرکی گورنمنٹ پر بلحاظ اسکے بعض عظیم الدخل اور خراب اندرون ارکان اور عمائد اور وزراء کے نہ بلحاظ سلطان کی ذاتیات کے ضرور اس خداداد نور اور فراست اور الہام کی تحریک سے جو ہمیں عطا ہوا ہے چند ایسی باتیں لکھی ہیں۔ الخ

اب ہم مرزا صاحب کے نور اور فراست اور الہام کو چیلنج کرتے ہیں۔ پوچھتے ہیں کہ وہ کونسے بعض عظیم الدخل خراب اندرون ارکان اور عمائد اور وزراء ہیں جنکی وجہ سے سلطنت ترکی برباد ہونے والی ہے۔ براہ مہربانی ایک مفصل کیفیت ان سب کی مسلمانون کو بتاوین تاکہ معلوم ہو جاوے کہ درحقیقت مرزا صاحب کا نور فراست اور الہام کوئی چیز ہے۔ اور اُنکی تحریر کسی نفسانی جوش پر مبنی نہیں تھی۔ اور اگر اس تمام نور فراست اور الہام کی حقیقت اتنی ہی ہے۔ کہ وہ ایک شخص حسین کامی پر ناراض ہوگئے یا اسمیں انکو بعض عیوب ملے ہیں۔ اور اُنکی بنا پر اُنہوں نے سلطان کے ارکان اور عمائد اور وزرا پر حکم لگا دیا ہے اور سلطنت کی بربادی کا فیصلہ کر دیا ہے۔ تو اس سے بڑھ کر کوئی حماقت اور نادانی

159

نہیں ہو سکتی۔ خواہ وہ الہام کی امداد ہی سے کیون نہ کیجائے۔ اور ایسے الہام ہمارے نزدیک گوز شتر سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتے ہیں۔ مرزا صاحب نے ہمکو یہ نہیں بتایا۔ کہ ترکی سلطنت کی اجزا اسکی خرابی کا حال انکو کب سے معلوم تھا۔ اور یہ الہام انکو حسین کامی کا مُنہ دیکھنے پر ہی ہوا تھا۔ یا اس سے پہلے کا ہوا ہوا تھا۔ اور مرزا صاحب نے حسین کامی سے بگڑنے تک اُسکو ترکی سلطنت کی ہمدردی کی وجہ سے محفوظ رکھا ہوا تھا۔ مرزا صاحب کی یہ ہوشیاری اور ابلہ فریبی اُنکے مریدوں کے واسطے تو اُنکی رسالت کا ثبوت ہے۔ مگر ہم اسکی حقیقت کو جانتے ہیں۔ اور جھوٹے کو اسکے گھر تک پہنچا کر چھوڑیں گے۔ ہمکو یقین ہے کہ ترکی سلطنت کے خراب ارکان و عمائد وزرا کی مفصل کیفیت ہمکو مرزا صاحب اسی ہفتہ میں بتا دینگے۔ اور بہت عرصہ تک مسلمانونکو منتظر نہ رکھیں گے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ترکی سلطنت کی خیر خواہی اس میں نہ تھی۔ کہ چوہڑون چماروں کی طرح گالیاں دیجائیں۔ بلکہ سلطان کے واسطے صدق دل سے دعا کرنی غنیمت ہے۔ کہ جو کام اور مسلمانوں نے نہیں کیا۔ وہ مرزا صاحب نے تو کیا ہے۔ یعنی اُنہون نے چوہڑون چماروں کی طرح گالیان نہیں دین۔ بلکہ شب و روز سلطان کے واسطے صدق دل سے دعا مانگنے میں مصروف رہے ہیں۔ مرزا صاحب کو ابھی یہ بھی معلوم نہیں ہوا ہے کہ سلطان کیواسطے کسی نے ہندوستان میں دعائیں مانگی بھی ہیں یا نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ میرے اشتہار کا بجز اسکے کیا مطلب تھا۔ کہ رومی لوگ تقوے اور طہارت اختیار کریں۔ جناب من آپ کا کچھ اور بھی مطلب تھا جسکی ہم اچھی طرح سے گذشتہ پرچہ میں تشریح کر چکے ہیں۔ یہ تقوے اور طہارت کا فقرہ تو اس مطلب کے ساتھ ابلہ فریبی کی غرض سے لگا رکھا ہے۔ اور یہ ایک دوسرا سوال مرزا صاحب کیواسطے جواب دینے کو ہے۔ کہ ترکی سلطنت میں اُنہون نے کیا کچھ تقوے اور طہارت کے

خلاف دیکھا ہے۔ کیا تمام سلطنت کی حالت کا اندازہ اُنہوں نے ایک شخص کے دیکھنے سے کرلیا ہے۔ مرزا صاحب اسکی تشریح کرتے وقت یہ بھی بتا دینگے کہ ہارون اور مامون اور اکبر اور جہانگیر کے زمانہ میں موجودہ ترکون کے مقابلہ میں تقوے اور طہارت زیادہ تھی۔ ہم آئندہ پرچہ میں اس مضمون پر مفصل بحث کرنے والے ہیں۔ کہ ترکی سلطنت کی ترقی اور تنزل کا باعث تقوے اور طہارت کی بیشی اور کمی ہوئی ہے۔ یا زمانہ کی ضرورتوں کو پورا کرنا یا نہ کرنا ہوا ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ سنت اللہ اسیطرح پر جاری ہے۔ کہ کفار کے فسق و فجور اور بت پرستی اور انسان کی سزا دینے کے لئے خدا تعالےٰ نے ایک دوسرا عالم رکھا ہوا ہے جو مرنے کے بعد پیش آئیگا۔ لیکن خدا تعالےٰ مسلمانوں کو ادنے ادنے قصور کیوقت اسی دنیا میں تنبیہ کرتا ہے۔ یہ سنت اللہ ضرور ہے۔ مگر سنت مرزائیہ نہیں ہے۔ یہاں لیکھرام اور عبد اللہ آتھم اور سلطان[1] احمد اور اُسکے اور بہای مسلمان ایک ہی وقت میں اُسی دنیا میں سزا پاتے ہیں۔ سنت مرزائیہ میں کافر اور مسلمان کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ اور مسلمانون کے واسطے اُنکے قصوروں کی سزائین اس ارادہ کے موافق جو مرزا صاحب کو بتا دیا گیا ہے۔ جو خدا نے تجویز کی ہیں۔ وہ بہت ہی مختصر ہیں۔ یعنے اس تمام قوم کو سوائے چند مرزائیوں کے کاٹ ڈالا جانے کو ہے۔ اس سنت اللہ کے معنے بھی مرزا صاحب سے زیادہ کوئی نہیں سمجھ سکا۔ اور نہیں سمجھ سکے گا۔"

پھر اسکے صفحہ ۵ میں اس بزرگ کی توصیف میں جسکے حقمیں کادیانی نے پردہ دری کی پیشگوئی کی ہے۔ کہا ہے۔

ہم اس بزرگ کا نام ابھی ناظرین کو صاف طور پر نہیں بتاتے۔ مگر اتنی باتیں بتا دیتے ہیں جنسے انکی تعریف اچھی طرح سے معلوم ہو جائے۔ اور مرزا صاحب کی اس پیشینگوئی کی حقیقت باوجود اُنکی ہوشیاری کے تمام دنیا پر کھل جائے۔ تمام دنیا بیوقوف نہیں ہے۔ اور

[1] صحیح نام سلطان محمد بیگ ہے۔ شوہر ثانی منکوحہ آسمانی کادیانی ہے۔

160 سب کو بیوقوف نہیں بنایا جاسکتا۔ مرزا صاحب کی پیشگوئی یہ ہے کہ خدا اُس بزرگ کے پردے پھاڑے۔ لیکن ضرور ہے کہ یہ پیشگوئی اور زیادہ صاف ہو جائے۔ دنیا ایک ایسی جگہ ہے جہاں ہر ایک انسان کیواسطے تکلیف اور آرام دونوں لازمی ہیں۔ کسی شخص پر یہ مصیبت آتی ہے کہ اُسکی بیوی[۵۱] جسکا نکاح اُسکے ساتھ آسمان میں ہو چکا ہوتا ہے۔ وہ ایک دوسرے شخص کے ساتھ رہتی ہے۔ اور کسی[۵۲] کے لڑکے جو اُسکی خلافت اور وراثت کو وارث ہونے والے ہوتے ہیں۔ فوت ہو جاتے ہیں۔ کسی[۵۳] کی اسطرح پردہ دری ہوتی ہے۔ کہ اُسکو اپنے بعض الہامات کچھ کچھ بخشی کے ساتھ واپس لے لینے پڑتے ہیں۔ اب اس بزرگ کی پردہ دری کی بھی تشریح ہونی چاہیئے۔

اسکے بعد صاحب اخبار چودھویں صدی نے اُپنے اس بزرگ کی بہت لمبی چوڑی تعریف ہے۔ واذا سمعنا کہ ہمکو اس تعریف سے کلی اتفاق نہیں۔ لہذا ہم اس تعریف کو اُسکے مبالغہ آمیز الفاظ سے بعینہٖ نقل نہیں کرسکتے۔ صرف اسکا خلاصہ اسمقام میں بیان کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔

کہ وہ بزرگ ایک علاقہ کا مالک وزمینادر سرکاری عہدہ دار۔ مسلمان۔ عابد۔ نیکوکار نمازی۔ روزہ دار۔ قرآن خوان وغیرہ وغیرہ۔ پھر صاحب اخبار نے کہا ہے۔ اب اگر ایک ایسے نیک مسلمان بزرگ مرزا صاحب کی ناراضی کیوجہ سے پردہ دری ہونے والی ہے۔ اور مرزا صاحب کے خدا کا قانون مرزا صاحب کے مقربون کے فیصلہ کے واسطے ایسا ہی عجیب ہے تو البتہ فریبی اور چالاکی کو چھوڑ کر صاف طور اس پردہ دری کی وجہ بتلانی چاہیئے۔ آیا انکا علاقہ اُن سے چھین جائیگا۔ وہ اپنے عہدہ سے موقوف ہو جائینگے رشوت ستانی کا اُن پر الزام لگے گا۔ عبادت اور نیکوکاری اُن سے چھوٹ جائے گی۔ مسلمان نہ رہیں گے۔ قرآن کریم انکو بھول جائیگا۔ نماز روزہ چھوڑ بیٹھیں گے۔ سو خود وہ کیا بلا آئے گی جسکا نام پردہ دری ہوگا۔ جو مرزا صاحب کی رسالت اور سچیت کا سبب...

---

۵۱ یہ حضرت کادیانی کیطرف اشارہ ہے جسکی منکوحہ آسمانی مرزا سلطان محمد بیگ کے ساتھ بیاہی ہے۔ ۵۲ یہ بھی آپ ہی ہیں۔ ۵۳ یہ بھی آپ کے اپنے سلطان المعظم کے متعلق اپنے الہامات اشتہار ۲۰ مئی ۱۸۸۶ء مطبوعہ ہوشیارپور ۲۰ جون ۱۸۸۶ء

آخری نشان ہوگا۔ مثل مشہور ہے جیسے روح ویسے فرشتے۔ مرزا صاحب کی رسالت کا ثبوت بھی مسلمانوں کی پردہ دری ہی۔ سو زون ہو سکتا تھا۔ مگر ہمکو یقین ہے کہ مرزا صاحب آپکے اس سوال کا جواب ازروئی مہربانی دینگے۔ ہم یہ ہوشیاری نہیں چلنے دینگے۔ کہ ایک ایسا مہمل اور بے معنے جملہ کہہ دیا جاوے۔ اور ایسی پیشینگوئی کیجائے جسکے صاف طور پر کچھ معنے نہیں ہیں۔ اور کسی ایک اتفاق کا نام پردہ دری رکھ دیا جاوے۔ مرزا صاحب جسطرح پیشینگویاں خود پورا کر دیا کرتے ہیں۔ وہ تمام دنیا کو معلوم ہے۔ اگر مرزا صاحب نے ہمارے اس سوال کا صاف جواب نہ دیا تو انکی اس پیشینگوئی کی ہی ایک ہفتہ عشرہ میں پردہ دری ہو چکی ہوگی۔"

ہر چند صاحب اخبار چودھویں صدی کے اس سوال کے جواب سے کہ کادیانی اُس بزرگ کی پردہ دری کی نوعیت بتاوے۔ ورنہ ایک ہفتہ عشرہ میں اسکی پردہ دری ہو چکی ہوگی۔ کوئی جواب نہیں دیا۔ اور کچھ نہ بتایا کہ وہ پردہ دری کیونکر ہوگی۔ جس سے صاحب اخبار چودھویں صدی نے کادیانی کی پردہ ثابت کر دکھائی اور اپنے پرچہ ۱۵ جولائی ۱۸۹۶ء میں مضمون ذیل کی اشاعت کردی

مرزا صاحب کی پردہ دری
ہمارے بزرگ کی کرامت

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را ✦ چندیں بان نہاد کہ شب را سحر کند۔

ہم روزانہ پیسہ اخبار لاہور مورخہ ۹ جولائی ۹۶ء کے صفحہ اول سے وہ مضمون ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ جو عقیدہ کادیانی نے بیزاری کے عنوان سے چھاپا ہے۔ چونکہ یکم اور دوم جولائی کو یہ پردہ دری ہوئی ہے۔ اسواسطے وہ مرزا صاحب کی مقررہ کردہ تاریخوں کے اندر ہے لیکن یہ امر کہ مرزا صاحب اس واقعہ کو فی الحال اپنی پردہ دری کے واسطے کافی خیال کرتے ہیں۔ یا نہیں۔ یہ اُنہیں کے فیصلہ کرنیکی بات ہے کیونکہ بعض غیرت مند لوگ ایک تھوڑی سی بات کو کافی خیال کر لیتے ہیں۔ اور بعض دوسرے

161

بیغیرت لوگ بڑے سے بڑے حادثوں کی بھی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ ایک شخص کسی مجلس بیٹھا ہوا تھا۔ اہل مجلس نے اُسکو وہاں سے نکال دیا۔ تو آپ کہتے ہیں کہ یہ کیا ایک حقیر مجلس ہے ہم بڑی بڑی مجلسوں سے نکالے گئے ہیں۔ الغرض وہ عبارت مختصر حسب ذیل ہے۔

۲ جولائی ۱۸۹۷ء کو ایک ۱۷ سالہ لڑکے مسمے سید عالم طالب العلم ایف اے اوائل کلاس نے مسجد شاہی میں بعد نماز جمعہ عقیدہ مرزا کادیانی سے تبرا کیا۔ اور بیان کیا کہ اس کی طرف سے جو اشتہار رؤیائی صادقہ کے عنوان سے چھپا تھا۔ وہ فقط جعلسازی تھی۔ ایک سفید کاغذ پر اُسکے دستخط کروالیگئے۔ اور مضمون خود لکھ لیا گیا تھا جس کی تردید اُس نے یکم جولائی کو بذریعہ اشتہار کی علاوہ ازیں اس موقعہ پر مرزا کادیانی کی اون کتابوں میں سے جن کو وہ الہامی بیان کرتا ہے۔ وہ باتیں جو عقیدہ اسلام کے بالکل خلاف ہیں۔ پڑھ کر سنائی گئیں جنکو سنکر اہل اسلام نے جو اسوقت موجود تھے۔ جناب باری میں دعا کی کہ خدا اونکو ایسے مخرب اسلام کے فتنہ سے محفوظ رکھے۔ (لوکل رپورٹر) (چودہویں صدی ۱۵ جولائی ۱۸۹۷ء)

مگر تعجب و افسوس سے ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ چودہویں صدی کے بزرگ نے فرضی بزرگی چھوڑ کر اپنی واقعی خودی ظاہر کردی اور اپنے اُس فعل کی کہ اُسنے کادیانی کے حق میں پردہ دری کا متضمن شعر پڑھا تھا۔ خود ہی تغلیط و تکذیب کردی اور اسی اخبار میں اپنی معذرت چھپوا کر اپنی مرزائیت خوب ثابت کر دکھائی۔

ہم کو اسمقام میں اُسکے سابق انحراف اور تازہ معذرت سے خصوصیت کے ساتھ بحث مقصود نہیں ؎ مارا چہ ازین قصہ کہ گاؤ آمد و خر رفت +

ہمارے نزدیک ایسے شخص کا کادیانی سے ظاہری انحراف یا باطنی معذرت و عقیدت دونو کان لم یکن ہیں۔ اور گوز شتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ (اس امر کو ہم ایک مستقل میں عنقریب ثابت کرینگے) اسمقام میں ہمارا مقصود صرف یہ تھا کہ کادیانی کے حضرت سلطان المعظم کو بُرا کہنے نے اُسکے بعض معتقدوں پر بھی اثر کیا تھا۔ جسکی وجہ سے کادیانی کو جھوٹی معذرت کرنی

اور لعنتیں کہی ہیں۔ تسپر بھی مسلمانون نے صبر کیا۔ اور اسپر صرف فتوے کفر لگا کر اپنی جماعت سے اسکو خارج کر دیا۔ اور بلحاظ خوف قانون گورنمنٹ جسکی پابندی وہ بلحاظ مذہب بہی ضروری سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اور آیندہ علیحدہ بھی بیان ہوگا۔ اُسکے قتل کا ارادہ نہ کیا۔ اس مثال کے جواب میں اگر ہندو یہ کہین۔ کہ وہ بظاہر تو مسلمان کہلاتا ہے۔ اور نام ہی کا اکثر مسلمانون کو لحاظ ہوتا ہے۔ اسلئے مارا نہیں گیا تو ہم دوسری مثال پیش کرتے ہیں۔ پادری لوگ ہمیشہ گلی کوچون مین مذہب اسلام کی توہین کرتے ہیں۔ اور ہادی اسلام کو برا کہتے ہین۔ مگر کسی نے نہ سنا ہوگا۔ کہ کسی پادری کو کسی مسلمان نے گالیون کے بدلے مار ڈالا ہے۔

تھوڑے دن گذرے ہیں کہ گڑگانوے کے ایک پادری نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین میں ایک رسالہ اردو مین شایع کیا تھا۔ اس رسالے کو دیکھ کر کبھی مسلمانان دہلی اور قرب وجوار کو جنکو اس قتل کے الزام مین شامل کیا جاتا ہے۔ جوش نہ آیا اور اُنہون نے اس پادری کو قتل نہ کیا۔ بلکہ صرف ایک ڈیپوٹیشن کے ذریعہ سے جسمین یہ خاکسار راقم مضمون بھی شامل تھا۔ سابق لفٹنٹ گورنر پنجاب کیخدمت میں اس شکائت کو پیش کیا۔ جس پر ہز آنرز لفٹنٹ گورنر صاحب نے صرف اسقدر مسلمانون کی دلجوئی اور داد رسانی کی۔ کہ اس رسالے کی اشاعت روک دی اور کوئی اَور کسی قسم کی سزا اس پادری کو نہ دی۔ تب بھی مسلمانان دہلی وغیرہ نے پادری کے برخلاف کوئی کارروائی نہ کی۔ اس مثال سے جسکے ماننے میں کسی کو عذر کی گنجایش نہین۔ ہندوؤں کو یقین حاصل ہو سکتا ہے۔ کہ اپنے ہادیون کے حق مین گالیان سُنکر بھی مسلمانون کو صبر کی عادت ہے۔ اور انکو مذہب کیطرف سے اجازت نہین ہے کہ غیر اسلامی سلطنت کے ماتحت رہ کر وہ گالیون کا انتقام قتل سے لین کیونکہ اس سے انکو اپنے قتل وہلاکت کا خوف ہے۔ جس سے انکو یہ حکم خدا تعالے مانع ہے۔ ولا تلقوا

پڑی۔ دوسرا اس بزرگ پر جو دعویٰ کی مغدرت سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

مغدرت کاردیانی کے جھوٹی اور منافقانہ ہونے پر کاردیانی کا پھر اس کارستانی کیطرف رجوع کرنے کا ثبوت یہ ہے۔ کہ اُسنے عدالت گورداسپور میں برابیان کیا۔ کہ میں سلطان روم کے برخلاف اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۶ء شایع کیا اور پھر وہ اشتہار عدالت میں پڑھا گیا اور پھر کہا اسوجہ سے مسلمان میرے مخالف ہوگئے ہیں۔ اور اسکے بعد اسکے وکیل ایک سنی حنفی مولوی نے خاکسار سے جو مقدمہ میں شہادت کے لئے عدالت میں طلب کیا گیا تھا۔ سوالات کرکے یہ کہلوایا کہ "میں نے سلطان روم کی تائید اور ہمدردی میں ایک آرٹیکل لکھا ہے۔ اور مرزا نے سلطان روم کے برخلاف لکھا ہے"۔

پھر کاردیانی نے اسپر اکتفا نہ کیا بلکہ اشتہار واجب الاظہار ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء میں اس مخالفت کا اچھی طرح اظہار کیا۔ اور اس سے اپنا خیرخواہ گورنمنٹ ہونا ثابت کیا ہے۔ چنانچہ اس اشتہار کے صفحہ ۹ و ۱۰ میں اُسنے کہا ہے۔ کہ "حال میں جب حسین کامی سفیر روم قادیان میں میری ملاقات کے لئے آیا اور اُسنے مجھے اپنی گورنمنٹ کی اغراض سے مخالف پاکر ایک سخت مخالفت ظاہر کی۔ وہ تمام حال بھی میں نے اشتہار مورخہ ۲۴ مئی ۱۸۹۶ء میں شایع کر دیا ہے۔ وہی اشتہار تھا جس کی وجہ سے بعض مسلمان اڈیٹروں نے میری مخالفت ظاہر کی۔ اور بڑے جوش میں آکر مجھے گالیاں دیں۔ کہ شخص سلطنت انگریزی کو سلطان روم پر ترجیح دیتا ہے۔ اور رومی سلطنت کو قصوروار ٹھہراتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جس شخص پر خود قوم ایسے ایسے خیالات رکھتی ہے اور نہ صرف اختلاف اعتقاد کی وجہ سے بلکہ سرکار انگریزی کی خیرخواہی کے سبب بھی طاعتونکا نشانہ بن رہا ہے۔ کیا اُسکی نسبت یہ ظن ہو سکتا ہے کہ وہ سرکار انگریزی کا بدخواہ ہے۔ یہ بات ایک ایسی واضح تھی کہ ایک بڑے سے بڑے دشمن کو جو محمد حسین بٹالوی ہے۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے حضور میں اُس مقدمہ ڈاکٹر ہنری کلارک میں اپنی شہادت کے وقت میری نسبت بیان کرنا پڑا کہ یہ شخص سرکار انگریزی کا خیرخواہ اور سلطنت روم کا مخالف ہے"۔

162

کادیانی نے اس بیان زبانی عدالت و تحریری اشتہار واجب الاظہار میں صاف اقبال کیا ہے۔ کہ وہ سلطان روم اور سلطنت روم کا مخالف ہے۔ اس سے مسلمان یقین کر سکتے ہیں کہ اسکی وہ معذرت جھوٹی اور منافقانہ معذرت تھی۔ اور درحقیقت وہ سلطان روم اور سلطنت ٹرکی سے وہی دشمنی رکھتا ہے جسکو اشتہار ۲۴ مئی میں ظاہر کر چکا ہے۔

اب رہا یہ امر کہ اس بیان میں جو اُسنے تین دعوے کئے۔ اور گورنمنٹ کو جتائی ہیں اوّل یہ کہ سلطان روم یا سلطنت ترکی کو بُرا کہنے اور دشمنی رکھنے سے وہ برٹش گورنمنٹ کا خیر خواہ ثابت ہو سکتا ہے۔

دوم یہ کہ اس خیر خواہی گورنمنٹ انگریزی کیوجہ سے اخبار والوں نے اسکو بُرا کہا ہے۔

سوم یہ کہ اُسکے خیر خواہ برٹش گورنمنٹ ہونے کو اس خاکسار نے عدالت میں مان لیا ہے سچے دعوے میں یا ان دعاوی ثلثہ میں اُسنے جھوٹ بولا ہے۔ اور گورنمنٹ کو دہوکا دیا ہے سو محتاج بیان و ثبوت نہیں ہے۔ تاہم مزید توضیح اور گورنمنٹ کی اطلاع دہی کے لئے بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ان دعاوی ثلثہ میں کادیانی نے سفید جھوٹ بولا۔ اور اس جھوٹ پر لفاظی کا پردہ ڈال کر گورنمنٹ کو دہوکہ دینا چاہا ہے۔

اُسکے پہلے دعوے کے جھوٹ اور دہوکہ کا بیان و ثبوت

سلطان روم و سلطنت ترکی کو بُرا کہنا اور اُنسے دشمنی ظاہر کرنا برٹش گورنمنٹ کی خیر خواہی و فرمانبرداری دو شرطوں کے سوا ممکن و متصور نہیں ہے۔ اوّل یہ کہ برٹش گورنمنٹ۔ اور سلطنت ترکی کی باہم دوستی نہ ہو۔ کھلم کھلی دشمنی ہو۔ جو خدا کی مہربانی اور مسلمان رعایا برٹش گورنمنٹ کی خوش قسمتی سے اسوقت تک مفقود ہے۔ اور خدا کرے یہ شرط ہمیشہ مفقود رہے۔ اور ان دونو دولتوں میں رابطہ دوستی قائم رہے۔ **شرط دوم** یہ کہ سلطنت ٹرکی کی دشمن و مخالف سے برٹش گورنمنٹ کی نسبت کوئی کلمۂ بدخواہی و مخالفت کا سرزد نہیں ہوا یہ شرط بھی یہاں مفقود ہے۔

کادیانی نے برٹش گورنمنٹ کی نسبت ہشت سالہ میعاد کی پیشین گوئی اپنے خاص مریدوں میں پھیلا رکھی ہے۔ اور اُسکا یہ دلی اعتقاد اسکی کتابوں و اشتہاروں میں مشتہر ہو چکا ہے۔ (جو ہمارے رسالہ میں بارہا شایع ہو چکا ہے) کہ نافرمان انسان کا مال اور جان اُسکے ملک سے خارج ہو کر خدا کے ملک میں ہو جاتے ہیں۔ پھر خدا جسکے ہاتھ سے چاہے اُنکو تلف کرا سکتا ہے۔ اور جو شخص اسکی پیروی نہ کرے خدا نے اُسکو کاٹ ڈالنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

پھر وہ اگر سلطان کو ہر روز ہزار گالیاں دے اور سلطنت ٹرکی کو دن رات بُرا کہتا رہے تو وہ بھی برٹش گورنمنٹ کا خیر خواہ کیونکر ہو سکتا ہے۔؟

اس کے دوسرے دعوے کے جھوٹ اور دہوکھ کا بیان۔

کسی اسلامی اخبار نے کادیانی کو اسوجہ سے بُرا نہیں کہا۔ اور نشانہ ملامت نہیں بنایا کہ وہ برٹش گورنمنٹ کی خیر خواہی نہیں کرتا ہے۔ اور نہ کوئی ایسا باغی اخبار نویس ہے جو صرف گورنمنٹ کی خیر خواہی سے اُسکو بُرا کہتا ہو۔ کوئی ایسا ہوتا اور اُسکو خیر خواہی گورنمنٹ کے سبب بُرا کہتا تو وہ کبھی کا جیلخانہ کی سیر کرتا۔ جیسے بعض ہندو اخبار نویس اور بعض مسلمان واعظ بعض مضامین و الفاظ مخالف گورنمنٹ لکھنے اور بولنے سے جیلخانہ میں جا چکے ہیں۔

کادیانی اس دعوے میں سچا ہے تو کم سے کم ایک اخبار نویس کی کوئی ایسی عبارت نقل کرے جسمیں اُسنے گورنمنٹ کی خیر خواہی کے سبب کادیانی کو بُرا کہا ہو۔ یہ امر اس سے نہ ہو سکے تو گورنمنٹ اس دروغگو کی بات کو دہوکھ دہی سمجھے۔

ہاں بعض اخبار نویسوں نے سلطنت ترکی کی بدگوئی کی وجہ سے اُسکو بُرا کہا ہی۔ اور گورنمنٹ کے حق میں اُسکی خوشامد کو ابلہ فریبی۔ اور جھوٹی خوشامد قرار دیا ہے۔ سو یہ اور بات ہے۔

اس کے تیسرے (۳) دعوے کے جھوٹ اور دہوکھ کا بیان

اسکا یہ کہنا کہ عدالت گورداسپورہ میں خاکسار نے اسکو سرکار انگریزی کا خیر خواہ

163

مان لیا ہے۔ سفید جھوٹ ہے۔

گورنمنٹ مثل مقدمہ ملاحظہ فرمائے اور اس دروغ گو کی دروغ گوئی کا یقین کرے میں نے تو صاف اور صریح الفاظ یہ بیان کیا تھا کہ اسوقت (یعنے جبکہ میں نے ریویو براہین احمدیہ لکھا تھا) مرزا کے خیالات اچھے تھے" جس کے صاف اور صریح معنے یہ ہیں کہ اسوقت اسکے خیالات گورنمنٹ کی نسبت اچھے نہیں" اس امر کو مینے عدالت میں کھولکر بیان کیا۔ اور اپنے رسالہ نمبر ۳ جلد ۱۸ کے صفحہ ۸۰ و ۸۱ کا بھی حوالہ دیا۔ مگر معلوم نہیں عدالت نے اس بیان کو کیوں درج اظہار نہ کیا۔

اسمقام میں عبارت صفحہ (۸۰ و ۸۱) کو نقل کرنا مناسب ہے۔

"پیشگوئی میعادی ہشت سال انکی امید کا ذریعہ ہے جسکی طرف ہم گورنمنٹ کو توجہ دلا چکے ہیں ہم نے اس فقرہ آئینہ کمالات کو اپنے رسالہ میں کئی دفعہ کوٹ کیا (نقل کیا) ہے الہامی صاحب نے اسکا جواب تو کبھی کچھ نہیں دیا۔ ہاں ہمارے اس خیال کے مقابلہ میں ہمارے ریویو براہین احمدیہ کی عبارت رسالہ نمبر ۶ جلد ۷ اشاعۃ السنہ سے نقل کرکے آپنے گورنمنٹ کو جتایا ہے۔ کہ یہ شخص (خاکسار) اپنے ریویو مذکور میں ہماری طرف سے گورنمنٹ کو مطمئن و بے فکر کر چکا ہے۔ اب اسکے برخلاف اسکے قول و خیالات کا کیا اعتبار ہے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ خاکسار نے اسوقت گورنمنٹ کو آپ کی طرف سے مطمئن کیا تھا جبکہ آپ نے موعود مسیح اور مہدی ہونے کا دعوے نہیں کیا تھا۔ اور اس اطمینان کی ایک یہ دلیل بیان کی تھی کہ آپ مغل ہیں اور امام مہدی کا سید ہونا مسلم ہے۔ لہذا ممکن نہیں کہ آپ مہدی ہونے کا دعوے کریں۔ آپ نے میری اس دلیل اور خیال کو توڑ کر مہدی ہونیکا بھی دعوے کر لیا۔ تو آپ میرے اس ریویو کے محل کیونکر رہ سکتے۔ اور اس ریویو کے مضمون سے کیونکر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور آپ کیطرف سے گورنمنٹ کیونکر مطمئن ہو سکتی ہے یہی وجہ میرے اس بیان سے اور اس فقرہ سے جو اظہارات میں درج ہے صاف ثابت ہے کہ

میں اب اُسکے خیالات کو اچھا نہیں سمجھتا اور اُسکی تعریف و خیر خواہی گورنمنٹ کو جھوٹی خوشامد اور منافقانہ دعوے خیر خواہی سمجھتا ہون۔ پھر اُسکا مجھے اپنی خیر خواہِ گورنمنٹ ہونیکا گواہ بنانا دروغ بے فروغ نہیں تو اور کیا ہے۔

اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور اہل اسلام کی پبلک سے امید کرتے ہیں کہ وہ بدگوئی حضرت سلطان روم اور سلطنت ترکی کیوجہ سے اُسکو ویسا ہی دشمن اسلام و مسلمانان خیال کرینگے جیسا کہ پرچہ ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء کے وقت خیال کرتے تھے۔ اور اُسکی معذرت پرچہ ۱۵ جون ۱۸۹۷ء کو جھوٹی معذرت قرار دینگے۔ اور گورنمنٹ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اس بدگوئی حضرت سلطان المعظم کی وجہ سے اور برٹش گورنمنٹ کی منافقانہ تعریف کرنے سے اسکو خیر خواہ سمجھکر اسکے دہوکے مین نہ آئیگی۔

یہ بات ہمنے اسلئے گورنمنٹ کو جتادی ہے۔ کہ اس دجال نے از راہ مکاری و کمال دلیری اور بے حیائی خاکسار ہی کو اپنی خیر خواہ گورنمنٹ ہونیکا گواہ بنالیا تھا۔ اور مصرع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد کا مصداق بنکر دکھادیا۔ وہ ہم کو اپنا گواہ نہ بناتا تو اب ہم سے یہ امر ظہور میں نہ آتا۔ کیونکہ پہلے ہم اس امر کا اظہار بخوبی کر چکے ہیں۔

نوٹ

مضمون شکست کادیانی کے بعد فرضی بزرگ چودہویں صدی کی معذرت پر بحث ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ

۱۶۴

جواب درخواست کیلو کا دیانی مؤرخہ ۲۵ جون ۱۸۹۷ء

جسمیں کادیانی نے آخری حیلوں و مذبوحی حرکات (جھوٹے خوابوں اور مصنوعی الہامات) کی طرف رجوع کیا ہے۔ اور اس سے پہلے بطور تمہید ایک شخص سید عالم طالب العلم ایف۔ او۔ ایل پر ایک خواب کا اقرار کیا۔ اور دو فرضی ملہموں کے دو جھوٹے الہام شائع کر دیئے۔

کیا دصاحب نے اپنا باطل مذہب چلانے اور اس ذریعے سے دنیا کا عیش و ڈلانے کے لئے کئی حیلے کئے اور کھیل نکالے۔ گروہ کارگر نہ ہوئے۔ سب سے پہلے آپنے اسلام کے وکیل بنکر اسلام کیطرف سے اقوام غیر سے مقابلہ و مباحثہ کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔ اور ایک کتاب براہین نام کی تصنیف کا اشتہار دیا۔ اور اسکے ذریعہ باقرار خود دس ہزار روپیہ کر قریب شائقین تائید اسلام سے بٹورا۔ پھر جب دیکھا کہ بمقابلہ تین سو دلائل عقلیہ کے دجو قرآن ہی سے نکال کر اس کتاب میں پیش کرنیکا مینے اشتہار میں وعدہ دیا ہے۔ ایک دلیل بھی میں بیان نہیں کر سکا اور نہ کر سکتا ہوں۔ تو اسی کتاب کی تیسری جلد سے الہام بازی شروع کر دی۔ اور اپنی محبوبیت اور ہیبت سے پہلے اکابر اولیا پر فوقیت کے دعوے کی پٹڑی جمادی۔ اس سے دکان اچھی طرح نہ چلی تو پھر مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونے کے دعوے کا جھنڈا لہرا دیا۔ اور معجزات و نشان نمائی کا نعرہ مارنا شروع کر دیا۔

اور ان دعاوی کے اثبات کے لئے کبھی مناظرہ کیطرف رجوع کیا۔ کبھی مباہلہ کی طرف لوگوں کو بلایا۔ کبھی کوئی رسالہ یا قصیدہ اردو یا فارسی میں بنا کر اسمیں لمن تلانیاں

ہانکین کبھی عربی میں نثر یا نظم لکھ کر اپنے ملہم و مؤید من اللہ ہونیکی دلیل بنائی۔

معجزہ و نشان آسمانی کسی نے چاہا تو اسی کی موت کو یا اسکے زمرہ احباب کے موت یا مصیبت کو نشان قرار دیا۔ اور جس کی نسبت کوئی نشان نہ بن سکا اسکو گالیوں اور بددعاؤن سے ڈرانا اور دہمکانا اختیار کیا۔

وازانجاکہ بحکم "لکل فرعون موسی" ہر گمراہ کے مقابلہ کے لئے حق گو بھی ہوتے چلے آئے ہیں۔ لہذا خدا تعالے نے اس گمراہ کے مقابلہ میں علماء اسلام کو موفق و مامور کیا۔ جنہون نے اس کیاد کے ہر ایک کید کو ظاہر کر دکھلایا۔ اور خاصکر خادم قوم مؤلف اشاعۃ السنہ کو تو اس اہتمام سے موفق کیا۔ کہ اُسنے حسبۃ للہ ونصحا لخلق اللہ اظہار و ابطال مکاید کادیانی کو حد کمال تک پہنچا دیا۔ اور ۱۸۸۹ء سے سنہ روان تک اس کیاد کا پیچھا نہیں چھوڑا اسکی ہر ایک بات کا اچھی طرح اظہار و ابطال کیا۔ اُسکے دعوے وکالت و حمایت اسلام اور تصنیف کتاب براہین کی نسبت یہ ثابت کر دیا۔ کہ یہ محض اُسکا فریب و ڈہکوسلہ و لاف زنی ہے نہ اُسنے کوئی ایسی کتاب (جس میں تین سو دلائل عقلیہ ہوں) تائید اسلام میں بنائی۔ اور نہ آئندہ بنا سکتا ہے۔

اور اسکے دعوے الہام مجددیت و مسیحائی و مہدیت کی نسبت یہ ثابت کر دیا کہ ایسا شخص خدا کا ملہم اور دین اسلام میں مجدد ہرگز نہین ہو سکتا۔

اور اُسکا مسیح موعود و مہدی مسعود ہونا تو ایسا محال ہے جیسے سوئی کے سوراخ سے اونٹ کا نکل جانا محال ہے۔

نشان آسمانی نہ اُسنے آجتک کوئی دکھایا۔ اور نہ آئندہ دکھا سکتا ہے۔ اور جن لوگونکی نسبت اُسنے موت یا کسی عذاب کی خبر دی تھی۔ انکی نسبت اُسکی خبرون کا جھوٹ بخوبی ظاہر ہو گیا ہے۔

اسکے دعوے مناظرہ کو چھ روز تک لودھیانہ میں اُسکو خوب رگڑنے اور تاڑنے

سے اور دہلی لاہور سیالکوٹ وغیرہ میں خوب چھاپے نے اور بھگانے سے ہوا۔ یہانتک کہ اسکو مجبور ہو کر اپنے حق میں یہ الہام داستہام شیطان، گھڑنا پڑا۔

یاملی دعہم وانصارھم ونہاعتھم۔ اے علی ان مولویوں اور انکے پیرؤں کو چھوڑ دے یعنے ان سے مباحثہ نہ کر جسکو اُسنے کتاب آئینہ میں درج کر کے مشتہر کیا ہے۔

اُسکے دعوائے مباہلہ کو یوں اس سے چھوڑایا۔ کہ بار بار اس سے مباہلہ کرنے کو مستدی کا اظہار کیا۔ اور اسکی شرائط مباہلہ کا مفاد ظاہر کر کے ان شروط کو بالائے طاق رکھکر مباہلہ کرانے پر اُسکو مجبور کیا۔ آن حیلوں کو توڑ کر اُسکو بے دست و پا کیا گیا۔ تو اُسنے ایک حیلہ یہہ نکالا جسکو اُسنے اشتہار قطعی فیصلہ ۱۹ مئی ۱۸۹۷ء میں مشتہر کیا ہے۔ کہ فریقین اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ کر دعائیں کریں۔ یعنے بالمشافہ مباہلہ کرنے سے حضور اپنجانب رہ چکے ہیں۔ لہذا ہماری پاس کوئی صاحب آئیں۔

اس امر کو بھی منظور کیا گیا۔ اور اس حیلہ کو توڑا گیا تو اب آپ نے آخری حیلہ یہہ نکالا ہے۔ جسکو درخواست ۵ جولائی ۱۸۹۷ء کے ذریعہ سے مشتہر ہے۔ اور کہا ہے "میں نے ہر طرح سے مخالفوں کو سمجھایا۔ پر وہ باز نہ آئے۔ آخر یہ تجویز سوچی کہ وہ سب میری نسبت دعا کریں۔ اور جو حال میرا انپر خوابوں میں ظاہر ہو انکو میرے پاس لکھکر بھیجدیں۔ میں شائع کر دونگا" جس سے اُسکا مقصود و غرض یہ ہے کہ لوگ اس طرف متوجہ ہونگے اور اپنی خوابوں کو لائق دست آویز اور شرعی دلائل سمجھ لیں گے۔ تو پھر میں بھی اُن کے مقابلہ میں اپنی اور اپنے گروہ کی جھوٹی خوابوں اور الہاموں کو مشتہر کر دونگا۔ اور اُن خوابوں والہاموں کی کثرت سے تمسک ہونگا۔ اور اس حجت مسلمہ فریق ثانی کے ذریعہ سے اپنی جانب کے الہاموں اور خوابوں کا غلبہ ثابت کرونگا۔

چنانچہ اس قسم کے دو بناوٹی الہام اس درخواست سے چند روز پہلے اور ایک بناوٹی خواب اس درخواست کے پیچھے آپ نے شائع کر دیئے۔ جو بعض تا واقفوں

نصیحت نامہ کی اشاعت ۱۸ جون ۱۸۹۷ء سے پہلے صفحہ ۱۹۲ اسکے حاشیہ میں لکھا ہوا ہے۔

کی گمراہی کا باعث ہو گئے۔

اس درخواست سے پہلے ایک بناوٹی الہام اُسنے اپنے ایک خاص مرید۔ اور دلال فتح محمد پوسٹ ماسٹر لیہ ضلع ڈیرہ غازیخان اور اُسکی ہمشیرہ کے نام سے مشتہر کیا ہے جسکی نقل یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشتہار واجب الاظہار

وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ای جماعت مؤمنین اہل اسلام میری عرض کو متوجہ ہو کر سنو۔ آپ آخرت میں اللہ تعالےٰ سے ملاقات کرنے پر ایمان رکھتے ہو۔ آپ لوگو کو اسی خدا وحدہ لاشریک کی قسم پر اعتماد کرنا چاہیئے۔ اور میری شہادت حق کو غور سے سنو اور پڑھو۔ میں ایک عورت اُمّی عربی اور فارسی سے محض بے خبر ہوں۔ یہ خدا تعالےٰ کی صریح کرامت ہے کہ عربی میں مجھے الہام ہوتے ہیں۔ اور الہام اور کشف کی رو سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوےٰ مسیح موعود اور مہدی مشہود ہونے کی خبر مجھے ہو چکی ہے۔ اور وہ الہامات یہ ہیں۔

(۱) ویکبر اسمہ (۲) انی بایاتہ قدیر (۳) فلہ تخن اللہ فلا غالب لہ الا ھو (۴) ہن یکذب باللہ بن (۵) ہن یق صادقا (۶) وعدہ مفعولا (۷) احمدہ الہ السلام۔ اور کشف بر مجھے مرزا غلام احمد صاحب دکھلایا گیا ہے۔ اور ایک آواز دینے والے نے کر رسہ کر پکار کر کہا۔ کہ میرزا صاحب کی فتح ہوئی ہے۔ جو لوگ مرزا صاحب کو کافر اور دجال کہتے تھے۔ اب اس فتح کے عوض میں وہ لوگ خود دجال بنگئے۔ یہ سب دجال آگ میں جلائے گئے ہیں۔ اور پھر ایک ہندو برہمن نظر آیا۔ قریب آکر رکوع کرنے کی شکل میں جھک گیا۔ اور یہ الہام ہوا۔ عباد اللہ وجھکہ۔ اور مولویوں نے امت محمدیہ میں تفرقہ ڈال رکھا ہے۔ اور اہل حق کا نام کافر رکھدیا ہے۔ اسلئے میں خدا تعالےٰ

۱۶۱

سے اطلاع پاکر گواہی دیتی ہون کہ میرزا صاحب غلام احمد قادیانی حق پر ہے۔ اور تمام مولوی انکو کافر اور مفتری کہنے والے باطل پر۔ اب اگر کوئی میری گواہی مانے یا نہ مانے لیکن میرے الہام کی سچائی کے لئے اس سے بڑہ کر اور کیا دلیل ہوگی۔ کہ جس زمان میں مجھے الہام ہوتا ہے یعنے عربی میں اس سے بے خبر ہون۔ لہذا یہ اشتہار بطور شہادت وصداقت بذریعہ اپنے بہائی حقیقی فتح محمد برادر کے شائع کرتی ہون۔ تاکہ امانت خدا تعالےٰ کو لوگون مین پہنچادون۔ فصاحت لیوم کرامۃ بررت فلعلک باخع النفسک فحرض المؤمنین کذلک حقت کلمۃ ربک علی الذین فسقوا انہم لایؤمنون

عاجزہ غلام فاطمہ بنت محمد خان بزدار سکنہ خاص شہر لیہ ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان بذریعہ برادر حقیقی خود فتح محمد بزدار۔ دہم ذوالحجہ ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۳ مئی ۱۸۹۷ء۔

دوسرا بناوٹی الہام اُسنے ایک مجذوب فقیر کے نام سے گھڑ کر مشتہر کیا ہے۔ جس کی نقل ذیل میں ہے۔

ایک گواہی

یہ اشتہار ایک مجذوب نے جو سیالکوٹ میں قریب بارہ سال سے مقیم ہے۔ ہمارے پاس شائع کرنے کیلئے بہجوایا ہے۔ لہذا ہم اسجگہ اسکی نقل مطابق اصل بلفظہ کردیتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشتہار واجب الاظہار

خدا کے فضل اور الہام سے روح جناب رسول مقبول صلعم سے روح کل شہدا سے روح کل ابدالون سے روح کل اولیاء سے جو زمین پر ہیں اور اُن روحون سے جو چودہ طبقوں کی خبر رکھتے ہیں۔ مینے ان سب سے الہام اور گواہی پائی ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو اللہ جلشانہ نے بہیجا ہے۔ رسول مقبول کے دین میں سخت فتنے برپا ہوگئے۔ وہ حد درجہ کا ضعیف ہوگیا ہزارون ملعون فرقے جیسے نصارے اور رافضی پیدا ہوکر لوگون کی گمراہی کا باعث ہوئے۔ اسلئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

الہامی قاتل مرزا غلام احمد

اُس کے الہام کا مقتول پنڈت لیکھرام ہندو مسلمان

اور گورنمنٹ

کس بشنود تا نشنود من گفتگوئی میکنم

لاہور اور دیگر بلاد پنجاب میں اس وقت ہندو اور مسلمانوں میں تفرقہ و فساد کا جوش موج زن ہے جسکی لہریں دن بدن ترقی پکڑتی جاتی ہیں۔

اسوقت تو یہ جوش ریلیجس (مذہبی) جوش ہے۔ اور اگر اسکا انسداد نہ ہوا تو واقعات کی ظاہری صورت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مذہبی جوش پولیٹیکل (ملکی) جوش ہو جائے گا۔ اور اس کا اثر گورنمنٹ تک پہنچیگا۔*

ہم اپنے مذہب اسلام کے حکم "الدین النصیحۃ" کی ہدایت سے اسکا سبب و

* الہامی حصہ کو بھی اسکا اعتراف ہے دیکھو اسکا عریضہ بنام گورنمنٹ صفحہ اول کالم اول سطر اخیر و کالم دوم سطر ۱۲۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

بایدیکم الی التھلکۃ یعنے اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

مسلمانون کے اس عمل و اعتقاد کو اور الہامی قاتل کی نسبت مسلمانون کی خیالات مذکورہ بالا کو ہندو انصاف سے سوچینگے اور اسمین غور و تامل کو کام میں لائینگے۔ تو وہ یقین کرینگے کہ اگر بالفرض والتسلیم اُنکے مقتول کو الہامی قاتل نے قتل کرا دیا ہے۔ تو بھی مسلمانوں کو اُسکے فعل سے کوئی تعلق نہین ہے۔ نہ مسلمان اُسکے اس فعل مین (اگر وہ بقول و زعم ہندوؤن کے اس سے وقوع میں آیا ہے) شریک ہیں نہ معاون نہ ہمدرد۔

اور اس یقین سے امید ہے کہ وہ اپنے اس غلط خیال کو واپس لینگے۔ اور بذریعہ ان ہی اخبارات کے جنمین وہ غلط خیال شائع کر چکے ہیں۔ عام مسلمانون کی برأت کا خیال ظاہر و مشتہر کرینگے۔ اور آئندہ مسلمانون سے اپنا وہی برتاؤ رکھین گے۔ جو اس سے پہلے ان میں جاری تھا۔ اور دنیاوی امور میں اُنسے وہی ساتھ رکھینگے جو قدیم سے چولی دامن کا ساتھ چلا آتا ہے۔

بہائی مسلمانون کی خدمات بابرکات میں بادب و کمال محبت سے یہ ناصحانہ التماس ہے کہ جو تدبیرات اپنی حفاظت کی آپ کر رہے ہیں وہ آپ کی موجودہ حالت کی نظر سے باوجود فے نفسہا مفید ہونے کے مفید نہ ہونگے۔ اور چل نہ سکین گے۔

ان تدابیر کا اصل اصول علیحدگی ہے۔ اور اُنکا نتیجہ تفرقہ و دشمنی ہے۔ اور آپکی موجودہ حالت اُسکی مصوب و مجوز نہین۔ (۱) زر اسقدر آپ کے پاس نہیں (جسقدر ہندوؤں کے پاس ہے)۔ (۲) اتفاق قومی آپ میں نہین جو ہندوؤن میں ہے (۳) تعلیم علوم مغربی و فنون صنعتی (جو تحصیل زر کا وسیلہ ہے۔ اور اسی سے آجکل نوکری ملسکتی ہی اور اسی سے ترقی تجارت و صناعت متصور ہے۔) آپ کی قوم میں نہیں (جس قدر

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

مسیح موعود کو بھیجنے کی ضرورت ہوئی۔ اُسوقت یہ خوفناک فتنے پیدا ہوئے ان کی اصلاح ایک بھاری نبی کا کام تھا۔ مگر چونکہ رسول مقبول کے بعد کوئی نبی نہیں آنا تھا۔ خدا تعالےٰ نے حضرت مرزا صاحب کو جو رسول مقبول کی دستار مبارک میں بھیجا۔ جو لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ حضرت عیسےٰ اس جسم سے زندہ آسمان پر اٹھائے گئے وہ جھوٹے ہیں۔ کوئی آسمان پر موت کا مزہ چکھے بغیر اور جسم کے ساتھ نہیں گیا۔ اے علما گدی نشینو! ای فقرا گدی نشینو! اے اہلبیت گدی نشینو! سُن رکھو بعقریب آسمان سے بڑی بھاری جلالی گواہی اس سلسلہ کی سچائی کی ظاہر ہونیوالی ہے۔ اخود خدا بڑے زور سے گواہی دیگا۔ پھر تم اس مخالفت میں بڑی ذلیل اور شرمندے ہو گے۔ یہ میرا اشتہار سچا ہے۔ یہ لوح محفوظ کی نقل ہے۔ میں دیکھتا ہوں اس مخالفت سے خدا تعالےٰ تم پر سخت ناراض ہے۔ رسول مقبول تم سے حد درجہ بیزار ہے۔

الشتہر فقیر محمد۔ سیالکوٹ برلب آئیک باغ بستی والہ ۲۸ مئی ۱۹۰۷ء مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

وہ بناوٹی خواب جسکو اُسنے اپنے خاص مریدان اور حواریان لاہور کی معرفت چھپوا کر مشتہر کیا ہے۔ یہ ہے۔

ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او کذب بآیتہ انہ لا یفلح الظلمون ۵

اس سے ظالم کون ہے جو جھوٹ خدا پر باندھتا ہے یعنے دروغگوئی کے طور پر مورد الہام ورد یا اپنے آپ کو ٹھیراتا ہے۔ یا خدا کے نشانوں کو جھٹلاتا ہے۔ ایسے ظالم مقرر بھلا نہیں پاتے۔

رؤیائے صادقہ

میں مندرجہ بالا آیت کے نازل کرنے والے خدا تعالےٰ کو حاضر ناظر جانکر اور اسبات پر کامل ایمان رکھکر اس آیت کا مصداق ضرور ہلاک ہو گا۔ ذیل کا رؤیا جو مجھے ہوا۔ بطور گواہی مسلمان بھائیوں کو سُناتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ اپنے وعدہ کے مطابق بہت جلد

167

اس اظلم کو ہلاک کرے جو باوجود مورد الہام و رویا نہ ہونے اپنے آپ کو ملہم مشتہر کرے۔

وہ رویا یہ ہے

میں ۱۹ جون ۱۸۹۷ء کو تقریباً ۷ بجے شام کے سید مٹھ بازار میں جا رہا تھا کہ چند آدمی خربوزہ فروش کی دوکان پر بیٹھے تھے۔ اور سر سید احمد خانصاحب اور مرزا صاحب قادیانی کی توہین کر رہے تھے۔ میں وہان کھڑا ہو گیا تو تمام باتیں سُنین اُنہوں نے مرزا صاحب کو دشنام بھی دین اور اور بھی بدگویان کیں (ناگفتہ بہ) میں چونکہ مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کے بالکل برخلاف تھا سُنکر نہایت خوش ہوا۔ اور واپس چلا آیا خیر رات تک مجھے یہ خیال نہ بہولا۔ جب میں رات کو سویا تو میں کیا دیکھتا ہون کہ میں جنگل میں جا رہا ہون۔ اور جنگل ہی میں ایک مسجد آئی ہے جسکے باہر کی دیواریں بہت چھوٹی ہیں۔ اور اسمیں ایک مجمع عام ہے اور دو تین آدمی دیوار کے ساتھ لگے کھڑے ہیں۔ میں بھی وہان جاکر کھڑا ہو گیا۔ چند آدمیوں نے ہمیں دیکھ کر کہا کہ بہائی اندر آکر بیٹھو حسب الحکم میں اور وہ آدمی شریک مجمع ہوئے۔ میں نے سب سے ذی عزت صاحب کیطرف اشارہ کرکے ایک صاحب سے کہا کہ یہ صاحب کون ہیں۔ اُسنے کہا کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں میں باغ باغ ہو گیا۔ کہ زیارت نصیب ہوئی۔ پھر مین نے دوسرے درجہ کے ذی عزت صاحب کی بابت استفسار کیا تو اُس نے کہا کہ یہ مرزا صاحب قادیانی ہیں۔ یہ سُنکر میں نے رات کی گرمجوشی میں جو الفاظ ان آدمیون سے سُنے تھے وہی کہدیئے۔ تو تمام حاضرین مجلس نے شور و غل کیا۔ اور ناراض ہو کر مجھے نکالنے پر آمادہ ہو گئے۔ (اس سے میں نے یقین کیا کہ یہ تمام آدمی جو مقرب ہیں یہ وہی صاحب ہیں۔ جو مرزا صاحب کو مسیح موعود سمجھتے ہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں۔ خیر اتنے میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بڑے حلم اور نرمی سے مجھ غریب کو بُلایا۔ اور بذریعہ ترجمان جو وعظ نصیحت کی وہ بعینہ ذیل درج کرتا ہون۔

بزرگوں کو دشنام دینا بہت بُرا ہے۔ تم کسی بزرگ کو دشنام نہ دو۔ کیونکہ جس شخص کو تم باطل خیال کرکے از روئے تعصب کے گالی دیتے ہو۔ یہ میری طرح مرسل ہے۔ اور سچا مسیح موعود ہے جسکا گواہ وہی (قانون اسلام ہے) جو کلام الٰہی سے موسوم ہے۔ آیات قرآن کے بموجب یہی مسیح موعود ہے۔ اگر لوگ اسکو بُرا جانتے ہیں تو کچھ بھی مضائقہ نہیں۔ اس سے بڑھ کر مجھپر طعن وطنز ہوئی۔ اور انہی خطابوں کا مورد ہوا۔ جنکے مرزا صاحب ہورہے ہیں۔ لیکن مینے کچھ بھی پروا نہ کی اور اپنے دین کو کامل کردیا۔ اب یہ شخص اپنے وعدے کے مطابق آیا ہے۔ لوگ اسکو نہ مانیں گے تو جہنم میں گرائے جائینگے۔ اور میرے مقرب اور اللہ کے پیارے وہی شخص ہونگے۔ جو مرزا صاحب کے مقبول ہونگے۔ اور ضرور ہے کہ تمام لوگ اُنپر ایمان لاکر جنت کے مستحق ہونگے۔ اور قریب ہے کہ خداوند کریم ان لوگوں پر جو انکو بُرا خیال کرتے ہیں عذاب نازل کریگا۔ اور وہ لوگ توبہ کرینگے [illegible] لائینگے میرا یہ بیان حلفیہ ہے جو میں نے دیکھا۔ اور سُنا وہ لکھ دیا۔ میں جو حضرت مرزا صاحب کے مخالفین میں سے تھا۔ اب اس اشتہار کے ذریعہ توبہ کرتا ہوں۔ وما علینا الا البلاغ

راقم

خاکسار محمد سید علم الیف۔ او۔ ایل۔ کلاس اورنٹیل کالج لاہور متوطن کلمکہر ضلع گوجرانوالہ

اس درخواست کیساتھ کادیانی صاحب کا جواب اور اس کے بناوٹی الہامات اور جھوٹے خوابونکا (جسکی اشاعت وہ کرچکا ہے۔ یا آئندہ کریگا) رد و ابطال ایسے مسلمہ اصول سے پیش کیا جاتا ہے۔ جنمیں کسیکو کادیانی کو مجال مقال نہ ہو۔

جواب درخواست

ہم خدا کے فضل و توفیق سے الہام کے مثبت ہیں نہ منکر اور اُسکا اثبات دلائل عقلیہ ونقلیہ سے نمبر ۱ و ۱۱ جلد ۱ میں بضمن "ریویو براہین احمدیہ" ایسا کرچکے ہیں۔ جسپر آجتک ہم کو قیام وثبات ہے۔ مگر براہین کو ایک مدت سے (جب سے کہ کادیانی اسلام سے مرتد ہوکر

168

کفر بکنے لگ گیا ہے) مجموعہ خرافات و اباطیل اور اُسکے مندرجہ الہامات کو احتلامات شیطانیہ و گورہاشتر جانتے ہیں۔ اور اُنکو اپنے اُن اصول دلائل کا جو ریویو میں بیان کر چکے ہیں۔ مورد و محل نہیں سمجھتے)

ایسے ہی ہم رویا صالحہ (سچی خوابوں) کے قائل و مثبت ہیں۔ نہ منکر۔ اور ان کا اثبات ہم بضمن خطبہ (یا لیکچر) نمبر ۸ وغیرہ جلد (۱۷) میں کر چکے ہیں۔ ولیکن غیر نبی کے الہام یا رویا (خواب) کو ہم حجت شرعی نہیں جانتے۔ اور اُنکے ہر ایک الہام کو تلبیس ابلیس سے محفوظ نہیں سمجھتے۔ اور اُسکی قبولیت کی یہ شرط لازم مانے ہوئے ہیں۔ کہ وہ ظاہر دلائل شریعت کا مخالف نہو۔ اور انکا مورد (صاحب الہام) متقی و پرہیزگار ہو فاسق۔ فاجر۔ اور اخوان الشیاطین سے نہ ہو اور اپنے اس اعتقاد و تحقیق کو ہم اسی ریویو براہین احمدیہ میں بصفحہ ۳۰۱ نمبر ۱۰ جلد ۷ میں اصول مسلمہ قرار دیچکے اور صاف لکھ چکے ہیں۔

یہ اصول تو مسلم ہیں۔ کہ (۱) ملہم (غیر نبی) اپنے سبھی الہامات میں معصوم نہیں ہوتا۔ اسکے بعض الہامات میں تلبیس ابلیس کا امکان و احتمال ہے۔ (۲) اور وہ خود بھی اپنی ہر ایک الہام پر (جب تک ان کا مخالف شریعت نہ ہونا ثابت نہ کرلے۔) یقین کرنے کا شرعاً مجاز نہیں (۳) اور اسکا یقین (جو اُسکو اپنے الہام پر خود بخود حاصل ہوتا ہے) شرعی حکم نہیں۔ (۴) اور بناءً علیہ) اسکا ہر ایک الہام خود اُسکے حق میں بھی ایسی دلیل شرعی (جسپر اہل اسلام کا اتفاق ہو۔) نہیں ہے۔ چہ جائے کہ وہ اوروں کے حق میں دلیل شرعی قطعی واجب العمل ہو"

اشاعۃ السنہ نمبر ۵ و ۶ جلد ۲ کے صفحہ ۱۵۳۔ وغیرہ میں انہی اصول کی تائید و تسلیم کے متضمن عبارات احیاء العلوم۔ میزان کبریٰ۔ و فرقان وغیرہ منقول ہوئے ہیں۔ جن کی تسلیم سے ہم کو اب بھی انکار نہیں ہے۔

اور اس سے پہلے بصفحہ ۲۸۳ نمبر ۹ جلد ۷ بدست آویز آیت ھل انبئکم علی من تنزل الشیاطین بیان کر چکے ہیں۔ کہ جھوٹے اور بدکار شیطان کے ملہم ہوتے ہیں۔

نہ خدا کے۔ اور اس سے پہلے نمبر ۵ و ۶ جلد ۲ کے صفحہ ۱۵۲ و صفحہ ۱۵۴ میں جو ۱۸۷۹ء کو شائع ہوئے ہیں لکھ چکے ہیں۔

اور امام غزالی جو بڑے کشفی والہامی مشہور ہیں جنکی عبارت مبثتہ الہام تائید سوال میں مسطور ہے۔ اسی عبارت کے متصل صفحہ (۱۶) جلد ۳ میں احیاء کے فرماتے ہیں۔

بیان تسلط الشیطان علی القلب بالوساوس ومعنی الوسوسة وسبب غلبتها۔

ثم ضرب للقلب مثلا مفادہ تصویر دخول الوساوس الیه ثم ذکر مداخل الوساوس الیه من الحواس الخمسة الظاهرة والقوی الباطنة من الشهوة والغضب وغیرهما وفسر الوسوسة والالهام والملك والشیطان والتوفیق والخذلان۔

ثم قال ولما کان لایخلو قلب عن الشهوة وغضب وحرص وطمع وطول امل الی غیر ذلك من الصفات البشریة المنشعبة عن الهوی لاجرم لم یخل قلب ان یکون الشیطان فیه جولان بالوسوسة

ولذلك قال صلی الله علیه وسلم ماامنکم من احد الا وله شیطان قالوا وانت یارسول الله قال وانا الا ان الله

دل شیطان کی سلطنت اور معنے وسوسہ اور اسکے غلبہ کے سبب کا بیان۔

پھر امام غزالی نے دل کی ایک ایسی مثال جسمیں وسوسے آنے کی صورت کا بیان ہو۔ تبلائی پھر وسوسہ کے راستوں کو ذکر کیا۔ جو ظاہری حواس ہیں اور باطنی قوتیں جیسے شہوت وغضب وغیرہ اور معنی وسوسہ والہام وفرشتہ شیطان توفیق وخذلان کو بیان کیا۔

پھر کہا جب کوئی دل شہوت وغضب وحرص وطمع اور لمبی امید وغیرہ صفات بشریہ سے جو ہوائے نفسانی کی شاخیں ہیں۔ خالی نہوا تو ضرور ہوا کہ کوئی دل ان باتوں سے خالی نہو۔ کہ شیطان کو اس میں وسوسہ کے ساتھ جولانی ہو۔

اسیواسطے آنحضرت نے فرمایا ہے۔ تم میں سے کوئی ایسا نہیں جسکے ساتھ شیطان نہ ہو صحابہ نے کہا آپ بھی ایسے ہیں۔ فرمایا

169

اعاننی علیه فاسلم فلا یامر الا بخیر
احیا العلوم صفحہ ۱۶ جلد ۳۔

ہان میں بھی ایسا تھا۔ ولیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے شیطان پر غلبہ دیدیا ہے۔ وہ میری تابع ہوگیا ہے۔ مجھے بجز خیر کچھ نہیں کہتا۔

اور امام غزالی نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ شیطان کو عرش اور لوح محفوظ کی صورت بن جانے کی قدرت ہے۔ جسکے مشاہدہ سے صاحب کشف یہ گمان کرتا ہے۔ کہ مینے عرش یا لوح سے علم حاصل کیا ہے۔ اور واقع میں وہ شیطان سے ہوتا ہے۔

ایسا ہی امام شعرانی کہ وہ بھی بڑے صوفی والہامی مشہور ہیں اور مشاہدہ عین شریعت و دوزخ و بہشت کے اپنے ان آنکھوں سے مدعی اور کشف والہام کے بڑے بہاری معتقد میزان کبرے صفحہ (۳) میں فرماتے ہیں۔

فان قلت فلای شئ لم یوجب العلماء باللہ تعالی العمل بما اخذہ العالم من طریق الکشف مع کونہ ملحقا بالنصوص فی الصحۃ عند بعضھم فالجواب لیس عدم ایجاب العلماء العمل بعلوم الکشف من حیث ضعفھا و نقصھا عما اخذہ العالم من طریق النقل الظاھر وانما ذلک للاستغناء عن عدہ فی الموجبات بصرائح ادلۃ الکتاب و السنۃ عند القطع بصحتہ ای ذلک الکشف فانہ حینئذ لا یکون الا موافقا لھا۔ اما عند عدم القطع بصحتہ فمن

اگر تو سوال کرے کہ جس بات کو طریق کشف سے کوئی عالم حاصل کرتا ہے۔ باوجودیکہ وہ بعضوں کے نزدیک حکم صحت میں نصوص (آیت یا حدیث) سے ملحق ہے۔ پھر اسپر عمل کرنے کو علماء نے کیوں واجب نہیں کیا۔ تو جواب اسکا یہ ہے کہ علماء کا اس پر عمل کرنے کو واجب نہ کہنا اس سبب سے نہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ اور اس علم کی نسبت (جو علماء طریق ظاہری نقل سے اخذ کرتے ہیں۔) ناقص ہے۔ وہ تو فقط اس لئے ہے۔ کہ کتاب و سنت کے ہوتے کشف کو (جو صحیح قطعی ہو) حجت و دلیل ٹھہرانے کی

جیت عدم عصمة الآخذ لذلك العلم فقد يكون دخله التلبيس من ابليس فان الله تعالى قد اقدر ابليس كما قال الغزالي على ان يقيم للمكاشف صورة المحل الذي يأخذ عليه منه من سماء او عرش او كرسي او قلم او لوح۔ فربما ظن المكاشف ان ذلك العلم عن الله تعالى فاخذ به فضل واضل۔ فمن ههنا اوجبوا على المكاشف ان يعرض ما اخذه من العلم من طريق كشفه على الكتاب والسنة قبل العمل به فان وافق فذلك والا حرم عليه العمل به (میزان کبریٰ ص۷۳)

حاجت نہیں۔ اسلئے کہ وہ قطعی ہونیکی صورت میں کتاب وسنت کے موافق ہوگا۔ یعنے پھر اسکو حجت مستقل ٹھہرانے کا کیا فایدہ اور اگر کشف کی صحت کا تیقین نہ ہو اور وہ ہمیشہ ہی جہان اُسکے حاصل کرنے والے میں صحت نہیں تو وہاں تلبیس ابلیس کا دخل ہے۔ یہ اسلئے ہے کہ اللہ تعالےٰ نے شیطان کو چنانچہ غزالی وغیرہ نے کہا ہے۔ یہ قدرت دی ہے کہ وہ صاحب کشف کے سامنے اسکے محل کشف کی جس سے وہ علم لیتا ہے۔ آسمان کی صورت بناوی یا عرش کی یا کُرسی کی یا قلم کی یا لوح محفوظ کی۔ پھر ایسا واقعات صاحب کشف سمجھتا ہے کہ یہ خدا تعالےٰ سے علم حاصل کیا ہے۔ سو اسکو کے لیتا ہے پس آپ بھی گمراہ ہوتا ہے۔ اور لوگونکو بھی گمراہ کرتا ہے۔

اسی جگہ سے علما نے صاحب کشف پر واجب کیا ہے کہ وہ اپنی اس بات کو جو طریق کشف سے لیتا ہے عمل کرنے سے پہلے قرآن وحدیث پر پیش کرے۔ پس اگر موافق پاوے تو اُسپر عمل کرے۔ ورنہ اُسپر عمل کرنا حرام ہے۔

اور کیا دیانی صاحب بھی ہمارے ان اصول کو بدل مان چکے ہیں۔ اور ہمارے اس ریویو کو (جسمیں یہ اصول بتائے ہیں) اپنا موید سمجھکر سر اور آنکھوں پر رکھ چکے ہیں۔ اور ہم کو خوب یاد ہے۔ کہ جب یہ ریویو شائع ہوا ہے۔ تو انہوں نے اپنے ایک لاہوری دلال (یا ایجنٹ) الٰہی بخش اکیونٹنٹ کی معرفت ہمارے پاس پچاس روپیہ بھیجو اکر یہ لکھا تھا

۱۶۵

کہ اس پچاس روپیہ کے عوض میں اشاعۃ السنہ کے وہ نمبر جنمیں ریویو درج ہے لوگوں کو مفت تقسیم کئے جاویں اور ہمنے اس روپیہ کے عوض میں لودہانہ میں (معرفت آپکے سابق حواری میر عباس علی صوفی کے (جو آخر آپکی مکاری دیکھ کر آپ سے منحرف ہو گئے۔ اور تائب ہو کر اس دنیا سے کوچ کر گئے ہیں) اور دیگر مقامات میں وہ رسائل مفت تقسیم کئے۔

اور طرفہ یہ کہ ہمنے تو غیر نبی کے الہامات کو محتمل تلبیس ابلیس قرار دیکر انکی شرعی حجت سے انکار کیا ہے۔ کیا دکادیانی صاحب نے اپنی ذات کے سوا اور نبیوں کے الہامات کو بھی محل دخل و تلبیس ابلیس قرار دیا ہے۔ چنانچہ ازالہ قادیانی کے صفحہ ۶۲۸ میں کہا ہے۔

"یہ دخل کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے۔ مگر وہ بلا توقف نکالا جاتا ہے اسکی طرف اللہ جلشانہ قرآن کریم میں اشارہ فرماتا ہے۔ وما ارسلنا من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ الخ ایسا ہی انجیل میں بھی لکھا ہے کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کے ساتھ بدل کر بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے۔ دیکھو خط دوم قرنتیان باب ۱۱۔ آیت ۱۴۔ اور مجموعہ تورات میں سے سلاطین اول باب ۲۲۔ آیت ۹۔ میں لکھا ہے۔ کہ ایک بادشاہ کے وقت تین چار سو نبیوں نے اس کی فتح کے بارہ میں پیشگوئی کی۔ اور وہ جھوٹے نکلے۔ اور بادشاہ کو شکست آئی۔ بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا۔ جب [illegible] اصل وہ الہام ایک ناپاک روح سے تھا۔ نوری فرشتے کیطرف سے نہیں تھا۔ اور ان نبیوں نے دہوکھ کھا کر ربانی الہام سمجھ لیا تھا۔" ازالہ صفحہ ۶۲۸ و ۶۲۹

ایسا ہی ہم غیر نبی کے خوابوں کو محتمل تلبیس ابلیس جانتے۔ اور اپنے مضمون خطبہ یا لیکچر میں بصفحہ ۲۷۸ نمبر ۹۔ جلد ۱۷۔ لکھ چکے ہیں۔ کہ خوابیں پانچ قسم ہوتی ہیں۔ جن میں صرف ایک قسم الہام الٰہی ہوتا ہے (جو رویاء صالحہ اور مبشرات کہلاتے ہیں۔) باقی چار قسم غیر الہامی ہیں جنمیں ایک شیطانی وسوسہ بھی ہے۔

اسبات کے تسلیم کرنے سے بھی کیا دصاحب کادیانی کو انکار نہیں ہے اور

جبکہ غیر نبی کے الہامون اور خوابونکا یہ حال ہے جسمیں کیا دصاحب کو مجال مقال نہیں ہے اور اسیوجہ سے علماء اسلام نے غیر نبی کے الہامات اور خوابون کے قبول کرنے کے لئے علاوہ اور شروط کے ایک شرط لگادی ہے کہ وہ صریح احکام مستفاد کتب وسنت کی مخالف نہون جسکے تسلیم میں کادیانی کو بھی بظاہر کوئی عذر نہیں ہے۔ تو اب ہم درخواست کیا دصاحب کادیانی کے جواب میں کہتے ہیں کہ آپ کے اور آپ کے معتقدات کی نسبت جو خواب یا کشف یا الہام کسی شخص کو ہوا ہے یا آئندہ ہوسکتا ہے۔ اور ہوگا۔ وہ دو حال سے خالی نہ ہوگا (۱) یا تو وہ خواب یا کشف یا الہام آپ کا موئد اور آپکے معتقدات و خیالات کا مصدق ہوگا (۲) اور یا ایسا ہوگا کہ وہ آپکا مخالف اور آپکے اعتقادات کی تکذیب کرتا ہوگا۔ پس اگر وہ خواب یا الہام یا کشف قسم دوم سے نکلا تو وہ آپکے حقین مفید نہ ہوگا۔ پس آپکو کیا فائدہ حاصل ہوا اور اگر وہ قسم اول سے نکلا۔ اور اس سے یہ مفہوم اور ثابت ہوا کہ آپ سچے رسول اور مسیح موعود اور مہدی مسعود ہیں (جیسا کہ آپکے متکسات ثلثہ مذکورہ میں پایا جاتا ہے) اور آپ کے مقالات و معتقدات حق ہیں تو اسصورت میں وہ جواب یا الہام ظاہر آیات احادیث کا مخالف قرار پائیگا کیونکہ آپکے یہ دعاوی باطلہ وعقائد فاسدہ کہ مین مسیح موعود ہون اور مہدی مسعود اور نبی اور مرسل ہون وغیرہ صریح آیات قرآن واحادیث نبویہ کی مخالف ہین چنانچہ فتوے علماء ہندوستان وپنجاب میں ثابت ہوچکا ہے۔) اور اسوجہ سے وہ خواب یا الہام بحکم مسلمات فریقین [illegible] سمجھا جاے [illegible] بلکہ [illegible] اور اس کی [illegible] اور [illegible] کہ [illegible] اور [illegible] کہ [illegible] کہ [illegible] کہ

۱۷۱

ہیں جسکو کوئی مسلمان قبول نہیں کرتا۔ اور اُس شخص کو جو احکام مذکورہ کے مقابلہ میں اپنا فتوا پیش کرے۔ ملحد زندیق باطنی کا خطاب دیا جاتا ہے۔ اور جو شخص الشیخ ملحد اُن خوابوں یا الہاموں کو قبول کرلیتا ہے اور اُسکو دلیل شرعی سمجھ لیتا ہے۔ وہ شریعت کو ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے۔ اور اپنے دین کو کھو بیٹھتا ہے اور نماز روزہ چھوڑ کر بھنگ بوزہ پینے لگ جاتا ہے۔ ڈاڑھی مونڈی اور بینگ نوش فقیر ایسے دلائل پیش کرتے ہیں۔ اور جاہل عوام اور احکام شریعت سے بیخبر اُنکے قابو میں آجاتے ہیں۔

کادیانی بھی اب چاہتا ہے کہ لوگ قرآن اور حدیث وغیرہ دلایل شرعیہ کو طاق پر رکھدیں اور میری جھوٹی خوابوں اور مصنوعی الہاموں کی پیروی اختیار کرکے میرے طرح ملحد و بے دین ہمارے خواص علماء کو چاہیئے کہ اُنکے دھوکہ میں آکر خوابوں یا ایسے الہاموں کیطرف رجوع نہ کریں اور اس دجال کو اس جال کے پھیلانے کا موقعہ نہ دیں۔ مجھے اسوقت ایک نقل یاد آئی ہے جو میں نے اس سے تیس برس پہلے زمانہ طالب علمی میں شیخنا و شیخ الکل و شیخ العرب والعجم شمس العلماء وزین الفقہاء حضرت سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی (متع اللہ المسلمین بطول حیاتہم) سنی تھی کہ دہلی میں ایک جاہل صوفی شراب پیا کرتے تھے۔ اور ایک محدث مولوی صاحب (مگر بھولے صاحب) جو صوفی بھی کہلاتے تھے) انکو منع کیا کرتے تھے جب وہ نہ منع کرتے تو وہ کہتا کہ آؤ ہم تم مراقبہ میں بیٹھیں۔ اور اس مراقبہ میں آنحضرت کی حضوری ہو تو اسے ظاہر شراب حرام ہونے پر پوچھیں۔ صوفی محدث (اپنے بھولاپن میں) اسکے ساتھ مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت کے نام سے جو خاص شکل و وضع پر ہے مشاہدہ میں آیا اور وہ کہتا ہے (شراب حلال ہے) یہ سنکر جاہل صوفی خاموش ہوا اور محدث صوفی مغلوب ہوئے۔ مگر پھر وہ بہت سے اور خدا کی جناب میں گڑگڑائے۔ اور دوبارہ اس جاہل صوفی کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپنے فرمایا "الخمر حرام" یعنی شراب حرام ہے۔ تب وہ محدث صوفی غالب ہوئے۔ اور جاہل صوفی مغلوب ہوا۔ اس عاجز خاکسار اور ایک محقق و مبصر کے نزدیک محدث صوفی کی وہ غلطی اور بھولاپن تھا۔ کہ وہ شراب کی حلت و حرمت پر حضرت کیلئے قرآن کو چھوڑ کر مراقبہ اور اپنے الہامون کیطرف متوجہ ہوئے جسمیں پہلی دفعہ مغلوب ہوگئے۔ اور اگر

ہندوؤں میں ہے۔) اب رہا جوش مذہبی سو اگرچہ مسلمانوں میں ہندوؤں کی نسبت زیادہ ہے مگر خواص کا جوش اُنکے خواص کی نسبت کم ہوگیا ہے۔ پھر آپ کس حوصلہ پر آپ اُنکے مقابلہ میں تجارت* چلائینگے۔ اور کس ہمت پر اُنسے عدالت میں مقدمات لڑائیں گے۔ لہذا آسان تدبیر ہندوؤں کے ناجایز منصوبوں اور اُنکے بُرے ارادوں سے بچنے کی آپ کی موجودہ حالت کی نظر سے یہی ہے کہ آپ صاحبان اُنکے سامنے اُن خیالات کا اظہار کریں جو میں نے آپ کی طرف سے وکالتاً ظاہر کئے ہیں۔ اور اپنی اسلامی مجلسوں میٹنگوں میں اس مضمون کی ریزولوشن (تجاویز) پاس کریں۔ کہ الہامی قاتل کی گولی اور الہامی قاتل کے مضمون پیشگوئی سے ہمکو اتفاق نہیں ہے اور ہم اس قتل کو (اگر وہ الہامی سے مسلمان سے سرزد ہوئی ہے۔) مجوز دھامی نہیں ہیں۔ اور ان خیالات کی اخبارات میں اشاعت کریں امید ہے اس سے ہندوؤں کے خیالات بدل جائینگے اور اُنکے بزعم خیالات صلح پسندی کو وہ ظاہر کرینگے۔ وہ بھی خوب جانتے ہیں کہ گو وہ مال و دولت و تعلیم و اتفاق میں مسلمانوں سے فائق ہیں۔ مگر علیحدگی اور تفرقہ میں مسلمانوں ہی کا نقصان نہیں ہے۔ بلکہ ہندوؤں کا بھی سخت نقصان ہے۔ اُن کی تجارت کا بڑا مدار مسلمان ہی ہیں۔ وہ اپنے بھی کماتوں اور روزمرہ کے گاہکوں کی طرف رجوع کریں گے۔ تو ہندوؤں

* اس سے یہ مقصود نہیں کہ جو ہمارے مسلمانوں نے تجارت کی تدبیر کی ہے اور کچھ شروع کردی ہے۔ اُسکو چھوڑ دیں اور ہمیشہ کے لئے ہندوؤں کے دست نگر رہیں۔ جو ایسا خیال رکھتا ہے وہ مسلمانوں پر سخت ظلم کرتا ہے۔ اس تجویز تجارت سے صدہا مسلمان جو بیکار رہتے۔ اور اسوجہ سے طرح طرح کے اوہام اور اندیشوں کے محل ہو وہ کام میں لگ گئے ہیں۔ اور ٹکڑا کمانے لگے ہیں۔ لہذا اس تجارت کی موقوفی کا خیال کرنا مسلمانوں کو شامل بیکار بنا دینا اور توہمات انشاء بنانا ہے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ مقابلہ کا خیال نہ رکھیں۔ اور ہندوؤں کو بھی اُنکی تہمت پر یہ خیال نہ

وہ دوسری دفعہ غالب نہ ہوے تو اس حکم شریعت حرمت خمر کو جاہلوں کی نظر سے کھو بیٹھے ہیں۔
ایسا ہی جو شخص کادیانی کے دام میں پھنس کر اُسکے عقاید کفریہ و مقالات بدعیہ کو پڑھنے کیلئے کتاب و سنت کو چھوڑ کر خوابوں کیطرف رجوع کریگا۔ وہ دین کو کھو بیٹھیگا۔ اور کادیانی کیطرح دہریہ و ملحد بن جائیگا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمنے کادیانی کی اس درخواست کے جواب میں۔ خوابوں کیطرف رجوع کرنیکو جایز نہیں رکھا اور نہ اپنے اور دوسرے دوستوں اور اکابر کی خوابوں کو اُسکے مقابلہ میں پیش کیا۔ ورنہ ہمارے پاس اپنے اور اپنے دوستوں اور بزرگوں کے ایسے خواب و الہامات اور مکاشفات موجود ہیں جن میں کادیانی کا حال ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ ملحد و گمراہ ہے۔

میں نے دو دفعہ خواب میں اُسکو بُری حالت میں دیکھا ایک دفعہ مسخ شدہ صورت دبندر کیصورت میں (جسکو اضاعۃ السنۃ کے کسی پرچہ میں بیان بھی کر دیا تھا) دوسری دفعہ ڈاہڑی مونڈی فقیر کیصورت میں میرے بڑے بھائی شیخ محمد علی صاحب نے خواب میں اسکو بہالو (بیچھی) کی صورت میں دیکھا۔ اور توکل شاہ صاحب مرحوم ساکن انبالہ نے اُنکو اُس خواب کی تعبیر ایسی بتائی جس سے معلوم ہوا کہ وہ کادیانی ہے۔

مولوی عبد الرحمن صاحب مرحوم صوفی ساکن لکھو کے ضلع فیروز پور کو کئی دفعہ کادیانی اور اسکے اتباع کی نسبت الہامات ہوئے ہیں کہ وہ "جھوٹا ہے" "شیطان اُسکو دھوکہ دیتا ہے"۔ جسکا شیطان ہمنشین ہو "وہ برا ہمنشین ہے" "وہ میری آیات اور رسولوں سے ہنسی کرتے ہیں"۔ "خدا ظالموں کو گمراہ کرتا ہے" اُنکے یہ الہامات رسالہ ایقاظ کے صفحہ ۲۲ میں منقول ہیں۔ اُنکے چھ ان الہامات کو کادیانی نے بھی اپنے ازالہ کے صفحہ ۶۲۷ میں نقل کیا۔ اور پھر اُنکے جواب میں کہا ہے کہ یہ شیطانی الہامات ہیں اور اُسکی تائید و ثبوت میں وہ من گھڑت ڈھکوسلہ بیان کیا ہے۔ جو صفحہ ۲۰ نمبر ۲ کے ازالہ کے صفحہ ۶۲۹ پر منقول ہوا۔

ہانسی حصار میں ایک مجذوب شاہ سیف الرحمن نام رہتے ہیں۔ اُنہوں نے دجال و کیلہ کادیانی کی نسبت حالت جذب میں ایسے کلمات فرمائے ہوے ہیں جس سے اُسکا گمراہ ہونا ثابت ہوتا ہے

۱۷۹

چنانچہ میر احمد شاہ سکرٹری میونسپل کمیٹی لودہانہ ایک تحریر میں فرماتے ہین۔

حامداومصلیا

مجھے ماہ جون گذشتہ میں حصار میں جانے کا اتفاق پڑا وہاں میرے ایک دوست غلام حسین صاحب جمعدار بندوبست ہیں۔ مین نے اُنسے دریافت کیا کہ یہاں پر کوئی شخص بزرگ بابرکت ہوں تو مجھے ان کی خدمت میں لیچلو۔ صاحب موصوف نے فرمایا۔ ایک صاحب شاہ سیف الرحمن صاحب مجذوب ہیں۔ اور جذبہ کی حالت میں خود بخود بہت سی باتین کیا کرتے ہیں۔ اور اُنکے سامنے اظہار حال کی کچھ ضرورت نہیں۔ جو دریافت کرنا ہو اسے اپنے دل میں رکھیں وہ خود بخود اُن کی گفتگو میں جو مخلوط ہوتی۔ بیان کر جاتے ہیں۔ اور صرف سائل ہی جو بات اُسکے حق مین ہوتی ہے سمجھ جاتا ہے۔ میں اور وہ دونون شاہ صاحب کیخدمت میں پہنچے۔ اور شاہ صاحب اُسوقت کچھ باتیں مقدمات کی کر رہے تھے۔ مینے بیٹھتے ہی اپنے دل مین خیال کیا کہ مرزا صاحب کادیانی کا شور غل کیا ہے۔ اکثر لوگ اور علماء انکو اپنے دعوے میں صادق نہیں جانتے۔ مگر اصلیت کیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ضمن گفتگو میں فرمانے لگے کہ ایک تو انگریزونکا عیسیٰ بن گیا۔ اور ایک چوہڑونکا پیر بن گیا۔ اسکے بعد الفاظ سخت سخت فرمائے۔ اور نہایت غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اور ایک حجرے میں چلے گئے اور لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد پڑہ پڑہ کر پھر غصہ کے الفاظ فرماتے تھے۔ میں ویسی حالت چھوڑ کر میں اپنے دوست کے ساتھ آگیا۔ رستہ میں میرے دوست نے دریافت کیا۔ کہ تم نے کیا بات سوچی تھی کہ شاہ صاحب ایسا غصہ ظاہر فرماتے تھے۔ مینے جب قصہ سُنایا تو کہنے لگے کہ انگریزونکا عیسیٰ وغیرہ جو الفاظ کہے ہیں نہین سمجھتا تھا اور اُنکے نہ سمجھنے کی یہ وجہ ہوئی کہ مینے جاتے وقت رستہ مین اُن سے یہ نہیں کہا تھا۔ کہ میرا مافی الضمیر کوئی مضمون مرزا صاحب کے لئے متعین ہوگا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اہل دل لوگون کے نزدیک مرزا صاحب کے دعوے غلط و محض بے بنیاد ہیں۔ اور شاہ صاحب

کی یہ ایک نئی بات نہیں ہے۔ مینے اور بھی بہت سی باتین اونکی حصار میں سنین ہین۔ جن سبکو اپنی اس واقعہ چشم دید کی بہت سے سچ اور بلاشائبہ ریب سمجھتا ہون مجھے اطمینان کلی ہے اور حاجت تفصیل نہیں۔ جو صاحب شک کرین خود حصار جاکر جو بہت دور نہیں ہے ریل موجود ہے مشرف بزیارت ہوکر خود تجربہ کرلین۔ اچھے لوگ باوجود لائق ہونے کے مرزا صاحب جیسا دعوے نہیں کیا کرتے اور پھر ایسے دعوے جو متقدمین و متاخرین سب کے مخالف ہیں۔

راقم احمد شاہ لودہانوی۔ ۱۴۔ جنوری ۱۸۹۲ء

کادیانی کی متمسکہ دونو بناوٹی الہام اور تیسری جھوٹی خواب کا رد و ابطال

دونو الہام اور تیسرا خواب جو کیاد صاحب نے مشتہر کئی ہیں باوجودیکہ انکا ناقابل اعتبار ہونا جواب درخواست سی ثابت ہوچکا ہے۔ اسوجہ سی بھی باطل اور واجب الرد ہیں کہ یہ تینون محض من گھڑت ڈھکوسلے ہین۔ دونو الہام حضرت کیاد صاحب کے اپنے من گھڑت ہیں اور خواب اُن کے حواریوں کی بناوٹ و معہذا انکے مضامین ظاہر شریعت (کتاب و سنت) اور واقعہ کے مخالف ہیں۔ اس خواب کو تو خود صاحب خواب (محمد سید عالم طالب العلم اورنٹیل کالج لاہور) نے بعض حواریان کیاد صاحب کا افترا قرار دیا ہے۔ اور اسمضمون کے متعدد اشتہارات شائع کردیئے ہیں۔ اور ۴۔ جولائی ۱۸۹۷ء کو وہ خاکسار کی فرودگاہ لاہور میں آئے اور خاکسار کے سامنے اس خواب کو جھٹلایا۔ اور اُسکی تکذیب میں بقلم خود ایک پرچہ لکھ کر خاکسار کے حوالہ کیا۔ جو ذیل میں منقول ہے۔

نقل پرچہ محمد سید عالم طالب العلم

مین نے ایک جلسہ اعظم میں اس حلیہ کا ایک آدمی دیکھا جسکے ہونٹ موٹے رنگ گندمی چہرہ پر چیچک کے داغ۔ آنکھین موٹی۔ سر پر کلہ کی دھاری کا نشان خشخشے بال سیاہ و سفید اُس کے پاس مرزا کادیانی بھی بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ حلیہ بالا والا کون شخص ہی۔ اُنہون نی کہا

173

کہ رسول کریم ہیں۔ میں نے مرزا کی نسبت کہا۔ ایسا مرد ود۔ کافر۔ دجال۔ ملعون حضرت کا مقرب کیونکر ہوگیا۔ اس پر تمام نے شور و غل کیا۔ تو اس شخص نے مجھے اپنے پاس بُلایا۔ اور کہا کہ بزرگوں کو گالی دینا برا ہے۔ جو شخص بزرگوں کو بُرا جانتا ہے جنتی ہوتا ہے۔ مین نے یہ واقعہ بذریعہ خط مرزا کادیانی کو لکھا۔ اُسنے وہ خط اپنے مریدوں کے پاس بھیجا۔ وہ خط مجھے دیکھایا۔ اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو ہم اسکا خط کو چھپوادین۔ میں نے کہا چھپوادو اُنہوں نے دوسرے دن مجھے دستخط کرنیکو بُلایا۔ اور اُنہوں نے کہا کہ وہ خط تو تاج الدین کے مکان میں گم ہوگیا ہے۔ تم دستخط کردو۔ ہم کو وہ مضمون یاد ہے۔ ہم لکھ لینگے۔ اُنہوں نے ایک اور رویائے صادق کی عبارت لکھ کر کہا کہ میری طبیعت کچھ خراب ہے آپ دستخط کرجائین۔ ہم لکھ لینگے مین نے دستخط کردیئے۔ اور اُنہوں نے از جانب خود ایک مضمون رُویائے صادقہ بنا کر شائع کردیا۔ اور اس میں مرسل اور مسیح موعود کا لفظ اپنی طرف سے لگادیا اور اس زیادتی کا وہ اقرار کرچکے ہیں۔ اور رشوت دینے کا بھی اظہار کیا۔ جو اُنکی کلام سے صاف پایا جاتا تھا

محمد [illegible] ایل۔ کلاس اورنٹیل کالج لاہور۔

اس سے پہلے وہ یکم جولای ۱۸۹۷ء ایک اشتہار چھاپ چکے ہیں جسکی نقل یہ ہے۔

کادیانی کی جعل سازی

میرے طرف سے جو ایک رویائے صادقہ نام اشتہار ۱۹۔ ماہ جون ۱۸۹۷ء کو شائع کیا گیا ہے۔ وہ فی نفسہ میرے طرف سے نہیں ہے۔ میں خدا وحدہ لاشریک کو گواہ کرکے کہتا ہون کہ میرا خواب جو ایک خیالی وسوسہ تھا۔ [illegible] کے ناصے محض بدنیتی و شرارت کے فائدہ اٹھانے کیغرض سے اپنے پاس سے چھپوا کر شائع کیا گیا ہے۔ اُن قسمے باز ہیچ دانوں اور جھوٹ بھیلانیوالوں پر خدائے جبتار کا قہر نازل ہو۔ مجھے حضرت ختمی مرتبت نے مرزا کو ہرگز ہرگز مرسل نہیں کہا۔ وہ حضرت خود ختم المرسل اور ختم النبی ہیں۔ میری اصلی عبارت یہ ہے جو اس اشتہار میں لکھ رہا ہون۔ مین نے اپنی عمر میں رویائے صادقہ کے معنے بھی نہیں سُنے ہیں۔ میری عمر اسوقت سترہ سال کی ہے۔ اس عمر کے لڑکے سے اپنی تصدیق کرانی دنیا کو ہوکے میرے بڑا نادان ہے۔ مین خدا کا شکر ادا کرتا ہون کہ اُس نے مجھے ایک بڑی ہلاکت سے بچا لیا

اور میری گردن پر خلق خدا کو دہوکہ میں ڈالنی کا بوجھ نہ رہنے دیا۔ اے خدا تو مجھے میرے اس گناہ عظیم کی پاداش سے معاف کر اور میری عاقبت بخیر کر تو گواہ رہنا کہ میں اس اشتہار کے ذریعے سے تیری جناب میں اپنے اس گناہ کے متعلق اشتہار کر کے تمام مسلمانوں کی آگاہی کیلئے اپنا مافی الضمیر شایع کرتا ہون میرے وہ مسلمان بہائی جنہیں میرے اسم فرضی سابقہ اشتہار نے دہوکہ میں ڈال دیا ہے اس اشتہار پر بالکل خیال نہ فرماوین وہ محض بالکل باطل ہے۔ وقل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ الراقم محمد سید عالم ایف۔ او۔ ایل کلاس اورنیٹل کالج لاہور متوطن گہکہڑ ضلع گوجرانوالہ۔ مورخہ یکم جولائے ۱۸۹۷ء۔

اور اس سے پہلے ۳۰ جون ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار انہون نے اور چھاپکر مشتہر کیا ہے جسکی نقل یہ ہے۔

دہوکھے کا انجام رسوائی

مین چند جملے ۱۹ جون کے جعلی اشتہار پر جو برائے نام میرے نام پر مشتہر ہوا ہے بیان کرنا مناسب سمجھتا ہون اور تمام اہل اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہون خصوصاً علمائے دین سے اور وہ عرض یہ ہے کہ رویائے صادقہ کے معنے مجھے ابھی تک معلوم نہیں جو اشتہار میں لکھے گئے ہیں۔ اور مرسل کا لفظ مرزا صاحب کا اپنا فخر ہے۔ مسیح موعود کا لفظ انہون نے اپنے دعوی کی تصحیح کیلئے مشتہر کیا ہے ورنہ میرا خواب جو اصل تھا وہ بے شبہ و شک مؤثر تھا۔ اور اگر وہ بعینہ وہی چھپتا تو میں یقیناً کہتا ہون کہ اسکا اثر اس جعلی اشتہار سے زیادہ ہوتا۔ اور اس سچی خواب کا یقین بھی ان کی نماز شریف نے جو ہمارے مذہب اسلام کے بالکل برخلاف ہے باطل کیا ہے۔ میں جمعہ کو دن جعلی خواب کے مشتہر ہونے پر شاہی مسجد میں تمام اہل اسلام کے روبرو مرزا یونکی قلعی کھولونگا۔ اور اپنا حال بیان کرونگا سب اہل اسلام سے درخواست ہے کہ شاہی مسجد میں ضرور تشریف شریف لاویں۔ راقم محمد سید عالم ایف۔ او۔ ایل کلاس اورنیٹل کالج لاہور متوطن گہکہڑ ضلع گوجرانوالہ۔ مورخہ ۳۰ جون ۱۸۹۷ء

اس جعلی خواب کی تکذیب پیسہ اخبار لاہور۔ و چودہویں صدی راولپنڈی میں بھی ہو گئی ہے چودہوین صدی کی عبارت صفحہ ۸۸ نمبر ۶ جلد ہذا میں نقل ہو چکی ہے اسمین پیسہ اخبار کا بھی حوالہ ہے۔

اخبار جعفر زٹلی لاہور مطبوعہ ۱۰ جولای ۱۸۹۷ء میں سواقعہ حیرت انگیز کی نسبت ایک مفصل مضمون چھپا ہی اسمقام میں اُسکا خلاصہ بھی نقل کرنا مناسب ہے۔

174

ہمارے الہاموں کی سچائی اور کادیانی کی رسوائی

ہمنے کشفی طور پر ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کی رات کو دیکھا تھا۔ کہ کادیانی ہمارے سچے الہامون سے اطلاع پاکر ہم وغم ورنج والم میں مبتلا ہو کر اپنی جورو کے آگے رو رو کر ہاتھ باندہ کر کچھ عرض معروض کر رہا ہی۔ اور اپنی بیوقوفی اور بیدینی سی یہ چاہتا ہے۔ کہ کسی طرح خدا کے سچے الہامونکو وقوعمین آنے سی روکدی۔ اور ہمکو خدا نے مامور کیا ہی کہ ہم خدا کے سچے الہامونکو اسکی مخلوق کے سامنے پیش کرکے اوسکے فرائض سی سبکدوش ہون منجملہ اُن سچے الہامون اور کشفون کی ایک یہ بھی ہمارا الہام تہا کہ خداوند تعالےٰ نے کادیانی کی نسبت یہ ارادہ فرمایا ہی کہ اسکا منہ کالا اُسی کی مریدوں کے ہاتھوں سی کریگا۔ چنانچہ وہ الہام یہ تہا۔ ای کادیانی کمبخت دیکھ ہم جلدی ملا محمد بخش کے سچے الہامونکو پورا کرکے تیرا منہ کالا تیری ہی مریدوں۔ کے ہاتھوں سے کراوینگے جس شخص کو ہمارے اس الہام کی نسبت کچھ شک ہو وہ ہمارے مشتہرہ الہامون مورخہ ۲۳ جون ۱۸۹۷ء کے پرچہ کو جو ڈائمنڈ جوبلی کی یادگار کی نام سی موسوم ہو کر چھاپا گیا تھا۔ اسکا صفحہ دوم سطر ۲۰ کو ملاحظہ کرکے تسلی کرسکتا ہی اب وہ الہام کہ کادیانی کا منہ کالا اُسکے مریدون کی ہاتھون سی ہو جاویگا۔ بعون ایزد متعال ۲ جولای ۹۷ء بروز جمعہ پورا ہوا یعنے کادیانی کا منہ کالا اُسکے مریدون کی ہاتھون سی ہو گیا تفصیل اجمال کی یہ ہی۔ کہ کادیانی کی مریدون نے ایک بناوٹی اشتہار موسومہ برویائی صادقہ ایک غریب طالب العلم مسمی سید عالم ایف۔ او۔ ایل۔ کلاس اورنٹیل کالج لاہور متوطن گہکہڑ ضلع گوجرانوالہ تاریخ ندارد کے نام سے مشتہر کیا جسکا لب لباب یہ ہی کہ اُسی طالب العلم کو گویا خواب میں زیارت حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نصیب ہوئی۔ کہ آپ حضور پر نور ایک مسجد میں تشریف شریف رکھتے ہیں۔ اور اُنکی دوسرے مرتبہ پر ایک شخص بیٹھا ہی جسکی نسبت آنحضرت نے فرمایا کہ یہ مرزا کادیانی ہی۔ اور میرے طرح یہ بھی مرسل ہے اور سچا مسیح موعود ہی۔ جو اُسکی نہ مانیگا وہ جہنم میں گرایا جاویگا۔ وغیرہ وغیرہ چنانچہ وہ بناوٹی اشتہار

اپنی ہی گرہ سے چند پیسے بھی خرچ کرکے چھپوا کر جا بجا شہر لاہور اور اُسکے مضافات میں تقسیم کرا دیئے گئے جسکا یہ بناوٹی اشتہار سید عالم طالب علم کی نظر سے گذرا تو اُس نے فی الفور ۳ جون ۱۸۹۷ء کو بذریعہ اشتہار تمام دھوکے کا انجام رسوائی چھپوا کر عوام الناس کو مطلع کیا کہ وہ ۲ جولائی ۱۸۹۷ء بروز جمعہ جامع مسجد میں تمام حاضرین اہل اسلام اور علمائے دین کے سامنے اصل واقعہ کو پیش کرکے مرزا صاحب کی قلعی کھولکر اپنی سرخروی حاصل کریگا۔ امید ہے کہ سب مسلمان جامع مسجد میں تشریف لاکر صدق دل سے اصل واقعات کو سنکر مرزا کادیانی کی جعلسازی پر لاکھ لاکھ نفریں کرینگے۔ چنانچہ تاریخ مقررہ بالا پر جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ سے پہلے مولوی حافظ محمد صاحب سالم خوب مؤثر تقریر کی جسپر تمام حاضرین اہل اسلام نے تحسین و آفرین کی پھر اسی مجمع میں سید عالم کیطرف سے بیان کیا گیا کہ اصل واقعہ خواب کا اسطرح پر ہے کہ میں ۱۹ جون ۱۸۹۷ء کو بازار سید مٹھا میں جارہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عطر بوزہ فروش کی دوکان پر چند اشخاص سرسید احمد خاں کو اور مرزا کادیانی کو بُرا بھلا کہہ رہے ہیں۔ چونکہ میں بھی کچھ کچھ کادیانی کے برخلاف تھا۔ اُنکی ہاں میں ہاں ملانے لگا۔ اسی اثنا میں ایک شخص وہاں سے گذرا اور کہنے لگا کہ کسی کو بُرا نہیں کہنا چاہیئے۔

رات کو یہی خیال شائد میرے دماغ میں رہا۔ اور اسیطرح میں خواب دیکھتا ہوں کہ میں عطر بوزہ فروش کی دوکان پر مرزا کی بابت کچھ گفتگو کر رہا ہوں اور ایک شخص جسکا حلیہ یہ ہے چیچک دار دماغ سر کے بال انگریزی فیشن پر کٹے ہوئے۔ سر پر کلاہ لمبے کی علامت ایک گول داری نمودار جسنیوں کیطرح ہونٹ بڑے بڑے۔ ڈاہڑی کے بال سیاہ و سفید مجھے کہتا ہے کہ کسی کو بُرا نہیں کہنا چاہیئے الخ۔

اس خواب میں جو آنحضرت کا حلیہ بتایا گیا ہے یہ واقعہ کے برخلاف ہے۔ یہ حلیہ کسی میرزائی شیطان کا ہے۔ نہ رسول رحمن کا یہ حلیہ بتا رہا ہے۔ کہ اصل خواب بھی شیطانی ہے۔ نہ رحمانی اور اسپر حواریان کادیانی کی جعل سازی از خود افترا پردازی طرفہ پر طرہ ہوئی۔

اس خواب میں ان حضرات کی جعل سازی و افترا پردازی ناظرین کو ثابت ہوئی تو اسی سے وہ ان دونوں الہاموں کے افترا ہونے کا یقین کر سکتے ہیں۔ بایں ہمہ ہم اُن کے

175

وجوہات ہونے کے جداگانہ بیان کرتے ہیں۔

پہلے الہام کے افترا ہونے کی وجوہات

پہلے الہام کے افترا ہونے پر کئی وجوہات شاہد ہیں۔ (اوّل) اس اشتہار کے مشتہر فتح محمد سب پوسٹماسٹر لیہ کے حقیقی خالو (ماموں) منشی امام بخش صاحب سابق منشی رسالہ ریاست بہاولپور نے بمقام ڈیرہ نواب صاحب اس اشتہار کو دیکھا تو اسکو صاف اور کھلے الفاظ سے رد کیا اور کہا کہ یہ محض افترا ہے۔ اور اپنے بھانجے فتح محمد کے حق میں ایسے الفاظ کہے جسکو ہم اس مقام میں نقل نہیں کر سکتے۔

(دوم) اس اشتہار کا مشتہر فتح محمد پوسٹماسٹر لیہ کیا دصاحب کے خاص مریدوں اور حواریوں سے ہے۔ کادیانی نے اپنے مریدوں کی فہرست میں اسکا نام مشتہر کیا ہوا ہے۔ آخری فہرست جلسہ جوبلی کا چندہ دینے والوں کے دیکھو اسمیں اسکا نام ۲۵۸ نمبر ہے۔ اور اسکی دیانت اور امانتداری کا یہ حال ہے کہ ۱۸۸۹ء سے قیمت اشاعۃ السنہ کی چار روپیہ اسکے ذمہ ہے۔ بارہا بیرنگ خطوں کے ذریعہ مطالبہ ہوا۔ نہ قیمت ادا کی نہ پرچے واپس کئے۔ باوجودیکہ واپسی پرچونکا وعدہ بھی کیا اسوقت اسکے تین خط ہمارے پاس موجود ہیں۔ ایک میں قیمت کی تفصیل سے تصحیح کراتا ہے۔ دو میں واپسی پرچونکا وعدہ کرتا ہے۔ مگر اب تک نہ پرچے واپس کئے اور نہ روپیہ ارسال کیا۔

اب اہل انصاف انصاف کرین کہ ایسے خدا ترس اور راست باز کی روائیت کا جسکو وہ اپنی ہمشیرہ سے نقل کرتا ہے کیا اعتبار ہے۔؟

(وجہ سوم) اس الہام کی عربی عبارات غلط و بے معنے ہیں۔ فقرہ نمبر ۲ کوئی معنے نہیں رکھتا۔ فقرہ نمبر ۵ و ۶ میں صادقاً و مفعولاً کی نصب (دو زبریں) غلط و بے وجہ ہیں۔ فقرہ عباد اللہ وجھکم الخ بے معنے ہے۔ آخری فقرہ جو آئت قرآن سے پہلے ہے غلط و بے معنے ہے۔

(وجہ چہارم) کسی شخص کو عربی میں یا کسی اور زبان میں (جسکو وہ نہ سمجھتا ہو۔) خدا تعالے ملہم الانبیاء والاولیاء کا کام نہیں ہے۔ اور نہ خدا تعالے کی یہ عادت ہے۔ آئت منقولہ حاشیہ

وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه لیبین لهم (سورہ ابراہیم ع ۱)	میں صاف تصریح ہے۔ کہ خدا تعالےٰ ملہم کی قومی زبان میں الہام کرتا رہا ہے۔ تاکہ اسکو لوگوں کے

آگے بیان کردے۔ غیر زبان میں الہام کیا۔ صاحب کادیانی اور اسی کی پارٹی ہوتے ہیں جو شیطانی احتلام ہیں۔ نہ رحمانی الہام۔

(وجہ پنجم) اس الہام کی عبارت اُردو و عربی صاف ناطق و شاہد ہیں کہ یہ کادیانی کی عبارات ہیں جو شخص کادیانی کی عبارات اُردو و عربی میں نظر رکھتا ہوگا۔ وہ اس اشتہار کی عبارات کو پڑھ کر فوراً شہادت دیگا کہ یہ اسی کی عبارات اسی کی طبعزاد و ایجاد ہیں۔ نہ کسی اور کی۔

دوسرے الہام کی من گھڑت ہونے کی وجوہات

دوسرا الہام بھی کادیانی کا من گھڑت ہی۔ اور وجہ پنجم منجملہ وجوہات مذکورہ اسپر کافی دلیل ہے۔ یہ تک بندی اور منشیانہ عبارت آرائی جو اس اشتہار میں پائی جاتی ہی۔ ایک مجذوب سی ہرگز ممکن و متصور نہیں ہے۔ جو مدعی خلاف ہو وہ ہمکو ایسے کوئی ایک بھی نظیر دنیا میں بتادے۔ کہ ایک شخص مجذوب ہو اور پھر وہ ایسی تک بندی و انشا پردازی کری۔ مجذوب تو ہٹر ہار دیا کرتے ہیں۔ کوئی کلمہ کیسا اُنکے منہ سے نکل جاتا ہے۔ کوئی کیسا۔ اور اس سی لوگ کچھ کچھ مطلب نکال لیتے ہیں۔ ایسا مجذوب کوئی کسی نے نہ دیکھا۔ اور نہ سُنا ہوگا۔ کہ ایک تحریر بعنوان اشتہار واجب الاظہار لکھ کر اور اسمیں پوری فقرہ بندی و انشا پردازی عمل میں لاکر اور کسی شخص کے حق میں آداب عرفی کے مطابق (جیسے مرزا صاحب وغیرہ) الفاظ استعمال کرکے اخیر میں بذیل لفظ المشتہر اپنا نام و پتہ و تاریخ و سنہ انگریزی وغیرہ پورے قاعدہ سے لکھ کر اُسی شخص کے پاس چھاپنے اور شائع کرنے کے لئے بھیجدی۔ کیا یہ مجذوبوں کا کام ہی۔؟ ہرگز نہیں۔ دنیا میں اُسکی کوئی نظیر ہے؟ کہیں نہیں ہے۔

یہ مضمون لکھ کر ہم کو شملہ جانیکا اتفاق ہوا۔ تو وہاں ایک صاحب بابو اللہ بخش نامی نے

176

(جو محکمہ آب و ہوا کے ہیڈ کلارک ہیں اور وہ میان فقیر محمد صاحب سیالکوٹی کے خاص مرید ہیں۔)
اس اشتہار کا ذکر آیا تو اُنہون نے اسکو صاف و صریح الفاظ سے جھوٹا قرار دیا۔ اور فرمایا کہ ہمارے
مرشد عرصہ ایک یا دو سال سے مجذوب نہیں رہے۔ سالک ہیں۔ اور ایک دوست ساکن جھنگ سے
جو اسی محکمہ میں ملازم ہیں خاکسار کے پاس یہ ذکر کیا کہ۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ میان فقیر محمد صاحب
سملہ میں بابو اللہ بخش کے پاس آئے تھے۔ اور وہ ہوش و افاقہ میں بھی اُسی دوست کے ذریعہ
سے ہمارا یہ مضمون بابو اللہ بخش صاحب نے دیکھا اور پڑہا۔ تو اسکو پسند کیا۔

انکے بیان سے بھی صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ الہام شیطانی من گھڑت کادیانی ہے جسکو
اُسنے فقیر صاحب موصوف کے نام سے چھپوا دیا ہے۔ مجذوب کا یہ کام نہین کہ ایسی
انشا پردازی کرے۔ اور اُسکو اشاعت کے لئے حسب دستور عقلا رو وکلا پریس میں بہیجدین۔ قطع نظر
اس سے الہام کا مضمون خلاف شریعت۔ جو خدا کیطرف سے نہیں ہو سکتا۔ یہ کیا د صاحب کادیانی
ہی کا مضمون ہے۔ جنکو کفر اسلام کی کچھ پروا نہین۔

ایک بات اس اشتہار مین خلاف شریعت یہ لکھی ہے۔ کہ مینے فلان فلان ارواح سے
جو چودہ طبق کی خبر رکھتے ہیں الہام پایا ہے۔ شریعت کے رو سے سچا الہام خدا تعالی کیطرف سے
ہوتا ہے۔ اور اگر اسمیں کوئی واسطہ ہوتا ہے تو وہ فرشتہ کا ہوتا ہے۔ اور جھوٹا الہام شیطان کی طرف
سے ہوتا ہے۔

یہ خدمت الہام کرنے کی صالحین اور بزرگونکو سپرد نہیں ہے۔ اور نہ صالحین مین سے ایسا
کوئی شخص ہے جسکو وہ چودہ طبق (ساتون زمین ساتون آسمانون) کے جملہ امور کی خبر ہے۔ یہ علم
محیط خدا تعالے ہی کا خاصہ ہے۔

دوسری بات خلاف شریعت اسمیں یہ لکھی ہے۔ کہ مرزا صاحب رسول مقبول کی
دستار مبارک ہین جسکے دوسرے الفاظ مین یون کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب آنحضرت کے
سرتاج ہین۔ یہ آنحضرت کی صریح توہین اور کفر ہے۔ آنحضرت تو تمام دنیا کے سردار ہین۔ اور

کی نسبت زیادہ مسلمانوں کو اپنا خریدار پائینگے۔ ہندو سو روپیہ کی ماہوار آمدنی سے دس نہائیت بیس خرچ کرے گا۔ مسلمان کو بیس کی آمدنی ہوگی تو تیس خرچ کرے گا انکا روپیہ خوراک اور پوشاک کے ذریعہ سے اکثر ہندوؤں ہی کی دُکانوں اور گھروں میں جاتا ہے۔ اُنکے اپنے گھروں میں کم رہتا ہے۔

اس سے بڑھ کر مفید تدبیر جس سے ہندوؤں کی آتش جوش پر دفعتًا پانی پڑجائے یہ ہے کہ مسلمان ہندوؤں کو قاتل کا پتہ لگانے میں مدد دیں۔ جس کی آسان صورت یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو الہامی صاحب کے معتقد و مرید ہیں۔ انکی خدمت میں حاضر ہو کر دست بستہ عرض کریں کہ یا حضرت آپ کی پیشگوئی متعلق موت لیکھرام کی وجہ سے ہندوؤں کو یہ غلط گمان پیدا ہوگیا ہے۔ کہ وہ آپکی سازش سے قتل کیا گیا ہے۔ اور اس خیال سے ہندو تمام مسلمانوں کے جانی دشمن ہوگئے ہیں۔ اور ان بیچاروں پر ایک آفت برپا ہے[1]۔ لہٰذا بجائکہ آپ ہم مریدوں کے اعتقاد میں مسلمانوں کے امام وقت اور خلیفہ ہیں۔ و مسیح موعود و مہدی مسعود۔ لہٰذا مسلمانوں کی دستگیری اور اس آفت عظیم سے اُنکی جان بری آپ نہ کرینگے تو پھر دنیا بھر میں اور کون ہے۔ جس سے یہ آفت دُور ہو۔ اور اوس کی مدد سے ان کی جان بچ جائے اب للہ مسلمانوں پر رحم کریں۔ اور اُس مقتول اور اُسکے وارثوں سے بھی انسانی ہمدردی کریں۔ (جسکا آپ اشتہار ۹ مارچ ۱۸۹۷ء میں وعدہ دیچکے ہیں) اور اپنے خداداد الہام اور وحی کے ذریعے خدا تعالےٰ سے (جسکو آپ سو دفعہ پکارتے ہیں تو سو ہی دفعہ وہ آپ کو جواب دیتا ہے۔ چنانچہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۵۸ میں حضور نے فرمایا ہوا ہے۔) دریافت کرکے اس قاتل کو (جسکو آپ اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء نابکار خونی لکھ چکے اور پھانسی اور بدتر سے بدتر سزا کے لائق قرار دیچکے ہیں) پتہ بتاوین تاکہ ہندو اس سے انتقام لین۔ اور مسلمانوں کو اپنے بے حد غضب و عتاب سے

[1] یہ تین آپ خود اشتہار ۱۵ مارچ و عریضہ بنام گورنمنٹ میں فرما چکے ہین

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

مرزا صاحب بحکم اس خبیث الہام شیطانی کے ملہم کے آنحضرت کے سرتاج ہوئے۔ تو گویا سب نبیون کے سرتاج ٹھہرے۔ اس سے بڑھ کر توہین انبیاء اور کفر معلوم نہیں۔ اور کیا ہوگا۔؟

تیسری بات اس میں واقعہ کے برخلاف یہ لکھی ہے۔ کہ رافضی و نصاریٰ پیدا ہوگئے تو خدا تعالیٰ نے مرزا صاحب کو بھیجا۔ اس الہام کے گدھے ملہم کو اتنی خبر نہین کہ نصاریٰ کب سے پیدا ہوئے ہوئے ہیں۔ اور رافضی کب سے ہیں۔ اور مرزا دجال کب پیدا ہوا۔ اور کس حصۂ عمر مین اُسنے دعویٰ مبعوث و مرسل ہونیکا کیا سچ کہا گیا ہے دروغگو را حافظہ نباشد۔ ارے احمق اس الہام شیطانی کی مشتہر دنیا سے پوچھ اور واقعات کی خبر لے۔ کہ مرزا کب پیدا ہوا۔ اور کب مبعوث و مرسل بنا۔ اور نصاریٰ اور رافضی کب سے ہیں اور اس مثل مشہور کا مصداق نہ بن ؎ چندین مدت خدائی کردی تا ہنوز گاؤ خر را نشناختی۔

ایسے ہی کفریات اور لغویات اس اشتہار میں اور ہیں۔ مگر انکی تفصیل کا نہ وقت ہے نہ ضرورت ہے۔ ان وجوہات سے ان الہامونکا جھوٹ و افترا اور کیاد صاحب کادیانی کی سن گھڑت ہونا کس و ناکس پر واضح ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور جواب ثانی درخواست پہلے معروض ہو چکا ہے۔

اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ اور کادیانی کیاد کی خدمت میں عرض کرتے ہین۔ کہ یہ آخری حیلہ بھی آپکا بیکار ہوا۔ اب کوئی اور حیلہ نکالیں اور پھر اسکا ابطال دیکھ لیں "ان اللہ لا یہدی کید الخائنین" خدا تعالیٰ گمراہوں کے مکر کو راست نہیں لاتا۔

۱۷۷

سود کے متعلق دو سوال اور اُن کے جواب

تمہیدی نوٹ۔ ایک مدت سے (جیسے آرٹیل سید بہادر نے سود کی حرمت میں اشتباہ ظاہر کیا۔ اور یہ فتوے دیدیا ہے کہ گنے سے دگنا سود لینا حرام ہے۔ تھوڑا سود لینا خصوصاً قومی کاموں کیلئے جائز ہے۔ بعض مسلمانوں میں سود کا لین دین بلا کراہت جاری ہوگیا ہے۔ جو لوگ نماز نہیں پڑھتے روزے نہیں رکھتے شراب خواری زناکاری وغیرہ محرمات کا ارتکاب کرتے ہیں۔ انکا سود میں مبتلا ہونا محل تعجب و افسوس نہیں ہے۔ محل افسوس و تعجب تو وہ لوگ ہیں جو پانچو نوقت نماز پڑھتے ہیں۔ روزہ رکھتے ہیں۔ باوجود سرکاری ملازم متعہد ہونیکے نماز جمعہ کبھی ترک نہیں کرتے۔ چراگاہیں کچھ نہ کچھ خیرات بھی کرتے ہیں۔ انمیں سے بعض حضرات مولوی بھی کہلاتے ہیں۔ دینی کتابیں اور رسالے تالیف کرتے ہیں۔ قرآن کے مترجم یا یوں کہو کہ مفسرین۔ اسلامی انجمنوں میں لکچر اور واعظ بنائے جاتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی عام لوگوں سے زیادہ سرکاری اور تجارتی بینکوں میں روپیہ جمع کرکے اُسکا سود لینے لگ گئے ہیں ایسے ہی لوگوں نے ان دنوں ایک اسلامی بینک لاہور میں کھول دیا ہے جسکی رجسٹری ہوچکی ہے۔ بعض حضرات مسلم فنڈ۔ تمول فنڈ۔ مسلمانوں کو روپیہ دینے والی انجمن مسلمانوں کے یتیموں اور بیواؤں کو روپیہ دینے والی انجمن وغیرہ وغیرہ قایم کرکے بلا تردد سود یا قمار کا لین دین جاری کئے ہوئے ہیں ان اور کم و بیش مسائل فقہ میں نظر یا سماع رکھتے ہیں۔ مگر وہ حضرات اپنی دیدہ دلیری کو بیکار کرکے بیٹھنے کے

ساتھ اس سے بھی رہ چکے اور مستغنی ہو گئے ہیں۔ کہ وہ ان معاملات میں اور علمائے وقت سے (جن کے علم و فضل کے وہ معتقد و معترف ہیں۔ اور انکی محبت اور پیروی کے مدعی ہیں۔) مشورہ تو لے لیں بالجملہ آجکل سود کا لین دین مسلمانوں میں جو نئی تہذیب نئی روشنی کی جھلک میں آگئی ہین۔ (دور ہی سے کیون نہ سہی۔) شیر مادر کیطرح حلال طیب سمجھا گیا ہی۔ اور بلا تردد اسکا تعامل جاری ہو گیا اور روز افزون ترقی پر ہی (جسکا اجر و ثواب غالباً سر سید بہادر کے نامہ اعمال میں داخل ہو گا۔ جنہون نے مسلمانونکو سود لینے کا دروازہ کھولدیا ہی۔ اُنسے کچھ بچ رہا تو وہ آپکے شاگرد رشید[1] خلیفہ راشد مرزا غلام احمد کادیانی کو ملے گا۔ جس نے بحکم اپنے اس قاعدہ و اصول قدیمہ کے کہ نافرمان انسان کا مال و جان اُسکے ملک سے خارج ہو کر خدا کے ملک میں داخل ہو جاتے ہیں۔ خدا جسکے ہاتھ سے چاہی اُسکو تلف کراوے۔ (دیکھو آئینہ کمالات صفحہ ۹۰۱) خاص کر گورنمنٹ سے سود لینے کو جائز کر دیا ہے۔

اور اپنے لاہور کے مریدون کو جو دیندار و پرہیزگار کہلاتے ہیں فتوے دیدیا ہی کہ وہ ریلوے ایگزیمینر اوفس لاہور سے اپنے اس روپیہ کا جو پراوی ڈنٹ فنڈ میں جمع کراتے تھے سود لیا کرین جس سے ایک مدت سے وہ بحکم فتوے قایم علماء اسلام بچے ہوئے تھے۔ اسی کے فتوے سے اُنہون نے اب اس روپیہ کے سود لینے کی درخواست کر دی ہے اور اپنے مقرضون کے جواب میں اپنے مرشد صاحب کے فتوی کی سند پیش کی ہی۔

اسوقت سود لینے [illegible] مسلمانون [illegible] پرانے فیشن (پرانے خیالات) کے مسلمان کہلاتے ہیں [illegible]

کے متعلق دو سوال اور [illegible]

حضرات اول [illegible] اس مضمون کو پڑھنے [illegible] صاحب اپنے دل یا دماغ میں پرانے اسلام اور قدیم ایمان کے نور کا کچھ حصہ دبا دبایا رکھتے ہیں تو وہ اولاً ہمارا مضمون "مرد و قمار و لاٹری وغیرہ" جلد ۱۲ اشاعۃ السنہ کے نمبر ۶ وغیرہ میں

[1] جو شخص اس خلافت پر تعجب کرے وہ ہمارا رسالہ نمبر ۱۲ جلد ۱۴ صفحہ ۴۱۶ وغیرہ ملاحظہ کرے۔

ملاحظہ فرماویں۔ اور اسمیں دلائل حرمت سود قرض دیکھ کر حرمت سود قرض کا یقین حاصل کرلین پھر اسمضمون کیطرف مراجعت کریں۔ اس مضمون کے ملاحظہ کے بغیر اس مضمون کا ملاحظہ ان حضرات کو نفع نہ دیگا۔ جو سود کو شیر مادر سمجھ رہے ہین۔

178

تمہید ہو چکی اب وہ مضمون معروض ہوتا ہے۔

سوال اوّل

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص ہندو مسلمان ایک کارخانہ مشین جس میں کندلہ و تارکٹی جھوٹا نچا کام بنایا جائیگا۔ بطور کمپنی قائم کرتے ہیں۔ اور اسمیں مسلمانونکو بھی شریک کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ہنود اسمین سودی لین دین بھی کرینگے۔ اور مسلمانوں کیواسطے کہتے ہین۔ کہ تمکو ہمارے سود کے لینے دینے سے کچھ سروکار نہین جو منافعہ کندلہ کے کام سے ہوگا۔ وہ تمکو تقسیم کردینگے۔ اور جو سود کا لین دین ہوگا۔ وہ ہم سمجھ لیوینگے۔ تم سے کچھ سروکار نہین ہوگا اگر مسلمان اسمیں شریک نہون تو بھی وہ کارخانہ جاری ہوگا۔ اندریں صورت مسلمانون کو ایسے کارخانہ میں شریک ہونا اور اس سے نفع لینا جائز ہے یا نہین۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ جو مسلمان اس کارخانہ میں شریک ہونا چاہتے ہیں انکی نیت مطلقاً سود لینے کی نہیں ہے اور مہتممان کارخانہ جسمین مسلمانو بھی ہونگے کہتے ہیں کہ سالتمام کے حساب پر سود کی رقمین جو جدا ہوتی ہیں علیحدہ ہو جاوینگی۔ اور یہ ارقام سود مسلمانوں کے حصہ پر نہ تقسیم کیجاوینگی۔ بلکہ خالص نفع کندلہ وغیرہ کا مسلمانونکو دیا جاویگا البتہ روپیہ مخلوط رہیگا حساب کیصورت مثلاً یوں ہوگی۔

سرمایہ کمپنی یعنے حصہ دارن		خرچ	
مسلمین	ہنود	سود جو بینک کو بابت ایکہزار کے دیا	للعہ ر
الف ۱۰۰۰ ر ر	اعہ ۲۰۰۰ ر ر	لاگت مال	للعہ ۴۰۰۰ ر ر

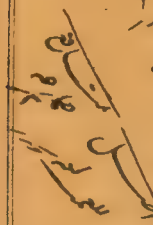

یہ روپیہ بینک میں جبتک رہا اسکا سود	[illegible]	خرچ متفرق	[illegible]
بینک سے قرض لیا	[illegible]	[illegible]	[illegible]
فروختگی مال	[illegible]	باقی [illegible]	[illegible]
[illegible]		تقسیم منافع بر مبلغ [illegible]	

بابت رقم مسلمین	بابت رقم ہنود	بابت رقم قرض سود جس سے مسلمانونکو کچھ سروکار نہین
[illegible]	[illegible]	[illegible]

سوال دوم

کیا فرماتے ہیں علمائے دیانت شعار اور فضلائے امانت دثار اس باب میں کہ مثلاً بنگال بینک مین (جو ایک ایسی دکان ہے جسکے مالک عموماً انگریز سوداگرون کی ایک جماعت ہی جنکی تجارت میں عموماً ہمارے ہندوستانی صرافوں کیطرح سود کا لین دین ہوتا ہی اور جنکی دوکان میں کل سرمایہ کی ایک تہائی نقد روپیہ کا ہر وقت موجود رہنا نہائیت ضروری ہے) کسی انجمن کو اپنا روپیہ (جو مختلف قسم کے صدہا شخصون کے چندے سے فراہم ہوا ہے۔) بدون کسیطرح کے سود لینے کے صرف اس خیال سے کہ مذکورہ بالا بینک میں روپیہ کے تلف ہو جانے کا بالکل اندیشہ نہیں ہے۔ داخل کرنا درست ہے۔ یا نہیں

بینوا۔ و توجروا۔

جواب سوال اوّل

مسلمانوں کو اس علم و یقین کے ساتھ کہ انکا سرمایہ سود پر بینک میں رکھا جائیگا۔ اور بینک سے اور روپیہ سودی لیکر انکے سرمایہ میں ملا کر تجارت میں لگایا جائیگا۔ اور اس مخلوط (گڈمڈ) روپیہ کا نفع شرکاء میں تقسیم ہوگا۔ (گو سود کے نام کا حصہ مسلمانوں کو نہ ملیگا۔) اس کارخانہ میں شریک ہونا اور اپنا روپیہ سودی روپیہ سے ملانا اور کل روپیہ کے منافع سے اپنا حصہ لینا جائز نہیں۔ کیونکہ اسمیں سود کے لین دین سے رضا اور سودی معاملہ کی اعانت پائی جاتی ہے۔ اور سود کا لین دین قدیم اسلام اور پرانے مسلمانوں کے نزدیک بالاتفاق حرام و معصیت ہے۔ لہذا اس سے رضا اور اسکی معاونت بھی معصیت ہوگی۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (سورہ مائدہ ع ۱۰)

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو۔ اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

یہ حکم قرآنی عام اور جامع ہے۔ ہر ایک فعل اور معاملہ کی ممانعت میں جسمیں اعانت معصیت پائی جاتی ہے نص صریح ہے۔

ایسا ہی احادیث نبویہ کا فیصلہ ہے جو عنقریب بیان ہوگا۔ اور یہی جمہور فقہاء اسلام اور ائمہ اعلام کا (جیسے ائمہ ثلاثہ (امام مالک۔ امام شافعی۔ امام احمد) اور ائمہ مذہب حنفی سے صاحبین (امام ابو یوسف و امام محمد) اس قسم کے معاملات کی نسبت فتوے ہے گو بعض ائمہ مذہب حنفی (جیسے حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ) کو اس فتوے سے کلی اتفاق نہیں ہے بلکہ اس قسم کے بعض معاملات کو وہ جائز رکھتے ہیں بعض کو ناجائز کہتے ہیں۔

کتب فقہ مشہورہ ہدایہ۔ درمختار۔ وغیرہ میں اس قسم کے بہت سے معاملات و مسائل ذکر کرکے ان کی نسبت ائمہ ثلاثہ و صاحبین سے عدم جواز کا فتوے نقل کیا ہے۔ اور اسکی

وجہ و دلیل یہی بیان کی ہے۔ جو اس آیت سے مفہوم ہوتی ہے۔ کہ انمین اعانت معصیت پائی جاتی ہے۔ اور اعانت معصیت جائز نہیں۔

وازانجملہ بعض مسائل و معاملات کی نسبت امام ابوحنیفہ کا اختلاف بیان کیا ہے۔ منجملہ اسکے ایک معاملہ یا مسئلہ یہ ہے۔

وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم انہ یتخذہ خمرًا لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ وقیل یکرہ لاعانتہ علی المعصیۃ ونقل المصنف عن السراج والمشکلات ان قولہ ممن ای من کافر اما بیعہ من المسلم فیکرہ ومثلہ فی الجوہرۃ والباقلانی وغیرہ وزاد القہستانی مغریًا للخانیہ انہ یکرہ بالاتفاق۔ بخلاف بیع امرد ممن یلوطہ بہ وبیع سلاح من اہل الفتنۃ لان المعصیۃ تقوم بعینہ ثم الکراہۃ فی مسئلۃ الامرد مصرح بہا فی بیوع الخانیۃ وغیرہا واعتمدہ المصنف علی خلاف ما فی الزیلعی والعینی وان اقرہ المصنف فی باب البغاۃ قلت وقدمنا ثمہ مغریا للنہر ان ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ تحریمًا والا فتنزیہا فلیحفظ توفیقًا۔ وجاز تعمیر کنیسۃ وحمل خمر

(۱) مسلمان کا کافر کے ہاتھ شراب فروخت کرنا یا اُسکے لئے اجرت پر شراب اوٹھا کر لیجانا۔ یا اسکے ہاتھ شراب بنانے کے لئے شیرہ انگور بیچنا۔

(۲) کفار کے لئے اجرت پر ایسا گھر تعمیر کر دینا۔ یا کرایہ پر دینا جسمیں وہ آگ وغیرہ باطل معبودون کی پرستش کریں۔ یا اُنمین شراب فروخت کرین۔

(۳) بے ریش لڑکے کو ایسے شخص کے ہاتھ جو اس سے لواطت کرنا چاہے فروخت کرنا۔

(۴) لونڈی کو ایسے شخص کے ہاتھ جو اُس سے قبل استبراء (حیض آنے سے اُسکے رحم کا حمل سے بری و خالی ہونا دیکھنا) یا برخلاف وضع فطرت اس سے مباشرت کرنا چاہے۔ یا اوسکو گانا بجانا ناچنا تعلیم کرنے کا ارادہ رکھے فروخت کرنا

(۵) کافرون یا باغیوں کے ہاتھ جو مسلمانون سے لڑنا چاہیں۔ لڑائی کے دنون میں ہتھیار فروخت کرنا۔

180

ذمی بنفسه او دابته باجر لا عصیرها لقیام للمعصیة بعینه وجاز اجارة بیت بسواد الکوفة ای قربها لا بغیرها علی الاصح لان غالب اهلها اهل الذمة لیتخذ بیت نار او کنیسة او بیعة او یباع فیه الخمر وقالا لا ینبغی ذلک لانها اعانة علی المعصیة وبه قالت الثلثة زیلعی ودر مختار ومثله فی رد المختار والهدایه والکفایه وغایة البیان یعنی وغیرها۔

(۶) مرغباز یا مینڈھے باز کے ہاتھ مرغے یا مینڈھے کو جسکو وہ لڑانے کیلئے خریدنا چاہے فروخت کرنا۔ اور کبوتر باز کے ہاتھ کبوتر کو جسکو وہ اڑانے کیلئے خریدنا چاہے فروخت کرنا۔ وعلے ہذا القیاس۔

دُرمختار وغیرہ میں ان سب معاملات و مسائل کی نسبت ائمہ ثلثہ وصاحبین سے تو وہی عدم جواز نقل کیا ہے۔ اور حضرت ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا قول اس تفصیل سے نقل کیا ہے کہ شراب کی بیع تو بہر حال وبلا شرط ناجائز ہے مگر اسکو ذمی کے لئے اجرت پر اٹھا کر لیجانا جائز ہے۔ اگر اٹھانے والے کی صرف اجرت لینے کی نیت ہو یہ نیت نہ ہو کہ ذمی اس شراب کو پیئے۔ اور نیز تیار شدہ شراب کی بیع بہر حال وبلا شرط ناجائز ہے مگر شیرہ انگور کی (جس سے شراب تیار ہوتی ہو۔) بیع مطلقاً ناجائز نہیں۔ بلکہ اسمیں یہ تفصیل ہے کہ اس شیرہ کی بیع شراب ساز کے ہاتھ صرف روپیہ کمانے کی نیت سے جائز ہے۔ اس نیت سے کہ اس سے شراب بنا کر پی جائے جائز نہیں ہے۔ ایسے ہی لونڈی یا مرغے یا مینڈھے یا کبوتر سے گناہ کے کام کروانے کی نیت ہو تو انکی بیع ناجائز ہے۔ یہ نیت نہ ہو صرف ٹکے وصول کرنے کی نیت ہو۔ تو جائز ہے۔ بے ریش لڑکے کی بیع لونڈے باز کے ہاتھ اور ہتھیاروں کی بیع لڑائی کے وقت باغیوں یا کفار کے ہاتھ میں بہر حال ناجائز ہے۔ (گو بیچنے والے کی نیت اس لڑکے سے برا کروانے اور ان ہتھیاروں سے مسلمانوں کو کٹوانے کی نہ ہو) بے ریش لڑکے کی بیع کی نسبت درمختار اور خانیہ وغیرہ میں تو یہی عدم جواز بیان کیا ہے۔ مگر ردالمختار میں بے ریش لڑکے کو بھی لونڈی کے حکم میں شمار کیا ہے۔ ایسا ہی برہان شرح

مواہب الرحمان وغیرہ سے مفہوم ہوتا ہے۔ اور چونکہ اس تفصیل کی صورتون میں باہم اختلاف پایا جاتا تھا۔ اور وہ سخت اعتراض تناقض کا موجب تھا۔ لہذا اس قول کے حامیون اور ناصرون نے اُن مختلف صورتون کے متعلق اشیاء کو دو قسم میں منقسم کیا۔ اور اس انقسام کی وجہ سے اُنکے حکم کو جداگانہ قرار دیا ہے۔ **قسم اوّل** وہ اشیاء جنکی ذات اور موجودہ حالت میں معصیت قائم ہو۔ (جیسے مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے ہتھیار اور تیار شدہ شراب ہے)

ولا باس ببیع العصیر ممن یعلم انہ یتخذہ خمرًا لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ بخلاف بیع السلاح فی ایام الفتنۃ لان المعصیۃ تقوم بعینہ۔ (ھدایہ ومرّ مثلہ عن الدر المختار وفیہ عد الخمر مما تقوم المعصیۃ بعینہا)

قسم دوم وہ اشیاء جنکی ذات اور موجودہ حالت کے بدل جانے کے بعد انمین معصیت قائم ہو۔ (جیسے شیرہ انگور کہ وہ متغیر ہو جانے اور سڑ جانے کے بعد شراب بنتا ہے۔ اور محل معصیت ہوتا ہی نہ موجودہ حالت شیرہ ہونے میں) اسوجہ سے بیع و شرا قسم اوّل کو بہرحال ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ اور خرید و فروخت قسم دوم کو بشرط نیت معصیت ناجائز کہا گیا ہے۔ کہا ہے کہ اسمیں کوئی تناقض و تخالف نہیں ہے۔

اس تقسیم و تفصیل اور اُسکے حکم پر بھی یہ اعتراض وارد ہوتا تھا۔ کہ اسصورت میں لازم تھا بے ریش لڑکے اور لونڈی اور مرغے اور مینڈھے اور کبوتر کی بیع و شراء کو بہرحال ناجائز قرار دیا جاتا۔ اور اُنکی بیع میں نیت معصیت کو شرط عدم جواز بیع نہ ٹھرایا جاتا۔ کیونکہ یہ قسم اول سے ہیں۔ جنکی ذات سے معصیت قائم ہے۔ نہ قسم دوم سے کہ وہ شیرہ انگور کیطرح بدل جانے کے بعد محل قیام معصیت ہون۔ تو اُسکے جواب میں اس قول کے حامیون و ناصرونکو یہ دوسری تقسیم تجویز کرنی پڑی۔ کہ وہ اشیائے جنکی ذات سے معصیت قائم ہی۔ پھر دو قسم ہیں۔ **قسم اوّل** وہ جنکی ذات میں بُرائی ہے۔ (جیسے تیار شدہ

لا یکرہ بیع الجاریۃ المغنیۃ والکبش النطوح والدیک المقاتل والحمامۃ الطیارۃ لانہ

181

ليس عينها منكراً وانما المنكر في استعمالها المحظور قلت لكن هذه الاشياء تقوم المعصية بعينها لكن ليست هي المقصود الاصلي منها فان عين الجارية للخدمت مثلاً والغناء عارض فلم يكن عين المنكر بخلاف السلاح فان المقصود الاصلي منه هو المحاربة به فكان عينه منكراً اذا بيع لاهل الفتنة فصار المراد بما تقوم المعصية به ما كان عينه منكراً بلا عمل صنعة فيه فيخرج نحو الجارية المغنية لانها ليست عين المنكر ونحو الحديد والعصير لانه وان كان يعمل منه عين المنكر لكنه بصنعة تحدث فلم يكن عينه وبهذا ظهر ان بيع الامرد ممن يلوط به مثل الجارية المغنية فليس مما تقوم المعصية بعينه (رد المحتار)

شراب ہے۔) اُسکی بیع بلا شرط نیت بد معصیت حرام ہے۔ **قسم دوم** وہ جنکی ذات میں بُرائی نہیں جیسے بے ریش لڑکا۔ اور لونڈی۔ مرغا وغیرہ ہیں کہ اُنکی ذات میں بُرائی نہیں ہے۔ بلکہ صرف اُنکے طریق استعمال میں بُرائی ہے۔ اگر انکو بُرے محل میں اور بُرے طور پر استعمال کریں۔ لہذا اُن کی بیع صرف اُسی صورت میں (کہ اُسکی بیع سے مقصود ناجائز استعمال ہو) ناجائز ہے۔ اس تفصیل و تقسیم اور اُسکے حکم پر ایک اور سخت اعتراض وارد ہوتا تھا۔ کہ اُس صورت میں لازم تھا۔ کہ بے ریش لڑکے اور ہتھیارون کی بیع کو بھی شرط نیت بد سے ناجائز کہا جاتا۔ بہر حال اور مطلقاً اُن کی بیع کو ناجائز نہ بتایا جاتا۔ (چنانچہ ہتھیارون کی نسبت باتفاق کل اور بے ریش لڑکے کی نسبت بحسب تصریح درمختار وغیرہ کہا گیا ہے۔) انکی ذات بھی ایسی ہے جسمین کوئی بُرائی نہیں ہے۔ بُرائی صرف اُنکے محل استعمال اور طریق استعمال میں ہے۔ اسکا جواب اس قول کے حامیون اور ناصرون نے یہ دیا ہے کہ لازم تو یہی امر تھا۔ مگر اس نظر سے کہ ہتھیارونکا ضرر عام مسلمانون پر پڑتا ہے۔

والفرق لا بخيفة بين كراهة بيع السلاح من اهل الفتنة وعدم كراهة بيع العصير ممن يتخذه خمراً ان الضرر بينهما راجع الى العامة وهناك يرجع الى

رہائی بخشیں۔

اور اگر معتقدین و مریدین الہامی صاحب یہ جرأت نہ کریں۔ اور غالباً نہ کرینگے اور حضرت اقدس الہامی صاحب کے شان کو اس سے ارفع سمجھیں گے۔ کہ بلا الہامی جواب اُنکے حضور میں کسی کی سفارش کریں۔ اور یہ کہیں گے مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یعنے کس کی جرأت و طاقت ہے کہ اُنکے حضور میں بلا اذن حضور اقدس کے کسی کی سفارش کرے۔ تو بدرجہ دوم بھی کام دوسرے اہل اسلام کریں۔

اہل اسلام کے چند اعیان جنکو قوم کی صلاح و فلاح و سود و بہبود کا خیال ہے اور وہ قومی کاموں کا حصہ لیتے ہیں۔ اور انکو الہامی صاحب سے معتقدانہ تعلق نہیں ہے اُنکی خدمت میں اتفاق سے ساتھ اس مضمون کے مراسلت بھیجیں کہ آپ مسلمان کہلاتے ہیں۔ اور اکثر لوگوں (خصوصاً ہندوؤں) میں مسلمان تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اور آپنے لیکھرام کی موت کے متعلق ایک پیشگوئی کی تھی جس سے مسلمانوں کو یہ مضرت پہنچی ہے کہ اسوقت لیکھرام خدا جانے کس سبب سے اور کس کے ہاتھ سے قتل ہوا ہے۔ مگر ہندؤں کو اس پیشگوئی کیوجہ سے "اوشمتی کو ٹھیلنے کا بہانہ" آگیا ہے۔ اور اُنکا یہ خیال ہوگیا ہے کہ اس قتل میں آپ کی بلکہ تمام مسلمانوں کی سازش ہے۔ اور اس خیال سے وہ سب مسلمانوں کے دشمن جانی ہوگئے ہیں۔ اور جب تک اُنکا یہ گمان غلط ثابت نہ ہو ان کو اس دشمنی کا کسیقدر موقعہ بھی ہے۔ کیونکہ ہمارے بزرگ اہل اسلام کے یہ بات لکھ گئے ہیں۔ ؎

چو از قومے یکے بد انشی کرد ✤ نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

یعنے یعنی کہ گاؤے در علف زار ✤ بیالاید ہمہ گاوان دہ را

لہذا آپ مسلمانوں پر رحم فرماوین اپنے الہام کا ٹیلی فون یا ٹیلیگراف لگا کر خدا تعالےٰ سے پوچھ کر بتاوین کہ قاتل کون ہے۔ جسکے سبب سے تمام مسلمان بدنام ہوئے ہیں

الخاصة (عینی)
وقیل الفرق الصحیح ان الضرر ههنا یرجع الی العامة وهناك یرجع الی الخاصة ذکره فی الفوائد الظهریه (فتح القدیر ابن الهمام)

انکی بیع کو بہر حال و بلا شرط ناجائز قرار دیا گیا ہے اور اُسکے نظائر اشیاء مذکورہ۔ (جنکی ذات میں بُرائی نہیں بلکہ صرف طریق استعمال میں ہے (جیسے لونڈی۔ مرغا وغیرہ) اس نظر سے کہ اُسکا ضرر عام نہیں خاص خاص لوگوں پر ہے بشرط نیت بد ناجائز قرار دیا۔ مگر اہل بصیرت و انصاف بخوبی جانتے ہیں۔ کہ یہ جواب ناکافی ہے۔

دفع ضرر کی نظر و لحاظ سے ہتھیاروں کی بیع کو بہر حال و بلا شرط ناجائز قرار دیا گیا ہے تو یہ لحاظ ہتھیارون کے نظائر (بے ریش لڑکے۔ لونڈی۔ اور مرغے۔ اور مینڈھے وغیرہ) میں بھی ضروری تھا۔ انمیں گو ضرر عام نہیں مگر ضرر خاص تو ہے۔ اور مسلمانوں سے ہر قسم ضرر کا عام ہو۔ خواہ خاص دفع کرنا ضروری ہے۔ اور واجب ہے۔ اور عموم و خصوص کا فرق کان لم یکن ہے کیونکہ مسلمانون کی شان واحد ہے۔ بعض مسلمانون کو ضرر سے بچانا ویسا ہی ضروری ہے۔ جیسا کہ کل مسلمانوں کو قتل سے بچا سکیں۔ تو عام و خاص سب کو چاہے گناہ سے بچا سکین تو سب کو وعلے ہذا القیاس۔

اس امر کے مؤید بیت سے نصوص ہیں جنمیں ارشاد ہے کہ سب مسلمانوں کی (عام ہوں یا خاص) خیر خواہی دین ہے۔ اور انکو ضرر سے بچانا لازم ہے۔ اور قاعدہ فقہیہ جو اشباہ النظائر میں بیان ہوا ہے۔ کہ ضرر دور کیا جائے وہ بھی اپنے مضمون اور اصل اصول کے رو سے عام ہے ضرر عام سے اُسکی کوئی خصوصیت نہیں ہے عام و خاص مین مقابلہ ہو تو وہان عام کا

الدین النصیحة لله ولرسوله ولائمة المسلمین ولعامتهم (صحیح بخاری)
لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام (موطا امام مالك وغیره)
القاعدة الخامسة الضرر یزال اصلها قوله علیه السلام لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام (اشباه النظائر صفحہ ۵۹۷۹)

182

لحاظ مقدم ہی۔ چنانچہ اس قاعدہ خامسہ اشباہ کے متعلق قاعدہ ثالثہ کے مقیدات اول و دوم اسپر مشاہد ہیں[1]۔ اور جو خاص عام کا مقابل نہ ہو۔ بلکہ مؤید اور اُسکے ماتحت داخل ہو اُسکو خواہ مخواہ عام کا مقابل بنا کر عام کے لحاظ سی اُسکو نظر انداز کرنا کوئی معنے اور وجہ نہیں رکھتا۔ ایک سوال اس قول اور اُسکی تفصیل اوّل و دوم پر یہ وارد ہوتا ہے۔ کہ شراب کی ذات مین معصیت قائم ہی اور شراب ہی بھی بذات خود بُری۔ اور اسیوجہ سے شراب کی بیع بہر حال و بلا شرط نیت بدنا جائز ٹھرائی گئی ہے۔ تو پھر شراب کی حمالی (اجرت پر اُسکو اُٹھا کر لیجانا) کیون جائز رکھی گئی ہی۔

اس سوال کا جواب جو اس قول کے حامیون نے یہ دیا اور کہا ہے۔ کہ گناہ تو شراب پینے سی ہوتا ہے۔ جو پینے والے کا فعل ہی۔ نہ اٹھانے سے اور اٹھانے کو پینا لازم نہین ہوتا۔ اور نہ اس سی مقصود ہوتا ہے۔ اُٹھانے والے غرض صرف اجرت لینے کی ہوتی ہے نہ شراب پلانے کی۔ اور اُٹھانے کو پینا لازم بھی ہے ممکن ہی۔ کہ شراب کو اٹھا کر لیجانا۔ اُسکو گرا دینے یا بہا دینے یا سرکہ بنا لینے کی غرض سے ہو یہ محض غلط و مغالطہ ہے۔ یہ خیالی احتمالات لائق لحاظ ہین۔ تو یہ فروخت شراب کی نسبت بھی ہو سکتی ہیں۔ بناءً علیہ شراب کی

ولہ ان المعصیۃ فی شربہا وھو فعل فاعل مختار۔ ولیس الشرب من ضرورت الحمل ولا یقصد بہ (ھدایہ)

ای لا یقصد الحامل بالحمل شرب الذمی ھل مقصودہ تحصیل الأجرت (کفایہ)

ولیس الشرب من ضرورت الحمل لان حملہا قد یکون للاراقۃ او للتخلیل (رد المحتار)۔

[1] اشباہ میں قاعدہ خامسہ کے متعلق تین قاعدہ اور بیان کئے ہین۔ از انجملہ قاعدہ ثالثہ (الضرر یزال بالضرر) بیان کر کے کہا ہی تنبیہ ویتحمل الضرر الخاص لاجل الضرر العام وھذا مقید لقولھم الضرر یزال ای یزال بمثلہ۔ پھر اس کی تفصیل و تمثیل کے بعد کہا ہی۔ تنبیہ آخر وتقید القاعدۃ ایضاً بما لو کان احدھما اعظم ضرراً فان الاشد یزال بالاخف۔ الخ۔

فروخت کو بلا شرط ناجائز قرار دینے پر سخت اعتراض وارد ہوتا ہے جسکا اس قول کے حامیوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور نہ کوئی جواب مبتا نظر آتا ہے) کہ یہ بھی احتمالات شراب کی خرید و فروخت میں موجود ہیں۔ ممکن ہے کہ شراب خریدنیوالا اس نیت سے شراب خریدتا ہو کہ وہ اسکو خرید کر بہادے یا اُسس کا سرکہ بنالے۔

پھر باوجود قیام ان احتمالات اسکی بیع کو کیون بہر حال و بلا شرط نیت مذا جائز قرار دیا گیا ہے اور کیون یہ تجویز نہیں کیا گیا کہ اگر شراب بھیجنے والے کی یہ نیت ہو کہ خریدار اسکو پیئے۔ تو اسکی بیع حرام ہے۔ ورنہ حلال۔ کیونکہ خریدنے کو پینا لازم نہیں۔ ممکن ہے کہ خرید تا بہادینے یا سرکہ بنانے کی نیت سے ہو۔

الحاصل شراب کو فروخت کرنا اور اُسکو شرابی کے لئے اٹھا کر لیجانا بلا تفاوت سب مو یکسان ہے۔ لہذا اوّل کو بہر حال و بلا شرط ناجائز قرار دینا اور دوسرے کو بہ شرط نیت بد ہونے کے ناجائز کہنا قول بے دلیل ہے۔

ان سوالات سے ناظرین باتمکین انصاف آئین پر مخفی نہ رہیگا۔ کہ یہ قول دلیل کی نظر سے ضعیف ہے۔ اور انکی تفصیلات آپس میں متناقض و مضطرب اور ایک دوسرے کی مخالف ہے۔ اور مذہب حق و لائق افتا وہی مذہب ہے جو ائمہ ثلثہ اور صاحبین نے اختیار کیا ہے۔ کہ شراب کی بیع و حمالی اور اسکے دیگر نظائر جنمیں اعانت معصیت پائی جاتی ہے۔ اُنکی ذات اور موجودہ حالت میں معصیت پائی جاتی ہو۔ خواہ بعد تغیر حالت اور خواہ انکی ذات میں نہ پائی ہو۔ یا اُنکے متعلقات طرق استعمال وغیرہ میں بھی معاملات ناجائز ہیں۔ اگر معاملہ کرنیوالے کو اس امر کا علم ہو کہ ان اشیاء سے معصیت کا کام لیا جائیگا۔ یہ اسباب میں قرآنی شہادت ہے اور اسکی تائید میں تفصیل مذاہب۔

اب ہم حسب وعدہ حدیث نبوی کی شہادت پیش کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس معاملہ میں اعانت معصیت پائی جاوے وہ معاملہ جائز نہیں ہے۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

183

عن جابر قال لعن رسول الله صلی الله علیه علیه وسلم اکل الربوا وموکله وکاتبه وشاهدیه وقال هم سواء رواه مسلم (مشکوٰۃ ص۲۳۶)

سے حدیث مروی ہے۔ کہ آنحضرت نے سود کھانے والے کھلانیوالے۔ لکھنے والے۔ اُسپر گواہی کرنیوالوں سب کو لعنت کی۔ اور یہ بات فرمائی ہے کہ وہ سب برابر ہیں۔ یہ حدیث اس باب میں نص ہے کہ گناہ کے مددگار بھی ویسے ہیں جیسے اصل گناہ گار گناہ کے مرتکب۔ سود خوار تو اصل گناہ سود خواری کا مرتکب ہوا۔ اسلئے مورد لعنت ہوا۔ باقی تینوں اسلئے کہ سود خواری میں اُسکے مددگار بنے۔

اور عمران بن حصین سے روایت ہے کہ آنحضرت نے لڑائی کے دنوں میں ہتھیاروں کی

وعند البزار والطبرانی وابن عدی والعقیلی من حدیث عمران بن حصین ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن بیع السلاح فی الفتنة وصوب ابن عدی وفقه وعلقه البخاری (تخریج هدایه لابن حجر ص۲۵۷ وبخاری ص۲۸۶)

فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔ (یعنے اہل حق مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے ظالم کافروں یا باغیوں کے ہاتھ) اسحدیث کو طبرانی وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ اور ابن عدی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا قول عمران ہونا صحیح ہے اور امام بخاری نے بھی اسکو عمران کے قول سے اپنی کتاب صحیح میں نقل کیا ہے۔

یہ حدیث بھی نص ہے کہ معصیت کی اعانت بھی معصیت ہے۔

قسطلانی نے اسحدیث کی شرح میں کہا ہے کہ اگر مسلمانوں کی آپسمیں لڑائی ہو۔ اور

باب بیع السلاح فی ایام الفتنة وهی ما یقع بین المسلمین من الحروب هل هو مکروه ام لا۔ نعم یکره عند اشتباه الحال لانه من باب التعاون علی الاثم والعدوان

معلوم نہ ہو کہ حق پر کون ہے تو بھی اُن کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا مکروہ وممنوع ہے کیونکہ یہ معصیت کی اعانت ہے۔ اور اگر تحقیق سے معلوم ہے کہ ایک جانب باغی ہیں۔ دوسری طرف

وذلك مكروه منهي عنه اما اذا تحقق الباغي فالبيع لمن كان على الحق لا باس۔

قوله ذكر ا عمران بيعه في الفتنة لمن يقتل به ظلما كبيع العنب لمن يتخذه خمرا والشبكية لمن اصطاد بها في المحرم والخشب لمن يتخذه منه الملاهي۔ وبيع المماليك المرد لمن يعرف بالفجور بهم وهذا حرام عند التحقيق او الظن اما عند التوهم فمكروه (قسطلانی ص۳۳ ج ۴)

امام برحق۔ تو حق والے کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا جائز ہے۔

عمران نے جو اس بیع کو مکروہ کہا ہے اس سے اس شخص کے ہاتھ ہتھیار کی بیع مراد ہے جس سے وہ ظلم سے لوگوں کو قتل کرے۔ اسکی نظیر انگوروں کی بیع ہے۔ اس شخص کے ہاتھ جو اُس سے شراب بنا دے۔ اور جال کی بیع اس شخص کے ہاتھ جو حرم میں اس جال سے شکار پکڑے۔ اور لکڑی کی بیع اُس شخص کے ہاتھ جو اُس لکڑی سے گانے بجانے کے آلات (طبلہ سارنگی وغیرہ) بنانا چاہے۔ اور بے ریش غلاموں کی بیع اس شخص کے ہاتھ جو اُنکے ساتھ بدفعلی کرنے سے مشہور ہو۔ یہ سب معاملات تحقیق یا غلبہ ظن کے وقت حرام ہیں۔ اگر صرف وہم ہو کہ ان چیزوں سے گناہ کا کام لیا جائیگا۔ تو پھر بھی مکروہ ہونے سے خالی نہیں ہیں۔

اور حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت نے شراب کے متعلق دس اشخاص کو لعنت کی ہے (۱) جو شیرہ انگور وغیرہ (جس سے شراب تیار ہو) نکالے (۲) جو اُس کا طالب ہو (یعنے حکم کرے) (۳) جو اُسکو پیئے۔ (۴) جو اُسکو اٹھا کر لیجائے۔ (۵) جس کیطرف اٹھا کر لیجائیں۔ (۶) جو اُسکا ساقی ہو۔ (پیالہ بھر کر پلاوے) (۷) جو فروخت

عن انس لعن (رسول الله صلى الله عليه وسلم) في الخمر عشرة۔ عاصرها۔ ومعتصرها وشاربها۔ وحاملها۔ والمحمولة اليه وساقيها۔ وبائعها۔ واكل ثمنها والمشتري له۔ والمشترى اليه۔ رواه الترمذي قال الحافظ في التلخيص واتفقوا على الاوطار (ص۲۳ ج ۵)

کرے۔ (۸) جو اُسکا دام کھائے۔ (۹) جو خرید کرے۔ (۱۰) جس کے لئے خریدی جاوے۔

یہ حدیث بھی نص ہے کہ اعانت معصیت معصیت ہے۔ ان دس اشخاص میں نمبر ۱ و ۴ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹۔ ایسے ہیں جو باوجود خود مرتکب شراب نوشی نہ ہونے کے صرف اسیوجہ سے مورد لعنت ہوئے ہیں۔ کہ وہ شراب نوشی کے مددگار بنیں۔ منتقی الاخبار وغیرہ کتب حدیث مین اسحدیث کو اسی مدعا کے لئے لائے ہین اور اسی سے یہ مسئلہ استنباط کئے ہیں۔ کہ شیرہ انگور کا دیدہ دانستہ شراب ساز کے ہاتھ فروخت کرنا حرام ہے۔ ایسے ہی تمام بیوع جن مین اعانت معصیت پائی جاتی ہو۔

بریدہ سے طبرانی نے اس مضمون کی حدیث نقل کی ہے۔ کہ جو شخص انگور توڑنے کے ایام میں اس نیت سے انگوروں کو روک رکھے (نہ توڑے) کہ وہ کسی یہودی یا نصرانی کے ہاتھ میں یا ایسے شخص کے ہاتھ میں جو اس سے شراب بناوے اُنکو فروخت کریگا وہ دیدہ و دانستہ آگ میں بیٹھ گیا۔

بیہقی نے اس روایت میں یہ بڑھا دیا ہے کہ یا وہ ایسے شخص کے ہاتھ انکی بیع کرنا چاہے جسکے شراب بنانے کا اُسکو علم ہو۔ شوکانی نے یہ روایت نیل الاوطار میں نقل کرکے کہا ہے کہ اس روایت میں حبس بغرض بیع بدست شراب ساز کا لفظ اور علم شراب سازیکا لفظ دونو بتاتے ہیں۔ کہ شراب سازی کے قصد و علم سے بیع انگورون یا شیرہ کی منع ہے

وعن بريدة عند الطبراني في الاوسط بلفظ من حبس العنب ايام القطاف حتى يبيعه من يهودي او نصراني او ممن يتخذه خمرًا فقد تقحم النار على بصيرة حسنه الحافظ في بلوغ المرام واخرجه البيهقي بزيادة او ممن يعلم ان يتخذه خمرًا۔

قوله حبس وقوله او ممن يعلم ان يتخذه خمرًا يدلان على اعتبار القصد والتعمد للبيع الى من يتخذه خمرًا ولا خلاف في التحريم مع ذلك واما عند عدمه فذهب جماعة من اهل العلم الى جوازه منهم الهادوية مع الكراهية

مالم یعلم انہ یتخذہ لذلک ولا کن البیع من الیہود والنصرانی لا یجوز لانہ منظنہ لجعل العنب خمرا ویعاید المنع من البیع مع ظن استعمال المبیع فی معصیۃ ما اخرجہ الترمذی و قال غریب من حدیث ابی امامۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تبیعوا القینات المغنیات ولا تشتروھن ولا تعلموھن ولا خیر فی تجارۃ ھن وثمنھن حرام (نیل الاوطار صفحہ ج ۵)

اور صحابہ قصد وعلم میں اس بیع کو حرام کہنے میں اختلاف نہیں۔ شراب سازی کا قصد نہ ہو تو پھر ایک جماعت نے اس بیع کو جائز رکھا ہے۔ مگر اس شرط سے کہ شراب ساز کا علم نہ ہو۔ اور یہودی نصرانی کے پاس تو بیع جائز نہیں کیونکہ وہ اس ظن کا محل ہے کہ یہودی نصرانی اس سے شراب ہی بنائیں گے۔ اور اس ممانعت بیع کی مؤید وہ حدیث ہے جو ترمذی نے ابو امامہ سے نقل کی ہے۔ کہ آنحضرت نے فرمایا تم کسبیوں گانے والی لونڈیوں کی خرید و فروخت نہ کرو۔ اور نہ انکو گانا سکھاؤ۔ انکی تجارت میں بھلائی نہیں۔ اور انکا دام حرام ہے۔

یہ حدیث اور جو اسکی شرح میں شوکانی نے کہا ہے۔ کہ اسحدیث کے الفاظ (جس سے بعض بیع بدست شراب ساز و علم شراب سازی) بتا رہے ہیں۔ کہ قصد و نیت شراب سازی اور علم سازی سے یہ بیع حرام ہے۔ اُس مذہب کی دلیل نہیں ہو سکتی جسمیں کو شراب سازی کے قصد و نیت سے شیرہ انگور کی بیع کو تو حرام کہا ہے۔ مگر ساتھ ہی اسکے شراب کی حمالی (اجرت اٹھا کر لے جانے) کو جائز رکھا ہے۔ اور اسکی دلیل یہ بتائی ہے۔ کہ شراب کا صرف پینا منع ہے۔ نہ اٹھانا۔ اور اٹھانیکو پینا لازم نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ شراب اٹھوانے والا اسکو بہادے۔ یا سرکہ بنالے اور اٹھانیوالے کا مقصود بھی یہ نہیں ہوتا کہ اٹھوا کر لیجانے والا اسکو پیئے بلکہ اُسکا مقصود صرف یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے کی اجرت کے لیے ہے کرے۔ اس مذہب کی یہ دلیل صاف بتا رہی ہے کہ شراب کا صرف قصد و علم موجب حرمت و ممانعت بیع نہیں۔ بلکہ اگر اُسکے ساتھ یہ نیت کہ شراب نوشی کیجائے شامل ہو تو حرمت ثابت ہوتی ہے اور نہ یہ دلیل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شراب کا قصد و علم تو حمالی میں بھی موجود ہے۔

جسکو اس مذہب نے حلال کہا ہے اور خنزیر کی حرمت کو جائز رکھی ہے۔ تو اسیوجہ سے جائز رکھی ہے۔ کہ اس میں شراب نوش کرانے کی نیت نہیں پائی جاتی۔ بلکہ صرف نمک کمانے کی نیت ہوتی ہے۔ اور یہ امر شراب نوشی کرانے کی نیت نہ ہونا۔ اور صرف نمک کمانے کی نیت کرنا، شراب ساز کے ہاتھ شیرہ انگور فروخت کرنے والے مسلمان کی بیع میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور اُسکے حق میں یہ کہا جاسکتا کہ اُسکا مقصود شراب ساز کے ہاتھ میں شیرہ فروخت کرنے سے صرف نمک کمانا ہے۔ یہ مقصود نہیں ہے کہ شراب بنا کر نوش کیجائے۔ اور نہ یہ امر شیرہ کی بیع یا شراب کو لازم ہے۔ ممکن ہے کہ شیرہ کی شراب بنا کر اُسکو بہا دیا جاوے۔ یا سرکہ بنالیا جاوے لہذا یہ حدیث اور اُسکی شرح مذکور جو مجرد قصد وعلم شراب سازی پر دگو اُسکے ساتھ نیت شراب نوشی کا ضمیمہ منضم نہ ہو۔) حرمت بیع کا حکم لگاتے ہیں۔ اس مذہب کی دلیل ہرگز نہیں ہوسکتی۔ اس مذہب کی تجویز حمالی شراب باوجود علم ونیت حمل شراب نے اس مذہب کو مشوش ومضطرب کردیا ہے۔ اور اس لائق نہیں رہنے دیا کہ یہ حدیث اور اُسکی شرح مذکور اُسکی دست آویز بن سکیں۔

ایسا ہی اس مذہب کا لونڈی اور بے ریش لڑکے کی بیع کو اُس شخص کے ہاتھ جو اُن سے فعل کریں باوجود علم وگمان اس بدفعلی کے جائز رکھنا اور اُسکی یہ دلیل بیان کرنا کہ لڑکا اور لونڈی بھی اغراض بد کے لئے موضوع ومخصوص نہیں ہوتی۔ اور وہ جائز خدمات میں بھی کام آتے ہیں۔ لہذا ممکن ہے کہ وہ جائز خدمات میں کام آوین۔ اور فعل بد میں کام نہ آوین صاف بتا رہا ہے کہ اس مذہب میں صرف قصد بیع محل معصیت وعلم فعل بد پر حکم حرمت نہیں لگایا جاتا۔ جب تک کہ خاص فعل بد کرانے کی نیت بھی اُسکے ساتھ شامل نہ ہو۔ جو غالباً کسی مسلمان سے متوقع ومتصور نہیں ہے۔

صاحب ہدایہ اور زیلعی وغیرہ حامیان مذہب مذکور نے جو اس مذہب کی تائید کے لئے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ یا اُسکی مثل ایک اور حدیث سے جس میں یہ

بیان ہے۔ کہ خدا تعالےٰ خمر کا درخت (انگور) لگانے والے پر لعنت کرتا ہے۔ جو شراب ہی کی نیت سے اُسکو لگاتا ہے۔ تمسک کیا ہے۔ وبناءً علیہ حدیث انس مذکور کی

ان اللہ لعن الخمر وغارسہا لایعرسہا الا لخمر (تخریج ھدایہ الزیلعی)

جنمیں شراب کے عاصر (یعنے شیرہ نکالنے والے) پر لعنت وارد ہے۔ تاویل میں کہا ہے۔ کہ اسمیں شراب کی نیت سے شیرہ نکالنا مراد ہے۔ اُنہوں نے غائر تحقیق اور فکر عمیق سے کام لیکر یہ خیال نہیں فرمایا۔ کہ جسحالت میں ہم صرف قصد و نیت شراب پر حکم حرمت نہیں لگاتے۔ بلکہ اُسکے ساتھ شراب پینے یا پلانے کی نیت کا ضمیمہ بھی لگا رہے ہیں۔ وبناءً علیہ شراب کے حمالی جسمیں قصد و نیت شراب تو موجود ہے۔ پھر شراب نوشی کرنے یا کروانے کی نیت نہیں پائی جاتی۔ تو اس تاویل قصد و نیت شراب سازی سے کیا فائدہ ہوا۔ فاعتبروا یا اولی الالباب۔

بالجملہ جس عقد یا معاملہ میں معصیت کا پایا جانا اور متحقق ہونا معلوم یا ظن غالب مظنون ہو وہ عقد ناجائز ہے۔ اور اُسکی رضایا اعانت میں اعانت معصیت متصور ہے اور اسوجہ سے وہ معاملہ ناجائز ہے۔ اور یہ مسئلہ عام اور اجمالی طور پر تمام مسلمانوں میں مسلم ہے جس کی بعض تمثیلات و نظائر تو اتفاق کے ساتھ اُنمیں مسلم ہیں۔ (جیسے شراب کی بیع اور ہتھیاروں کی بیع فتنہ و فساد کے وقت میں ظالم کافروں اور باغیوں کے ہاتھ میں) اور بعض تمثیلات جمہور علماء اسلام کے نزدیک واجب و مسلم ہیں۔ (جیسے حمالی شراب اور شیرہ انگور کی بیع شراب ساز کے ہاتھ اس علم و گمان کے وقت کہ وہ اس سے شراب بنا دیگا) اور چونکہ یہ مسئلہ حرمت سود قدیم مسلمانوں سے نزدیک اتفاق کے ساتھ مسلم چلا آیا ہے۔ اور اس حکم کا متعلق (سود) ایسا قسم ممنوعات سے ہے جنکی عین ذات میں بغیر تغیر کسی حالت یا صفت کے معصیت قائم و موجود ہے۔ اور اسے بھی یہ سود بذات خود ایسا امر و منکر جسمیں سراسر برائی بداخلاقی ناہمدردی سے مروتی پائی جاتی

186

ہے۔ اور یہ شراب کی پوری نظیر ہے۔ لونڈی یا غلام کی طرح اُسکے لئے جائز محل استعمال کوئی نہیں ہے۔ اور اس کی ممانعت نہ صرف اسلامی حکم ہے کہ اُسکو مجملہ فروعات عملیہ قرار دیکر بنا بر مذہب ماتریدیہ حنفیہ اہل کتاب کو اسکا مخاطب نہ ٹھہرایا جاوے۔ بلکہ اس شریعت کا بھی حکم ہے جس کے وہ لوگ متبع کہلاتے ہیں۔ چنانچہ آیت منقولہ حاشیہ میں صاف تصریح ہے۔ کہ "اہل کتاب کو سود لینے کی ممانعت کا حکم ہو چکا تھا"۔ لہذا سود کے لین دین کا ہر ایک عقد و معاملہ بیع شراب کی طرح مطلق و بہر حال حرام ہے۔ حمالی شراب کی مانند یا بیع لونڈی یا غلام کی طرح کسی نیت بد کی شرط سے حرام نہیں ہے۔ ایسے ہی اسکی اعانت ہوگی۔ اور اُسکی ممانعت و حرمت میں حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کو اپنے شاگردوں اور جمہور علماء سے مخالفت نہ ہوگی۔ اور نہ اُسکی حرمت و ممانعت کے لئے کسی نیت بد کی شرط اُنکے نزدیک معتبر ہوگی۔ وہ شراب کی طرح بذات خود بد ہے۔ اور کسی نیت بد کا محتاج نہیں ہے۔ اسکی ممانعت و حرمت کیلئے اہل معاملہ کا یہ علم کہ فلان عقد یا محل میں سود کا لین دین پایا جائے گا۔ کافی و وافی ہے واللہ اعلم

فبظلم من الذین هادوا حرمنا علیهم طیبات احلت لهم وبصدهم عن سبیل الله کثیرًا واخذهم الربوا وقد نهوا عنه (سورہ نساء ع ۲۲)

دوسرے سوال کا جواب

اس معاملہ میں بھی سود کے لین دین کی اعانت پائی جاتی ہے۔ اور اعانت سود ناجائز ہے۔ لہذا یہ معاملہ بھی ناجائز ہے۔ اس جواب کے دوسرے مقدمہ (یعنے کبرے) کا ثبوت تو جواب سوال اوّل کے ضمن میں کافی دیا گیا ہے۔ رہا ثبوت مقدمہ اولے (صغرے) سو یہ ہے۔ کہ ازانجملہ بینک کا اجراء اور قیام صرف سود کے لین دین کی غرض

آپ کی توجہ سے قاتل کا پتہ لگ گیا تو تمام مسلمانون کی جان اور مال و آبرو کو امن ہو جائیگا اور آپ کا الہامی ہونا منکرون مین بھی مسلم ہو جائیگا۔

اور اگر وہ لوگ بھی اس مراسلت کی جرأت نہ کرین (اور غالبًا نہ کرینگے کیونکہ اول تو اعیان اور خواص اہل اسلام مین اب مذہبی جوش کم ہو گیا ہے۔ (چنانچہ سابق معروض ہوا۔) یہی وجہ ہے کہ الہامی صاحب سالہا سال سے رسالت و نبوت و وحی الہام کا دعوے اور انبیاء کی توہین اور معجزات انبیاء کے نفی اور اپنے لئے کرامتون کے تودے کے تودے اور انبارون کے انبار ثابت کر رہے ہیں۔ اور ان مسلمانون کے دجو اعیان کہلاتے ہیں) کان پر جوں نہیں چلتی۔ اور وہ اتنا نہیں جانتے کہ الہامی صاحب کہ کیا رہے ہیں۔ اسوقت الہامی صاحب کی تکفیر و علیحدگی کی بابت جو کچھ کیا غربا اور علمانے کیا۔ جو اس زمانہ میں اعیان کی نظرون سے گرے ہوئے ہیں۔ اور وہ اُن کے اس فعل کو وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ اور اگر کسی مین کچھ جوش و حمیت باقی ہے تو اُسکے ساتھ اُسکو الہامی صاحب کے الہامات قتل و موت اور گالیون کا ڈر لگا ہوا ہے ہم نے بڑے بڑے اعیان کا یہ مقولہ سُنا ہے۔ کہ قادیانی ہے۔ تو لیکھرام ثانی مگر ہم اُسکو چھیڑ نہین سکتے۔ ایک بڑے مالدار مشہور لکچرار مسلمان کا مقولہ ہے کہ میان اس سے کون گالیان سُنے۔ آپ قادیان مین پہنچکر الہامی صاحب کی خبر لینا چاہتے تھے۔ مگر یہ کہکر رُک گئے۔) تو پھر بدرجہ

سوم ہم ہندوؤں کی خدمت میں بھی عرض کرینگے کہ آپ ہین بھی صاحب غرض و اہل حاجت آپ اپنی غرض پوری کرنے کی طرف بھی توجہ کرین۔ اور آپ مسلمانون پر رحم فرما کر ان کا پیچھا چھوڑ دین۔ اور اس صورت سے جو ہم مسلمانون کی خدمت مین عرض کر چکے اپنے قاتل کا پتہ الہامی صاحب سے دریافت کرین وہ خواہ اپنا ڈمی فیشل خط یا میموریل الہامی صاحب کے حضور مین بھیجین یا افیشل طور پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

اور سودی تجارت کے لئے ہے۔ اور جو کوئی بینک میں روپیہ رکھتا ہے۔ وہ یہ شرط نہیں کرتا کہ میرا روپیہ بطور امانت رکھ لیا جائے ہمیں سودی چلانے کا تصرف نہ کیا جائے اور اگر کوئی یہ شرط کرکے روپیہ داخل کرنا چاہے تو اُسکو بھی جواب ملے۔ کہ ہم تمہارے باوا جی کے نوکر نہیں ہیں۔ کہ تمہارے روپیہ کو بطور امانت رکھ چھوڑیں۔ ہم اس روپیہ کو اسی غرض سے رکھتے اور لیتے ہیں کہ اُسکو سود پر چلاویں۔ اور اس سے نفع اٹھاویں۔ وہی نفع یا سود اس روپیہ رکھنے کی اجرت ہے۔ یہ اجرت دینی منظور نہ ہو تو روپیہ تمہارا احاطے سے باہر پھینکنے کے لائق ہے۔ چلے جاؤ۔ ڈیم فول" اس سے سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس روپیہ کا سود پر چلایا جانا یقینی ہے بینک کا اصل اصول اس یقین کی روشن دلیل ہے۔

اس یقینی اصول کے مقابلہ میں اگر یہ خیال کیا جاوے۔ جیسا کہ سوال میں درج ہے۔ کہ بینک میں ہمیشہ ایک ثلث سرمایہ کے قدر روپیہ جمع رکھنا شرط کیا گیا ہے لہذا ممکن ہے کہ جو روپیہ مسلمان رکھتے ہیں۔ وہی ایک ثلث میں آجاوے۔ اور وہ امن امان رکھا ہے تو اسکے مقابلہ یہ خیال کرنا بھی مناسب ہے کہ گو عقل کی تجویز سے یہ امر ممکن ہے۔ جیسے کولہو کے بیل کا کھڑے کھڑے سر ہلاتے رہنا ممکن ہے۔ جس کو ایک منطقی[1] نے تجویز کیا تھا۔ مگر عادت کے فتوے سے یہ امر امکان سے خارج اور

[1] نقل مشہور ہے کہ ایک ناتجربہ کار منطقی نے ایک تیلی سے پوچھا کہ تو نے اپنے کولہو کے بیل کے گلے میں جھن جھن کرنے والی چیز (جو سس یا گھنٹی) کیوں لٹکا رکھی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تاکہ اسکی خانہ آواز سے معلوم ہو جائے کہ وہ چل رہا ہے۔ کھڑا نہیں ہو گیا۔ اس پر منطقی صاحب نے کہا کہ ممکن ہے کہ وہ کھڑا کھڑا سر کو ہلاتا رہے تاکہ تیلی جانے کہ بیل چل رہا ہے تیلی نے جواب دیا کہ میرا بیل منطق نہیں پڑھا۔ لہذا یہ امکان معدوم ہے۔ اور کھڑے کھڑے سر کو ہلاتے رہنا بیل کی عادت کے خلاف ہے۔

187

محال ہے۔ بینک والے ایسا نہیں کرتے اور نہ عمداً کر سکتے ہیں۔ اور اگر کوئی ان کا ملازم ایسا کرنا چاہے تو اُسکو احمق یا پاگل بنا کر موقوف کرنے کو تیار رہو جائیں۔ بینک میں جو روپیہ آتا ہے وہ بحکم ہر چہ در کان نمک رفت نمک شد اسی روپیہ میں داخل ہوتا ہے۔ جو سود پر چلایا جاتا ہے۔ اور جو ایک ثلث کُل روپیہ جمع رہتا ہے۔ وہ کوئی خاص روپیہ نہیں ہوتا۔ اور نہ کوئی خاص روپیہ جمع رہتا ہے۔ کہ وہ اس امکان عقلی و تجویز منطقی کا محل ہو۔ بلکہ ہزارون لاکھون روپیہ سود اور غیر سود کے آتے ہیں۔ اور ہزارون لاکھون سود پر جاتے ہیں۔ اسی مجموعہ سے جس میں امانتی اور سودی روپے بھی شامل ہوتے ہیں۔ ایک ثلث جمع رہتے ہیں۔ لہذا جمع کی رقم کی نسبت یہ خیال کرنا کہ ممکن ہے۔ کہ وہ ہمارا ہی امانتی روپیہ ہو۔ ایسا ہی ہے جیسا کہ کولہو کے بیل کا کھڑے کھڑے سر کو ہلاتے رہنا۔ ممکن ہے جسکو کوئی سلیم العقل تجویز نہیں کرتا۔

بینک میں روپیہ رکھنے کے فوائد کے جو بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ روپیہ تلف نہیں ہوتا۔ بینک کے سوا اور جہان کسی مسلمان یا غیر مسلم جماعت یا شخص کے پاس روپیہ رکھا جاوے وہاں تلف ہو جانے کا احتمال ہے۔ یہ خیال بھی ایک خام خیال ہے سودائے محال ہے۔ دنیا بھر میں یا ہر شہر و ملک میں انگریز اور ہندو بینکر ہی ایمان و دیانتدار نہیں ہیں۔ مسلمان بھی ایماندار ہیں۔ تمام مُلک یا اپنے شہر کے تمام مسلمانون کو امانتداری سے خالی سمجھنا اپنے آپ کو بُرا کہنا ہے۔ اور بے وجہ بدگمانی اور بہت سے معاملات کی برہمی کا موجب ہے۔ اور تلف و نقصان کا احتمال جیسا کہ ان لوگون کے پاس روپیہ رکھنے میں ہے بینک میں بھی ہے۔ کیا تم نے نہیں سُنا کہ بینک والے بھی دوالے نکال بیٹھا کرتے ہیں۔ اور روپیہ والے اُنکا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ اور کبھی مسلمان آفات ارضی و سماوی سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور اُنکے پاس جمع شدہ روپیہ مالکون کو مل جاتا ہے۔ ہم مستعام میں بلحوظ نظیر انجمن حمایت اسلام لاہور اور اُسکے سابق محل امانت روپیہ ہی کو پیش کرتے

ہیں۔ ایک مدت تک خاکسار صاحب عبدالرحیم خان داروغہ صفائی لاہور کے پاس رہا۔ پھر وہ اُن ہی کے اس تکلیف سے دست بردار ہو جانے کے سبب شیخ رحیم بخش و محمد رفیع نامی سوداگران اتار کلی لاہور کی دکان میں جمع رہا۔ اور خدا کے فضل سے امین تلف و نقصان نے راہ نہ پایا۔ اب تک وہ امین رہتا تو کوئی اندیشہ و نقصان نہ ہوتا۔ اس دکان کی جمعیت و اعتبار خدا کے فضل سے اس رقم سے بمراتب زائد ہے۔ جو انجمن کا اگلا پچھلا روپیہ ہے۔

اب جو وہ بینک میں رکھا جاتا ہے تو اراکین انجمن ہمکو بتاوین کہ اس سے ان کو کیا فائدہ ہے۔ بجز اسکے کہ انکا روپیہ بھی بشمول دیگر روپیہ سود پر چلایا جاتا ہے۔ اور انجمن کو اُسکے گناہ اعانت معصیت کا حصہ ملتا ہے۔ انجمن کے اراکین سے کوئی صاحب اہل علم ہیں تو وہ اب بھی اس فتوے میں غور کرین۔ اور بہت جلد اپنا روپیہ بینک سے نکال کر شیخ رحیم بخش و محمد رفیع کی دکان میں داخل کرین۔ آئندہ اختیار ہے +

نقلہ ابو سعید محمد حسین

شہادت و مواہیر علمائے دہلی۔

جواب صحیح

188

ایضاً علمائے دہلی

بیشک سودی معاملات میں شرکت ممنوع اور ناجائز ہے۔ اور سود خوار اہل معاملہ کی اعانت معاونت علی الاثم والعدوان ہے۔ فقط حررہ محمد ابراہیم

یقال لہ ابراہیم ۱۳۰۰	محمد فقیر حسین ۱۲۸۵	حبیبان خدائے مکرم ۱۳۱۳ حبیب احمد

روپیہ کا دینے والا بظاہر تو بغرض استنفاع حفظ مال خود بینک میں روپیہ دیتا ہے۔ اور امانت نہیں کیونکہ امانت میں نفع امین کو جائز نہیں۔ اور بینک والے تو منفعت لیتے ہیں۔ تو دینے والیکو مقرض لاجل النفع قرار دیا جائیگا۔ پس کل قرض جر منفعۃ فہو ربوا میں داخل ہے۔ اور اگر بغرض اعانت باہل بینک ہو تو معاونت علی الاثم والعدوان میں داخل ہے واللہ اعلم عبد الجمیل مدرس اول مدرسہ فتحپوری

لا یجوز ہذہ المعاملۃ لان فیہا اعانۃ علی المعاصی وکل ما ہذا شانہ فہو حرام

فتح محمد مدرس مدرسہ فتحپور دہلی

بیشک سودی معاملات میں شرکت اور اعانت دونوں ناجائز ہیں فقط

محمد کرامت اللہ عفی عنہ بقلم خود

واقعی یہ معاملہ حرام ہے۔ کیونکہ اسمیں تظاہر بالاثم والعدوان اور وہ محرم اور مجیب صاحب نے جو دلائل بیان فرمائے ہیں وہ انکے مدعا پر خوب دلالت کر رہے ہیں۔ اور اس معاملہ کی حرمت پر قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فہلا جلس فی بیت ابیہ او بیت امہ فینظر ایہدی لہ ام لا۔ بعمومہ دلالت کر رہا ہے۔ وقال الامام الخطابی رح فی قول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہذا دلیل علی ان کل امر یتذرع بہ الی امر محظور فہو محظور وکل دخیل فی العقود ینظر ہل یکون حکمہ عند الانفراد کحکمہ عند الاقتران ہکذا فی شرح السنۃ کذا فی المشکوۃ کتاب الزکوۃ ص ۱۴۸ اور شیخ عبد الحق حنفی دہلوی نے ترجمہ میں لکھا ہے

دلیل است برآنکہ ہر کارے کہ وسیلہ کردہ شود بسوے امرے حرام پس وے حرام است زیرا کہ وسایل را حکم مقاصد است پس ہر چہ وسیلہ امر حرام است آن نیز حرام و ازینجہت کہ ہر قرض کہ بآن منفعتے حاصل شود ربوٰ است انتہی کلام الشیخ وقد اشار الیہ القاری فی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ تحت الحدیث المذکور واللہ اعلم

حررہ العاجز ابو محمد عبد الوہاب اللتانی نزیل دہلی تجاوز اللہ عن ذنبہ النعمی الحنفی

تصدیق علمائے لاہور و امرتسر وغیرہ بلاد پنجاب

باسمہ تعالیٰ و صلی اللہ علیٰ رسولہ وسلم۔ اما بعد بنظر ہر دو سوال اور انکے جواب کو بوجہ طوالت سرسری نظر سے دیکھا۔ کو حسب مضمون سوال فرمانا منقول مذاہب بعض علمائے موجودہ فی ما نا کا انہیں تخالف ممکن ہو لیکن جبکہ مجیب صاحب نے (جزاہ اللہ خیرا) اپنی قوۃ فکریہ اور طاقت علمیہ کو ان ہر دو مسئلہ میں دست دی ہے۔ اور تحقیقات کامل اور غور بلیغ سے کی اور مطابق فقہیہ مختلف فیہا کو بالتفصیل اور نص قرآنی اور احادیث صحیحہ کو بالتمہید بیان کیا ہے۔ اور غرض اصلی صرف اظہار حق اور خیر خواہی اہل اسلام ہے۔ اور اس تحقیقات کو بعض علمائے کبار حنفیہ رحمہم اللہ اور اہل حدیث سے اپنی مواہیسر سے تصدیق فرمایا ہے۔ اور اکثر مجتہدین رحمہم اللہ کا مذہب اور انکا فتوے اور مقتضائے تقوے عدم جواز اعانت علی الاثم کے پائے جانے کی وجہ سے ایسی صورتوں میں ہر۔ تو بفحوائے حدیث دع ما یریبک الی ما لا یریبک اتباع حق واجب و لازم ہے۔ اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا الحق مرۃ ولو کان دمہا لا کان الحق حق وثبوتہ بین والباطل باطل وبینا نرین الانصاف بحقہ والاعتساف بردہ

فقیر غلام محمد عفی عنہ بگوی امام مسجد شاہی لاہور

بقلم خود مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۸۹۷ء

189

امرتسر

جواب سوال اوّل

سوال اول میں جو معاملہ ذکر کیا گیا ہے شروع نہیں۔ کیونکہ اوّل ہر دو رقم کا بینک میں رکھنا اور سود کا لینا مجموع قرین مسلمان و ہنود کا صریحاً موجب حرمت ہے۔ دوم اسمیں یہ قباحت ہے کہ بالفرض اگر مسلمان اپنی رقم کا بینک والوں سے سود بھی نلیوین تاہم باعث آنکہ بینک والے قومات کو سود دینے پر لگاتے ہیں۔ مسلما نو نکا بینک میں روپیہ رکھنا اعانت علی المعصیۃ ٹھہرے گا۔ اور یہ امر شرعاً ممنوع ہے۔ ہاں بر تقدیر ثانی اگر یہ بینک جس میں مسلمان بے سود روپیہ داخل کرنا چاہیں بینک سنجاتی ہوتا تو شرعاً روپیہ رکھنے میں مضایقہ نہ ہوتا۔ پس صورت مسئولہ میں ایسا معاملہ مسلمان و ہنود کا باہمی کرنا جائز نہ ہوگا۔ اذ محظوریۃ السابق یستلزم محظوریۃ اللاحق

جواب سوال دوم

صورت مذکورہ میں اگر قطعی طور پر یہ معلوم ہو کہ یہ روپیہ مالکان بینک سود ہی پر لگاتے ہیں۔ تو پھر بینک میں روپیہ رکھنا مکروہ ہے۔ اگر کچھ حصہ روپیہ کا تجارت پر لگاتے ہوں۔ اور کسی قدر سود پر تو اس صورت میں مکروہ نہ ہوگا۔ مگر معہ ذالک بوجہ دہم اعانت علی المعصیۃ ایسے بینک میں روپیہ داخل کرنے سے اجتناب اولے ہے۔ اسکی نظیر باغیوں کے ہاتھ پر ایام فتنہ میں سلاح کا فروخت کرنا ہے جیسا کتب فقہ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے۔ والمجیب قد تشبث بحبل التقوی فی اعان علی ما ینبغی علیہ الفتوی فللہ درہ وعلی اللہ اجرہ۔

العبد

عبد اللہ الغنی ابو نزیر غلام رسول الحنفی النقشبندی عفی اللہ عنہ

نوٹ: یعنے ایسی تجارت باسود ہوتی ہو۔

بقیہ امرتسر

قال اللہ تعالیٰ یمحق اللہ الربٰو ویربی الصدقات وقال تعالیٰ ولا تبدلوا الخبیث بالطیب۔ وقال تعالیٰ اتستبدلون الذی ھو ادنی بالذی ھو خیرٌ۔

العبد
ابو عبید سید احمد اللہ

گناہ پر اعانت منع ہے بنک میں روپیہ دینا اعانت گناہ ہے۔ یا خود سود لینا ہے۔ اور یہ امور شرع میں منع ہیں۔

العبد
ابو تراب محمد عبد الحق عفی عنہ

بیشک سود لینا دینا یا اسکی اعانت کرنا منع ہے من کثر سواد قوم فھو منھم

العبد
ابو عبید اللہ احمد

الجواب اصح
عبد الصمد عفی عنہ

بحکم آیت کریمہ وتعاونوا علی البر والتقوٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان و رصورت اولےٰ یقیناً تعاون علی الاثم (سود) ست و در صورت ثانیہ ہم ظن غالب و ہر چیزے کہ در آں تعاون علے المعصیۃ باشد آں حرام ست امام احمد رحمہ اللہ اجارہ زمینے کہ بر گرجائے نصاریٰ آمدنی آں خرچ میشود بجلت تعاون علی الاثم ممنوع نوشتہ و ہمیں ست قول امام شافعی رحمہ اللہ در صراط مستقیم ست قال احمد فی نصاریٰ اوقفوا ضیعۃ لھم للبیع لا یستأجرھا الرجل المسلم منھم یعینھم علی ما ھم فیہ قال وبھذا قال الشافعی رحمہ اللہ بلکہ باغ انگور کہ از نصاریٰ باشد نوکری آں باغ بجلت آنکہ ازاں خمر ساختہ مے شود علماء ممنوع نوشتہ اند در صراط مستقیم نوشتہ سئل الاوزاعی عن الرجل یوجر نفسہ لنظارۃ کرم النصاری فکرہ ذلک وقال احمد ما احسن ما قال لان اصل ذلک یرجع الی الخمر الا ان یعلم انہ یباع لغیر الخمر فلا بأس و ہمچنیں ہدیہ بہ نصاریٰ

۱۹۵

وہنود وغیرہ در یوم عید ایشان و فروختن سامان عید ایشان بر ایشان بعلت تعاون علے الاثم علماء ناجائز نوشتہ در صراط است وکرہ ابن القاسم للمسلم یہدی للنصاری شیئاً فی عیدھم مکافاتاً لھم واراہ من تعظیم عیدھم وعونا لھم علی مصلحۃ کفرھم الا تری انہ لا یحل للمسلمین ان یبیعوا من النصاری شیئاً من مصلحۃ عیدھم لا لحماً ولا اداماً ولا ثوباً ولا یعارون دابۃ ولا یعاونون علی شیٔ من عیدھم لان ذلک من تعظیم شرکھم وعونھم علی کفرھم وینبغی للسلاطین ان ینھوا المسلمین عن ذلک وھو قول مالک وغیرہ لم اعلمہ اختلف فیہ وقال شیخ الاسلام فی الکتاب المذکور فاما بیع المسلم لھم فی اعیادھم ما یستعینون بہ علی عیدھم من الطعام واللباس والریحان ونحو ذلک او اھدی ذلک لھم فھذا فیہ نوع اعانۃ علی اقامۃ عیدھم المحرم وھو مبنی علی اصل وھو ان یبیع الکفار عنبا او عصیراً یتخذونہ خمراً لا یجوز وکذلک لا یجوز بیعھم سلاحاً یقاتلون بہ مسلماً۔ بلکہ علماء بعلت مذکورہ ہدیہ بمسلمان در روز عید ایشان و بیع اسبابے بر مسلمان کہ بہ آن اسباب مشابہت غیر ملت حقہ در عید ایشان مے کنند ناجائز مے نویسند شیخ الاسلام در کتاب مذکور نوشتہ وکذلک لا یہدی لاحد من المسلمین فی ھذہ الاعیاد ھدیۃ لاجل العید لا سیما اذا کان مما یستعان بہ علی التشبہ بھم کما ذکرناہ ولا یبیع المسلم مما یستعین بہ المسلمون علی مشابھتھم فی العید من الطعام واللباس ونحو ذلک لان فی ذلک اعانۃ علی المنکرات انتھی واللہ اعلم وعلمہ اکمل واتم۔ +

العبد

عبد الجبار بن عبد اللہ الغزنوی رحمہما اللہ تعالےٰ

پشاور

ذیل کا فتوی مفتی محمد ایوب صاحب پشاوری کا ہمارے سوال دوم کے متعلق ہے۔ اس مضمون کا ایک سوال (انجمنوں کا روپیہ بینک میں امانت رکھنے کی بابت) مولوی تاج الدین صاحب مختار عدالت

وممبر انجمن نعمانیہ لاہور نے مفتی محمد ایوب صاحب کی خدمت میں بھیجا تھا اُسکا جواب مفتی صاحب نے مولوی تاج الدین صاحب کے پاس بھیجا۔ اور اُنسے ہمکو وصول ہوا۔ چونکہ یہ فتوے اول سے آخر تک عربی زبان میں ہے لہذا اسکا ترجمہ ہم اپنی طرف سے کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

اعلم ان الربوٰ حرام واکلہ کبیرۃ موبقۃ تشہد بذلک الکتاب والسنۃ قال اللہ تعالی الذین یأکلون الربوٰ لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس ذلک بانہم قالوا انما البیع مثل الربوٰ وھذا من عکسہ التشبیہ مبالغۃ فرد اللہ علیہم لقولہ واحل اللہ البیع وحرم الربوٰ وقال فی المدارک ھذا انکار لتسویتہم بینہما فی الحل والحرمۃ صدان فانی یقاسان انتہی وفی الحدیث الصحیح اجتنبوا السبع الموبقات وعد منہا الربوٰ وقد لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المعاون علیہ فعن جابر رضی اللہ عنہ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوٰ وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء رواہ مسلم قال النووی

جان لے کہ سود حرام ہے اور اُسکو کھانا کبیرہ ہلاک کرنیوالا گناہ ہے۔ قرآن و حدیث اسپر شاہد ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) نہ اٹھینگے مگر جیسے وہ شخص اُٹھتا ہے جسکو شیطان چھو کر خبطی کر دیتا ہے۔ یہ اسکی سزا ہے جو اُنہوں نے کہا تھا کہ سود بھی ایسا ہی (حلال) ہے جیسی بیع اُنکا یہ کہنا الٹی تشبیہ ہے۔ جسمیں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ خدا تعالے نے اُن کی اس بات کو رد کیا اور فرمایا کہ خدا نے بیع کو تو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا۔ تفسیر مدارک میں ہے کہ اس ارشاد خداوندی میں انکی اسبات سے کہ بیع اور سود دونو برابر ہیں انکار مقصود ہے کیونکہ حلت و حرمت دونو آپس میں ضدین ہیں پھر وہ کیونکر برابر ہو سکتی ہیں حدیث صحیح میں ہے کہ سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو۔ پھر انمیں سے سود کو شمار کیا۔ اور آنحضرت

هذا تصريح بتحريم كتابة المبايعة بين المتبايعين والشهادة عليها وفيه تحريم الاعانة على الباطل وقال الشيخ سنان الدين المكي في تفسير قوله تعالى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان ما نصه كل شيء في هذه السورة شريف فالمعاونة فيه مع الفاعل معاونة على الاثم والعدوان انتهى ثم المعاونة على الربوٰ تتصور بصور كثيرة قد اشير اليها في حديث ابي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ليأتين على الناس زمان لا يبقى احد الا اكل الربوٰ فمن لم يأكله اصابه من غباره رواه ابو داؤد والنسائي وابن ماجه في باب التغليظ من الربوٰ وفي السراج المنير شرح الجامع الصغير للسيوطي قال الشيخ هذا حديث صحيح والمعنى وصل اليه من اثره كان يكون متوسطا او كاتبا او شاهدا او معامل المرابي او نحو ذلك انتهى وفي رواية لابي داؤد اصابه من بخاره في مجمع البحار اى وصل اليه

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاملہ سود کے معاون کو بھی لعنت کی ہے چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپنے فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے کھلانے والے اُسکا کاغذ لکھنے والے اُسکے گواہوں پر لعنت کی ہے اور فرمایا کہ وہ سب برابر ہیں۔ یہ مسلم کی روایت ہے امام نووی نے کہا ہے اسمیں صاف بیان ہے کہ معاملہ سود کا لکھنا اور اسپر گواہی کرنا حرام ہے اور اسمیں گناہ کی مدد پائی جاتی ہے شیخ سنان الدین مکی نے اس قول خداوندی کہ گناہ اور زیادتی کی مدد نہ کرو کی تفسیر میں کہا ہے کہ جس فعل کی شرع میں ممانعت آئی ہو اس فعل میں فاعل کو مدد دینا گناہ اور زیادتی میں مدد دینا ہے۔ پھر یہ معاونت معاملہ سود کئی صورتوں سے ہوسکتی ہے جنکی طرف حدیث ابو ہریرہ میں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں اشارہ پایا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے لوگوں پر ایسا وقت آئیگا کہ انمیں کوئی ایسا باقی نہ رہیگا جو سود نہ کھاتا ہو۔ جو نہ کھائے گا اُسکو غبار ہی پہنچ رہیگا یہ ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ کی روایت ہے۔ اور سراج المنیر شرح جامع صغیر امام سیوطی میں ہے کہ شیخ نے کہا یہ حدیث صحیح ہے

79

(بذریعہ عدالت) آپ سے سوال یا درخواست کرین۔

مضمون خط یا سوال یا درخواست یہ ہونا چاہیئے۔ کہ آپ نے پرچہ ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۴۔ کالم اول سطر ۷ میں ضمیمہ انیس ہند میرٹھ کا یہ قول کہ ہمارا ماتا تو اسیوقت ٹھکا تہا جب مرزا غلام احمد قادیانی نے انکی وفات کی بابت پیشگوئی کی تھی۔ ورنہ اِن حضرت کو کیا علم غیب تھا" نقل کرکے اسکے جواب میں فرمایا ہے۔

کہ "یہ تمام صاحب آپ اس بات کو تنقیح طلب ٹھہراتے ہیں۔ کہ کیا خدا نے اُس شخص کو علم غیب دیا تھا۔ اور کیا خدا سے ایسا ہونا ممکن ہے۔ سو اسوقت ہم بطور نمونہ بعض اور پیشگویون کو درج کرتے ہیں۔ تاکہ ان نظایر کو دیکھ کر آریہ صاحبون کی آنکھین کہلین" (پھر آپ نے نو پیشگوئیین نقل کی ہیں) اور عریضہ اسمی گورنمنٹ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں آپ نے کہا ہے۔ کہ "بجز خدا کس کی قدرت میں ہے کہ ایسی پیشگوئی کرے جسکی میعاد چھ سال تک محدود کر دی گئی ہے۔ اور ساتھ ہی اسکے حملہ کے دن کی بھی تعیین کر دی گئی۔ اور وہ تاریخ بھی تبلائی گئی جس تاریخ میں یہ واقعہ ظہور میں آیا۔ یعنے دوسری شوال جو ۶ مارچ ۱۸۹۷ء ہوتی ہے۔ اور موت کا دن مقرر کر دیا گیا۔ یعنے یہ کہ اسکی وفات کا دن یا [illegible] کا وقت ہوگا۔ اور عربی الہام میں بعض جگہ صرف چھ کا لفظ بھی ہے۔ اور وہ اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی موت سے چھ کے عدد کو خاص تعلق ہے۔ یعنے یہ کہ وہ چھ برس کے اندر فوت ہوگا۔ اور چھ مارچ کے دن میں۔ اور چھ بجے بعد دوپہر کے حملہ ہوگا۔ غرض تینون صورتوں میں برابر چھ کا تعلق ہے۔ پس کیا باتین انسان کے اختیار میں ہیں کہ وہ سترہ ۱۷ برس پہلے یعنے اسوقت کہ جب لیکھرام بارہ تیرہ برس کی عمر کا ہوگا۔ خبر دیدی۔ بلکہ یہ خدا کا کام جو زمین و آسمان کو بنانیوالا اور عالم الغیب ہے"

اور اس عریضہ میں آپ خدا کا یہ الہام اپنے حق میں نقل کر چکے ہیں۔ کہ "جدہر تیرا مُنہ خدا کا اسیطرف مُنہ ہے۔ (یعنے خدا تیری دعائین سُنتا اور قبول کرتا ہے۔)

من اثره كان يكون موكله او شاهده
او عاملا لمرابي او خلط ماله بماله
انتهى وفي تبيين المحارم للمكي معناه
يصيبه من اثمه لانه يعينه على
ذلك فيكون شاهدا او كاتبا
او راضيا بفعله فله حظ من
الوزر انتهى فاتضح من تقرير شراح
هذا الحديث ان المعاونة على اكل
الربوا باي نحو كان مذموم حرام
ومنهي عنها بعموم قوله تعالى ولا
تعاونوا الاية ولا فرق في هذا الحكم
بين المسلم وغيره لان الاصح من
مذهب اصحابنا ان الكفار مخاطبون
بفروع الشريعة صرح به السيد الطحطاوي
في حاشية الدر وكذا غيره من المحققين ثم
من المعاونة على الاثم ايداع المال عند من
يعامل فيه بالربوا ويأكل به اموال الناس
بالباطل فيلحق ضرره بالعامة ففي الطريقة
المحمدية علة حرمة الربوا في الحقيقة صيانة اموال
الناس عن الضياع انتهى فظهر ان ايداع المال
في يدي من يرابي به كاعطاء السلاح لمن عرف

اسکے معنی یہ ہیں کہ اس سود کا اثر اسکو پہنچ رہیگا اسطرح کہ وہ
اس معاملہ میں وکیل ہو یا کاتب ہو یا گواہ ہو یا اور کسیطرح
کا معاملہ کرے ابو داؤد میں بجائے غبار لفظ بخار ہے
جسکے معنے یہ ہیں کہ سود کا اثر اسکو پہنچ جائیگا اسطور پر کہ وہ
سود دینے والا ہوگا یا اسپر گواہ [illegible]
والے سے کوئی معاملہ کرنیوالا یا اپنا مال اسکے مال سے ملا دینے والا
تبیین المحارم مکی میں ہے کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ اس سود کا
گناہ اسکو پہنچ رہیگا اس طور سے کہ وہ اسکا معاون ہوگا
گواہ ہو کر یا کاتب بنکر یا اس معاملہ سے رضامند ہو کر ان
صورتوں سے اسکو گناہ کا حصہ ملیگا۔ شارحین حدیث مذکور
کی ان تقریروں سے واضح ہوا کہ معاملہ سود میں جسطور سے اعانت ہو
بری ہے اور حرام اور اس سے ممانعت اس قول خداوندی میں
وارد ہے کہ گناہ میں مدد نہ دو۔ اس حکم حرمت معاونت
میں مسلمان اور غیر مسلم میں فرق نہیں ہے (یعنے خواہ کوئی
مسلمان معاملہ سود کرے یا کافر ایک ہی حکم ہے) کیونکہ
ہمارے مذہب حنفی میں صحیح قول یہی ہے کہ کفار احکام فروعی
کے (جیسے حرمت ربوا ہے) مخاطب و مامور ہیں جیسا کہ
طحطاوی نے حاشیہ درمختار میں کہا ہے ایسا ہی اور محقق
لوگوں نے کہا ہے پھر یہ بھی گناہ کی معاونت ہے کہ اپنا مال
کافروں کے پاس جو اس مال کو سود پر چلاویں بطور امانت
رکھیں اور وہ اس کے ذریعہ سے لوگونکے مال کو سود میں

انه يقتل به الانسان ظلماً وفي ذلك تضييع
الوديعة اذا كان سيقاً فاذا اودت المرأة ان تأخذ
من المودع لتضرب به رجلاً ظلماً فانه لا يدفع
اليها ما قلنا يعني ان فيه اعانة لها على الظلم انتهى
وقد كان السلف يقولون اموال سلاح للمؤمن
صرح به الامام النسفي في تفسيره قوله تعالى ولا
تؤتوا السفهاء اموالكم الآية قال الامام الرازي
السفه خفة العقل وسمي الفاسق سفيهاً لانه لا وزن
له عند اهل الدين والعلم انتهى فالقول بأباحة الربوٰ
المذكور يتنافى مع وجوب التحرز عنه اخذاً مما
ذكرنا من الوجه لان الضرر الخاص كما ذكرنا يعني بخلاف
الايداع عند اكل الربوٰ فانه اعانة على الاضرار
بالعامة فتفي التقرير الكبير قالوا في سبب تحريم
الربوٰ انه يقتضي اخذ مال الانسان من غير
عوض وقال صلى الله عليه وسلم حرمة مال
الانسان كحرمة دمه وقال بعضهم انه يمنع الناس
عن الاشتغال بالمكاسب ومن المعلوم ان صلاح
العالم لا ينتظم الا بالتجارات والحرف والصناعات
انتهى ملخصاً وايضاً ظلم بالربوٰ سبب لجلب القحط
والجدب فعن عمرو بن العاص قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم ما من قوم يظهر فيهم الربوٰ

لیں۔ اور اسکا ضرر ان تمام لوگوں کو پہنچے جبکہ مال وہ سودیز
ہیں کتاب طریقہ محمدیہ میں ہے سود کے حرام ہونے کی وجہ وسبب
یہ ہے کہ لوگوں کے مال (جو سود میں لئے جاتے ہیں) ضائع ہونے
پہیں اس سے یہی ظاہر ہوا کہ سود لینے والے کے پاس مال امانت
رکھنا ایسا ہی ہے جیسا قاتل کو ہتھیار دینا جس سے وہ لوگوں کو
ظلم سے قتل کرے فتاوے قاضیخان میں ہے کہ اگر امانت تلف
ہوا اور امانت رکھنے والی عورت (یا مرد) اس سے کسی کو ظلم سے قتل
کرنا چاہے تو اسکے پاس اسکا امانت رکھنا جائز نہیں اسوجہ سے
کہ وہ ظلم کی اعانت ہے سلف کے لوگ فرماتے ہیں کہ مال بھی مومن کا
ایک ہتھیار ہے چنانچہ امام نسفی نے اس قول خداوندی کہ بیوقوفوں کو
بیوقوف نکمندوں کی تفسیر میں کہا ہے امام رازی نے کہا ہے کہ سفاہت
خفت عقل کا نام ہے فاسق کو اسلئے سفیہ کہتے ہیں کہ اہل علم و دین کے
نزدیک اسکا کچھ وزن نہیں ہوتا پس مال کو بینک والوں کے پاس
امانت رکھنے کو جائز کہنا اسپر قیاس کر کے کہ شراب بنانیوالے کے
پاس شیرہ انگور کی بیع جائز ہے ایک ایسا قول ہے کہ جسکی کوئی دلیل
نہیں ہے کیونکہ شراب بنانے کے پاس شیرہ کی بیع میں تو خاص اُس شخص کا
ضرر ہے جسنے شیرہ کو فروخت کیا چنانچہ عینی میں ہے، اور سود
لینے والے کے پاس مال امانت رکھنے میں ان تمام لوگوں کو نکمے ضرر عام
پہنچایا جاتا ہے جن لوگوں سے بینک والے اُس مال کے ذریعہ سے سود لینگے
تفسیر کبیر میں ہے کہ سود کو حرام کرنیکی وجہ یہ ہے کہ سود خوار
دوسرے کا مال بلا عوض لیتا ہے اور آنحضرت نے فرمایا کہ دوسرے کا

الا اخذ وا بالسنة رواه احمد كذا في تبيين المحارم
وعن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
الربا سبعون حوبا ايسرها ان ينكح الرجل بامه
رواه ابن ماجه في سننه في باب التغليظ في الربوا
فالمعاونة عليه كالمعاونة على نكاح الرجل بامه نعوذ
بالله منها رواه الديلمي عن علي رضي الله عنه قال قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم الاخذ بالشبهات جمع
شبهة وهي ههنا محل تجاذب الادلة واختلاف
العلماء يستحل الخمر بالنبيذ بان يقول وردت
الادلة بحل النبيذ والخمر ملحق به فالاخذ بالشبهات
يقع في الحرام كذا في الشرحين للجامع الصغير للسيوطي
ويؤيده ما في حديث الصحيحين ومن وقع في الشبهات
وقع في الحرام وفي قواعد الاشباه اذا تعارض دليلان
احدهما يقتضي التحريم والاخر الاباحة قدم التحريم
ومن هذا النوع حديث لك من الحائض ما فوق الازار
وحديث اصنعوا كل شيء الا النكاح فالاول يقتضي
تحريم ما بين السرة والركبة والثاني يقتضي اباحة ما عدا
الوطي فرجح التحريم احتياطا وهو قول ابي حنيفة رح
وابي يوسف ومالك والشافعي انتهى وعن النعمان
ابن بشير قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
الحلال بين والحرام بين وبينهما مشتبهات لا يعلمها

مال (یعنی بلا وجہ) لینا ایسا ہی حرام ہے جیسے اسکی خونریزی حرام ہے
بعض نے حرمت سود کیوجہ یہ بیان کی ہے کہ سود خوار سود کے سبب اور
کسب و حرفت وغیرہ سے رہ چکتا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ دنیا کی مصلحت
اور کاروبار تجارت اور حرفتوں اور صناعتوں کے سوا چل نہیں سکتی۔
یہ بھی ایک وجہ حرمت سود بیان کیجاتی ہے کہ سود کا کھلم کھلا لین دین
قحط وغیرہ آفات دنیا میں لاتا ہے عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ آنحضرت
نے فرمایا کہ کوئی قوم ایسی نہیں کہ اسمیں سود کے لین دین کا رواج ہو اور
وہ قحط میں مبتلا نہ ہو یہ حدیث امام احمد نے روایت کی ہے ایسا ہی تبیین المحارم
میں ہے اور **ابو ہریرہ** سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا سود خواری ستر
گناہ کے برابر ہے جنمیں ادنی گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماسے بدکاری
کرے یہ **ابن ماجہ** کی روایت ہے لہذا اس سود کے معاملہ میں مدد دینا
ایسا ہی جیسا کسی کو اپنی ماسے بدکاری کرنے میں مدد دیتا ہے **دیلمی** نے حضرت
علی سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا شبہہ والی چیز کو جسمیں دلائل کا
معارضہ اور علماء کا اختلاف ہو لینے والا شراب کو شیرہ کے نام سے
حلال کرتا ہے وہ یوں کہتا ہے کہ شیرہ انگور کی بیع کو دلائل شرعیہ حلال
کرتے ہیں ایسے ہی شراب بھی حلال ہے کیونکہ وہ بھی ایک شیرہ انگور ہے
پس شبہہ والی چیز کا لینے والا حرام میں جا پڑتا ہے ایسا ہی **جامع صغیر**
کی دو شرحوں میں ہے اسکی مؤید وہ حدیث **بخاری و مسلم** کی ہے جسمیں
ارشاد ہے کہ جو شخص شبہات میں پڑیگا حرام میں جا پڑیگا اور **اشباہ النظائر**
کی قواعد میں ہے جب دو دلائل کا کسی امر کے متعلق معارضہ و مقابلہ ہو
ایک اسکی حرمت کو چاہے دوسری اسکی حلت کو تو دلیل مقتضی حرمت

بقیہ اس مضمون کا نمبر ۱۲ میں صفحہ ۳۷۷ سے صفحہ ۳۸۴ تک ہے ناظرین ان اوراق کو یہاں چسپاں کرلیں۔

193

کادیانی کی جوڈیشل مقدمہ میں شکست

یا

عیسائیونکی باہمی دوسرے جنگ مقدس مین نئے عیسائیون (مرزائیون) کو شکست

اور پھر کمال جرءت اور دلیری سے اُن کا دعویٰ فتح و نصرت

اور

اس جنگ مین بعض مسلمانونکو کشش و کشمکش اور اُن کی مجبورانہ شراکت

انٹروڈکٹری نوٹ

(یعنے وہ تذکرہ جس سے معلوم ہو کہ جنگ کے دونو فریق کون کون عیسائی تھے۔ اور یہ جنگ مقدس کیونکر ہو گئی ✤ ✤ ✤)

اس سے پیشتر کہ ہم اس جنگ میں نئے عیسائیون کی شکست اور اسمین مسلمانون کی کشش و کشمکش و شراکت بابت کچھ کہیں یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ اپنے ناظرین کو اس جنگ کے دونو فریق کا انٹروڈیوس (تعریف یا تعریفی ملاقات) کرادیں اور اس جنگ کی وجہ تسمیہ بتادین کہ یہ جنگ مقدس کے نام سے کیون موسوم ہوئی۔ اور کس نے کی۔

حضرات! فریق جنگ ایک تو سچے اور مردون کو زندہ کرنیوالے حضرت مسیح بن مریم (علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کے پیرو عیسائی گورنمنٹ ہے جو بواسطہ اپنے پیروکار

ہنری مارٹن کلارک میدان جنگ میں مارا گیا تھا۔ دوسرا فریق جھوٹا۔ اور خونی مسیح زندہ کو مارنے والا اور اپنے فخر سے یہ کہنے والا۔ ۵ درکوی نیک نام ما اگذر ندارد زندہ گر تو نے پیشگوئی تغیر کن قضا را چہ کیا دلفانی دجال زمانی مرزا غلام احمد کادیانی۔ اور اسکی امت جو خود عیسائی مرزائی کہلاتی ہیں۔ ۔ ۔ ۔ بروز جمعیت اور طاقت کے ساتھ پنجاب کے اکثر شہروں لاہور گجرات۔ جہلم۔ وغیرہ سے۔ گورنمنٹ اور دیگر عیسائیوں کے مقابلہ کے لئے بڑا لمبا چوڑا مجمع ہوئے تھے۔ یہ فریقین جنگ کی تعریف ہے۔ اب وجہ تسمیہ سنو۔ درحقیقت تو یہ مقابلہ مقدمہ جوڈیشل تھا۔ مگر دجال کادیانی نے اپنے گروہ اور ناواقف مسلمانوں کو شتعال دلانے کی غرض سے اسکو مذہبی جنگ بنالیا۔ اور ایک اشتہار اپنے دجالی کی قلم سے اسکا نام لیا ہمارے نام جو چیلنج کا نام ہے اسکا نام جنگ مقدس رکھا ایک پمفلٹ کی صورت میں اسکو چھاپنا شروع کر دیا۔ ان ہی کی اصطلاح کی پیروی و اتباع سے ہمنے بھی اسکا نام جنگ مقدس رکھا۔ ورنہ ہمارے نزدیک ایک جوڈیشل مقدمہ ہے۔ نہ مذہبی جنگ۔

اس تعریف و تعیین کو سنکر ناظرین جنہوں نے ہمارے مضمون "عیسائیوں کے باہمی جنگ مقدس پر اسلامی رائے" اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ جلد ۱۸ میں نہ دیکھا ہو تعجب سے یہ سوال کرینگے کہ اتباع کادیانی تو اس معنے سے عیسائی ہوئے۔ کہ وہ جھوٹے عیسیٰ خونی مسیح کی امت ہے۔ خود بدولت دجال صاحب جو فریق مقابل گورنمنٹ کے اُس وزیر میں کیونکر عیسائی کہلانے کے مستحق ہوئے۔ وہ تو خود عیسے ہیں۔ پھر وہ عیسائی کیونکر کہلا سکتے ہیں۔ اور اپنی ہی ذات کیطرف کی نسبت کیونکر جائز ہے۔

حضرات آپکے باوجود خود عیسے ہونے عیسائی کہلانے کی وجہ ایک اور ہے۔ جو ذیل میں معروض ہوتی ہے۔ ناظرین سکونین گے تو ہمیں داد دینگے۔ اور دجال صاحب بھی اسپر کچھ انعام عطا کرینگے۔

۱۹۶

حضرات دجال کادیانی اگرچہ درحقیقت کوئی مذہب نہیں رکھتا۔ اور وہ لامذہب باطنیہ۔ دہریہ ہے اور اُسکا ایک مدت سے دعوئے مسلمانی کرنا اور اسلام کی حمایت و نصرت میں مخالفین اسلام کے مقابلہ کا دم بھرنا محض دام تزویر ہے جس سے عقل کے اندھے۔ اور گانٹھ کے پورے مسلمانوں کو پھنسانا۔ اور ان سے ٹکے وصول کرکے عیش اوڑانا اس کا مقصود ہے۔ مگر تاہم مذاہب مشہورہ سے اُسکو کچھ نسبت و مناسبت ہے۔ تو صرف عیسائی مذہب سے ہے۔ کیونکہ جیسا کہ عیسائی مذہب میں حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا مانا جاتا ہے۔ اور تثلیث و کفارہ کا اعتقاد اس مذہب کا جزو ہے۔ ایسا ہی دجال کادیانی اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہتا ہے اور ایک معنے سے تثلیث پر اُسکو پاک ٹھہرا اور ایک قسم کے کفارہ پر اعتقاد رکھتا ہے۔ اسکا رسالہ فتح اسلام صفحہ ۶ و توضیح مرام صفحہ ۱۰ ناظرین ملاحظہ فرمائینگے۔ تو ہمارے اس بیان پر یقین لائینگے جنکو اس امر کا علم نہیں کہ اہل اسلام ہر سلف سے خلف تک کوئی ایک بھی ایسا نہیں گذرا جس نے خدا کے کسی پیارے کو (نبی ہو خواہ فرشتہ) خدا کا بیٹا کہا ہو۔ یا تثلیث کو پاک بنا کر اس کا عقیدہ کو تجویز کیا۔ مسلمان کہلا کر یہ کام کادیانی ہی نے کیا ہے۔ اسلئے ہم اگر بطور تشبیہ و مماثلت اُسکو عیسائی کہا ہے۔ تو یہ اسکے حال پر ہماری کمال مہربانی ہے۔ اسیوجہ سے ہمنے پہلے جنگ مقدس میں جو ۱۸۹۳ء میں ہوئی اور اسکے بڑے بڑے بائیون عیسائون ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک و عبداللہ آتھم وغیرہ میں ہوئی تھی۔ اور حال کے جوڈیشل جنگ میں جسکو اسنے مقدس بنا لیا ہے عیسائی نمبر ۱ ہے۔ اور ان جنگوں کو عیسائیون کے باہمی جنگ سے تشبیہ دی ہے۔ اسوجہ سے ہم ناظرین داد دینگے۔ انٹرویوس ہو چکا۔ اب اصل مدعا کیطرف رجوع کیا جاتا ہے۔

جنگ کی کیفیت اور اسمیں پر عیسائیون (مرزائیون) کو شکست

اس جنگ کی تفصیل بیان کرنا اور پھر کسی جانب کی تائید کرنا ہمکو پسند و منظور نہیں ہے

کیونکہ نہ ہمکو کسی فریق سے مذہبی ہمدردی ہے۔ اور نہ اسکی وجہ سے طرفداری کا خیال ہے۔ اور نہ اصل واقعات جنگ کی نسبت ہمکو خارجی علم اور ذاتی واقفی ہے۔ اور نہ عدالت میں بیانات واظہارات فریقین پر ہمکو پورا بھروسہ واعتماد ہے۔ اسلئے ہم اس واقعہ کی نسبت پوری پوری رائے ظاہر نہیں کر سکتے۔ اور اسی وجہ سے اس کی پوری تفصیل کیفیت بیان کرنا بھی فضول جانتے ہیں۔

ہان دفع انتظار ناظرین کی غرض سے مجمل کیفیت بیان کرتے ہین۔ کہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک میڈیکل مشنری امرتسر نے پولیس میں رپورٹ کی۔ کہ ایک شخص عبدالحمید نامی کادیانی کی طرف سے میرے قتل یا نقصان کے لئے مامور ہوکر میرے پاس آیا تھا۔ جسپر سرکار مدعی ہوگئی۔ اور ڈاکٹر کلارک سرکار کیطرف سے پیروکار اور کادیانی ملزم ومستغاث علیہ ٹھہرایا گیا۔ اور پہلے مجسٹریٹ امرتسر کی کچہری میں بذریعہ وارنٹ ضمانتی چالیس ہزار روپیہ اُسکا حاضر ہونا تجویز ہوا۔ پھر مجسٹریٹ ضلع گورداسپور کی کچہری میں بذریعہ سمن طلب ہوکر بمقام بٹالہ ضلع گورداسپور حاضر عدالت مجسٹریٹ ہوا۔ اور مقدمہ کی تحقیقات شروع ہوئی۔ عبدالحمید مذکور نے دونو مجسٹریٹون (مجسٹریٹ امرتسر و مجسٹریٹ گورداسپور) کے سامنے بیان ڈاکٹر کلارک کی تائید کی۔ اور جبتک کہ وہ مشنری عیسائیون کے ہاتھ میں رہا۔ اسپر پختہ وقائم رہا۔ جب وہ ڈسٹرکٹ پولیس گورداسپور کی تحویل میں گیا۔ تو وہ پھر اپنے بیان سے پھر گیا۔ اور صاف بول اٹھا کہ مجھے عیسائیون نے بہکایا۔ اور سکھایا تھا۔ کہ میں ایسا بیان کرون۔ جسپر مجسٹریٹ کو اشتباہ ہوگیا۔ اور کادیانی الزام قتل سے بری کیا گیا۔

اسکے اس تبدیل بیان کی وجہ جو لوگ بیان کرتے ہیں ہم اُسکو تحریر میں نہیں لاسکتے جو سُننے کے شائق ہون وہ بٹالہ ضلع گورداسپور میں آئین۔ اور اس کی عام گلی کوچون میں سے سُن لیں۔

اسی نظر سے ہم ان بیانات کو مشتبہ کہتے ہیں۔ اور اُنکی نسبت اپنی قطعی رائے ظاہر

نہین کرسکتے۔ کہ فریقین سے کون حق پر ہے۔ اور کون ناحق پر۔ ہان یہ کہتے ہین کہ جس فریق نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ دنیا مین لعنت اور آخرت میں جہنم کا مستحق ہوگیا ہی۔ اور جو سچا ہے وہ دنیا مین آفرین اور آخرت میں اجر کا مستحق ہی۔

ہرچند کادیانی اسمقدمہ میں الزام قتل سے بری کیا گیا ہے۔ مگر مجسٹریٹ ضلع نے اُس کے مشن کو اس سی چھین لیا۔ اور اُسکی نبوت کو ختم کردیا۔ اور اُسکے الہاموں کو مخرج پر آہنی میخ یا فولادی بولٹ کا ڈاٹ لگا کر الہامی گو ـــ کو بند کردیا۔ اور اس سے عہد لے لیا اور لکھوا لیا کہ وہ آیندہ فتنہ انگیز اور اشتعال خیز الفاظ (جنمین اس کے ڈرانیوالے الہامات بھی داخل ہین) تحریرات ومباحثات میں استعمال نہ کریگا۔ اور اُنکی اشاعت عمل مین نہ لائیگا۔

یہ بات اسکے اخص مریدون اور وکیلون نے شائع کی ہے۔ اور بعض اخبارات میں بھی مشتہر ہوچکی ہے[1] جس سی اُسکو پوری شکست ہوئی۔ اور اُسکے مقابل عیسایون بلکہ محمدیون اور دیگر مذاہب کی اُسکے مخالفون کو جنکو وہ ایسے الفاظ سے ڈرایا۔ اور دہمکایا کرتا تھا۔ اسپر عظیم فتح حاصل ہوئی۔ اب وہ بے دست وپا ہوگیا ہے۔ اور اُسکو الہامی قبض لاحق ہی اَب الہامی ـــ زبند ہین اور ان الہامات کو پر لگانے اور اوڑانے والا پریس قادیان میں معطل پڑا ہے۔ صاحب مجسٹریٹ ضلع اِس سے نبوت اور الہامات کو چھین کر اسکو یہ شکست فاش نہ دیتا تو وہ الزام قتل سے بری ہونے کے وقت سی اسوقت تک اپنے جملہ مخالفون اور مخاطبون کو صدہا ڈرانے والے الہامات کو سُنا کر زمین و آسمان کے قلابے

---

[1] اخبار جعفر زٹلی ۲۸۔ ستمبر ۱۸۹۷ء میں عنوان "کادیانی کی پردہ دری" قایم کرکے لکھا ہے "مرزا کادیانی نے ڈپٹی کمشنر کے روبرو اقرار کرلیا ہے۔ بلکہ دستخط کردیئے ہیں کہ میں آیندہ کوئی پیشگوئی نہیں کرونگا۔ اور کسیکو موت کا پیغام بھیجکر ڈرانے اور دہمکانے کی کوشش نہین کرونگا۔ اور کوئی ایسی تحریر میری طرف سے شائع نہ ہوگی۔"

ملا دیتا۔ اور ہزاروں نئے جانوروں (عقل کے اندھوں اور گانٹھ کے پوروں) کا شکار کرتا اور بیسوں رسالے اور صدہا اشتہارات شائع کر دیتا۔ اسوقت سے اسوقت تک جو وہ چپ ہے اور ایک آدھ دفعہ بولا ہے تو برعکس روش قدیم یہی بولا ہے کہ آئندہ میں کسی کے حق میں ڈرانے والے الہام شائع نہ کرونگا۔ اور کسی کی دل آزاری بھی نہ کرونگا۔ آئندہ میرے مرید بھی کسی کی دل آزاری نہ کریں۔ نرمی اور تہذیب سے کام لیں ورنہ وہ مجھ سے جدا ہو جائینگے تو اسکی وجہ وہی شکست فاش ہے جسکی جگہ وہ خدا ترسی و نرم دلی کو اختیار کرنا وجہ بیان کرتا ہے۔ اور اس بیت کا مصداق بنگیا ہے ؎ زاہد نداشت تاب وصال پری رخان * کنجے گرفت و ترس خدا را ساخت * مگر اسے حضرات ناظرین اسکی اور اسکے بعض اتباع کی جرأت و دلاوری و حیا و شیر بہادری کو دیکھو کہ وہ اس شکست کو فتح مشہور کر رہے ہیں۔

اور الزام قتل سے برأت کو فتح بنا بیٹھے ہیں۔ اور اُنکی مشن اور نبوت کے حکماً بند ہو جانیسے (جو اُنکو نہایت حاصل ہوئی ہے۔) اُسکو شیر مادر کیطرح غٹ غٹ کر کے نوش کر گئے ہیں۔ اور اُسکا ڈکار بھی نہیں لیتے۔ بلکہ برعکس یہ مشہور کر رہے ہیں کہ ڈرانے والے الہامات کی اشاعت کو ہمنے اپنی مرضی سے بند کر دیا ہے۔ عدالت مجسٹریٹ سے اُسکی ممانعت کا کوئی حکم نہیں ہوا۔ چنانچہ ان دروغگو یونکے امام کادیانی اپنے اس اشتہار کے صفحہ ۹ میں جسکو ۲۰ ستمبر ۱۸۹۸ء میں اُسنے چھاپکر مشتہر کیا ہے۔ اور پریس کا نام (جس میں وہ اشتہار چھاپا ہے) درج نہیں کیا۔ لکھا ہے مگر چونکہ باوجود اجازت دینے کے پھر ڈاکٹر کلارک صاحب نے ان پیشگوئیونکا ذکر کیا۔ اور اصل واقعات کو چھپایا۔ اس لئے آئندہ میں پسند نہیں کرتا۔ کہ ایسی دو رخی باتوں پر کوئی انذاری پیشگوئی کیجاوے۔ بلکہ آئندہ ہماری طرف سے یہ اصول رہیگا کہ اگر کوئی ایسی انذاری پیشگوئی کے لئے درخواست کرے تو اُنکی طرف ہرگز توجہ نہیں کیجائیگی جب تک وہ ایک تحریری حکم اجازت صاحب مجسٹریٹ ضلع کیطرف سے پیش نہ کرے۔" پھر اسکے حاشیہ میں آپنے لکھا ہے "بعض ہمارے مخالف جنکو افترا اور جھوٹ بولنے کی عادت ہے۔ لوگوں کے پاس کہتے ہیں کہ

۱۹۶

صاحب ڈپٹی کمشنر نے آئندہ پیشگوئیوں سے سخت ممانعت کی ہے۔ سو دا صخر ہے کہ یہ باتیں سراسر جھوٹی ہیں۔ ہمکو کوئی ممانعت نہیں ہوئی۔ اور عذابی پیشگوئیوں میں جس طریق کو ہمنے اختیار کیا ہے یعنے رضامندی لینے کے بعد پیشگوئی کرنا۔ اُس طریق پر عدالت اور قانونکا کوئی اعتراض نہیں کہ پر جاننے والے جان گئے اور تاڑنے والے تاڑ گئے ہیں کہ آپ کی خلوت نشینی وعزلت گزینی یعنے آئندہ اندازی پیشگوئی سے کف لسانی اور نرم زبانی کا وعدہ مثل شربی بی از بے چادری اور اس بیت کا مصداق ہے جو اوپر ہمنے نقل کیا ہے۔

مجسٹریٹ ضلع آپکو اس سے نہ روکتا تو آپ کبھی نہ رکتے۔ مجسٹریٹ صاحب کا آئندہ فتنہ انگیز و اشتعال خیز الفاظ سے جنمیں اندازی پیشگوئیاں بھی داخل ہیں آپ سے عہد لے لینا آپ کے اعترافات و عبارات آئندہ سے روز روشن کیطرح عیان ہے۔ مگر بحکم آنکہ دروغگو را حافظہ نباشد۔ آپ کو اپنی کلام کا مابعد و ماسبق کچھ یاد نہیں رہتا۔ لیجئے ہم آپ کو یاد دلاتے ہیں۔ اور آپکی اصل عبارات نقل کرتے ہیں

اسی اشتہار ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء میں بصفحہ ۱۱۔ آپ فرماتے ہیں۔ "جیسا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے مقدمہ کے فیصلہ پر مجھے ہدایت کی ہے کہ آئندہ اشتعال کو روکنے کے لئے مباحثات میں نرم اور مناسب الفاظ استعمال کئے جاوین۔ میں اسپر کاربند رہنا چاہتا ہون۔ اور اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنے تمام مریدوں کو جو پنجاب و ہندوستان کے مختلف مقامات میں سکونت رکھتے ہون نہایت تاکید سے سمجھاتا ہون کہ وہ بھی اپنے اپنے مباحثات میں اس طرز کے کاربند رہیں۔ اور ہر ایک سخت اور فتنہ انگیز لفظ سے پرہیز کریں۔" پھر اس اشتہار ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۱۳ میں آپ کہتے ہیں۔ اور یاد رہے کہ یہ اشتہار مخالفین کے لئے بطور نوٹس ہے۔ چونکہ ہم نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے سامنے عہد کر لیا ہے کہ آئندہ سخت الفاظ سے کام نہ لینگے۔ اسلئے حفظ امن کی تکمیل کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے تمام مخالف بھی اس عہد کے کاربند ہون۔"

اب ہم کادیانی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اس عہد میں جو سخت الفاظ اور ہر ایک سخت اور

اور اس سے پہلے اشتہار ۱۵- مارچ میں لکھ چکے ہیں کہ جو شخص مجھے سازش قتل مین شریک سمجھتا ہے وہ قسم سے یہ بات کہے تو میں اس کے لئے بددعا کرونگا- اور وہ ایک سال مین مرجائے گا- اور اشتہار ۵- اپریل ۱۸۹۷ء اپنی اس قبولیت دعا پر ایسا بھروسہ کیا ہے کہ درصورت عدم قبولیت دس ہزار روپیہ جرمانہ دینا- اور اپنے لئے پھانسی کی سزا پانا بھی قبول کرلیا ہے- اور اس واقعہ سے پہلے عبد اللہ آتھم کے مقابلہ میں بھی آپ نے متعدد اشتہارون میں یہ دعوے کیا تھا کہ اگر عبد اللہ آتھم قسم سے کہدے کہ مین اس پیشگوئی سے نہیں ڈرا تو وہ ایک سال مین مرجائے گا- نہ مرا تو میں چار ہزار تک اسکو جرمانہ دونگا- اور ان دنون اور عیسائیون کے مقابلہ مین رسالہ انجام آتھم کے صفحہ ۳۲ و ۳۳ میں بھی یہ دعوے کیا ہے- کہ عبد اللہ آتھم کی پیشگوئی کے متعلق کوئی اور عیسائی قسم کھالے اور مباہلہ کرکے کہدے کہ وہ پوری نہین ہوئی- تو وہ بھی ایک سال کے اندر مرجائیگا- اور کتاب براہین کے صفحہ ۲۵۹ میں آپ یہ دعوے بھی کرچکے ہین کہ اگر آپ کو خدا تعالے سے سو مرتبہ سوال اور دعا کا اتفاق ہوتا ہے تو اسکا جواب سو ہی مرتبہ صادر ہوتا ہے- اور اسکا متواتر تجربہ آپ کو ہوچکا ہے- اور کتاب آئینہ کمالات کے صفحہ ۶۸ و ۶۹- آپ نے لکھا ہے- کہ اہل کمال (یعنے اولیاء اللہ) جو مرتبہ [illegible] کو پہنچ جاتے ہیں- (جسمین آپ اپنے آپ کو [illegible] اور بہت سے سابق اولیاء اللہ سے بہتر سمجھتے ہیں- اور اشتہار اردو انگریزی بیس ہزاری مین یہ دعوے کرچکے ہیں-) تو ان کا لفظ کن (یعنے کسی کام کی نسبت یہ کہنا کہ ہوجا-) تموج کی حالت میں خدا کے کن کی مانند خطا نہیں کرتا- (یعنے جو وہ کہتے ہین سو ہوجاتا ہے-) آپکے ان کوٹیشنوں (حوالجات) سے جو ہم نے کوٹ گئے ہیں (یعنے جنکے حوالہ دیئے ہیں- اور عبارات نقل کی ہیں) صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے حضور مین آپ کا بڑا قرب ہے- اور اسکے امور قضا و قدر مارنے جلانے میں آپ کو بڑا دخل ہے- گویا خدائی کے حصہ مین آپ کا ساجھا ہے- اور جو بات آپ خدا کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

فتنہ انگیز لفظ آپنے بولا یہ اندازی پیشگوئی کو شامل و محیط ہے یا نہیں ہے۔ ہے تو انہون نے کیا افترا کیا جنہون نے کہا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر نے آپکو اندازی پیشگویون سے منع کر دیا ہے۔ اور اگر وہ لفظ اندازی پیشگویوں کو شامل نہیں تو پھر آپنے اندازی پیشگویوں کیوں بند کر رکھا ہے۔ آپ کو روک نہیں ہوئی۔ تو انفصال مقدمہ کی تاریخ سے اسوقت تک کوئی تو الہامی گولہ چلا دیا یا چھوڑ دیا ہوتا۔ اگر آپ کی طبیعت اور عادت اسکو پسند نہیں کرتی تو جیسا کہ صفحہ (۱۱) اشتہار مذکورہ میں آپ نے دعوے کیا ہے۔ تو پہلے یہ طبیعت اور عادت کہان چلی گئی تھی اور اگر اخلاق اور تہذیب مانع ہے جسکا آپ اس اشتہار کے صفحہ ۱۰ و ۱۱ میں دعوے کرتے ہین تو پہلے اس تہذیب و اخلاق کو کون لے گیا تہا۔ اور اگر قانون عدالت مانع ہے، جن سے آپ اس اشتہار کے حاشیہ صفحہ ۹ میں ڈرتے ہین تو پہلے وہ قانون کہان تھا۔

ان سب موانع کے موجود ہونے کے ساتھ اپنے تمام الہامی زندگی اور پوری پیغمبری عمر کو انہیں اندازی الہامون میں صرف کیا ہے۔ تو آپکا اس سے یکایک رک جانا اور بذریعہ تحریرات بار بار عدالت اور گورنمنٹ سے عہد کرنا۔ اور اپنے مریدوں کو وہ عہد یاد دلانا صاف یقین دلاتا ہی کہ یہ روک مجسٹریٹ ضلع کے حکم اور اس عہد کا (جو اسکے سامنے آپنے کیا ہے) نتیجہ ہے۔ اور مجسٹریٹ ضلع آپکے ملہم سے زبردست اور غالب نکلا۔ جسنے آپکے الہامات پر آئندہ کیلئے قفل یا ڈاٹ لگا دیا۔ اور آپ کی نبوت کو آپ سے چھین لیا۔ اس سے اہل فہم و بصیرت نے یقین کر لیا ہے۔ کہ آپنے باوجود بری ہو جانے کے الزام قتل سے اس جنگ میں شکست فاش پائی۔ اور پھر آپ کا اس شکست کو فتح مشہور کرنا۔ آپ کی دلیری اور بہادری ہے۔ جو آپ جیسے سہمون کا ہی خاصہ ہے۔ اس جنگ میں مرزائیوں کی شکست۔ اور پھر جھوٹا دعوے فتح و نصرت کا بیان و ثبوت پورا ہوا۔ اب اس مقدمہ مین بعض مسلمانون کی کشمکش و کشش و مجبورانہ شراکت کو بیان کیا جاتا ہی پس واضح ہو کہ منجملہ ان مسلمانوں کے جنکو اس مقدمہ میں مجبورانہ کشش ہوئی۔ ایک یہ

197

خاکسار راقم مضمون ہے جسکو مجبوراً اسمقدمہ میں صاحب مجسٹریٹ کی حکم طلبی نے بطور گواہ شامل کیا۔

عدالت میں پیش ہونے سے پہلے ۱۰۔ اگست ۱۸۹۶ء کو دجال کادیانی کا نائب وشاگرد (مگر جھوٹ بولنے اور اُسپر مواخذہ دنیوی اخروی کی شرم وخوف نہ رکھنے میں اُس کا اُستاذ ومرشد جس نے کیفیت مقدمہ کو بعنوان **دوسرا جنگ مقدس** چھاپا ہے۔ اور اس میں دروغ گوئی وافترا پردازی کو حد کمال تک پہنچا دیا۔ لہذا اس کے جواب میں ہماری طرف سے بجز لعنت اللہ علی الکاذبین کچھ کہنا اور کسی بات کے جواب سے اسکو مخاطب کرنا مناسب نہیں اور وہ اس لائق ہی نہیں کہ ہم اسکو اپنا مخاطب بناویں) میری ہواخوری کے وقت سڑک پر مجھے ملا۔ اور بولا کہ اسمقدمہ میں ہمارے مرزا صاحب آپ کی شہادت پیش کرانے والے ہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ سنا ہے فریق ثانی بھی آپ کو گواہ لکھوایا ہے۔ مینے اُسکے جواب میں کہا کہ میرے پاس اسوقت تک کوئی سمن نہیں آیا۔ اور اگر عدالت نے مجھے طلب کیا تو مجھے شہادت دینے میں کوئی عذر نہ ہوگا کیونکہ جو بات میں اپنے رسالے میں لکھ چکا ہوں اُسکے بیان میں اور حق کے اظہار میں مجھے کیا عذر ہے۔ پھر ۱۳۔ اگست ۱۸۹۶ء کے ۱۱ بجے تک نہ میرے پاس کوئی سمن آیا۔ اور نہ مجھے کوئی پختہ خیال شہادت کا تھا۔ اس تاریخ ایک بجے قریب جبکہ میں نماز جمعہ پڑھانے کے لئے تیار تھا۔ میرے پاس ڈپٹی کمشنر کا چپراسی آیا۔ اور زبانی یہ پیغام لایا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر آپ کو یاد کرتے ہیں اُسکے ہاتھ میں کوئی سمن یا خط نہ تھا۔ اسیوجہ سے مجھے اسوقت تک معلوم نہ ہوا کہ فریقین میں سے جو مجھے گواہ بنانا چاہتے تھے۔ کس کی طرف سے گواہ بنایا گیا ہوں۔ اور کس نے مجھے طلب کرایا ہے۔ پیچھے کر معلوم ہوا کہ دجال صاحب کادیانی ہی میرے طلب کرانے کے موجب ومحرک ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے اسمقدمہ کو میرے ہی سر پر تھوپا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ یہ شخص میرا دشمن ہے اسی نے ترغیب ومشورہ دیکر اور تجویز کرکے یہ مقدمہ ناحق مجھ پر قائم کرایا ہے۔ ڈاکٹر کلارک پیروکار سرکار نے اسکے جواب میں کہا کہ میں نے مولوی محمد حسین کو ۱۸۹۵ء سے کبھی نہیں دیکھا۔

اور نہ ملا پھر اُنکی ترغیب و تجویز کے کیا معنے اور اُن سے مشورہ لینا کیونکر ممکن تھا لہذا اس امر کے دریافت کرنے کیلئے عدالت نے مجھے بُلایا اس سے ناظرین خود سمجھ لینگے کہ مجھے عدالت میں کس نے بلوایا تھا۔ اور میں کس کا گواہ تھا۔ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر میں چپراسی کے ساتھ عدالت کے دروازہ پر پہنچا تو مینے اپنا وزاٹ کارڈ (ملاقاتی ٹکٹ) صاحب ڈپٹی کمشنر کے پاس بھجوایا۔ صاحب نے اردلی کو حکم دیا کہ اُنکو بٹھاؤ۔ اور کُرسی دو (یہ بات خاکسار کو ڈاکٹر کلارک کے خط سے اور زبانی پیچھے کر معلوم ہوئی ہے) اُسوقت اردلی نے مجھے کُرسی دیدی اور صرف یہ بات کہی کہ ہم نے آپ کا ٹکٹ دیدیا صاحب نے کہا ہے کہ بٹھاؤ۔) جب صاحب ڈپٹی کمشنر پہلے گواہ کا اظہار لینے سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا۔ جب میں عدالت کے کمرہ میں داخل ہوا تو بلا توقف ایک منٹ کے میرا اظہار شروع ہوا۔ سوال حسب ضابطہ عدالت نام ولدیت قومیت و عمر کے بعد پہلا سوال مجھ سے یہ ہوا۔ کہ آپ مرزا غلام احمد کو جانتے ہیں۔ میری طرف سے اُسکا جواب ہان میں جانتا ہوں۔ اور خوب جانتا ہوں۔

(۲) سوال اسنے کوئی پیشگوئی کی ہے۔ جواب ہان بیچ بیچ اشخاص کے حق میں پیشگوئیان کی ہین۔

(۳) سوال انجام آتھم کے صفحہ ۴۴ پر جو عبارت درج ہے کہ [illegible] کی بیخکنی خدا کریگا۔ اُس کا مطلب کیا ہے۔

(ناظرین اس سوال سے ڈاکٹر کلارک [illegible] اُنکے اس دعویٰ کی تائید کرونگا۔ کہ اس عبارت میں [illegible] خیال سے اس عبارت کا یہ مطلب نہ تھا۔ لہذا مینے ڈاکٹر کلارک کے مقصود کو پورا نہ کیا۔ اور اپنے ایمان اور صداقت سے کام لیکر اس سوال کا جواب دجال کادیانی کے حق میں مفید حسب ذیل دیا۔)

جواب۔ اُسکا مطلب یہ ہے کہ جھوٹ ضایع ہوگا۔ اس عبارت سے مین یہ نہیں سمجھتا کہ کوئی

198

خاص ذاتی دشمنی مرزا کی ڈاکٹر کلارک سی ہے۔

(۴) سوال۔ مرزا غلام احمد سے تمہاری موافقت ہی یا مخالفت۔

جواب۔ مرزا سے میری ذاتی کوئی مخالفت نہیں ہی۔ ہان مذہبی معاملات میں اس سے اتفاق نہیں۔

(۵) سوال۔ کیا مرزا فتنہ انگیز آدمی ہی۔ (یہ سوال ڈاکٹر کلارک نے کیا تھا۔)

جواب۔ بیشک وہ فتنہ انگیز آدمی ہے۔ اُسنے ہندو اور مسلمانون اور عیسائیون مین فتنہ کھڑا کر دیا ہی۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے ہین یہ اُسکی تعلیم کا اثر ہے۔ اُسکی تعلیم یہ ہی جو آئینہ کمالات کے صفحہ ۶۰۱ مین اُسنی کی ہے۔ کہ "نافرمان انسان کی جان اور مال اُسکے ملک سے خارج ہو کر خدا کے ملک مین داخل ہو جاتے ہین۔ پھر جس کے ہاتھ سے خدا چاہی اُنکو تلف کرا دے"۔ اور اشتہار متعلق حسین کامی سفیر روم مین اُسنے کہا ہے "کہ خدا تعالےٰ نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانون میں سے مجھ سے علیحدہ رہیگا وہ کاٹا جائیگا۔ بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ"

عبارت آئینہ کمالات اور اس عبارت اشتہار کا مطلب یہ ہی کہ نافرمان انسان خصوصاً جو مرزا سی جُدا ہے وہ کاٹے جانے کی لائق ہے۔ جسکا اثر یہ ہے کہ اسکے پیروان اُسکے مخالفون کو کاٹنے کے لائق سمجھتے ہیں اور اُنکے خون کی پیاسے ہیں۔

عبارت آئینہ کمالات اُسوقت پڑھ کر سُنائی گئی۔ اور عبارت اشتہار متعلق سفیر روم بھی عدالت مین پڑہی گئی۔ مگر معلوم نہین عدالت نی اظہارات مین کیون عبارت آئینہ کمال کا حوالہ صفحہ درج کیا اور عبارت اشتہار متعلق سفیر روم کا ذکر تک نہ کیا۔

عبارت آئینہ کمالات کی کادیانی نے حسب عادت قدیمہ خود عدالت کے سامنی یہ تاویل کی ہے۔ کہ یہ بات حضرت موسیٰ کی حمایت اور اس الزام سے انکی برأت کیلئے لکھی گئی ہے۔ جو اُنپر لگایا جاتا ہی۔ کہ وہ مصر سے نکلنے کے وقت فرعونیون کے زیورات و برتن لے نکلے تھے اور کادیانی نے کہا کہ کیا پیغمبر حضرت موسیٰ کو اس الزام سے بری نہ کیا جاتا۔ مینے اُسکے جواب مین

کہا کہ یہ جھوٹ بولتا ہے۔ (جسکو سنکر مجسٹریٹ صاحب مسکرائے) یہ عبارت اُسنے اپنے اوپر سے اس الزام کو اٹھانے کیلئے لکھی ہے۔ جو سپر اشاعۃ السنہ نمبر (۱) جلد (۱۵) کے صفحہ ۲۶ و ۳۷ لگایا ہے کہ کیا تمنے الہدیا طوائف کے خبیث مال زنا کی کمائی کے دو سو روپے نہیں لئے۔ اور کیا جو شخص ناجائز مال کھائے وہ خدا ملہم ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس الزام کو اُسنے آئینہ کمالات کے صفحہ ۶۰۰ میں نقل کیا ہے۔ اور پھر اسکے جواب میں یہ بات کہی ہے جو اس کتاب کے صفحہ ۶۰۱ سے نقل کی ہے۔

عدالت نے اس سوال و جواب کو درج اظہارات نہ کیا۔ اور صرف آئینہ کمالات کے دونو صفحات مذکورہ صفحہ ۶۰۰ و ۶۰۱ کا حوالہ دیدیا۔

(مولوی فضل الدین صاحب پلیڈر باوجودیکہ وہ پکے حنفی کہلاتے ہیں کادیانی (جو حنفیوں اور اہلحدیث سب کا دشمن ہے) کی حمایت میں کھڑے ہو گئے۔ اور بولے کہ اس عبارت سے یہ بات نہیں نکلتی کہ کادیانی اور اُسکے پیرو اُسکے مخالفوں کی جان و مال کو معصوم و محفوظ نہیں سمجھتے۔ اور انکو کاٹنے اور تلف کرنے کے لائق سمجھتے ہیں۔ اس عبارت کو نقل کیا جائے تاکہ دنیا اسکا فیصلہ کرے۔ ہم نے اس عبارت کو اسمقام میں اور صفحہ ۱۵۲ میں اسی غرض سے نقل کر دیا ہے۔ اور صفحہ ۲۶۳ میں اسکے معنی کی تشریح بھی کر دی ہے۔ اب ہمارے حنفی بھائی صاحب پلیڈر اس عبارت کی تشریح کسی اخبار میں کر کے دنیا کو سمجھا دیں۔ کہ کیوں اس سے وہ بات نہیں نکلتی جو ہم نے کہی ہے۔ ہمارے دوست پلیڈر صاحب اس عبارت کے ایسے معنے کسی اخبار میں بیان کر گئے تو ہم اُن کے شکر گذار ہونگے۔)

[illegible]

199

کیونکر عبداللہ آتھم بعد میعاد مقرر کردہ کادیانی فوت ہوا تو بھی مرزا نے اُسکو اپنی کرامت بنا۔ اور انجام آتھم میں لکھدیا ہے۔ کہ وہ میری پیشینگوئی کیمطابق فوت ہوا ہے۔

(حضرات ناظرین!۔ اس جواب میں لفظ کرامت مثل میں موجودہ ہے (جس کی نقل حسب ضابطہ سرکاری اُسوقت ہمارے سامنے ہے) دجال کادیانی کے نائب نے اپنے جنگ مقدس کے نمبر ۳ میں میرے اظہارات کو چھاپا تو اُسمین لفظ کرامت کو شراکت بنالیا۔ باوجودیکہ اسی پرچہ نمبر ۳ میں سوال نمبر (۲۰) کے جواب میں اس نے میرا صریح یہ قول نقل کیا ہے کہ میں مرزا کو لیکھرام کا قاتل نہین کہتا اور نہ اُسکی سازش کا قائل ہون۔ صرف نشان دہی کا ذمہ دار ٹھہراتا ہون اس احمق نائب دجال کو یہ خیال نہ آیا کہ وہان تو میں نے دعوے سازش کی نفی اس گواہ سے نقل کی ہے۔ پھر یہان کرامت کا شراکت بنالینا کیا فائدہ دیگا۔ اور مثل مشہور۔ دروغ گورا حافظہ نباشد۔ کو اپنے اوپر صادق کرکے دکھادیا۔

سوال (۷)۔ آپ ڈاکٹر کلارک کو ملے تھے یا نہین۔

جواب۔ ۱۸۹۵ء میں ڈاکٹر کلارک کو ملا تھا۔ اُسکے بعد کبھی نہیں ملا۔ بلکہ مجھے اُنسے شکایت اور رنج ہے کہ ایک خاص امر کے واسطے انکو ۱۸۹۵ء مین ملا تھا۔ اور اُنہوں نے میری ہمدردی نہ کی۔ [illegible] نبوت پر میرے پاس چٹھیات موجود ہیں جن کو میں عدالت میں پیش کرسکتا ہون۔

سوال (۸)۔ آپ [illegible]

جواب۔ [illegible]

سوال۔ لیکھرام [illegible] آپ کا کیا خیال ہے۔

جواب۔ [illegible] ایک [illegible] لکھا ہے۔ [illegible] اشاعت [illegible] ہے۔ اُس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ لیکھرام [illegible] قتل [illegible] کو سو دفعہ [illegible] ہے تو خدا اُسکا

جواب دیتا ہے۔ پھر وہ خدا سے کیوں پوچھ نہیں دیتا۔ کہ یکھرام کا قاتل کون ہے۔

سوال (۱۱)۔ ڈاکٹر کلارک کے حق میں مرزا نے سوائے اس پیشگوئی کے جو انجام آتھم کے صفحہ ۸ میں حرف الف پر کی ہے۔ کوئی اور پیشگوئی بھی کی ہے۔

جواب۔ اس مضمون کی اور پیشگوئی نہیں کی۔ ہاں ایک اور مضمون کی پیشگوئی ڈاکٹر کلارک کی نسبت بشمول دیگر عیسائیوں کے کی ہے۔ مگر عدالت نے اس کی طرف توجہ نہ کی نہ ڈاکٹر کلارک نے اسکو سنا۔ لہذا پیشگوئی درج اظہارات نہ ہوئی۔

ذیل میں وہ سوالات اور انکے جوابات درج ہوتے ہیں جو ہمارے دوست مولوی فضل الدین صاحب پلیڈر قادیانی بحال ولا مذہب کی تائید کی غرض سے خاکسار پر کئے تھے۔

سوال (۱۱)۔ محمد ظ مذہب آپ کون ہیں۔

جواب۔ میں سنی اہل حدیث ہوں۔

سوال (۱۲)۔ کیا ان لوگوں میں سے جنکو پہلے وہابی کہا جاتا ہے۔

جواب۔ ہاں جنکو پہلے عملی سے وہابی کہا جاتا تھا۔

سوال (۱۳)۔ وہابیوں کے برخلاف دیگر مذاہب کے مسلمان حنفی شیعہ وغیرہ ہیں یا نہیں۔

اس سوال پر مینے اپنے دوست پلیڈر صاحب کو کہا کہ آپ کو جس حالت میں اپنے پہلے سوال میں بتایا گیا ہے کہ جن لوگوں کو غلطی سے وہابی کہا جاتا تھا وہ اہل حدیث ہیں۔ تو پھر آپ نے اس لفظ وہابی کو وجود آزار سمجھا گیا ہے سارجنٹ نے اس لفظ کو دل آزار تسلیم کر کے سرکاری کاغذات میں اسکے استعمال کی ممانعت کردی ہے۔ دوبارہ کیوں بولا۔ آئندہ آپ یہ لفظ بولینگے تو (صاحب مجسٹریٹ سنتے ہیں) میں آپ پر نالش کرونگا۔ میرے اس قول کی تائید میں صاحب مجسٹریٹ نے بھی انکو اس لفظ کے استعمال سے منع کیا۔ تو آپ نے سوال کو بدل کر یہ سوال کیا کہ اہل حدیث کے برخلاف دیگر مذاہب کے مسلمان شیعہ و حنفی وغیرہ ہیں یا نہیں۔

پھر بھی عدالت نے اس سوال کو نامنظور کیا۔ اور مجھ سے جواب کا مطالبہ نہ کیا۔

اسمقام میں ہم اپنے دوست پلیڈر صاحب کو دوستانہ نصیحت کرنے اور اس کیطرف اُنکو توجہ دلانے کی غرض سے یہ کہنا ضروری جانتے ہیں کہ پلیڈر صاحب کو جب کبھی خوش قسمتی سے کسی مقدمہ مین اہل حدیث کے مقابلہ کا موقعہ ملتا ہی تو آپ بڑے شوق و ذوق سے حنفیت کا جوش دکھانے کیلئے گورنمنٹ کادیانی کی (جو حنفیون اور اہلحدیث سب کا مخالف ہے) وکالت وحمایت کے وقت وہ جوش دب گیا تھا۔ جس کی وجہ ظاہر ہے) اہل حدیث کو وہابی کے لفظ سے یاد فرمایا کرتے ہیں چنانچہ انارکلی لاہور کے مقدمہ مسجد متعلق جنگڑون کے وقت بھی بار بار یہی لفظ آپ کے دہان مبارک سے نکلتا تھا۔ باوجودیکہ وہ بھی افیشل موقعہ تھا نہ پرائیویٹ اس موقعہ پر وکیل صاحب کے اہل حدیث کو وہابی کہنے پر خاکسار اور کل اعیان اہل حدیث کو کمال رنج پہنچا۔ اور انکی دل آزاری ہوئی جسپر بعض احباب نے ہمکو استغاثہ کی رغبت دلائی۔ مگر ہمکو یہ شعر یاد آیا جسنے استغاثہ سے روک دیا ؎ تو برائے وصل کردن آمدی ✦ نے برائے فصل کردن آمدی ✦ لہذا ہم نے بجائے اسکے کہ عدالت کیطرف رجوع کرین وکیل صاحب کی اس دل آزاری اور رنج دہی کا اپیل اُن ہی کے سامنے پیش کرنا۔ اور اس دوستانہ ریمارک کے ذریعہ آئندہ انکو اس لفظ کے استعمال سے رُک جانے کی سفارش کرنا مناسب اور کافی سمجھا۔ وکیل صاحب سے امید ہی کہ وہ آئندہ کسی افیشل کارروائی میں اہل حدیث کو اس دل آزار لفظ وہابی سے یاد نہ فرماوینگے۔ گورنمنٹ کے قانون و احکام کی تعمیل و تعظیم وکیلوں سے زیادہ ہونی چاہیئے۔ وکیل ہی اسکا خلاف کرینگے تو اورون سے اسکی تعمیل کیونکر ہوگی وکیل صاحب کو معلوم ہے کہ گورنمنٹ نے استعمال لفظ وہابی بحق اہلحدیث دل آزار سمجھکر حکماً بند کر دیا ہے چٹھی گورنمنٹ ہند نمبری ۵۸ مورخہ ۳ دسمبر ۱۸۸۶ء و چٹھی گورنمنٹ پنجاب نمبری ۷ مورخہ ۱۹ جنوری ۱۸۸۷ء وغیرہ وغیرہ شاہد ہین۔ جو شہر ہو چکی ہیں

سوال خونی کے پیاسے ہونے سے آپ کی کیا مراد ہی۔

جواب۔ اس سوال کا جواب صفحہ ۲۶۳ میں ادا ہو چکا ہے لہذا اسکے اعادہ کی حاجت نہین ہے۔

سوال (۱۵)۔ براہین احمدیہ پر ریویو کی آپ کے تصنیف ہے۔ اور اسمیں صفحہ ۱۷۶ لغایت صفحہ ۱۸۸ کی عبارت جس پر حرف ٹی کا نشان ہے۔ آپ کی عبارت ہے (یعنے جس میں مرزا غلام احمد کی طرف سے گورنمنٹ کو مطمئن کیا گیا ہے) اور مرزا کے والد نے غدر میں سرکار انگریزی کو مدد دی تھی۔؟

جواب۔ بیشک براہین احمدیہ پر ریویو مینے لکھا اور اسکی عبارت زیر نشان حرف ٹی میری عبارت ہے۔ مگر میرا یہ خیال مرزا کی نسبت اسوقت تہا۔ جبکہ اُسنے مہدی ہونے کا دعوی نہ کیا تھا۔ اور جب سے یہ مہدی بن گیا ہے۔ میرا خیال اُسکی نسبت اچھا نہیں رہا جسکو میں اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۱۸ میں۔ اور اس سے پہلے بارہا ظاہر کر چکا ہون پھر مینے اپنے رسالہ مذکور اور اُسکی عبارت کا جس میں میرا خیال مذکور ظاہر کیا ہے۔ حوالہ و نشان دیا اور وہ رسالہ شامل مثل کیا گیا۔ مگر ہمارے دوست وکیل صاحب نے دجال کادیانی کو گورنمنٹ کی مخالفت سے بری کرنے کی غرض سے میری اس تشریح کے جواب میں فرمایا کہ ہمنے اس تشریح کا سوال نہیں کیا۔ اور اس وجہ سے یا اور وجہ سے میری وہ تشریح درج اظہارات نہیں ہوئے (جو مینے اس رسالہ کے صفحہ ۱۹۳ میں درج کر دی ہے۔ گورنمنٹ اور عامہ ناظرین اسکو ملاحظہ فرماویں)

سوال (۱۶)۔ مرزا کی نسبت آپنے کفر کا فتوے (جو جلد ۱۳ اشاعۃ السنہ میں درج ہے اور اسپر حرف یو کا نشان ہے) لکھا ہے۔

جواب۔ وہ فتوے علماء پنجاب و ہندوستان کا ہے۔ میں صرف اسکا جمع کرنیوالا اور رسالہ کا ایڈیٹر ہون۔ اور میں خود بھی مرزا کو مسلمان نہیں جانتا۔ دہریہ سمجھتا ہون۔

سوال (۱۷)۔ مولوی غلام قادر حنفی آپ کو فتنہ انگیز اور اہل حدیث کو کافر نہیں کہتے۔؟

جواب۔ مولوی غلام قادر مجھے فتنہ انگیز اور اہل حدیث کو کافر نہیں کہتے۔ وہ جب کبھی مجھے ملتے ہیں محبت سے ملتے ہین۔ سلام و مصافحہ کرتے ہیں۔

سوال (۱۸)۔ آپ لوگون کی تحریرات اور تعلیمات کی وجہ سے لوگون میں تنازعات پیدا

نہیں ہوتے۔

جواب۔ تنازعات ہوتے ہیں۔ مگر ایسے نہیں جنسے خون ہون۔ عدالت میں مقدمات بھی ہوتے ہین۔ مگر فروعی اور جزئی اختلافات کی وجہ سے نہ اختلاف اصول مذہب کیوجہ سے جس سے ایک دوسرے کا جانی دشمن ہوجاتا ہے۔

(۱۹) سوال۔ آپنے سلطان روم کی تائید میں کوئی کتاب لکھی ہے۔ اور کیا مرزا نے سلطان روم کے برخلاف لکھا ہے۔

جواب۔ میںنے کوئی کتاب نہیں۔ بلکہ ایک آرٹیکل لکھا ہے۔ جو اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۱۸ کے ایک ورق میں چھپا ہے۔ اور مرزا نے سلطان روم کے برخلاف ایک اشتہار لکھا ہے جو

وہ یہ ہے "امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت سلطان المعظم کی ہمدردی کا شورہ" ایک مدت سے (جب سے کہ آرمینیا۔ کریٹ۔ اور یونان۔ وغیرہ کا ہنگامہ برپا ہوا۔) انگریزی اخبارات رائیٹ نے حضرت سلطان المعظم کی عالی جناب کی نسبت بے باکی اور دریدہ دہنی سے بدگوئی اختیار کی ہوئی ہے۔ اور یہ امر صرف مسلمانون کی دل آزاری اور رنجش کا موجب ہے۔ بلکہ سلطنت برطانیہ کے لئے بھی مول خوف واندیشہ ہے۔ کیونکہ اس سے مسلمانان رعایا برٹش گورنمنٹ کے دلون میں (جو روئے زمین اور تمام سلطنتون کی مسلمان رعایا سے زیادہ ہین۔) یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس بدگوئی میں برٹش گورنمنٹ خوش ہے۔ تب ہی ان اخبار نویسون کو جو اسکے ماتحت ہین۔ اس بدگوئی سے منع نہیں کرتی۔ اور اس خیال سے انکے دلون میں گورنمنٹ کی اطاعت اور جان نثاری کی امنگ میں کمی پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ اور بعض اوقات مسلمانون کی قلم یا زبان سے بے لحاظ بھی نکل جاتے ہین۔ جن سے رنجش کی بو آتی ہے۔

واذا اخبارکم کو آپ پسند دین و مذہب اسلام سے کمال ہمدردی ہے۔ اور اسکی نظر حضرت سلطان المعظم سے۔ پھر برٹش گورنمنٹ ہی (جسکے ظل سایہ حمایت و امن میں ہم آباد ہیں۔ اور آزادی شعار مذہبی میں آزاد) ہمدردی ہے۔ اور ملحاظ پولیٹکل تعلقات کے اس سلطنت کے والی سے

80

کہتے ہیں خدا کو وہ مان ہی لینی پڑتی ہے۔

اس دعوے میں اور ان بیانات میں جو ہمنے آپ کی کتابوں اور اشتہارون سے نقل کئے ہیں۔ آپ سچے ہیں تو آپ ہم پر ترحم فرما کر خدا سے پوچھ کر قاتل کا پتہ بتا دین۔ اور اُسکے قاتل ہونے کے دلائل و علامات بھی جو خدا کے علم میں ہیں۔ اور وہ جہاں کے عقلاء اور بیرسٹرون اور ججون کے بیانات اور دلائل سے ضرور پرزور اور مدعا کے مثبت ہونگے ارشاد کرین۔ اس صورت میں نہ ہم صرف آپ کو یا آپ کے مسلمان بھائیون اپنے غلط گمان سازش قتل سے بری کرینگے۔ بلکہ اسکے ساتھ معقول انعام بھی دین گے علاوہ اس انعام کے جو پولیس نے دینا کیا ہے۔ اور آپ کی کرامات کے سب لوگ قائل ہو جائینگے

اس سوال کے جواب مین اگر وہ کہین۔ (اور غالباً یہی کہین گے۔ چنانچہ آپ کے رسالہ برکات الدعا کے صفحہ آخر کا الہام[1] حاشیہ اسپر گواہ ہے۔) کہ قاتل انسان نہ تھا۔ بلکہ خدا کا فرشتہ تھا۔ جو انسان کی صورت میں دکھائی دیتا تھا۔ تو اسکے جواب میں آپ سے اوّلاً یہ کہا جائے کہ اس صورت مین آپنے اس قاتل کو نا بکار خونی اور لائق بدتر سے بدتر سزا کیون کہا۔ پھر یہ درخواست کیجائے کہ آپ مہربانی کرکے اس فرشتہ کو جو آپ زیر مکان اور آپ کی تائید و خدمت کے لئے مامور تھا حکم دین یا خدا سے اُسکو حکم دلوادین کہ وہ اسی صورت مین جسمین قتل کرنے کو آیا تھا۔ پھر ایک دفعہ ظاہر ہو۔ اور ایک جماعت کو اپنا آپ دکھا دے۔ اس صورت میں بھی نہ صرف آپ یا آپکے مسلمان پیرو الزام سازش قتل سے بری ہونگے۔ بلکہ آپ تمام دنیا مین مقدس اور خدا کے ملہم مخاطب اور آخری زمانہ کے پیغمبر (جیسا کہ آپ لودعوے ہے) تسلیم کئے جائین گے۔ اور تمام خلقت حتّے کہ سلطنت کا رجوع آپ کی طرف ہو جائے گا۔ اور دنیا مین ایک مذہب جس کی طرف آپ بلائین گے قائم ہو جائے گا۔ اور ملک میں ہمیشہ کے لئے امن قائم ہو جائے گا۔

[1] یہ الہام اصل عبارت کے ساتھ صفحہ ۳ میں منقول ہے۔

[illegible] کا فی سنیر سلطان روم کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ وہ اشتہار اسی وقت پڑھا گیا۔ اور حدالت نے جانچا گیا کہ مرزا سلطان کا [illegible] ہے اور خاکسار موافق۔ اس سوال

بعد دی ہے۔ لہذا ہم سنہ ہ برادران اسلام اور انکی پبلک کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ جلسہ حضرت سلطان المعظم کی ہمدردی کے جلسے کریں۔ اور اس مضمون کے ریزولیوشن پاس کریں کہ وہ قومی حمیت و اتفاق کے ساتھ اپنی گورنمنٹ کے حضور میں اس مضمون کے میموریل روانہ کریں کہ حضرت سلطان المعظم کو کل طبقات مذہب اسلام بلحاظ مذہب اپنا خلیفہ مانتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے انکی توہین کو اپنے مذہب اسلام کی توہین سمجھتے ہیں۔ گورنمنٹ ان اخبارات کو اس بدگوئی و توہین سے روک دے۔ اور اپنی مسلمان رعایا کے سچے سچے دل کو خوش کرے اور ان کے سچے دلال کی اس خیال سے تلافی کرے جو ان بیت میں ظاہر کیا گیا ہے۔ سہ وہ بیت بیچ است بسلطان و درخت ۔ درخت اے برادر ناید ازیں سخت ۔ اور اپنی اس ارادت و عقیدت کی اطلاع حضرت سلطان المعظم کو بھی بذریعہ ایک جمہوری یادداشت کے دیں۔

بعض انگریزی اخباروں نے اور انکی تقلید سے مسلمان مگر ناواقف و نادان اخبار نویسوں نے جو لکھا ہے کہ حضرت سلطان المعظم کو بعض اسلامی فرقے اپنا خلیفہ نہیں سمجھتے۔ یہ انکی غلطی ہے جو غلط فہمی پہنچی ہے۔ ناظرین سے پہلے اشاعۃ السنہ کے جلد ششم دفعہ دہم میں یہ مسئلہ تو بیان ہوا ہے کہ حضرت سلطان المعظم خلیفہ نہیں۔ کیونکہ خلیفہ کا قریش سے ہونا شرط ہے۔ اور آپ ترک ہیں۔ قریشی نہیں۔ مگر اس مسئلہ کے معنے یہ نہیں ہیں کہ حضرت سلطان المعظم بلحاظ مذہب بھی مسلمانوں کے خلیفہ نہیں بلکہ اس کے معنے قاسمی جلد میں یہ بتائے گئے ہیں کہ وہ پولیٹکل تعلقات اور ملکی امور میں مسلمانان ہند کے خلیفہ نہیں۔ یہ تعلق مسلمانان ہند کو برٹش گورنمنٹ سے ہے۔

پس اگر ان اخبار نویسوں نے اشاعۃ السنہ کے اس مسئلہ کو یہ سمجھا یا سمجھ لیا تھا کہ حضرت سلطان المعظم مسلمانوں کے مذہبی خلیفہ نہیں ہیں تو وہ اس خیال کو بالکل لین اور یقین کر لیں کہ اشاعۃ السنہ حضرت سلطان المعظم کو بلحاظ مذہب اسلام ویسا ہی خلیفہ جانتا ہے جیسے عرب اور ٹرکی میں وہ خلیفۃ المسلمین

سے اگر ہمارے دوست پٹیالہ نے یہ دعوے کو یہ جتلانا چاہا ہو کہ یہ گواہ سلطان روم کا ہمراہی ہے اور مرزائیوں کا مخالف اس وجہ سے مرزا کو (وفادار) اور اس گواہ دفاکسار) کو (غدار) کہیں (غیر وفادار) سمجھکر مرزا کے حق میں انکی شہادت قبول نہ کرنی چاہیئے۔ تو یہ امر دستانہ کا یہ سادہ

تسلیم کرلیتے ہیں۔ گو بوجہ کمال طور پر وہ ہندوستانیوں کے خلاف نہیں ہیں۔

اس سننے کی مزید تشریح ہم عنقریب ایک مستقل مضمون میں کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ۔ بالفعل ہم یہ لکھنا کافی سمجھتے ہیں کہ خلافت دو قسم پر ہے خلافت عامہ اور خلافت خاصہ۔ خلافت عامہ کے وہ معنی ہیں کہ ہر ایک خلیفہ جو ایک خلیفہ کو مرنے پر اسکی جگہ پر مقرر ہو۔ اور اسکی وہ خلیفہ ظاہر ہو۔ اس خلیفہ خلافت سو تمام روئے زمین پر ایک ہی خلیفہ ہونا چاہیئے۔ اور اسکا قریش سے ہونا لازم ہے۔ اور ہر ایک فرد بشر ہندوستان سے ہر خواہ امریکہ افغانستان یا ترکستان میں کیوں نہ بیٹھا ہو بصاحب حکومت اس خلیفہ کی اطاعت قولی کرنا واجب ہے۔ اسکی بیعت ہر ایک شب پر کرنا لازم ہے۔ مگر اس صفت اور شرط سے خلافت خلیفہ اسلمین ایک امر معقول اور ثابت اور بینہ عاقلہ ہوتی ہے اور نہ ہی منعقد ہو۔

خلافت خاصہ ہر ہمراہ ہر ایک خطہ یا سلطنت کی ملکی اور مذہبی ہر دو امور سے متعلق ہے اور اسکا قیام ہر دو امور میں قریش ہونا شرط نہیں ہے۔ ہر خلافت ہر ایک خاص سلطنت سے تعلق رکھتی ہے مثلاً سلطان روم ایران افغانستان۔ ایسے ہی ہندوستان دلی ایران وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ اور ان سب کی خلافت جائز حکومت تابع صحیح ہے۔ اور انکی رعایا پر ملکی اور مذہبی دو قسم کے امور میں انکی اطاعت واجب ہے۔

بلکہ اس خلافت کو مذہبی حیثیت کی نظر سے ہر ایک ملک کے مسلمانوں کو ان سلطنتوں کے دالیوں سے تعلق ہے۔ اور انکی ہمدردی واجب ہے۔ ان سب میں سے بڑھکر حضرت سلطان المعظم پر کہ وہ روئے زمین کے مسلمانوں کے متبرک مقامات اور انکے شعائر مذہبی حج وغیرہ کے محافظ اور حامی ہیں۔

ان امور کی نظر سے کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ انکو اپنا خلیفہ و امیر و سردار نہ سمجھتا ہو۔

کمال افسوس کا موجب ہے اور اس صورت میں تعجب سے کہا جا سکتا ہے کہ اس سوال میں پلیڈر صاحب نے اپنی حیثیت چھوڑ اسلام کا بھی پاس نہ کیا۔ اور سلطان روم کی ہمدردی کو ڈس لائلٹی ٹھہرا دیا۔ اور فرط حمیت دجال کادیانی نے اُنسے اپنی اس ہمدردی حضرت سلطان المعظم کو بھلا دیا جو جلسہ عام اہل اسلام یکم جون ۱۸۹۷ء میں اُن سے سرزد ہوئی تھی جسکا ذکر اخبار چودہوین صدی راولپنڈی کے پرچہ ۲۳ جون ۱۸۹۷ء میں ہے۔ جس کی نقل[1] حاشیہ میں ہے۔ اس صورت میں

---

[1] وہ یہ ہے "روئداد جلسہ ہمدردی سلطنت روم منعقدہ لاہور" یکم جون ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار "جنگ روم و یونان کے متعلق مسلمانوں کو مژدہ" کے عنوان سے منشی محمد ضیاء الدین خانصاحب پریزیڈنٹ انجام محمد سیکرٹری محمڈن ایجوکیشنل کلب لاہور کیطرف سے شائع ہوا۔ اور اُسی روز شام کو ۶ بجے شمس الہند پریس میں قریباً ۶ و ۷ ہزار مسلمان ہر طبقہ اور ہر درجہ کے جمع ہوئے جس میں اکثر رؤسائے عمائد اور علماء و فضلا اور بیرسٹر و وکلا وغیرہ بھی شریک تھے ۶ بجے کارروائی جلسہ شروع ہوئی پہلے مولانا مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے وعظ فرمایا۔ اس کے بعد شیخ میران بخش صاحب بیرسٹرایٹ لا کی تحریک۔ اور منشی محرم علی صاحب چشتی کی تائید اور دیگر صاحبان کی اتفاق رائے سے مولوی محمد فضل الدین صاحب پلیڈر و میونسپل کمشنر لاہور پریزیڈنٹ قرار پائے۔ اور چیئرمین کے ساتھ کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔ مولوی صاحب موصوف نے ایک مختصر مگر جامع تقریر میں اس عقیدت و محبت کا جو کل مسلمانوں کو اعلیٰ حضرت سلطان المعظم کے ساتھ ہے ذکر کیا۔ اور مختصر طور پر جنگ کے واقعات بیان کئے اور مولوی صاحب ممدوح نے ترکوں کے اس شفقت آمیز اور نیک سلوک کا جنکی تعلیم اسلام نے دی ہے۔ اور جو اُنہوں نے ہزیمت خوردہ اور مفتوح یونانیوں سے کیا ہے۔ خاص طور پر ذکر فرمایا۔ اور بڑے زور سے فرمایا کہ ہمکو اپنی مہربان گورنمنٹ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہیئے جس نے اپنی مہربانی سے ہمکو ایسی آزادی دی ہے۔ کہ ہم اپنے مذہبی اور قومی فرائض کو بہ آزادی تمام انجام دے سکتے ہیں۔ اور جس کی وجہ سے آج ہم اپنے خلیفہ وقت کی فتح پر اظہار مسرت کیواسطے

بقیہ حاشیہ بر صفحہ (۲۷۳)

203

پلیڈر صاحب کو یہ خیال آیا کہ حضرت سلطان کی ہمدردی برٹش گورنمنٹ کی ڈس لائلٹی کیونکر ہو سکتی ہے۔ جس حالت مین ہم (خود بدولت) یہ ہمدردی ایک جلسہ عام مین ظاہر کر چکے ہیں۔ اور وہ اخبارون مین شایع ہو چکی ہے کیا اس سوال کیوقت موکلانہ حمایت یا کسی کثیر

بقیہ حاشیہ صفحہ (۲۷۲)

جمع ہوئے ہیں۔

مولوی صاحب نے اپنی فاضلانہ تقریر مین ان نوجوانون کا خاص طور پر ذکر کیا جنہون نے اس جلسہ کا اشتہار وغیرہ دیا اور انتظام کیا (یعنے ممبران محمڈن ایجوکیشنل کلب) اور فرمایا کہ چونکہ وقت بہت کم ہے اسلئے جو صاحب رزولیوشن پیش کرین یا تائید کرین وہ اپنی تقریر مین بہت اختصار کو ملحوظ رکھین۔ اس کے بعد مولوی صاحب بیٹھ گئے۔ اور مفصلہ ذیل رزولیوشن بعد مختصر تقریرون کے پاس ہوئے۔ آخیر پر ۳۱۔ گولے آتشبازی کے چلائے گئے۔ اور شاہ ایران جو بیمار ہین ان کی صحت و تندرستی کے واسطے دعا کی گئی۔ اخیر پر تین چیرز حضرت سلطان المعظم کے واسطے دیئے گئے اور تین حضور قیصرہ ہند کے واسطے اور جلسہ برخاست ہوا۔

رزولیوشن اول

پیش کیا۔ منشی محرم علی صاحب چشتی نے۔

تائید کی منشی محمد شمس الدین صاحب شائق مالک شمس الہند پریس ایڈیٹر اینگلو ورنیکلر پیپر نے

یہ جلسہ مسلمانان پنجاب کی طرف سے اعلے حضرت خلیفۃ المسلمین سلطان عبد الحمید خان ثانی خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کے ساتھ اس جنگ کے متعلق دلی ہمدردی ظاہر کرتا ہے۔ جو اعلے حضرت کو یونان کی زیادتی کے باعث مجبوراً کرنا پڑا اور جو دلی عقیدت و محبت و ارادت مسلمانون کو اعلے حضرت خلیفۃ المسلمین کے ساتھ ہے۔ اس کے لحاظ سے اس نمایان فتح و نصرت پر صدق دل سے مبارکباد عرض کرتا ہے۔ جو حضور ممدوح کو یونانیون کے مقابل حاصل ہوئی ہے۔ اور یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ اس مضمون کی مبارکباد حضرت سلطان المعظم کی خدمت مین بھیجی جائے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ (۲۷۳)

نیس نے پلیڈ صاحب کا دلی خیال اور کانشس ان سے چھین لیا۔ اور اس بیت کا مصداق بنا دیا۔ ؎ چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد ۔ صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد ۔ یا اس سوال سے انکی غرض کوئی اور ہے جو ہندوستان کی گورنمنٹ کو ڈسلائل ٹھہراتی ہو آپ ان کی نیت کا کیا حال جانتے ہیں۔

(۲۰) سوال۔ لیکھرام کے قتل کی بابت جو کچھ آپ نے کہا ہے کہاں سے اخذ کیا ہے۔

جواب۔ لیکھرام کے قتل کی بابت جو کچھ میں نے کہا ہے۔ وہ میں نے مرزا کی تحریروں سے اخذ کیا ہے۔ میں مرزا کو لیکھرام کا قاتل نہیں کہتا۔ اسکی سازش کا مدعی نہیں وہ تو صرف اس کا ذمہ دار ہے (چنانچہ سوال نمبر ۲ کے جواب میں کہا گیا ہے)

(۲۱) سوال۔ مرزا کے مریدوں کی تعداد کس قدر ہے۔

ریزولیوشن دوم

پیش کیا۔ مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب ایڈیٹر اشاعۃ السنہ نے۔

تائید کی۔ مولوی تاج الدین احمد صاحب مختار عدالت سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور نے۔ ترجمہ اردو کی۔ منشی محمد حفیظ صاحب نے۔

یہ جلسہ حضرت سلطان معظم [illegible] کی اس کارروائی کو نہایت قابل [illegible] یہ یقین کرتا ہے کہ ہندوستان [illegible] اقوام [illegible] اور رعایا [illegible] اور قیدیوں اور متعلقہ [illegible] زمی اور شفقت [illegible] اقوام کے سامنے پیش کیا۔

ریزولیوشن سوم

پیش کیا۔ منشی محمد سراج الدین صاحب سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور نے۔

تائید کی۔ شیخ الٰہی بخش صاحب بی اے نے۔

یہ جلسہ برادران اسلام کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے جو اس نے سبیل اللہ سرکار میں حضرت سلطان

204

جواب - اس کی تحریرون سے معلوم ہوتا ہے - کہ اسکے مرید و پیروان کی تعداد بموجب ایک فہرست کے تین سو تیرہ ۳۱۳ ہے - ایک تحریر میں تین سو ستائیس ۳۲۷ -

سوال (۲۲) - سوا اسے ان مریدون کے تمام مسلمان لوگ ہندوستان میں مرزا کے برخلاف ہیں تو یہ ان کو کیونکر کاٹ سکتے ہیں -

اس سوال کو عدالت نے نامنظور کیا - تاہم میں نے اُسوقت یہ جواب دیا - کہ مین نے یہ نہیں کہا - کہ وہ کاٹ سکتے ہیں - صرف یہ کہا ہے - کہ وہ کاٹنے کو جائز رکھتے ہیں - کاٹنا اُسوقت ہو سکتا ہے جب جمعیت و شوکت ہو - یہ جواب اسلئے درج اظہارات نہیں ہوا - کہ وہ سوال متعلق سمجھ کر عدالت نے رد کر دیا تھا -

سوال (۲۳) - عبد الحمید کو آپ نے دیکھا -

جواب - میں نے ۸ یا ۹ - اگست کو اس کو ایک عیسائی کے ساتھ دیکھا تھا - اس سے میری بات چیت کوئی نہیں ہوئی -

---

بقیہ حاشیہ صفحہ (۲۷۴)

المعظم کی حمایت کی غرض سے یونانیون کے مقابلہ کے لئے شامل ہوئے - اور جنہون نے پوری پوری داد مردانگی دی اور اپنی اسلامی حمیت اور ایمانی جوش کا کامل ثبوت دیا -

رزولیوشن چہارم

پیش کیا منشی عبد الرشید صاحب چشتی نے -

تائید کی منشی اعجاز حسین صاحب بی - اے - نے -

یہ جلسہ جنوبی ہندوستان کے ان ہندو صاحبان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے جنہون نے اس مبارک موقعہ پر حضور سلطان المعظم کے ساتھ ہمدردی ظاہر کی - اور ان کی خدمت میں تہنیت کا ایڈریس بھی ارسال کیا - اور یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ ان ہندو صاحبان کی خدمت میں شکریہ کا مراسلہ بھیجا جائے -"

سوال (۲۴)۔ ڈاکٹر کلارک کے مرنے سے مرزا کو فائدہ ہوگا۔؟

جواب۔ ڈاکٹر کلارک کے متعلق مرزا کی پیشگوئی ہو یا نہ ہو مرزا اس سے فائدہ اُٹھائیگا کہ یہ میرا مخالف تھا اسلئے فوت ہوگیا۔ جیسا کہ اُسنے عبداللہ آتھم کے مرجانے سے فائدہ اٹھایا تھا باوجودیکہ وہ اُسکی میعاد مقررہ کے بعد فوت ہوا۔ ایسا ہی وہ میرے مرجانے سے فائدہ اٹھائیگا اور اپنی کرامت بنالیگا۔

سوال (۲۵)۔ کیا آپ عیسائی مذہب کے برخلاف ہیں۔

جواب میں عیسائی مذہب کے برخلاف ہون۔ مگر نہ ایسا کہ صرف مخالفت مذہبی کیوجہ سے ان کو کاٹ ڈالنے کا فتویٰ دون یا ان کی جان و مال کو تلف کرنے کو تجویز کرون۔ بلکہ میں اس مخالفت کیوجہ سے ان کے خیالات کو رد کرتا ہون۔ اور کرونگا۔ ان کو وعظ کے ذریعہ سے فہمائش کرونگا۔ خواہ سو برس تک مخالف رہین۔

ہمارے دوست پلیڈر صاحب نے اس سوال سے اگر عیسائی مذہب کی مخالفت کو بھی ایک عیب موجب جرح ٹھیرا کر عیسائی مجسٹریٹ کو یہ جتانا چاہا ہے کہ یہ شخص تمہارے مذہب کا مخالف ہے۔ اسکی شہادت کو وقعت نہ دینی چاہیئے۔ تو اسمیں اپنے کانشنس و اسلام اور اپنے خداداد ایمان کا (جو وہ رکھتے ہین) خلاف کیا۔ اور یہ نہ سوچا کہ میں بھی تو عیسائی مذہب کا مخالف ہون۔ اور میرے مذہب حنفی کے کل اشخاص عوام و خواص عیسائی مذہب کے مخالف ہیں۔ پھر میں عیسائیت کی مخالفت کو عیب کیون ٹھہراتا ہون۔ اور اگر اس سوال سے وکیل صاحب کی کوئی اَور غرض ہے۔ تو اس کو بیان کرکے ہمکو ممنون کرین۔ اور اس احتمال اول الذکر کو دور کرین۔ جو ظاہر اُنکے سوال سے پیدا ہوتا ہے۔

اور منجملہ ان مسلمانون کے جو مجبورانہ کشش سے مقدمہ میں بحیثیت گواہ شامل ہوگئے ہین دوسرے شخص یہی وکیل صاحب ہیں جنکو ان کے پیشہ وکالت اور غالباً فیس نے یا کسی اور وجہ نے مجبور کیا۔ کہ وہ اس لامذہب کے وکیل و حامی بن گئے۔ ورنہ اُن کا مذہب حنفی اس وکالت و حمایت

205

وحمایت کی اجازت نہ دیتا تھا پلیڈر صاحب کی اس وکالت سے بہت سے مسلمان ناراض اور شاکی ہوئے اور اب تک ہین۔ جنکے خیالات کا اظہار اخبار جعفر زٹلی لاہور ۲۸ ستمبر ۱۸۹۷ء میں ہوا ہے۔ چنانچہ اسمیں لکھا ہے:۔

"اخیر میں ہم اپنے معزز دوست مولوی فضل الدین صاحب پلیڈر سے دوستانہ گلہ کرنا چاہتے ہیں کہ اُنہون نے کیون ایسے ملعون کی پیروی کی جس حالت میں کہ وہ خود اسکے خیالات کے مخالف اور ایک پکے مسلمان ہیں ہمنے مانا کہ اُنکا پیشہ ایسا ہی ہے۔ کہ بعض اوقات اُنہین مسلمانون کے مخالف اور غیر اہل اسلام کی طرف سے عدالت میں پیش ہونا پڑتا ہے۔ لیکن وہ اور معاملہ ہے۔ وہ دنیا کے لوگ کہلاتے ہین اور اسلام سے دشمنی نہیں رکھتے۔ اور نہ وہ مقدمات مذہبی ہوتے ہیں۔ گو یہ مقدمہ بھی مذہبی مقدمہ نہ تھا۔ لیکن ایک دشمن اسلام کا مقدمہ ضرور تھا اسواسطے مولوی صاحب کو ایسے آدمی سے جیسا کہ ہمیں یقین ہے کوئی دلی ہمدردی نہیں ہم بہت خوش ہوتے۔ اگر مولوی صاحب اپنے فائدہ کو چھوڑ کر ایک مخرب اسلام کو بچانے کی کوشش نہ کرتے۔"

اُن لوگون کی ناراضی کی وجہ ایک تو یہی ہے۔ جو اخبار زٹلی لاہور میں بیان ہوئی ہے کہ وہ مسلمان پھر سُنی حنفی ہو کر کیون اس مرتد کے حامی اور وکیل بنے۔ دوسری وجہ وکیل صاحب کی وہ باتیں جو ان کے اُس خیال و اعتقاد کے مخالف اور حق کے برخلاف اس دجال کی حمایت میں اُنکی زبان سے نکلے ہیں جن کی تشریح بضمن جواب سوال نمبر (۱۹ و ۲۵) ہو چکی ہے وکالت کا جبر نقصان تو اب ممکن نہین۔ ہان ان باتون سے جو نقصان پیدا ہوا اور مسلمانونکو رنج پہنچا ہے۔ اُسکا جبیرہ و کفارہ ممکن ہے۔ (اگر وکیل صاحب توجہ کرین) اور وہ یون ہو سکتا ہے کہ وکیل صاحب اب اسلامی اخبارونمین مشتہر کر دین (۱) کہ بیشک عبارت آئینہ کمالات سے کادیانی کا خوفناک ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (۲) اور اہل حدیث ہندوستان کے اہل حدیث وہابی نہیں ہیں۔ (۳) اور حضرت سلطان روم کی ہمدردی برٹش گورنمنٹ کی

لائقی کے مخالف نہیں - یہ ہمدردی ہم خود کر چکے ہیں - [۲] اور عیسائی مذہب سے ہلکا اور کل اشخاص مسلمانوں کو مخالفت ہے - مگر اس مخالفت سے کوئی خوناک نتیجہ پیدا نہیں ہو سکتا - خوفناک نتیجہ اُسی مخالفت کا ہے - جو کادیانی کو اپنے مخالفین سے ہے - جسپر اُس نے مخالفین کا کاٹا جانا اور اُنکے جان و مال کو تلف کرنا تجویز کیا ہوا ہے -

اور منجملہ اُن مسلمانوں کے جو اس مقدمہ کی دہ سے کشمکش میں مبتلا ہو گئے ہیں - اکثر عوام ہیں جو نہ اسلام کے اصول و مسائل سے واقف ہیں - اور نہ کادیانی کے خیالات و مقالات پر اطلاع رکھتے ہیں - وہ اپنی اسی ناواقفی کی وجہ سے کبھی تو کادیانی کو ایک مسلمان سمجھکر اور اسکے مقابل فریق کو عیسائی سمجھ کر ہماری شہادت پر اپنا افسوس و رنج ظاہر کرتے ہیں - اور کبھی ہمارے خادم الاسلام اور خیر خواہ اہل اسلام ہونے کے اعتقاد و خیال سے ہمارے فضل کے حامی اور مصدق ہو جاتے ہیں - آن حضرات کے رفع تذبذب اور تردد کی غرض سے ہم اسقدر کہنا ضروری جانتے ہیں کہ اول تو خاکسار اس شہادت کے لئے اختیار سے عدالت میں نہیں پہنچا - بلکہ عدالت کے اجبار سے جو درحقیقت کادیانی کیطرف سے ہوا تھا - چنانچہ صفحہ (۲۶) میں بیان ہو چکا ہے - بیشتر ہوا تھا - اور اگر میں اپنے ارادہ اور اختیار سے پیش ہوتا - تو بھی محل اعتراض نہ ہوتا - کیونکہ کادیانی کو بظاہر مدعی اسلام ہے - مگر درحقیقت وہ منکر اسلام و لامذہب و زندیق ہے - جس کے کفر و ارتداد پر جمہور کو علمائے پنجاب و ہندوستان کا اتفاق ہو چکا ہے - چنانچہ فتوٰی مندرجہ جلد ۱۳ - اشاعۃ السنہ اسپر شاہد ہے - اس فتوے میں اُسکے کفر و ارتداد کی وجوہات کافی و مفصل بیان ہوئی ہیں - حضرات معترضین و متردین ان وجوہات کو ملاحظہ فرماویں - تو یقین ہیگا اور ایمان لاویگے کہ یہ شخص مسلمان نہیں ہے - بلکہ مرتد و لامذہب ہے - جسکا مصرح بخ اسلام ان مخالفین اسلام سے بڑھ کر ہے - جو علانیہ مخالفت اسلام کے مدعی ہیں -

اسمقام میں ہم اس فتوے کیطرف ناظرین کو توجہ دلانے کی غرض سے بطور نشتے نمونہ خروارے از بسیارے - اسکی بعض وجوہات کفر بیان کرتے ہیں -

206

(۱) یہ زندیق و مرتد اپنے ازالہ کے صفحہ ۵۲۳ و ۶۷۳ میں نبوت و رسالت کا مدعی ہے اور صاف لکھ چکا ہے کہ جس احمد رسول کی بشارت انجیل میں آئی ہے۔ وہ میں ہون۔ جو صرف احمد ہون۔ نہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو احمد ہونے کے ساتھ محمد بھی کہلاتے ہین۔(۲) اور یہ زندیق و مرتد اپنے ازالہ کے صفحہ ۶۹۱ وغیرہ مین یہ کفر بکتا ہے۔ کہ آنحضرت دجال و خر دجال و دابۃ الارض و ابن مریم و یاجوج ماجوج کی حقیقت کما حقہ نہین جانتے تھے۔ جو مین جانتا [illegible] کر چکا ہون۔(۳) اور یہ زندیق ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵ و ۷ میں حضرت مسیح کے حق میں یہ الفاظ لکھ چکا ہے۔ کہ انکی تین نانیان اور دادیان کسبیان تھیں۔ اور وہ جھوٹھ بولتے تھے [illegible] لوگون کو گالیان [illegible] کرتے تھے۔(۴) اور یہ زندیق اپنے ازالہ کے صفحہ ۳۰۵ و ۳۰۹ میں یہ کفر بک چکا ہے کہ ابن مریم کے مشہورہ معجزات مُردون کو زندہ کرنا اور مٹی سے جانور بنانا [illegible] فعل کو مکروہ و قابل و نفرت نہ سمجھتا تو اس فعل مین ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ وعلے ہذا القیاس۔

اسکی ان باتون کو سُنکر اور اُسکی ناپاک تصانیف میں ان کو ملاحظہ فرما کر ہر ایک مسلمان جو قرآن اور پہلی کتابون پر اور آنحضرت اور پہلے انبیاء پر یقین و ایمان رکھتا ہو۔ یقین کرے گا کہ یہ مرتد انبیاء علیہم السلام کی سخت توہین کرنے والا ہے۔ اور آنحضرت پر رسالت ختم ہونیکا منکر ہے۔ اسکی ان باتون کو سُننے اور اُسکی کتابون میں دیکھ لینے کے بعد اُسکو مسلمان سمجھنے والا خود مسلمان نہیں رہتا۔ اور یہ دجال اسلام کو ضرر پہنچانے میں یہودیون و نصرانیون سے بڑھ کر ہے۔ وہ کھلے دشمن اسلام ہیں جنکے ضرر سے ہر ایک مسلمان بچ سکتا ہے۔ اور یہ چھپا دشمن اسلام ہے۔ جسکے ضرر سے بچنا ناواقف مسلمانون کے لئے سخت دشوار ہے۔ چنانچہ آیت

انہ یراکم ھو و قبیلہ من حیث لا ترونھم (سورہ اعراف ع ۳)

قال مالک بن دینار ان عدوا یراک ولا

منقولہ حاشیہ مین ہے کہ شیطان اور اُسکی جماعت تمکو وہان سے دیکھ رہے ہین۔ جہانسے تم اُن کو نہیں دیکھتے۔ مالک بن دینار نے

اور اگر اس سوال کے جواب مین وہ یہ عذر کرین کہ آخر ہیں بندہ ہون خدا نہیں۔ میں خدا کی جناب میں قاتل کی نشان دہی کے لئے عرض کرونگا۔ وہ چاہیگا تو اس عرض کو منظور کرے گا۔ اور چاہے گا تو نامنظور کرے گا۔ میرا اس پر کوئی زور تو نہین ہے۔

تو اسکے جواب مین آپ لوگ کہین کہ یہ جواب آپ کے ان بیانات وعبارات کے جو نقل کئے گئے ہیں مخالف ہے۔ ان عبارات میں تو آپ نے خدا کو ایسا معلوم بنایا ہوا ہے کہ جب ہر آپ کا سُنہ سے بطرف خدا کا سُنہ۔ آپ سو دفعہ بلاوین تو وہ سو ہی دفعہ لبّیک (حاضر ہون) پکارے۔ پھر وہ اس سوال نشانہی قاتل کے جواب مین کیونکر آپ کا خلاف کرسکتا ہے۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ جب میں کسی منکر پیشگوئی کو (مسلمان ہو یا ہندو۔ ایک نو خواہ سو) قتل کرنے یا مارنے کے لئے خدا تعالےٰ سے سوال کرتا ہون تو وہ میرا سوال سن لیتا ہے اور جب قاتل کا پتہ بتانے (جس سے قصاص لیا جاسکتا ہے۔ اور اس قصاص سے بحکم آیت ولکم فی القصاص حیٰوۃ یا اولی الالباب دوسرون کی زندگی متصور ہے) کی بابت سوال کرون تو وہ نہیں سنتا۔ اور مجھے خدا نے لوگون کو مارنے کے لئے بھیجا ہے۔ جیسا کہ مجھ سے پہلے مسیح کو مردون کو زندہ کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ تو اُسپر یہ سوال کرین کہ پھر آپ نے براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۵۰۔ اور آئینہ کے صفحہ ۶۰ و ۶۹۔ اور عربیہ انہی گورنمنٹ کے صفحہ اول کے بیانات والہامات میں یہ قید کیون نہ لگادی تھی۔ تاکہ آپ سے قاتل کے پتہ لگانے کا سوال کیا جاتا اور نیز اگر آپ لوگون کو مارنے ہی کے واسطے مامور اور خدا کی طرف سے منصور ہو کر آئے ہیں۔ تو پھر آپ تمام مسلمانون اور عیسائیون کے خیال واعتقاد میں آنے والے مسیح کو خونی مسیح کیون کہتے ہین۔ اس صورت مین تو خونی مسیح کا لقب آپ ہی کے لئے موزون و مخصوص ہونا مناسب[1] ہے۔

[1] اشتہار جوابی سردار راج اندر سنگھ مطبوعہ ۱۸۹۶ء پریس میں آپ اپنا (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۲۹)

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

تراہ لشدید المؤنتہ الا من عصم اللہ (معالم صفحہ ۳۳۷)	اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے۔ کہ جو دشمن دیکھے۔ اور تم اُسکو نہ دیکھو۔ اس سے بچنا

نہایت مشکل ہے۔

اور منجملہ ان مسلمانون کے جو اس مقدمے کے سبب کشمکش میں پڑے ہیں۔ وہ لوگ وہ لوگ بھی ہیں جو خاکسار کی شہادت کے متعلق دجال کادیانی کی مشہور کردہ یہ باتین کہ اُسکو عدالت میں کرسی نہین ملی۔ اور پھر وہ خود بخود کرسی پر جا بیٹھا۔ تو پولیس نے اس کرسی چھین لی۔ پھر وہ کسی کی چادر لیکر اسپر بیٹھ گیا۔ تو وہ بھی چادر والے نے اُسکے نیچے سے کھینچ کر نکال لی۔ اور عدالت میں اُسکی توہین ہوئی۔ اور اس سے کادیانی کی وہ پیشگوئی صادق ہوئی۔ جو اسکے حق مین کادیانی نے کی تھی۔ انی مہین من اراد اہانتک وغیرہ وغیرہ سنکر تردد و تردد مین پڑے ہوئے ہین۔ اور ابتک بذریعہ چٹھیات و زبانی سوالات خاکسار سے اس کی اصلیت و کیفیت پوچھ رہے ہیں۔

ان حضرات کے رفع تردد و تشکیک کے لئے خاکسار یہ بیان کرنا ضروری جانتا ہے کہ یہ سب بہتانات و ہذیانات اسی دجال کادیانی کی من گھڑت ڈھکوسلے ہین۔ جو اس بے حیا اس دجال نے پہلے اپنے نائبوں کے ذریعے پھر اپنی کتاب البریہ میں مشتہر کرائی ہیں۔ جو از سر تا پا کذب و دروغ بے فروغ ہیں۔ خدا تعالےٰ ان باتون کے گھڑنے والے اور ان کو شایع کرنے والون سب پر لعنت کرتا ہے اولئک یلعنھم اللہ و یلعنھم اللاعنون۔ اور حقیقت الامر ان مفتریات کے برخلاف یہ ہے کہ جب خاکسار عدالت کے احاطہ میں پہنچا تو مین نے اپنا وزٹ کاڈ (ملاقاتی ٹکٹ) صاحب مجسٹریٹ کے پاس بھجوا دیا۔ اسوقت دوسرے شخص کے اظہار ہو رہے تھے۔ اسلئے صاحب مجسٹریٹ نے اردلی کو حکم دیا کہ اُنکو باہر کے کمرے مین کرسی دیکر بٹھاؤ۔ (یہ بات مجھے اُسوقت اردلی نے بتائی تھی۔ اور اس کے بعد ڈاکٹر کلارک کی ایک چٹھی سے بھی معلوم ہوئی۔ اور پھر جب

207

(دو دفعہ ستمبر ۱۸۹۷ء میں بمقام امرتسر اور اپریل ۱۸۹۸ء میں بمقام پٹیالہ انہی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے زبانی بھی کہی۔

جب میں عدالت میں پیش ہوا۔ تو حسب دستور عام (جو اظہارات کے وقت ہر شخص سے خواہ کیسا ہی عالی رتبہ ہو۔ لفٹنٹ گورنر یا گورنر جنرل یا سیکرٹری آف سٹیٹ یا وزیر اعظم گلیڈسٹن کیوں نہ ہو) برتا جاتا ہے۔ وہ اظہار کے وقت کھڑے ہو کر اظہار دیتے ہیں۔ اور ایسا ہی دجال کادیانی کو تھوڑے ہی دنوں کے بعد جب وہ ملتان کی عدالت میں ناظم سہند کی شہادت میں کیا گیا تھا پیش آیا تھا) میں نے کھڑے ہو کر اظہار لکھوایا۔ پھر جب میں اظہار سے فارغ ہوا۔ تو پہلے کیطرح کرسی پر آبیٹھا۔ اتنے میں نماز عصر کا وقت آگیا۔ تو میں نے اپنے بھائی صاحبوں نے نماز پڑھنے کے لئے فرش منگوایا۔ انہوں نے ایک شخص کا جو انکا آشنا تھا۔ کپڑا لے کر بھیجدیا۔ میں نے کرسی چھوڑ کر اس کپڑے پر نماز کو ادا کیا۔ بعد نماز میں اس خیال سے کہ میری کرسی کے پہلو میں حکیم نورالدین و شیخ رحمت اللہ (جو کادیانی کے پیرو ہونے سے پہلے ہمارے آشنا تھے) زمین پر دری بچھا کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ بنظر عام اصول اخلاق کرسی چھوڑ کر اسی کپڑے پر بیٹھا رہا۔ اتنے میں وہ شخص کپڑے کا مالک آیا۔ اور بولا کہ میں اپنی جگہ کو جانیوالا ہوں۔ اسلئے اپنا کپڑا لینا چاہتا ہوں۔ تو میں نے کپڑا اسکو دیدیا۔ اور پھر مجبوراً اس اخلاقی اصول کا خلاف کر کے اسی کرسی پر جا بیٹھا۔ یہ امر دجال کادیانی کی پارٹی پر جو وہاں جمع تھے بڑا شاق گذرا۔ اور غالباً انہوں نے پولیس کے ایک سپاہی کو بھکایا۔ تو وہ آکر بولا۔ کہ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے پاس رانا صاحب آئے ہیں۔ انکے لئے کرسی کی حاجت ہے۔ آپ اجازت دیں۔ تو یہ کرسی انکے واسطے لیجاؤں۔ میں نے وہ کرسی چھوڑ دی اور جو تھوڑی دور اسی کرسیکے متصل دوسری کرسی پڑی تھی اس پر جا بیٹھا۔ پھر میں نے یہ خیال کیا کہ نہ معلوم اس سپاہی نے وہ کرسی کسی مرزائی کی شرارت اور حرامزدگی سے مجھسے لی ہے۔ وہ دوسری کرسی خود بخود چھوڑ دی اور ایک اور کپڑا اپنے بھائیوں سے منگا کر اسپر بیٹھ گیا۔ اتنے میں صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ نے سب کو درست کر دیا۔ کرسی کا اصلی حال یہ ہے جسکو ان بھائیوں نے کچھ کا کچھ بنا لیا۔ اور اپنی تحریرات کے ذریعہ جا بجا مشتہر کیا۔

حضرات ناظرین میں کہیں کا جاگیردار نہیں۔ بڑا مالدار نہیں۔ سرکاری ملازم نہیں بلکہ ایک گوشہ نشین قومی خادم ہوں۔ تاہم عوام مسلمانوں کا خادم اور فرقہ اہل حدیث کا رسپرزنٹیٹو سمجھکر گورنر جنرل اور لفٹنٹ گورنر اور انکے ماتحت حکام مجھے کرسی دیتے ہیں۔ اور انکے دروازہ پر جانیکا اتفاق ہوتا ہے۔ تو وہاں بھی کرسی ملتی ہے۔ پھر اگر عدالت میں بوقت اظہار مجھ کرسی نہ ملی درجہ کسی کو بھی نہیں ملتی۔ اور خود دجال کادیانی کو عدالت ملتان میں نہیں ملی۔ تو اسمیں کونسی توہین ہوئی۔ جسکو دجال کادیانی اور اسکے اتباع شیطانی اسپر لون مرچ لگاکر اور بنائیں بجاکر شہرت دے رہے ہیں۔

حضرات توہین تو وہ ہے جو اس غلط تشہیر کے تھوڑے ہی دنوں بعد دجال کادیانی کو نصیب ہوئی۔ اور بیت ؎

دیدی کہ چوں ناحق پروانہ شمع را ✦ چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

کی تصدیق ہوگئی۔ یہ دجال ملتان کی شہادت سے فارغ ہوکر لاہور میں پہنچا۔ اور لکھی طوائف کی بیٹھک میں سنہری مسجد کے متصل ٹھہرا۔ اور ملا محمد بخش صاحب مہتمم اخبار جعفر زٹلی اور منشی امام الدین صاحب نے اس دجال کو اسکے کفریات پر بحث کرنے کے لئے للکارا۔ تو دم دبا کر بھاگ گیا۔ اور اسکے بھاگنے پر شہر کے لڑکے اسکے پیچھے ہولئے۔ اور تالیاں بجاتے اور وہ بھاگا پکارتے ہوئے دہلی دروازہ سے باہر نکال کر واپس ہوئے۔ چنانچہ پرچہ اخبار جعفر زٹلی لاہور مورخہ ۱۸۹۷ء میں کہا ہے۔

"مرزا کادیانی لاہور میں۔ مرزا جی دورہ کرتے ہوئے ۲۹۔ اکتوبر کو لاہور میں پہنچے سنہری مسجد کے سامنے لکھی طوائف کے مکان پر اترے۔ ہر چند ہمنے انکو مباحثہ کے لئے کہا۔ مگر وہ اپنی کرتوتوں سے مقابلہ میں نہ آئے اور نہ کسی قسم کے مسئلہ کا جواب دیکے بات یہ ہے کہ مرزا جی زیادہ تر زبانی جمع خرچ اپنے پیٹ کے لالچ سے ہر وقت کرتے رہتے ہیں اور اپنے دعوے کے ثبوت میں تین کانے بھی نہیں رکھتے۔ غرض کہ مرزا جی جیسے آئے تھے

208

ویسے ہی یک بینی دوگوش گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔ لاہور کے عام ہندو مسلمان تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں نے آپ سے سخت نفرت ظاہر کی۔ اور آپ کا چہرہ دیکھنا بھی پسند نہ کیا۔ جب مہ راجی سوار ہوئے تو لڑکوں نے تالیاں پیٹنیں اور یہ کہنا شروع کیا کہ مرزا کی بوسی ہے آپ ہم جمال الدین اور اسکے بھائیوں کا اتباع سے جو الہام کادیانی (احتلام شیطانی) نے مین من الاباطیل کو بارہا پڑھتے تھے پوچھتے ہیں کہ یہ الہام کس کے حق میں ہوا تھا اور کس پر صادق آیا۔ وہ کچھ شرم و حیا کا شربت پی کے جو ہوا بیٹھ گئے اور صاف الفاظ میں جواب دیگئے کہ وہ کادیانی کو اپنی ہی حقیر ہوا۔ اور بطریق دست خود دلمن خود اسی پر صادق آیا۔

قصہ کرسی کے تعلق کادیانی کے اشتہار، مارچ ۱۸۹۸ء کا ذکر وجواب

قصہ کرسی کا تعلق کادیانی کے مفتریات مذکورہ اور اسی قسم کے اور چند جھوٹی باتیں اسکی کتاب البریہ میں مشتہر ہوئیں تو ایک خط نمبر ۱۱ مورخہ ۲۸ فروری ۱۸۹۸ء ذیل میں اس ان باتوں کے ثبوت پر شہادت طلب کیگئی اور لکھا گیا کہ ایک مجلس میں مقام لاہور یا انبالہ یا گورداسپور منجملہ ان اشخاص کے جنکو وہ اپنا گواہ بتاتا ہے دو یا تین شخصوں کی شہادت پیش کرے۔ اسکے جواب میں اُسنے اشتہار، مارچ ۱۸۹۸ء جاری کیا جسمیں ہماری بات وسوال کا تو ذکر تک نہ کیا۔ اور بجواب اسکے یہ لکھا کہ میرے گواہوں سے تم خود ہی شہادت طلب کر کے کسی جلسے میں پیش کرو یا مجھ پر ازالہ حیثیت عرفی کی نالش کرو۔

ہر چند اسکا جواب نامعقول و بلا صواب تھا کیونکہ کسی گواہ کی شہادت پیش کرنا اسی شخص کا کام ہے جو اسکو اپنا گواہ بنادے نہ اسکے مقابل کا کام اور نالش کرنا بھی حق پر ہونیکا لازمہ نہیں ہے۔ بہت شریف بنیامیں ایسے ہیں جو لوگوں سے مال اور آبرو کا نقصان اٹھاتے ہیں پر عدالت کے دروازہ تک نہیں جاتے۔ تاہم خاکسار نے بعض لوگوں سے جنکا نام اسنے درج اشتہار کیا تھا بذریعہ خطوط اور بعض کو خود پاس بلا کر شہادت حاصل کی۔ اور وہ شہادت تحریری میرے پاس موجود ہے۔ اور میری صلاح پختہ ہو گئی تھی کہ اپر نالش دائر کروں اور اسکو حیلخانہ کی سیر کراؤں۔ مگر مجھے حضرت علیؓ مرتضے کا وہ مشہور قصہ یاد آگیا کہ آپنے ایک دشمن کافر سے مقابلہ کیا تو اسکو نیچے گرا دیا جب آپ اُسکی چھاتی پر بیٹھ کر اسکو قتل کرنے لگے تو اس کمبخت نے آپ کے منہ مبارک پر تھوک دیا تب آپ نے اسکو صاف چھوڑ دیا جس سے وہ تعجب کر کے پوچھنے لگا تو آپنے فرمایا میں تجھ سے خدا کی راہ میں جہاد کرتا ہوں مقابلہ اور غصہ محض خدا کیلئے تھا اور جب تو نے تھوکا تو مجھے اپنے نفس کی بہ حصہ آگیا لہذا میں اسکا نافذ کرنا

پسند نہ کیا اور تجھے چھوڑ دیا۔ آپکا یہ فعل اس دشمن کافر کے اسلام کا باعث ہو گیا۔

اس قصہ کو خیال میں لاکر میں نے سوچا کہ اس سے پہلے تو اس دجال سے مقابلہ محض للہ اور صیانۃً لدین اللہ تھا۔ اور اب کُرسی کے قصہ میں اس دجال نے میری ذات پر حملہ کیا ہے تو مجھے اس سے اپنا ذاتی رنج بھی پیدا ہو گیا ہے۔ لہذا باقتدا حضرت علیؓ مرتضےٰ اس سے درگذر کر جانا مناسب ہے۔

یہی بات بعینہ (بلا ذکر قصہ حضرت علیؓ) ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب نے کہی۔ کہ مجھے کادیانی کی جھوٹی باتوں کے مقابلہ میں عدالتمیں شہادت دینے سے کوئی عذر نہیں۔ مگر اس مقدمہ کو جسمیں آپ کا ذاتی تعلق ہو گیا ہے عدالت میں لے جانا آپ کی شان سے بعید ہے مجھے ڈاکٹر صاحب کے اس قول سے زیادہ شرم آگئی کہ ایک شخص غیر مذہب اور کادیانی کا مخالف ہو کر مجھے یہ نصیحت کرتا ہے تو اب میرے لئے عدالت میں جانا مناسب نہیں ہے۔ یہ بھی مجھے خیال آگیا کہ لاہور میں اس دجّال پیچھے تالیاں بجیں۔ لڑکون نے اس کی گت بنائی جس کا ذکر صفحہ ۲۸۳ میں ہوا ہے۔ اور اخبار جعفر زٹلی میں ہمیشہ اُس کی خدمت ہوتی رہتی ہے۔ پھر یہ دجال ہو کر۔ کافر مرتد کہلا کر صبر کرتا ہے۔ اور نالش کا نام نہیں لیتا۔ تو ہم کو مسلمان اور مسلمانوں کے وکیل ہو کر صرف اس کی ذاتی بدگوئی کی سبب نالش کی طرف متوجہ ہونا کب مناسب ہے۔ اور اگر دجال کادیانی میری اس اعراض کو اپنی حقانیت اور میرے ناحق پر ہونے کی دلیل بنالے اور پھر وہ اشتہار کے ذریعہ سے نالش کی درخواست کرے۔ تو ناچار بنظر حقاق حق و ابطال باطل عدالت کیطرف رجوع کیا جائیگا انشاء اللہ تعالےٰ اگر مخلص دوست اس امر کی اجازت و مشورہ بذریعہ تحریر دیں +

اس مضمون کے بعد مضمون چودہویں صدی کے فرضی بزرگ کی جھوٹی معذرت کو درج کرنیکا ارادہ اور صفحہ ۱۹۴ میں اُسکا وعدہ تھا مگر سود کے متعلق ایک اور ضروری فتوے جسمیں ان دو سوالوں کے جواب ہیں کہ کیا ہندوستان دار الحرب ہے اور اگر ہو تو اسمیں ہندوؤں عیسائیوں وغیرہ سے سود لینا جائز ہے۔ پیش آگیا جس نے مضمون معذرت کیلئے جگہ نہ چھوڑی لہذا وہ مضمون ملتوی کیا گیا۔ اس التوا کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اخبار جعفر زٹلی نے اس معذرت کی خوب قلعی کھولدی ہے۔ بلکہ

چودہویں صدی کے ایک نامہ نگار خوشوقت نے بھی اس معذرت کی حقیقت اچھی طرح ظاہر کر دکھائی ہے لہذا اب ہماری مضمون کی چنداں ضرورت نہیں معہذا بھی گنجائش نکلی تو درج کیا جائیگا

209

وہ فتوے یہ ہے

(۱)

کیا ہندوستان دار الحرب ہے؟

(۲)

اور

اگر ہے تو پھر کیا اسمیں ہندوؤں عیسائیوں وغیرہم سے سود لینا جائز ہے؟

(انہم (الکفار) قالوا انما البیع مثل الربوٰ۔ واحل اللہ البیع وحرم الربوٰ)

سود کے معاملہ (لین دین) کی ممانعت پر علماء اسلام کا اتفاق ہے (چنانچہ پہلے فتوے مندرجہ اشاعۃ السنہ نمبر ۶ وغیرہ جلد ہذا سے ناظرین کو معلوم ہوا۔ اور اس سے پہلے نمبر ۶ وغیرہ جلد ۱۲۔ اشاعۃ السنہ میں یہ ثابت و محقق ہو چکا ہے کہ حکم قرآنی متعلق حرمت سود باتفاق علماء سلف و خلف عام و مطلق (بلا قید) ہے۔ اسمیں ربا (سود) قلیل یا کثیر اور ربا دینے والے کے غنی یا فقیر ہونے کی قید ابتداء زمانہ اسلام سے آجتک کسی عالم اسلام فقیہہ۔ محدث۔ مفسر وغیرہ کے خیال میں نہیں گذری اور کسی چھوٹے یا بڑے نئی یا پرانی اسلامی کتاب میں پائی نہیں گئی۔ اسمیں اختلاف رائے ظاہر کیا ہے تو تیرہویں صدی کے اخیر میں سرسید* اور انکے اتباع نے ظاہر کیا ہے۔ اور پھر اسکا کوئی ثبوت نہیں دیا۔ تو اب حلت سود کے عشاق و مشتاقوں کی (جو مسلمانوں کی قومی ترقی کا مدار اسی سود کو سمجھے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کا تجارت

* اسمیں سرسید نے یہ اختلاف ظاہر کیا ہے کہ آیت حرمت ربوٰ میں غریبوں سے سود لینے کی ممانعت مقصود ہے نہ اہل وسعت و اغنیاء سے اور انکے اتباع نے یہ اختلاف ظاہر کیا ہے کہ اسمیں دو گنے سہ گونہ سود لینے کی قید معتبر ہے۔ تھوڑے سے سود سے ممانعت مقصود نہیں۔ ان دونو خیال کا جواب اشاعۃ السنہ نمبر ۶ وغیرہ جلد ۱۲ میں مفصل دیا گیا ہے جسکے پاس پرچہ نہ ہو وہ نمبر مذکور بارسال قیمت عہ دفتر اشاعۃ السنہ

میں دوسری قوموں سے پیچھے رہنا اور افلاس و ذلت کے گڈھے میں گر جانا اسی اسلامی مسئلہ حرمت سود کو قرار دے چکے ہیں۔) نظر میں سود کو حلال بنانے کے لئے کوئی حیلہ و وسیلہ بجز اسکے باقی نہ رہا تھا کہ وہ ہندوستان کو دارالحرب بنائیں اور بدست آویز اس مسئلہ بعض کتب فقہ کے کہ دارالحرب میں حربیوں سے سود لینا جائز ہے۔ غیر قوموں سے سود لینے کو حلال اور جائز کریں۔

انہوں نے یہ مسئلہ کسی سے سنکر اسکو از بس فتویٰ سمجھا اور اپنی دلی خواہش کو پورا کرنے کا کافی ذریعہ خیال کرکے یہ ٹھہرا لیا کہ چلو بالفعل ہندوستان کو دارالحرب بنا دیں اور بدست آویز اس مسئلہ کے اسمیں کافروں سے سود لینے کو جائز کریں۔ اور پھر جب کافروں سے سود لینا عموماً مسلمانوں میں جائز مانا جائیگا تو مسلمانوں کا باہم سود لینا دینا کسی اور حیلہ سے جائز کیا جائیگا۔

یہ سوچکر انہوں نے اس مسئلہ کی تصدیق کے لئے بعض علماء وقت کیطرف (جو بظاہر اولاد فیشن (قدیم طرز و طریق) کے علماء ہیں اور حنفی المذہب کہلاتے ہیں۔ مگر در پردہ اور حقیقت میں وہ نئی روشنی کی جھلک میں آگئے ہیں۔ اور نئی تہذیب کے رنگ سے رنگین ہو کر پابندی مذہب کو دل سے خیرباد کہہ چکے ہیں۔) رجوع کیا۔ انہوں نے صرف اس خیال سے کہ مسلمانوں کو حکم حرمت سود نے تجارت سے روک رکھا ہے۔ اور افلاس کی مذلت میں پھنسایا ہوا ہے۔ اور اس ہوس سے کہ مسلمان اور اقوام کیطرح سودی تجارت کریں تو دنیاوی ثروت و دولت حاصل کریں [illegible] جھٹ پٹ یہ فتوے دیدیا کہ ہاں جی ہندوستان دارالحرب ہے۔ (چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی اور نواب صاحب مرحوم بھوپال کا فتوے ہے) اور دارالحرب میں حربیوں سے سود لینا جائز و حلال ہے۔ (چنانچہ در مختار و ہدایہ میں لکھا ہے) اور کہا کہ یہ وہ سود نہیں جو قرآن میں حرام کیا گیا ہے۔ بلکہ یہ کافروں کا مال مباح ہے جو ایک حیلہ سود سے لیا جاتا ہے۔ اسکو شیر مادر کیطرح حلال سمجھکر حلت حلت کرکے لوٹ جان [illegible] چاہیئے۔ یہ فتوے مل گیا تو پھر کہا تھا۔ اور عاشقین و مشتاقین حلت سود کو اور کیا چاہئے تھا "اندھا کیا چاہیئے دو آنکھیں"۔ انہوں نے اس فتوے کو چوما چاٹا اور آنکھوں پر لگایا اور سر پر رکھا

اور پھر کسی اور عالم شفی وغیرہ کی طرف (جو حقیقۃً اولو الفہم و دیندار نہیں کے عُلَماء ہیں۔ رجوع نہ کیا اور انکو غیر ضروری بلکہ غیر مطلب سمجھ کر اس مسئلہ کا امتحان (اگر یہ تین) کسی دوسرے سے نہ کرایا۔ اور پنجاب میں ایک اسلامی بینک "ڈائمنڈ جوبلی بینک" کے نام تجویز کیا۔ اور کھولدیا اس اثناء میں لاہور میں ایک مجلس اسلامیہ (انجمن نعمانیہ) کے سالانہ جلسہ کا اتفاق ہوا۔ اور اس جلسہ کیوجہ سے باہر کے علماء کا لاہور میں آنا ہوا۔ اور ایک خاص مجلس میں انکا ایک اتفاقی اجتماع ہوا۔ تو انمیں اس مسئلہ کا سرسری طور پر ذکرہ ہوا۔ جو ناتمام رہا۔ جیسا کہ وہ اجتماع بھی ناتمام تھا۔ تو اس ذکر کو یاروں نے از بس غنیمت سمجھا۔ اور اپنے مدعا (حلت سود) کے ثبوت کے لئے ایک بڑی بھاری دستاویز اور کافی وسیلہ خیال کرکے اس ناتمام کارروائی میں اپنے پاس سے کچھ ملاکر راولپنڈی کے اخبار چودھویں صدی میں (جو حلت سود کی بانی اور ہندوستانی مسلمانوں کی ترقی قومی کے اہم بانی (سرسید) کے ایک گرمجوش پیرو وحامی کا اخبار ہے چھپوکر مشتہر کردیا۔ پھر اسی اخبار سے وہ غلطی آمیز واقعہ بیسیوں اخبار لاہور و فاداراہ نے بھی ماخذ کرکے مشتہر کردیا جس سے عام مسلمانوں کے دلوں میں غلط خیال پیدا ہوگیا کہ درصورت دارالحرب ہونے ہندوستان کے اسمیں کافروں سے سود لینا باتفاق علمائے حاضرین جلسہ جائز و مباح قرار دیا گیا ہے۔ (چنانچہ اس مضمون کے کئی خطوط جبلپور (ضلع کرنال وغیرہ سے ہمارے پاس پہنچے اور وہی خطوط ہمکو اس واقعہ کی اصلی حقیقت بیان کرنے پر باعث ہوئے۔ خاکسار نے اس واقعہ کی اصلی کیفیت ایک خط میں درج کرکے اسکی ایک ایک نقل اخبار چودھویں صدی و پیسہ اخبار و وفادار کے نام روانہ کی۔ اور انکے ایڈیٹروں سے درخواست کی کہ وہ اس خط کو اپنے اپنے اخباروں میں درج کرکے اپنی غلطی کی تصحیح کریں۔ اور اپنے فرض منصبی کو ادا کرنے سے سبکدوش ہوجائیں۔ وہ خط یہ ہے۔

از مقام لسنہ بٹالہ ضلع گورداسپورہ ۹-۲۲ فروری وغیرہ ۱۸۹۹ء ۹۸-۸۴ وغیرہ

مجتبی مکرمی ایڈیٹر صاحب اخبار چودھویں صدی وغیرہ۔

بعد سلام مسنون الاسلام واضح ہو کہ اخبار چودھویں صدی ۲۳ جنوری ۱۹۰۰ء میں جو مضمون چھپا ہے کہ "دارالحرب میں سود لینے کے جواز پر علماء لاہور کی (جنمیں اس خاکسار کو بھی شامل کیا گیا ہے) پانچ چھ گھنٹہ تک بحث ہوئی۔ اور اس امر پر اتفاق ہو گیا کہ اگر ہندوستان دارالحرب ہے تو اس میں غیر مسلم سے سود لینا جائز ہے"۔ یہ سراسر غلط اور محض مغالطہ ہے جس سے سود جائز کرنے والے مسلمانوں کے لئے ایک ناجائز دست آویز پیدا ہو گئی ہے۔ لہذا میں اصل حقیقت تحریر کر کے آپ کی خدمت میں ارسال کرتا ہوں۔ آپ اسکو اخبار میں درج کر کے ان مسلمانوں کو مغالطہ سے بچاویں۔ اور اپنا فرض منصبی ادا کیجئے۔ واقعہ مندرجہ اخبار کی تردید و تغلیط عمل میں لاویں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ۲ جنوری ۱۹۰۰ء کی شام کو خاکسار مولوی تاج الدین صاحب مختار لاہور کے مکان پر ایک آدر قومی ضرورت کے واسطے پہنچا تو وہاں یہ مسئلہ پیش ہوا۔ کہ حنفی مذہب میں دارالحرب میں حربی کافر سے سود لینے کو جائز لکھا ہے جسکی دلیل ہدایہ وغیرہ میں یہ بیان کی ہے کہ حربی کافر کا مال دارالحرب میں مباح ہے۔ لہذا مسلمان جس طریق سے (سود یا قمار وغیرہ کے نام سے) جسمیں غدر نہ پایا جائے اسکو لے جائز ہے اور وہ اس سود میں داخل نہیں جسکو خدا تعالےٰ نے حرام کیا ہے۔ اور یہ سوال ہے پیش ہوا۔ کہ ہندوستان دارالحرب ہے۔ یا نہیں اور اسمیں کافروں سے سود لینا جائز ہے یا نہیں۔ مینے پہلے مسئلہ مذہب حنفی کی نسبت کہ وہ صحیح ہے یا غلط تو اپنی رائے کچھ ظاہر نہ کی۔ صرف دوسرے سوال کی نسبت حنفی مذہب کی ایک مشہور کتاب فصول عمادیہ کا حوالہ دیکر کہا کہ ہندوستان دارالحرب نہیں ہے۔ اور اسوقت مولوی تاج الدین صاحب کے کتب خانہ سے اپنا رسالہ اقتضاد فی مسائل الجہاد نکلوا کر اسمیں فصول عمادیہ کی اصل عبارت دکھادی۔

مولوی محمد حسن صاحب مدرس اسکول* راولپنڈی نے جو اسوقت حاضر مجلس تھے۔ اسکے برخلاف دعوے کیا۔ اور کہا کہ "ہندوستان دارالحرب ہے اور اسمیں کافروں سے سود لینا جائز ہے" اور کہا کہ "ہندوستان دارالحرب نہ ہو تو اسصورت میں ہمکو معاملہ سود کے عدم جواز میں (کافروں

* یہ مولوی صاحب اصل توطن موضع بہین ضلع جہلم میں۔ مولوی ہونے کے ساتھ شاعر بھی ہیں انکا تخلص فیضی ہے۔

کے ساتھ ہے کیون نہ ہو۔) اختلاف نہیں اتفاق ہے۔" غرض ہندوستان کے دار الحرب نہونے کی صورت میں عدم جواز معاملہ سود پر اتفاق فریقین ہوا۔ دار الحرب ہونے کیصورت میں جواز معاملہ سود کی نسبت مینے اپنا اتفاق رائے ظاہر نکیا۔ صرف حنفی مذہب کی رو سے اسکا جواز بیان ہوا۔

پھر یہ قرار پایا کہ لاہور کے جملہ علماء اہل افتاء کل اسی مقام میں جمع ہون اور اس مسئلہ پر بحث کرکے اس مسئلہ کا تصفیہ کریں۔ ۳۔ جنوری ۱۸۹۸ء خاکسار حسب میعاد اس مقام میں پہنچا تو وہان علماء لاہور سے جو اس مجلس میں بلائے گئے تھے ایک کو بھی نہ پایا۔ مولوی تاج الدین صاحب نے خاکسار کو مخاطب کرکے فرمایا کہ جب تک اور صاحب نہ آویں آپ اور مولوی محمد حسن صاحب گفتگو کرین۔ مینے کہا کہ جو عبارت فصول عمادیہ میں شب کو پیش کرچکا ہوں اب اس سے زیادہ تر کچھ پیش کرنا نہیں چاہتا۔ میرے پاس اسباب میں روایات فقیہہ و اقوال فقہاء کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ جو اسوقت دفتر اشاعۃ السنہ بٹالہ میں ہے اسکو میں پھر پیش کرونگا بالفعل مولوی محمد حسن صاحب کے دلائل و مستندات سُننا اور دیکھنا چاہتا ہون جسکے واسطے میں اسوقت آیا ہون جسپر مولوی محمد حسن صاحب نے فتاوے عزیزیہ اور جامع الرموز کو پیش کیا۔ اور انمین کتاب کافی کی ایک عبارت اس مضمون کی دکھائی کہ "جو ملک کافر بادشاہ کے زیر حکومت ہو وہ دار الحرب ہے۔ دار الاسلام وہی ملک ہے جو مسلمان بادشاہ کے زیر حکومت ہو۔" مینے اجمالی اور سرسری طور پر اس عبارت کا ان نصوص نبویہ کے جنمیں یہ بیان و تصریح آچکی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جس شہر یا بستی میں اذان کی آواز سنتے اُسپر چڑھائی اور لڑائی سے رُک جاتے مخالف ہونا اور نیز محقق مذہب حنفی کے بھی مخالف ہونا بیان کیا اور اُسکی تفصیل میں اقوال و روایات فقہاء اور نصوص نبویہ کے پیش کرنے کو دوسرے وقت پر (جبکہ روایات فقیہہ کا ذخیرہ بٹالہ سے آجاوے) محول کیا۔ اور جلسہ قیل و قال متعلق مسئلہ ہذا جسکی میعاد ایک گھنٹہ سے زیادہ نہو گی برخاست ہوا۔ اس سے ناظرین باتمکین سمجھ سکتے ہیں کہ اس واقعہ کے بیان میں ان اخبارون میں کہاں تک اصلیت سے کام لیا گیا ہے۔

ان سوالات کا جواب وہ کافی نہ دین تو پھر ہم نہین کہہ سکتے کہ ہند و یا انکی درخواست پر عدالت الہامی صاحب سے کیا سلوک کرے۔ کیونکہ یہ امر قانون کے متعلق ہے۔ اور ہم قانون نہیں پڑھے۔

خونی مسیح ہونا فخر سے قبول کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ مسیح ابن مریم کے حق میں آیا ہے کہ "کافر اُسکے دم سے مرینگے"۔ یعنے اُسکی دعا سے۔ اُنپر عذاب نازل ہوگا۔ سو اگر عذاب کی پیشگوئیان بدنامی ہیں تو یہ بدنامی تو خدا کے قول سے ہمارے حصہ مین آگئی۔ ؎

در کوئے نیک نامی مارا گذر ندادند + گر تو نمے پسندی تغیر کن قضا را

اس میں آپ نے کمال چالاکی کی ہے۔ کہ اپنے خونی ہونے کے اعتراف کے ساتھ حضرت مسیح کو بھی خونی بنا لیا ہے۔ اور یہ ٹیبل (خطاب) خدا کی تقدیر سے انکے لئے اپنے لئے ثابت کیا ہے۔ اور سب مسلمانون کو کہتے ہو کے دیئے ہیں (۱) کہ یہ خون اور قتل ہم لوگون کے کمالات سے ہے نہ عیب (۲) اور ہم دونو اسی کام کے لئے مخصوص و مامور ہو کر آئے ہیں۔ کہ لوگون کو قتل کرین۔ آپ کے اس اعتراف نے ہمارے اس سوال کو پکا کر دیا کہ پھر آپ مسلمانون پر یہ طعن کیون کرتے ہیں کہ وہ خونی مسیح کے منتظر و معتقد ہین کیا خدا کے سے کہ کر کسیکا خون کرنے اور کسیکو تلوار سے مار ڈالنے مین کچھ فرق ہے۔؟ ہرگز نہیں۔

دوسرا سوال اس اعتراف پر یہ وارد ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح ابن مریم نے مردہ بھی تو زندہ کئے۔ اور لا علاج بیمار اور مادر زاد اندھے اور کوڑہی اچھے کئے چنانچہ اس قرآن سے ثابت ہے۔ لہذا وہ صرف خونی کہلانے کے مستحق نہین ہو سکتے اور آپ صرف مارتے ہیں یا مسکرون کو کو طمرئی اندھیرا بنا دیتے ہیں لہذا خونی کہلانے کے آپ ہی مستحق ہین۔ پھر آپ مسیح ابن مریم کو اپنے ساتھ کیونکر ملا سکتے ہیں۔ اور خود اُنکے نظیر کیونکر بن سکتے ہیں

پرغائبگی جلسہ کے وقت دینے پر وسیٹنگ (کیفیت جلسہ کی جو بطور یادداشت لکھی جاتی ہے) کی نقل چاہی تاکہ اسکے مقابلہ و معارضہ میں ہر مستندات و روایات متمسکہ مولوی محمد حسن صاحب کا مفصل جواب لکھ کر پیش کروں وہ نقل مجھکو تامکمل ملی وہ دینے حاجی چراغ الدین صاحب رکن انجمن نعمانیہ حاضر مجلس کے حوالہ کرکے اُن سے تاکیدی التماس کی کہ یہ نقل مکمل کرکے معہ اُن کتابوں کے جو مولوی محمد حسن صاحب نے پیش کی ہیں میری فرودگاہ لاہور میں بھیجدیں۔ پھر اس جلسہ کے بعد بارہا بالواسطہ اور بلاواسطہ مولوی تاج الدین صاحب سے نقل طلب کیگئی مگر ۲۰۔ جنوری ۱۸۹۸ء تک وہ نقل مجھے نہ ملی یہانتک کہ ماہ مبارک رمضان شریف قریب آپہنچا۔ اور اسکی وجہ سے مجھے اپنے وطن بٹالہ میں آنا پڑا اسوجہ سے خاکسار مولوی محمد حسن صاحب کی مستندات و روایات کا جواب زمانہ قیام لاہور میں نہ دیسکا۔ بعد رمضان شریف کے اسباب میں ایک مستقل مضمون اشاعۃ السنہ میں درج ہوگا۔ جسمیں مولوی محمد حسن صاحب کے مستندات کا مفصل جواب دیکر یہ ثابت کیا جائیگا کہ محقق مذہب حنفی کے رو سے ہندوستان دارالحرب نہیں۔ اور بصورت فرض و تسلیم اسکے کہ حنفی مذہب کے رو سے ہندوستان دارالحرب ہے۔ یہ ثابت کیا جائے گا۔ کہ یہ مسئلہ غلط ہے اور لائق اعتماد نہیں ہے کہ دارالحرب میں حربیوں سے سود لینا جائز ہے خلاصہ یہ کہ نہ تو ہندوستان کے دارالحرب ہونے میں فریقین نے مفصل بحث کی اور نہ بصورت دارالحرب ہونے ہندوستان کے اسمیں جواز معاملہ سود پر اتفاق فریقین ہوا۔ تفصیلی بحث صرف ایک فریق کی طرف سے ہوئی اور اتفاق اسپر ہوا کہ بصورت دارالحرب نہ ہونے ہندوستان کے کفار سے اسمیں سود لینا جائز نہیں۔ اس مضمون کو پڑھ کر امید ہے کہ شائقین و عاشقین ملت سود کو اپنی رائے جو اس واقعہ کی نسبت ہو وہ اُن اخباروں کو دیکھ کر قائم کر چکے ہیں بدل دینگے۔ اور اُنسے التماس ہے کہ اسباب میں کوئی رائے قائم کرنے میں۔ جلدی نکریں جب تک اشاعۃ السنہ کے مستقل و مفصل مضمون جسکا وعدہ دیا گیا ہے دیکھ نہ لیں۔

اس خط کو ایڈیٹر چودھویں صدی نے درج اخبار نہ کیا۔ اور نہ ہمکو اس خط

کا جواب دیا۔ اور یہی امر ان سے متوقع تھا۔ وہ حلت سود کے حامی اور سرسید کے پیروانہ ہو کر کب جرأت کر سکتے تھے کہ وہ اس خط کو چھاپتے اور حلت سود کی ایک بناوٹی دست آویز کی قلعی کھولتے۔ ان پیسہ اخبار کے ایڈیٹر نے اس خط کو اپنے روزانہ اخبار میں چھاپ کر اپنا فرض منصبی ادا کیا۔ اور نمک نیتی کا ثبوت دیا۔ خاکسار نے پیسہ اخبار کا ورق جس میں وہ خط درج تھا۔ کاٹ کر مولوی محمد حسن صاحب مدرس اسلامی اسکول راولپنڈی کو بذریعہ خط کے اس غرض سے بھیجا کہ شاید وہی صاحب ایڈیٹر چودھویں صدی کو اس خط کو اخبار میں چھاپنے اور اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے پر باعث ہوں۔ اور یہ بھی لکھدیا کہ اگر وہ اپنے دلائل و مستندات کا جو جلسہ سرسری مذاکرہ میں انہوں نے پیش کئے تھے جواب مفصل خاکسار سے چاہتے ہیں۔ تو ان دلائل کو تفصیل تحریر کریں۔ یا کیفیت جلسہ لاہور کی پوری نقل بھیجیں۔ مگر مولوی محمد حسن صاحب نے بھی نہ تو ہمارے اس خط کا جواب ہمکو دیا۔ اور نہ اس خط کو اخبار چودھویں صدی میں چھپوایا۔ جس سے صاف پتہ لگا کہ مولوی صاحب بھی ایڈیٹر اخبار چودھویں صدی کی پالیسی و روش کو پسند کرتے ہیں۔ یا وہ اپنے دلائل کو ریزرو فورس (محفوظ فوج) جو آخری وقت جنگ میں پیش کیا جاتا ہے سمجھکر سردست بیان کرنا نہیں چاہتے۔ ہمارے مضمون کے شائع ہونے کے بعد وہ اسکو شائع کرینگے۔ اگلا یا اگلے ہم روش و ہم خیال ایڈیٹر اخبار چودھویں کا خیال خواہ کچھ ہو ہم اپنے خط اور اس مذاکرہ کا وعدہ پورا کرتے ہیں۔ اور دونو سوال مندرجہ عنوان کا جواب مفصل دلائل تحریر کر کے مسلمانوں پر ظاہر اور ثابت کرتے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کو غیر اقوام سے بھی سود لینا جائز نہیں ہے۔ وباللہ التوفیق ومنہ الوصول الی التحقیق۔

ہمارے نزدیک اور ہر ایک محقق و متبع فقہ و حدیث کے نزدیک عنوان مضمون کے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہندوستان دارالحرب نہیں۔ بلکہ دارالاسلام ہے۔ اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض ہندوستان دارالحرب ہو تب بھی اسمیں

غیر اقوام سے (اس غلط خیال سے کہ وہ حربی ہیں، ان کے مردوں کا مال جان سطلقاً مباح ہوتا ہے) سود لینا جائز نہیں ہے۔

پہلے سوال کے جواب کی شرعی دلیل اور آشوبِ ہجرت کی ابتدا و انتہا

دارالحرب وہ ملک یا شہر ہے جس سے مسلمان کو ہجرت کرنا فرض ہو۔ اور ہندوستان ایسا نہیں کہ اس سے ہجرت کرنا فرض ہو۔ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان دارالحرب نہیں۔ اس دلیل کے پہلے مقدمہ پر دلیل نص قرآن و حدیث ہے۔ دوسرے مقدمہ پر تین قسم کے دلائل شاہد ہیں قسم اول وہ احادیث و آثار ہیں جنمیں یہ ذکر ہے کہ ہندوستان جیسے ایک انتہائی حکم نصاریٰ (یعنی ملک حبشہ) نجاشی مسلمانوں سے مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ ہجرت جائز رکھی قسم دوم وہ احادیث ہیں جنمیں آنحضرت کا یہ قول بیان ہوا ہے۔ کہ جس شہر یا گاؤں میں مسلمان مسلط مخالفین ہیں اور ہوسکتا ہے کوئی مسجد نظر آوے وہاں کسی کو قتل نہ کرو۔ جو اس کہنے کے برابر ہے کہ وہ شہر یا گاؤں لڑائی چڑھائی کے لائق دارالحرب نہیں ہے۔ اور اسی کے مطابق آپ کا عمل رہا قسم سوم تمام مسلمانان ہندوستان کا (جنمیں ہندوستان کو دارالحرب کہنے والے بھی داخل ہیں) کا یہ عمل واعتقاد کہ وہ ہندوستان سے ہجرت کو فرض نہیں کہتے۔ اور پشت در پشت اسی ہندوستان میں رہتے چلے آئے ہیں یہ دلیل ان لوگوں پر جو ہندوستان دارالحرب کہتے ہیں۔ ایک الزامی دلیل ہے۔ اگر آپ لوگوں کے نزدیک ہندوستان دارالحرب ہے تو پھر آپ لوگ باوجود استطاعت اس ملک سے ہجرت کرنے کو فرض کیوں نہیں کہتے۔ اور خود اس فرض کو کیوں ادا نہیں کرتے۔ بعض آپ لوگوں میں سے کہ مکہ مکرمہ میں رہ کر نے حاجی اور پھر آکے اسی دارالحرب میں واپس تشریف لے آتے ہیں۔

پہلے مقدمہ کے دلائل کی تفصیل

قرآن میں ارشاد ہے کہ جن لوگوں کو فرشتے مارینگے اس حالت میں کہ وہ (ہجرت ترک کرکے) اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہونگے۔ انکو فرشتے کہیں گے تم کس دین میں تھے۔ (یعنے مسلمان تھے یا مشرک کہ انکی لوگوں میں رہے) وہ (ظالم جھوٹا عذر کرکے) کہیں گے ہم (اس) زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے۔ فرشتے کہیں گے۔ کیا خدا کی (اور) زمین فراخ نہ تھی جسمیں تم ہجرت کرکے جاتے۔ ان ظالموں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

ان الذین توفاھم الملائکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیما کنتم۔ قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا۔ اولئک مأواھم جھنم و ساءت مصیرا۔ الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لا یستطیعون حیلۃ و لا یھتدون سبیلا۔ النساء ع ۱۴۔

اور وہ بُری پھرنے کی جگہ ہے۔

اس حکم سے وہ لوگ مستثنے ہیں جو واقعی کمزور ہیں (جو ہجرت کرنے کی، کوئی تدبیر نہیں کرسکتے۔ اور نہ اسکی طرف راہ پاتے ہیں۔ تفسیر معالم التنزیل۔ تفسیر کبیر۔ فتح البیان وغیرہ میں ہے کہ یہ آیت اُن لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو مکہ میں رہے اور انہوں نے ہجرت نہ کی انکا یہ عذر کہ ہم کمزور تھے صحیح نہ تھا۔ اُن کو تدبیر ہجرت کی طاقت تھی اور وہ راہ پاسکتے تھے۔ نیل الاوطار میں ہے کہ حافظ (ابن حجر) نے کہا ہے کہ ہجرت کے واجب ہونے میں حکمت یہ ہے کہ مسلمان ہجرت کرکے کفار کی ایذا سے بچ جائیں۔ وہ لوگ مسلمانوں کو

کان سبب النزول من اسلم ولم یھاجروا ھذا اعتذار غیر صحیح اذا کانوا یستطیعون حیلۃ و یھتدون السبیل۔ فتح البیان ص۶۱ جلد ۱۔ معالم ص۲۴۹ تفسیر کبیر ص۴۴۹ جلد ۲۔

قال الحافظ وکانت الحکمۃ ایضا فی وجوب الھجرۃ علی من اسلم لیسلم من اذی من یؤذیہ من الکفار فانھم کانوا یعذبون من اسلم منھم الی ان یرجع عن دینہ وفیھم

نزلت ان الذین توفاھم الملائکۃ الآیۃ (نیل الاوطار ص۲۲۱ جلد ۷)

تکلیف و ایذا پہنچاتے تاکہ وہ اپنا دین چھوڑ دیں ان ہی لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی

ان الذین توفاھم الخ۔

کتب حدیث میں اس مضمون کی بہت سی احادیث ہیں جن میں مشرکوں کے ملک میں رہنے سے منع کیا ہے۔ اور اسے ہجرت کرنے کا حکم دیا ہے۔

زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں ہے۔ آنحضرت نے مشرکوں کے بیچ میں ٹھہرنے سے منع کیا ہے۔ جب مسلمان ہجرت کرنے پر قادر ہوں آپ نے فرمایا ہے میں اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکوں میں ٹھہرے لوگوں نے عرض کیا کیوں آپ نے فرمایا اسمیں سے ایک کی آگ دوسرے کی آگ کو نہ دیکھے۔ یا دیکھ نہیں سکتے اور آپ نے فرمایا ہجرت مکہ کے بعد بھی ہجرت ہوگی سو تمام زمین والوں سے افضل وہ لوگ ہیں جو حضرت ابراہیم کے ہجرت کی جگہ (مکہ) کو جا پکڑیں۔ اور زمین میں ایسے لوگ باقی رہ جائینگے جنکو ان کی زمین پھینک دے گی۔ اور خدا تعالے انکو ناپاک قرار دے گا اور بندروں اور خنزیروں کے ساتھ انکا حشر کرے گا۔

ومنع رسول اللہ من اقامۃ المسلم بین المشرکین اذا قدر علی الھجرۃ من بینھم قال انا بری من کل مسلم یقیم بین اظھر المشرکین قیل یا رسول ولم۔ قال لا تتراءا نارا ھما وقال من جامع المشرکین فھو منھم وقال ستکون ھجرۃ بعد ھجرۃ فخیار اھل الارض الزموا مھاجر ابراھیم ویبقی فی الارض شرار اھلھا تلفظھم ارضوھم تقذرھم نفس اللہ تعالی ویحشرھم اللہ مع القردۃ والخنازیر (زاد المعاد ص۲۲۲)

ان تین احادیث میں سے پہلی اور دوسری حدیث کو **ابوداؤد** وغیرہ نے روایت کیا ہے اور کتاب **منتقی الاخبار** میں ان احادیث سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ دارالحرب سے دارالاسلام کیطرف ہجرت کرنا واجب ہے۔ اور اسکی شرح **نیل الاوطار** میں یہ چوتھی حدیث ہے نقل کی ہے

بھز بن حکیم بن معاویہ بن حیدہ۔ عن ابیہ عن جدہ مرفوعاً لا یقبل اللہ من مشرک عملاً بعد ما اسلم او یفارق المشرکین۔ (نیل الاوطار ص ۲۳ جلد ۷)

کہ خدا تعالے کسی مشرک کا کوئی عمل مسلمان ہوجانے کے بعد بھی قبول نہیں کرتا۔ جب تک کہ وہ مشرکوں سے جدا نہ ہو جائے۔ یعنے ہجرت نہ کرے۔

ان چاروں احادیث اور دیگر احادیث میں مشرکین کی جگہ سے جو حکم ہجرت کی تاکید کی اور اسپر سخت وعید وارد ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ اب رہا یہ امر کہ اس جگہ سے خاصکر دارالحرب مراد ہے جنمیں مسلمانوں کو مذہب کے رو سے تکلیف و تنگی ہو۔ (جیسا کہ صاحب منتقی الاخبار وغیرہ علماء نے بیان کیا ہے) نہ وہ جگہ مشرکین کی جسمیں مسلمان کو شعائر مذہب ادا کرنے سے روک ٹوک نہ ہو۔ اور اسلام اختیار کرنے پر ایذا نہ پہنچے۔ سو آیت منقولہ بالا اور اسکی تفسیر اثور سے ثابت ہے۔ اور اسکی مزید تشریح بطریق دلائل مقدمہ دوم میں ہوگی انشاء اللہ تعالے

دوسرے مقدمہ کے دلائل

دلائل قسم اوّل

اسمیں ان روایات حدیثیہ و آثار سلفیہ کا بیان ہوگا جسمیں مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کا ذکر ہے۔ ان روایات سے پہلے ان حالات آنحضرت و اصحاب نبوی کا بیان مناسب ہے جو حالات ان حضرات کو ہجرت پر باعث اور وجوب ہجرت کے موجب ہوئے۔ تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو کہ کوئی ملک یا شہر (جو غیر مسلم اقوام میں قبضہ میں ہو) کس حالت میں دارالحرب بنتا ہے۔ اور کس صورت میں اس سے مسلمانوں کو ہجرت کرنا واجب ہوتا ہے۔ پس واضح ہو کہ وہ حالت جسمیں آنحضرت اور اصحاب نبوی پر ہجرت واجب ہوئی تھی یہ حالت تھی کہ مسلمان صرف اسلام کی وجہ سے کفار کے ہاتھ سے تکلیف پاتے۔ اور شعار مذہب نماز تلاوت قرآن کلمہ پڑھنے سے روکے جاتے تھے۔

آنحضرت اور اصحاب نبوی کو جو مکہ والے کافروں کے ہاتھوں سے اس قسم کی تکلیف پہنچی۔ اور مزاحمت ہوئی تھی۔ اسکی تفصیل بہت تطویل چاہتے ہیں۔ مگر ہم بہ نظر اختصار چند تمثیلات کے ذکر و بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔

اوّل۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابوذر غفاری آنحضرت کے شوق زیارت سے مدینہ پہنچے۔ اور آنحضرت کا پتہ مشرکین مکہ سے دریافت کیا۔ تو مشرکین نے انکو ہڈیوں اور پتھروں سے ایسا مارا کہ وہ خون آلودہ ہوگئے پھر جب وہ آنحضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے اور پھر مسجد کعبہ میں آکر انہوں نے کلمۂ شہادت پڑھا تو کفار مکہ نے پھر ویسا ہی مارا اور زمین پر لٹا دیا۔ یہانتک کہ حضرت عباس نے انکو یہ کہہ کر کہ یہ شخص تو قوم غفار کا ایک ممبر ہے جنکی طرف تمہارا تجارتی شام کو جانیکا راستہ ہے چھڑایا۔ پھر دوسرے دن ایسا ہی ہوا۔

عن ابی ذر قال فاتیت مکۃ فتضعفت رجلا منہم فقلت این ھذا الذی تدعونہ الصابی فاشاروا الی فقال الصابی فمال اھل الوادی بکل مدرۃ وعظم حتی خررت مغشیا علی قال فارتفعت حین ارتفعت کانی نصب احمر۔ وفی روایۃ فخرج حتی اتی المسجد فنادی باعلی صوتہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وثار القوم فضربونی حتی اضجعونی فاتی العباس فکبّ علیہ فقال ویلکم السنتم تعلمون انہ من غفار وان طریق تجارکم الی الشام علیہم فانقذہ منہم ثم عاد من الغد لمثلہا وثاروا الیہ فضربونہ فاکبّ علیہ العباس فانقذہ (مسلم ص ۲۹۶ و ۲۹۷)

دوم۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک ایسے وقت میں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم (حرم مکہ میں) سجدہ کی حالت میں تھے۔ اور آپکے آس پاس کفار قریش تھے۔ عقبہ ابو معیط کا بیٹا آیا۔ اور اُسنے ایک اونٹنی کا بچہ دان (اور اوجھڑی وغیرہ) اوٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ساجد وحولہ ناس من قریش جاء عقبۃ بن ابی معیط بسلا جزور فقذفہ علی ظہر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فلم یرفع رأسہ فجاءت فاطمۃ فاخذت عن ظہرہ فدعت علی من صنع فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیک الملأ من قریش ابی جہل وعقبۃ الخ (صحیح بخاری ص۲۴۳)

کی پیٹھ پر پھینکدی آپ (اسکے بوجھ سے) سر نہ اُٹھا سکے اتنے میں حضرت فاطمہ آئیں تو انہوں نے وہ بوجھ اوٹھایا۔ جسپر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش کے حقمیں بد دعا کی جو قبول بھی ہوگئی۔

سوم۔ صحیح بخاری میں ہے۔ ایسے وقت میں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ کی حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے (وہی) عقبہ آیا۔ تو اُسنے اپنی چادر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گلے میں ڈال کر اُسکو سخت گھوٹا۔ ابوبکر آئے تو انہوں نے اس کمبخت کو کہا کہ تم ایک آدمی کو صرف اس وجہ سے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔

بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی حجر الکعبۃ اذا قبل عقبۃ بن ابی معیط فوضع ثوبہ فی عنقہ فخنقہ خنقا شدیدا فاقبل ابو بکر حتی اخذ بمنکبیہ ودفعہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ (صحیح بخاری ص۵۴۴)

چہارم۔ صحیح بخاری میں ہے۔ مسلمان کفار کی تکلیف و ایذا دہی میں مبتلا ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ سے حبشہ کیطرف نکل گئے جب برک الغماد (مقام) کے پاس پہنچے تو ابن الدغنہ بنی قارہ کا سردار ملا اور بولا۔ ابوبکر کہاں جاتے ہو۔ حضرت ابوبکر نے کہا قوم نے مجھے نکال دیا۔ میں کسی زمین میں پھرونگا اپنے رب کی عبادت کرونگا۔ ابن الدغنہ بولا آپ جیسے لوگ نہیں نکالے جاتے۔ چلو اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کرو۔ میں تمہارا

ولما ابتلی المسلمون خرج ابوبکر مہاجرا الی ارض الحبشۃ حتی اذا بلغ برک الغماد لقیہ ابن الدغنہ وھو سید القارۃ فقال این تریدا یا بکر فقال ابو بکر اخرجنی قومی فاریدان [illegible] ابن الدغنہ فان مثلک یا ابابکر لا یخرج ولا یخرج [illegible] ببلدک فرجع × × فلم تکذب قریش

بجوار ابن الدغنة وقالوا لابن الدغنة مُر
ابابكر فليعبد ربه في داره ولا يستعلن به
فانا نخشى ان يفتن نساءنا وابناءنا فقال
ذلك ابن الدغنة لابي بكر فلبث بذلك يعبد
ربه في داره ولا يستعلن بصلوته وه
يقراء في غير داره وكان يصلي فيه يقرأ
القران فيتقذف عليه نساء المشركين و
ابناءهم وهم يعجبون منه وينظرون
اليه وكان ابو بكر رجلا بكاء لا يملك عينيه
اذا قرأ القران وافزع ذلك كفار قريش
فارسلوا الى ابن الدغنة فقدم عليهم فقالوا
انا كنا اجرنا ابابكر بجوارك على ان يعبد
ربه في داره فانه قد اجب ان
يقتصر على ان يعبد ربه في داره وان
ابى فسئله ان يرد اليك ذمتك ولسنا
مقرين لابي بكر الاستعلان فقال ابو بكر
اني ارد اليك جوارك وارضى بجوار
والنبي يومئذ بمكة فقال للمسلمين اني
اريت دار هجرتكم ذات نخل بين لابتين
وهما الحرتان فهاجر من هاجر قبل المدينة
ورجع عامه من هاجر بارض الحبشة

حمائتی (یا ذمہ وار امن) ہوں قریش نے اسکے
ذمہ واری کو مان لیا۔ پھر یہ کہدیا کہ ابوبکر اپنے گھر
میں اپنے رب کو پوجے علانیہ طور پر یہ کام نہ کرے ہمکو اندیشہ ہے کہ وہ علانیہ
قرآن پڑھنے سے ہماری عورتوں اور بچوں کو بہکا دیگا
حضرت ابوبکر چند روز تک تو اس شرط پر ٹھہرے۔
پھر انکو مناسب معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے
گھر کے مقابل میدان میں ایک چبوترا نماز
کے لئے بنا لیا۔ اسمیں وہ نماز و قرآن پڑھتے
تو مشرکوں کی عورتیں اور لڑکے انکے گرد جمع
ہو جاتے۔ اور قرآن سنکر خوش ہوتے حضرت
ابوبکر قرآن پڑھنے کے وقت بہت روتے
اس سے کفار قریش گھبرائے۔ اور ابن الدغنہ
کو بلا کر بولے کہ ابوبکر کو کہدے کہ یا تو وہ
نماز اور قرآن [illegible]
اور یا تیری ذمہ واری کو لوٹا دے۔ ہم اسکے
علانیہ قرآن پڑھنے کو کبھی جائز نہ کہینگے
حضرت ابوبکر نے کہا میں نے تیری ذمہ واری کو
واپس کیا۔ اور خدا کی ذمہ واری پر راضی
ہوا۔ اس وقت آنحضرت مکہ میں تھے آپ نے
مسلمانوں کو فرمایا کہ میں نے خواب میں تمہاری
ہجرت کی جگہ دیکھی ہے۔ وہ کھجوروں والی

الی المدینۃ وتجہز ابو بکر قبل المدینۃ فقال رسول اللہ علی رسلک فانی ارجوا ان یؤذن لی الحدیث (صحیح بخاری ص ۵۵۲ و ۵۵۳)

جگہ ہے جسکے دو نو جانب سنگترہ والی زمین ہے اس سے بہت لوگوں نے مدینہ کیطرف ہجرت کی حضرت ابو بکر نے بھی اسی طرف تیاری کی تو آنحضرت نے فرمایا۔ آپ ذرا ٹھریں مجھے بھی امید ہے ہجرت کا حکم ہوتا ہے۔ تو پہر آنحضرت کی ہجرت وقوع میں آئی۔

ان تمثیلات سے بڑہ کر تکلیف وایذا رسانی کفار کی مثالیں معالم اور زاد المعاد کی عبارت میں مذکور ہونگی۔ ان تمثیلات اربعہ اور انکی مصدقہ احادیث سے ناظرین کو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر مکہ مکرمہ میں کیا حالت گذرتی تھی جس سے آپ پر ہجرت واجب ہوئی اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ ایسے قدیم متبرک اور مقدس جگہ کو چھوڑ کر آنحضرت کے اصحاب نے آپکے حکم سے ملک حبشہ (ابی سینا) کی طرف ہجرت کی۔ جو عیسائی بادشاہ کے زیر حکومت تھا۔ اور اُسکے نسق و نظم سلطنت وغیرہ امور حکومت میں اُسی عیسائی بادشاہ کے مذہب یا آئین و قوانین پر عمل تھا۔ اسلام یا احکام اسلام کا اسملک میں صرف اتنا ہی وجود تھا کہ وہ بادشاہ مسلمانوں کو اُنکے اپنے مذہب کے فرائض ادا کرنے سے نہ روکتا تھا۔ اور صرف اسیقدر امن و آزادی کی نظر سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس ملک کو دار الحرب قرار نہ دیا۔ بلکہ دار الاسلام و دار الہجرت قرار دیکر مسلمانوں کو اُسکی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ جس سے اس دلیل کے نتیجہ کا ناظرین کو پورا یقین ہو اور یہ ثابت ہو کہ ملک ہندوستان باوجودیکہ وہ عیسائی سلطنت کے زیر حکومت ہے۔ اور اُسکے نظم و نسق سلطنت اور امور متعلقہ حکومت میں اسی سلطنت کے آئین و قوانین پر عمل ہے۔ صرف اس وجہ سے کہ اسمیں مسلمانون کو نماز روزہ۔ حج و زکوۃ وغیرہ شعائر اسلام سے جنکا عمل و ادائے انکی ذات سے متعلق ہے۔ روک ٹوک نہیں ہے۔ ملک حبشہ کی پوری نظیر ہے۔ اور اس وجہ سے وہ دار الاسلام ہے۔ دار الحرب نہیں۔

پس واضح ہو کہ تفسیر معالم میں ہے کہ اہل تفسیر نے بیان کیا ہے۔ جب قریش نے

علاج بیان کرنا چاہتے ہیں۔ گو ہم کو اسکی تعمیل و تاثیر کی امید کم ہے بلکہ مایوسی ہے اُسکو سُنکر غالباً ہندو یہ کہینگے کہ یہ سبب و علاج بیان کرنے والا ایک کٹر مسلمان اور مسلمانونکا ایک مذہبی لیڈر (رہنما) ہے اور جو سبب اس جوش کا اس نے بیان کیا ہے۔ اسمیں ہندوؤنکی غلط فہمی اور زیادتی کا اظہار کیا ہے۔ اور جو علاج بتایا ہے اُسمیں زیادہ تر اسلام و مسلمانونکا فائدہ سوچا ہے۔ اور ہندوؤں کی خواہشوں اور منصوبونکو دبانا چاہا ہے۔ ہم اُسکی کیون سنین نادان و عوام مسلمان (جو نہ علم رکھتے ہیں۔ نہ صحبت اہل علم جس سے وہ اسلام و ایمان کی حقیقت جان سکیں اور وہ صرف غلام محمد و غلام احمد نام سُنکر موسوم کو مسلمان سمجھ لیتے ہیں) یہ کہیں گے کہ اس جوش کا قوی اور قریب سبب ایک مسلمان کی تحریرات کو (جو بغائت درشت الفاظ اور غلیظ سب و شتم سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور جنکا سلسلہ جب سے شروع ہوا ہے۔ درشت زبانی میں روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ اور اُسکے الہامات کو جنمین لوگوں کے قتل کی پیشگوئیاں ہیں) قرار دیا ہے۔ اور جو آخری علاج بتایا ہے اسمیں بھی اس مسلمان کو تکلیف و نقصان پہنچنے کا ایک احتمال ہے۔ گو پورا یقین نہیں۔ پھر ہم اسکو کیون مانین گورنمنٹ یہ کہے گی کہ فریقین کے بڑے بڑے لیڈرون نے جو گورنمنٹ کے معتبر اور مشیر ہین یہ باتیں نہیں کہیں۔ تم کون ہو کہ ہم تمہاری سُنین ؎

رموز مملکت و ملک خسروان دانند ✦ گدائے گوشہ نشینی تو مولوی مخروش

اس مایوسی کے ساتھ ایک خوف بے امنی بھی مانع ہے۔ اس معاملہ میں کئی دوست ہم کو کھپ چکے ہیں کہ تم بطریق مثل "تو نہ مان میں تیرا مہمان" خواہ مخواہ فریقین اور گورنمنٹ کے خیر خواہ تو بنتے ہو ایسا نہ ہو کہ تم بھی اس لپیٹ میں آجاؤ۔ اور قومی شہیدونمیں داخل کئے جاؤ۔

اُدہر ہندو ڈراتے اور دہمکاتے ہیں کہ ہم مسلمانون کے فلان فلان لیڈرون کو جام شہادت پلائیں گے۔ اور تمام مسلمانونکو آریہ ورت سے نکال دینگے۔

اور اگر ہند و صاحبان بھی اپنی دولت اور دولتمند قوم کے غرور سے یا اپنے دوسرے منصوبوں اور تدبیروں کے جو مسلمانوں کو زیر اور ذلیل کرنے کے لئے وہ کر چکے ہیں، بہروسہ پر ہماری اس تجویز کو نہ مانیں تو پھر بدرجہ چہارم ہم

یہی آپکے اس اقتراف میں دعوے ہیں۔ جنکی تفصیل حسب ذیل ہے:-

اوّل یہ کہ آپنے حضرت مسیح کے حق میں صرف یہ نوشتہ تو نقل کیا کہ "کافر انکے دم سے مریگے۔ اور انکا مُردوں کا زندہ کرنا۔ اور بیماروں اور کوڑھیوں اور اندھوں کو اچھا کرنا نظر انداز کیا۔ اور یہ جتانا کہ اُسکا کہیں ذکر نہیں آیا۔

دوسرا دعوٰی یہ کہ دم کی تفسیر بطور تحریف آپنی دعا سے کی جو کسی حدیث یا روایت میں وارد نہیں ہے۔ بلکہ اسکی تفسیر روایات حدیثہ میں ایسی صفات سے ہوئی ہے جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس سے سانس مراد ہے۔ اور جو خوشبودار ہوگی اور وہ وہاں تک پہنچے گی جہانتک ان کی نگاہ پہنچے گی۔ نہ دعا جو نہ خوشبو کسی مسافت میں محدود ہو سکتی ہے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں۔ فلا یحل لکافر یجد ریح نفسہ الا مات۔

تیسرا دعوٰی یہ کہ یہ دیا کہ اپنے فعل قتل عام کو حضرت مسیح کے فعل خاص قتل کفار کے مماثل و مانند بتایا حالانکہ حضرت مسیح کے دم سے صرف کافر مریگے۔ اور آپ کافروں کے ساتھ مسلمانوں کو بھی مارنے یا انکو ٹھڑے کرنے کی فکر اور ادھار میں ہیں۔ اور خاصکر اس عاجز خاکسار کو جسنے ۱۱ اپریل ۱۸۹۷ء میں اس قتل ہونے آیا۔

اُس کے جواب میں اگر آپ یہ کہیں کہ تم اور تمہارے دوسرے بھائی عیسائیوں کو بھی ہم کافر جانتے ہیں۔ کیونکہ تم حضرت عیسٰی کو کافر کہتے ہو۔ تو اسکے جواب میں عرض کیا جائے گا کہ میرے بھائی سبھی مولوی اور شائخ تو آپ کو کافر نہیں کہتے بعضے آپ کی نسبت گمراہ کا لفظ کہتے ہیں۔ بعضے آپ کو صرف خطاکار ٹھہراتے ہیں۔ کئی مجنون کہتے ہیں۔ کئی مبتدع کا خطاب دیتے ہیں۔ چنانچہ فتوائے تکفیر حضرت اقدس میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

قال اهل التفسير ايتمرت قريش ان يقتلوا المؤمنين
عن دينهم فواثب كل قبيلة على من فيها من
المسلمين يؤذونهم ويعذبونهم فافتتن
من افتتن وعصم الله منهم من شاء ومنع
الله تعالى رسوله بعمه ابيطالب فلما رأى
رسول الله صلى الله عليه وسلم ما باصحابه
ولم يقدر على منعهم ولم يومر بالجهاد امرهم
بالخروج الى ارض الحبشة وقال ان بها ملكاً
صالحاً لا يظلم ولا يظلم عنده احد فاخرجوا
اليه حتى يجعل الله للمسلمين فرجاً وارادبه
النجاشي واسمه اصحمة وهو بالحبشة عطية
وانما النجاشي اسم الملك كقولهم قيصر وكسرى
فخرج اليها سراً احد عشر رجلا واربع نسوة و
هم عثمان بن عفان وامرأته رقية بنت
رسول الله صلى الله عليه وسلم والزبير بن العوام وعبد الله
بن مسعود وعبد الرحمن بن عوف وابو حذيفة
بن عتبة وامرأته سهلة بنت سهيل بن عمرو
ومصعب بن عمير وابو سلمة بن عبد الاسد
وامرأته ام سلمة بنت ابي امية وعثمان
بن مظعون وعامر بن ربيعة وامرأته ام
ليلى بنت ابي حثمة وحاطب بن عمرو وسهيل

مشورہ کرکے ٹھہرایا کہ مسلمانوں کو انکے دین سے
ہٹاویں تو ہر ایک قبیلہ ان مسلمانوں پر جو انمیں
رہتے تھے کود پڑا۔ وہ انکو عذاب کرتے اور
ایذا پہنچاتے اس ایذا کے سبب کئی کفر میں مبتلا
ہوگئے۔ اور جسکو خدا نے چاہا بچا لیا۔ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابو طالب کی وجاہت
کے سبب انکی ایذا سے بچگئے۔ جب آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی اس تکلیف
کو دیکھا اور یہ قدرت و حوصلہ نہ پایا کہ آپ
انکو اس تکلیف سے بچا سکیں۔ اور آپ کو
اس تکلیف کی مدافعت (ڈیفینڈ) کے لئے
جہاد کا حکم نہ ہوا تھا (جو پھیر ہوا) تو آپ نے
ان مسلمانوں کو حبشہ کیطرف نکل جانے کا
حکم دیا۔ اور یہ فرمایا کہ وہاں ایک نیک خصلت
بادشاہ ہے۔ نہ وہ خود کسی پر ظلم کرتا ہے۔ نہ
اُسکے پاس کوئی دوسرے پر ظلم کرتا ہے۔ تم
لوگ اُسکے پاس جا رہو۔ یہانتک کہ مسلمانوں
کو خدا تعالے نے فراخی دی۔ اس بادشاہ کا
نام اصحمہ تھا۔ اور لقب نجاشی جیسے شاہ روم
کا لقب قیصر اور شاہ فارس کا لقب کسرے تھا
سو اس حکم نبوی سے گیارہ مرد اور چار عورتوں

بن بیضاء رض فخرجوا الی البحر واخذوا
سفینة الی ارض الحبشة بنصف دینار
وذلک فی رجب فی السنة الخامسة
من مبعث رسول اللہ وھذہ الھجرة
الاولی ثم خرج جعفر بن ابی طالب و
وتتابع المسلمون الیھا وکان جمیع من
ھاجر الی الحبشة من المسلمین اثنین و
ثمانین رجلا سوی النساء والصبیان
فلما علمت قریش بذلک وجھوا عمرو بن
بن العاص وصاحبه بالھدایا الی النجاشی
وبطارقته لیردوھم الیھم فعصمھم اللہ ذکرت
القصة فی سورة آل عمران (معالم ص ۲۹۰)
لما ھاجر جعفر بن ابیطالب رضی اللہ عنه
واناس من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
علیه وسلم الی الحبشة واستقرت بھم الدار
وھاجر النبی صلی اللہ علیه وسلم الی المدینة
وکان من امر بدر ما کان اجتمعت قریش فی
دار الندوة وقالوا ان لنا فی الذین ھم
عند النجاشی من اصحاب محمد صلی اللہ
علیه وسلم ثارا ممن قتل منکم ببدر فاجمعوا
مالا واھدوہ الی النجاشی لعله یدفع الیکم

نے حبشہ کیطرف ہجرت کی۔ ازانجملہ ایک حضرت عثمان اور
آپکے حرم محترم رقیہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تھی
اور حضرت زبیر بن عوام وعبد اللہ بن مسعود وغیرہ تھے۔ یہ
لوگ دریا کیطرف نکلے اور کرایہ کی کشتی پر سوار ہوکر آنحضرت
کی مبعث کے پانچویں سال حبشہ پہنچے۔ یہ پہلی ہجرت ہوئی۔
پھر حضرت جعفر بن ابیطالب مکہ سے نکلے۔ اور لگاتار
مسلمان حبشہ پہنچنے لگے۔ یہانتک کہ عورتوں اور بچوں
کے علاوہ بیاسی آدمی وہاں جمع ہوگئے۔ قریش کو یہ
خبر پہنچی تو اونہوں نے عمرو بن عاص اور اُسکے ساتھی کو
تحفے ہدیہ دیکر نجاشی کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ وہ
اُن مہاجرین کو حبشہ سے نکالکر مکہ کیطرف لوٹائے۔ مگر
خدا تعالےٰ نے اس مکر قریش سے اُن مہاجرین کو بچالیا
اسکا قصہ مفصل معالم میں تفسیر سورہ عمران میں گذر چکا ہے
اُس مقام میں تفسیر معالم میں کہا ہے۔ کہ جب حضرت
جعفر وغیرہ حبشہ میں پہنچ گئے اور وہان اُنکا قیام ہوگیا
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کیطرف ہجرت کی اور
بدر کے واقعہ میں جو ہونا تھا ہوچکا (یعنے کفار قریش
کو خدا نے مغلوب اور تہ تیغ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کو غالب کیا) تو قریش مکہ اپنی کمیٹی گھر میں جمع ہوئے
اور بولے کہ آؤ ہم اپنے مقتولین بدر کا انتقام اون
لوگوں سے لیں جو حبشہ میں جا ٹھہرے ہیں۔ سو چندہ کرکر

من عنده من قومكم وليتتدب لذلك رجلان من ذوي رايكم فبعثوا عمرو بن العاص وعمارة بن الوليد وعمرة بن ابي معيط مع الهدايا الادم وغيره فركبا البحر واتيا الحبشة فلقد دخلا على النجاشي سجدا له وسلما عليه وقالا له ان قومنا لك ناصحون شكورون و لصلاحك محبون وانهم بعثونا اليك لنحذرك هؤلاء الذين قد موا عليك لانهم قوم رجل كذاب خرج فينا يزعم انه رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يتابعه احد منا الا السفهاء وانا كنا قد ضيقنا عليهم الامر والجأناهم الى شعب بارضنا لا يدخل عليهم احد ولا يخرج منهم قد قطع الجوع والعطش فلما اشتد عليهم الامر بعث اليك ابن عمك ليفسد عليك دينك وملكك ورعيتك فاحدر هم وادفعهم الينا نكفيكهم (معالم ص ۱۶۴ و ۱۶۵)

حبشہ کے بادشاہ کے لئے تحفے لے چلو شاید وہ بادشاہ ان لوگوں کو تمہارے حوالے کردے۔ اس امر کے لئے دو آدمی منتخب ہوں۔ اور وہ جانا منظور کریں۔ پھر انہوں نے عمرو بن عاص اور ایک دوشخص (عمارہ نام) کو حبشہ میں تحفے دیکر روانہ کیا۔ وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے بادشاہ کو سجدہ کیا اور کہا کہ ہماری قوم قریش آپ کے خیر خواہ ہے۔ انہوں نے ہم کو اس غرض سے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ کہ آپ کو اُن لوگوں سے ڈرادے اور بچاوے جو آپ کے پاس آرہے ہیں۔ اور وہ جو ایک (عیاذاً باللہ نقل کفر کفر نباشد) جھوٹے آدمی کے پیرو ہیں۔ جو نبوت کا دعوے کرتا ہے اور بجز احمق اور کمینہ لوگوں کے انکا کوئی پیرو نہیں ہوا۔ ہم نے انکو تنگ کیا۔ اور ایک پہاڑ کے گوشے کی طرف دھکیل دیا تھا جسمیں اُن کے پاس کوئی آتا جاتا نہ تھا۔ اور وہ بھوکھ پیاس سے مرنے لگ گئے تھے۔ اس سختی میں وہ پڑے تو اُس شخص نے اپنے چچازاد بھائی کو آپ کیطرف اس غرض سے بھیجا ہے کہ وہ آپ کا دین بھی خراب کردے۔ اس سے آپ بچ جائیں اور انکو ہمارے حوالے کردیں۔ اسکے بعد تغیر معالم میں شاہ حبشہ کا حضرت جعفر کو اپنی مجلس میں بلانا۔ اور عمرو بن عاص کی اوس بکواس کا اُنسے جواب طلب کرنا۔ اور حضرت جعفر کا اسکو دنداں شکن جواب دینا۔ اور بادشاہ کا اُس

جواب سے خوش ہونا۔ اور حضرت جعفر کو بامن رہنے کی اجازت و بشارت دینا۔ اور عمرو بن عاص کو شرمندہ کرنا۔ اور اُسکے تحفے کو رشوت قرار دیکر نا کامی کے ساتھ واپس کرنا بیان کیا ہے۔ جسکی تفصیل موجب تطویل ہے۔

اور زاد المعاد میں ہے۔ جب مشرکوں کی ایذا رسانی مسلمانوں کے حق میں سخت ہوگئی اور بعض مسلمان مارے خوف کے ملات وعزیٰ کو معبود کہنے لگ گئے۔ اور خدا کے دشمن ابوجہل نے عمار بن یاس کی والدہ محترمہ کے اندام نہانی میں زخم کرکے اُنکو قتل کرڈالا اور حضرت صدیق اکبر بلال وعامر وغیرہ مسلمان غلاموں کی اُنکے کافر مالکوں سے سخت تکلیف پانے کیوجہ سے اُنکے مالکوں سے خرید کر آزاد کرتے تو اُنکے والد ابوقحافہ اُنکو منع کرتے۔ تو اس شدت کی حالت میں خدا تعالےٰ نے پہلے ہجرت کی جو حبشہ کیطرف ہوئی اجازت دی پھر اسکو اسی تفصیل سے بیان کیا جو معالم التنزیل سے منقول ہوئی ہے۔

یہ مہاجرین حبشہ میں تقریباً چودہ پندرہ سال رہے۔ باوجودیکہ انکی ہجرت کے آٹھویں یا نویں سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ چھوڑ کر مدینہ میں پہنچ گئے تھے۔ اور بدر واحد کے لڑائیوں میں کفار قریش کو شکست دیکر مدینہ طیبہ کو اسلامی دار السلطنت بنا چکے تھے۔ اور ملک

ولما اشتد اذی المشرکین علی من اسلم وفتن منهم من فتن حتی یقولوا لاحد هم اللات و العزی الهتک من دون الله فیقول نعم حتی ان الجعل لیمر فیقولون وهذا الهتک من دون الله فیقول نعم ومر عدو الله ابوجهل بسمیة ام عمار بن یاسر وهی تعذب بن وجها وابنها فطعنها بحربة فی فرجها حتی قتلها وکان الصدیق اذا مر بحد من العبید یعذب اشتراه منهم واعتقه منهم بلال و عامر وام عبیس وزنیرة والنهدیة وابنتها وجاریة ابن عدی کان عمر یعذبها قبل اسلامه وقال لها بوه یا بنی اراك تتقین رقا با فاعتقت فقیل لها یقولون ما حملك علی هذا فتقول ما حملنی الا الرحمن فلما اشتد البلاء اذن الله سبحانه لهم بالهجرة الاولی الی ارض الحبشة (زاد المعاد ص ۲۹۶)

حبشہ اسیطرح عیسائی بادشاہ کا ملک اور اسی کے مذہب و آئین و قوانین سلطنت کے اجرا کا محل رہا یہانتک کہ مہاجرین حبشہ کے ہجرت کے چودہویں یا پندرہویں سال اور آنحضرت کی ہجرت مدینہ کی چھٹے سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے بادشاہ کو دعوت اسلام کی اور اُسنے وہ دعوت قبول کرکے مشرف باسلام ہونے کی عزت حاصل کی۔ نجاشی کے مسلمان ہوجانے اور ملک حبشہ کی ایک اسلامی سلطنت ہوجانے کے بعد مہاجرین حبشہ نے دوسری ہجرت مدینہ کی طرف (جو ایک دارالاسلام سے دوسرے دارالاسلام کی طرف محض شرف حضوری و فیض صحبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غرض سے تھی۔) واقعہ ہوئے۔ اسلام نجاشی سے پہلے وہ لوگ عیسائی سلطنت ہی میں رہے۔ اور اُسکو دارالاسلام اور دارالحرب ہونے میں وہ اسلامی سلطنت مدینہ کے حکم میں سمجھتے رہے۔ اور اُنکے اس قرارداد اور فعل کے خدا و رسول خدا بھی مصدق و مصوب رہے۔

ان واقعات مابعد کے شواہد و تاریخات کتب حدیث و سیر میں منقول ہیں۔ اسمقام میں انکا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

معالم التنزیل کی عبارت میں ابھی گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں پہنچکر بدر کی لڑائی سے کفار قریش کو مغلوب و تیغ کر چکے تھے کہ مہاجرین حبشہ ہنوز اسی ملک حبشہ میں تھے کہ اُنسے انتقام لینے کو وکیل کفار قریش حبشہ میں پہنچے تھے۔

اور صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ حبشہ کے مہاجرین مدینہ منورہ میں

عن ابی موسی قال بلغنا مخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن بالیمن فرکبنا سفینۃ فالقتنا سفینتنا الی النجاشی بالحبشۃ فوافقنا جعفر بن ابی طالب فاقمنا معہ حتی قدمنا فوافقنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح خیبر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکم انتم یا اھل السفینۃ ھجرتان (صحیح بخاری ص ۵۴۷)

لما رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الحدیبیۃ اقام شہرا وبعض شہر ذی الحجۃ ختام سنۃ ست واقام عن المحرم افتتاح سنۃ سبع ایاما قیل عشرین

فتح خیبر کے سال [illegible] حلبی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ فتح خیبر ہجرت نبوی کے ساتویں

۲۱۹

ایاماً او قریباً من ذلك ثم خرج الی خیبر وھذا ماذھب الیه الجمھور انتھی کلام الحلبی۔ (حاشیہ صحیح بخاری ص۶۰۳)

سال (یعنے ہجرت مہاجرین حبشہ کے پندرہویں سال) ہوئی تھی۔

وکتب صلی اللہ علیہ وسلم کتابا یدعوہ فیه الی الاسلام مع عمرو بن امیه سنة ست من الھجرة واسلم علی ید جعفر بن ابیطالب (قسطلانی شرح بخاری ص۲۲۳ جلد ۶۔)

اور قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں کہا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کو ہجرت نبوی کے چھٹے سال (یعنے ہجرت مہاجرین حبشہ کے چودھویں سال) نجاشی بادشاہ حبشہ کو اسلام کی دعوت کی۔ اور اُسنے حضرت جعفر کے ہاتھ پر بیعت اسلام کی۔

مدینہ منورہ کی اسلامی دارالسلطنت ہوجانے کے بعد مہاجرین حبشہ کا عیسائی سلطنت حبشہ میں (اسکو دارالہجرت و دارالاسلام سمجھ کر ایک عرصہ تک) ٹھہرے رہنا صاف یقین دلاتا ہے کہ کسی ملک کے دارالاسلام اور دارالہجرت ہونے کے لئے اسکا اسلامی سلطنت اور زیر حکومت اسلام ہونا۔ اور اُسکے فرمانروا کا بادشاہ اسلام ہونا ضروری اور لازمی نہیں ہے۔ بلکہ دارالاسلام اور دارالہجرت ہونے کس ملک کے لئے یہ امر کافی ہے کہ اس ملک کا فرمانروا اس ملک میں مسلمانوں کو آزاد آشائر مذہبی (نماز روزہ وغیرہ) سے مانع نہ ہو۔ اور اس ملک کے مسلمانوں کو امن و آزادی مذہبی حاصل ہو۔ گو بادشاہ کا اپنا مذہب غیر اسلام ہی کیوں نہ ہو۔ اور اُسکی سلطنت کے نسق و نظم میں اسی کے اصول مذہب یا آئین سلطنت پر عمل درآمد ہوتا ہو۔

اسی نظر سے اکابر صحابہ حضرت ابن عمر و و عائشہ صدیقہ نے فتح مکہ کے بعد

ان عبد اللہ بن عمر کان یقول لا ھجرة بعد الفتح وحدثنی لا ورزاعی عن عطاء بن ابی رباح قال زرت عائشة مع عبید بن عمیر اللیثی فسالناھا عن الھجرة فقالت لا ھجرة الیوم

جبکہ ہر جگہ امن قایم ہوگیا تھا ہجرت کو غیر ضروری کہا اور صاف فرمادیا تھا کہ ہجرت کا حکم اسوقت تھا جب کہ مسلمان اپنے دین کو بھگائے لئے پھرتے تھے۔ اس خوف سے

کان المؤمنون یفر احدھم بدینہ الی اللہ والی رسولہ مخافۃ ان یفتن علیہ فاما الیوم فقد اظہر اللہ الاسلام والیوم یعبد ربہ حیث شاء (بخاری ص۵۵۱) "قال القسطلانی فی شرح البخاری فقد اظہر اللہ الاسلام ونشت الشرائع والاحکام۔ یعبد ربہ حیث شاء فالحکم یدور مع علتہ قال الماوردی اذا قدر علی اظہار الدین فی بلد من بلاد الکفر فقد صارت البلدۃ بہ دار الاسلام فالاقامۃ فیہا افضل من الرحلۃ لما یترجی من دخول غیرہ فی الاسلام"

کہ وہ دین کے سبب فتنہ میں مبتلا ہوں گے آج اسلام کو خدا نے غلبہ دیا ہے۔ (یعنے کوئی کسی مسلمان کو اسلام کے سبب تکلیف نہیں پہنچاتا۔) آج مومن جہاں چاہے خدا کی عبادت کرے۔ **قسطلانی** نے شرح بخاری میں اس حدیث کے ذیل میں کہا ہے کہ امام ماوردی نے فرمایا ہے جب مسلمان کفار کے شہر میں اظہار دین پر قدرت ہو تو وہ شہر دار الاسلام ہو جاتا ہے۔ اسمیں رہنا اور بلاد اسلامیہ کیطرف ہجرت کرنے سے افضل ہے۔ کیونکہ وہاں رہنے میں اور لوگوں کا اسلام میں داخل ہونا متوقع ہوتا ہے۔

ان آثار و اقوال کے مصدق اقوال آئمہ فقہا مذہب حنفی بعد اختتام دلائل مقدمہ ثانیہ بیان ہونگے انشاء اللہ تعالیٰ۔

دلائل قسم دوم مقدمہ دوم

صحیح بخاری میں انس سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

فعن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا غزی بنا قوما لم یکن یغیر بنا حتی یصبح و ینظر فان سمع اذانا کف عنہم والا اغار بنا (بخاری ص۸۶) وعن عصام المزنی قال بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سریۃ فقال

لڑائی کو نکلتے تو صبح تک انتظار کرتے۔ پس اگر اذان کی آواز سنتے تو قتل سے رک جاتے اور عصام مزنی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ایک لڑائی میں بھیجا تو اُن کو بھی یہی ارشاد کر دیا کہ جہاں تم

اذا رایتم مسجدا او سمعتم مؤذنا فلا تقتلوا احدا (رواہ ابوداؤد ص۳۵۳ والترمذی ص۲۰)	کوئی مسجد دیکھو یا اذان کی آواز سنو وہاں کسی کو نہ مارو۔

اس حدیث کی شرح میں نیل الاوطار میں ہے۔ آپ کے اس ارشاد میں کہ مسجد دیکھو تو کسی کو نہ مارو یہ پایا جاتا ہے کہ کسی شہر میں صرف مسجد کا پایا جانا اس امر کے ثبوت کیلئے کافی ہے۔ کہ وہ شہر مسلمانوں کا ہے۔ یا وہ دارالاسلام ہے۔ گو اسمیں اذان کی آواز سُنی نہ جائے کیونکہ اسحدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لشکر کو دو نوامر سے ایک امر (اذان سننے یا مسجد دیکھنے پر) قتل سے رُک جانے کا حکم دیا ہے۔

قولہ اذا رایتم مسجدا فیہ دلیل علی ان مجرد وجود المسجد فی البلد کاف فی الاستدلال بہ علی اسلام اھلہ ان لم یسمع منہم الاذان لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یامر سرایاہ بالکف عند احد الامرین اما وجود مسجد او سماع الاذان (نیل الاوطار ص۱۴۲ جلد۸)	

دلیل قسم سوم مقدمہ دوم کی تفصیل

جن لوگوں نے ہندوستان کو دارالحرب کہا ہے اُنہوں نے یہ فتوے نہیں دیا۔ کہ ہندوستان سے ہجرت کرنا مسلمانوں پر فرض ہے جو ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا لازمہ تھا۔ اور انکا عمل اس فتوے کے اسکے برخلاف رہا۔ وہ اسی دارالحرب میں رہے۔ اور یہاں ہی فوت ہوئے۔ اور جو اب زندہ ہیں وہ اسی دارالحرب میں دندناتے ہیں۔ اور امید نہیں کہ اُنکے دل میں اس ملک سے ہجرت کی فرضیت کا خیال بھی گذرتا ہو۔ گذرتا تو کبھی اُنکی تحریر یا تقریر میں آتا اور از انجملہ بعض حضرات سے (جن سے یہ فتوے منقول ہے) اس فتوے کا خلاف وقوع میں آیا ہے۔ یعنے اُنہوں نے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں پہنچکر پھر اسی ہندوستان کو اپنا وطن بنایا۔ اور اسی دارالحرب میں پیک اجل کو لبیک کہا۔ لہذا ان کا فتویٰ اُنکے فعل سے ساقط الاعتبار ہوا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ کہ جن لوگوں سے ہندوستان کو دارالحرب کہنا منقول ہے یا آپ سُنا یا دیکھا جاتا ہے۔ وہ ہمارے علم میں چار صاحب ہیں اوّل شیخ مشائخنا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی۔ جنے اس مضمون کا فتوے فتاوے عزیزیہ میں منقول ہے۔ دوسرے مولوی عبدالحی صاحب مرحوم جنکے مجموعہ فتاوے میں اس قسم کا فتوے مطبوع ہے۔ تیسرے نواب صدیق حسن صاحب مرحوم رئیس بھوپال جنکے رسالہ حل سوالات عسکریہ میں (جو انکے رسالہ ناسخ و منسوخ کے ساتھ ملحق و شامل ہے۔) اس مضمون کا ایک سوال و جواب ہے۔ کہ آیا قلمرو نضارے یعنے ہندوستان سے ہجرت فرض ہے یا واجب یا مستحب۔ چوتھے مولوی محمد حسن صاحب مدرس اوّل اسلامیہ سکول راولپنڈی میں۔ اصل متوطن بہین ضلع جہلم۔ ازانجملہ پہلے تین صاحب تو اسی ہندوستان میں رہے۔ اور مدفون ہوئے۔ پہلے صاحب سے انکی زندگی میں یہ سوال ہوا کہ اگر ہندوستان دارالحرب ہے تو آپ اس سے ہجرت کیوں نہیں کرتے۔ اسکا جواب انکی طرف یہ دیا گیا ہے (چنانچہ نواب صاحب کے رسالہ مذکورہ میں ہے) کہ ہجرت کیلئے استطاعت شرط ہے۔ اور ہم میں استطاعت نہیں دوسرا جواب یہ کہ ہجرت علے الفور واجب نہیں ہے۔ لہذا ہمنے ابتک ہجرت نہیں کی تو کیا ہوا آئندہ کرینگے۔ اس جواب کو انکے اس عمل نے کہ وہ اس ملک میں فوت ہوئے رد کیا۔ اور عدم استطاعت کا عذر بھی غلط معلوم ہوتا ہے۔ شاہ صاحب اہل اسلام کے مسلّم مقتدا تھے اور اہل اسلام کی پبلک میں وہ وقعت و وجاہت رکھتے تھے کہ اگر وہ چاہتے تو اپنے متعلقین و عیال کے علاوہ سو دو سو اور اشخاص کو اپنے ساتھ لیجاتے۔ جیسا کہ انکے شاگرد و خلیفہ اور نواسہ حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب مرحوم نے جب اس ملک سے مکہ معظمہ کی طرف ہجرت کی (اسکو مستحب اور اولےٰ سمجھ کر نہ فرض جانکر چنانچہ حضرت شیخنا و شیخ الکل جناب مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی منع اللہ المسلمین بطول حیوتہ بیان فرماتے ہیں) تو انکو اس ہجرت کا آسانی سے سامان پہنچ گیا۔ پھر کیا بڑے شاہ صاحب ہجرت کرنا چاہتے

تو اسکا سامان نہ پاتے۔ بے شک پاتے اور ضرور پاتے۔ اور عمدہ پاتے۔ اس جواب سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب کسی کا از خود بنایا ہوا ڈہکوسلہ ہے۔ نہ شاہ صاحب نے ہندوستان سے ہجرت کرنے کو فرض کہا۔ اور نہ ترک ہجرت پر یہ عذر کیا۔ یہ فتوے بھی جو ہندوستان کو دارالحرب کو دارالحرب قرار دینے کی بابت اُنسے منقول ہے محل اشتباہ ہے۔ چنانچہ اس فتوی جواب میں ثابت کیا جائیگا۔

اور دوسرے تیسرے صاحب حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہو چکے۔ چنانچہ اپنی اپنی تصانیف میں اپنے حالات کے بیان میں وہ خود فرما گئے ہیں۔ اور پھر وہ اسی ہندوستان میں آکر رہے۔ اور اسی جگہ فوت ہوئے انکی طرف سے یہ جواب کون دیسکتا ہے اُنکو استطاعت نہ تھی۔ اور جبکہ اونہوں نے حرمین میں رہ کر پھر ہندوستان ہی میں اپنا مرنا پسند کیا تو انکی نسبت کون یقین کرسکتا ہے کہ وہ ہندوستان کو دل سے دارالحرب سمجھتے اور اس سے ہجرت کرنی۔ فرض و واجب جانتے۔ گو اُنکی تحریر میں کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ انمیں سے مولوی عبدالحی صاحب کا تو ایک فتوے بھی انکے مجموعہ فتاوے میں موجود ہے جسکو ہم اپنے شواہد میں نقل کرینگے۔ اسمیں صاف پایا جاتا ہے کہ اُنکے نزدیک ہندوستان دارالحرب نہیں ہے۔ وہ فتوے بھی انکے اس فتوے کو جسمیں ہندوستان کو دارالحرب ہونے کا حکم ہے بے اعتبار کرتا ہے۔

اب رہے چوتھے صاحب سو انکے خیال اور حال سے گو ہم پورے طور سے واقف نہیں صرف انکی صورت کو دو دفعہ لاہور کے جلسہ سالانہ انجمن نعمانیہ کے موقعوں پر دیکھا ہے اور جلسہ سرسری مذاکرہ کے وقت انکی گفتگو کو ہندوستان کے دارالحرب ہونے کی بابت سُنا تھا اس جلسہ مذاکرہ میں بھی اونہوں نے گو ہندوستان کو دارالحرب کہا مگر اس سے ہجرت کرنے کو فرض نہیں بنایا۔ اور اُنکے ظاہری حالات و مقالات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسملک سے ہجرت کرنے کو واجب نہیں جانتے[1]۔ پس اگر ہمارا یہ خیال درست ہے تو یہ دلیل اُنپر

[1] سراج الاخبار جہلم مطبوعہ ۱۰ ستمبر ۱۸۹۵ء میں ایک مضمون مولوی ابوالحسن محمد شریف صاحب کا چھپا تھا اسمیں مدرس صاحب کو ترک ہجرت کا الزام دیا گیا ہے اُسکے جواب میں مدرس صاحب نے وجوب ہجرت کا اقرار کیا ہے۔ تو اسکا پتہ دیں ورنہ ہمارا خیال آپ مان لیں۔

82

گورنمنٹ کی خدمت میں گذارش کرینگے۔ مگر کس عنوان اور صورت میں اور کس سبیل اور کس ذریعہ سے ؟ ۔ اسکی بابت ہم سردست کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھتے۔ اور ابہی ہمکو اولاً نام کے مسلمانان اتباع الہامی صاحب کے جواب کا انتظار مناسب ہے۔ ثانیاً دوسرے راشد مسلمانون کے اعیان کے جواب کا ثالثاً ہندو صاحبون کی مہربانی و توجہ کا ہان بالفعل ہم گورنمنٹ اور اُسکے ماتحت عدالتون سے اسقدر سفارش کرتے ہین کہ وہ قانون سیاست و تعزیر کے متعلق اس سوال پر غور کرین کہ اگر مثلاً کوئی دودہ فروش دودہ میں پانی ملاکر فروخت کرے۔ یا کوئی زرگر چاندی سونے میں کھوٹ ملاکر بیچتا ہو یا کوئی حکیم کسی دوا میں زہر ملاکر لوگون کو دیتا ہے یا کسی دوا مین ایسی چیز کی آمیزش کرتا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ (۳۰)

جو اشاعۃ السنہ نمبر ۴ وغیرہ جلد ۱۲ مین درج ہو کر شائع ہوا۔ بتفصیل مصرح ہے۔

اور بعضے حضرات ایسے ہین کہ جنہون نے آجتک آپ کے حق مین کچھ نہین کہا سکوت محض اختیار کیا ہے۔[1] (جسکا آپ کو بھی اعتراف ہے) باایں ہمہ آپنے ہندوستان و پنجاب کے چورانوے علماء اور اڑتالیس مشائخ و سجادہ نشینون کو اشتہار مباہلہ کے صفحہ ۶۶ میں مار ڈالنے یا بیمار کر دینے کی دہمکی دی ہے۔ کیا آپ یقین رکھتے تھے یا آپ رکھتے ہین کہ وہ سب کے سب آپ کو کافر کہتے ہیں۔ ؟ ۔ امید نہین کہ آپ ان سب کی نسبت اس یقین کا اظہار کرین۔ پھر آپنے ان سب کو مار ڈالنے کی دہمکی دی۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا فعل قتل ان لوگون سے مخصوص نہین جو آپ کو کافر کہتے ہون اور اسوجہ سے اپ انکو آپ کافر سمجھتے ہون۔ بلکہ وہ ان سب مسلمانون کو بھی شامل ہے جو آپ کے کسی الہام یا پیشگوئی کو نہ مانین۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا اپنے فعل قتل عام کو قتل حضرت مسیح خاص قتل کفار کے مشابہ کہنا دہوکھ و مغالطہ ہے۔

[1] یہ صاحب چاچڑان والے سجادہ نشین مولوی صاحب ہیں جنکا تکفیر الہامی سے سکوت ضمیمہ انجام آتھم مین الہامی صاحب نے نقل کیا ہے۔

پوری حجت الزامی ہے۔ اور اگر وہ اسمک سے ہجرت کو واجب و فرض سمجھتے ہیں تو پھر وہ بذریعہ اسی اخبار چودھویں صدی کے جسمیں اپنی رائے ظاہر کرا چکے ہیں اسکا اظہار کریں۔ پھر اس فرض کو ادا کرنے سے توقف کی وجہ بیان کریں۔ اور ہمسے اسکا جواب لیں۔ اگر آپ نے بھی وہی وجواب دیئے اور وہی دو عذر کئے جو شاہ عبدالعزیز صاحب کی طرف سے بنائے گئے ہیں تو انکا جواب ہم پیشگی دیتے ہیں۔ کہ اگر آپ کو مالی استطاعت نہیں تو ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کی جائداد منقولہ و غیر منقولہ کو فروخت کرکے آپ کے لئے زاد راہ کا بندوبست کردینگے۔ اور اگر کچھ کمی رہ گئی تو اسکے واسطے دیندار مسلمانوں سے چندہ کرادینگے۔ بس آپ بسم اللہ پڑھیں اور سفر ہجرت کی تیاری کریں اور آج کا کام کل پر نہ ڈالیں اور اپنے اسلاف کی حالت سے جو ہندوستان کو دارالحرب کہتے کہتے اس دارالحرب میں مدفون ہوئے عبرت پکڑیں۔ اور اگر عدم استطاعت کی وجہ کوئی اور ہے۔ تو اسکو بیان کریں۔ اسکے رفع و ازالہ کے لئے کوشش کرنے کو بھی ہم حاضر ہیں اگر ہماری اس برادرانہ نصیحت و مشورہ پر مولوی صاحب عمل نہ کیا ہجرت کی فرضیت کا اقرار بذریعہ اخبار مشتہر نہ کیا اور نہ ہمارے وعدہ انتظام پر ہجرت کا ارادہ ظاہر فرمایا تو اُنکے فتوے کا اعتبار بھی جاتا رہیگا۔ اور وہ فتوے "ش" کا مصداق ہوگا "ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں دکھانے کے اور" ان دلائل کی تفصیل سے ہماری دلیل جسپر ہمارا اعتماد و تعویل ہے پوری ہوئی جس سے یہ ثابت ہوئی کہ ہندوستان موجودہ حالت میں دارالحرب نہیں۔ اب ہم اس دلیل کی تائید میں فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ کے اقوال و روایات کو پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ہمارے حنفی بھائی یقین کریں اور مان لیں کہ مذہب حنفی کا فتوے بھی یہی ہے کہ ہندوستان دارالحرب نہیں ہے۔

نقل اقوال ائمہ و فقہاء مذہب حنفی در تائید جواب سوال اول

متن تنویر الابصار (۱) اور اُس کی شرح درمختار (۲) میں ہے۔ دارالاسلام

لا تصیر دار الاسلام دار الحرب الا بامور ثلثة باجراء احکام اهل الشرك وباتصالها بدار الحرب وبان لا یبقی فیها مسلم او ذمی امنا بالامان الاول علی نفسه ودار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فیها - کجمعة وعید وان بقی فیها کافر اصلی وان لم یتصل بدار الاسلام دوره (درمختار ص ۲۵۷ مطبوعہ دہلی)

تین امور کے جاری ہونے سے دار الحرب بنتی ہے۔ (۱) اجراء احکام شرک سے (۲) اسکے دوسرے دار الحرب سے متصل ہو جانے سے (۳) اسمیں کسی مسلمان یا ذمی کے امان اول پر باقی نہ رہنے سے اور دار الحرب صرف احکام اسلام مثل نماز جمعہ وعیدین کے جاری ہو جانے سے دار الاسلام ہو جاتی ہے۔ اگرچہ اصلی کافر مسلمانون کے ساتھ اُسمیں رہتے ہون۔ اور اگرچہ دوسرے دار الاسلام سے اسکو اتصال نہ ہو۔ یہ مضمون درر بحار میں بیان ہوا ہے۔

اور اُسکے حاشیہ رد المحتار (۳) میں ہے۔ کہ احکام شرک کے اجراء سے یہ مراد ہے۔ کہ

قوله باجراء احکام الشرك ای علی الاشتهار وان لا یحکم فیها بحکم اهل الاسلام (هندیه) وظاهره انه لو اجریت احکام المسلمین واحکام اهل الشرك لا تکون دار حرب (رد المحتار صفحه ۲۵۳ - جلد ۳)

وہی احکام علے الاعلان اسمیں جاری ہون۔ اور احکام اسلام سے کوئی ایک بھی جاری نہ ہو چنانچہ فتاوے عالمگیری میں ہے۔ ظاہراً اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اُس میں اہل اسلام اور اہل شرک دونوں احکام جاری رہینگے تو پھر وہ دار الحرب نہ ہوگی۔

ایسا ہی بعینہ طحطاوی (۴) حاشیہ درمختار میں ہے لہذا اسکی اصل عبارت نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور فتاوے (۵) عالمگیری میں کہا ہے۔ دار الحرب صرف ایک ہی شرط سے

اعلم ان دار الحرب تصیر دار الاسلام بشرط واحد وهو اظهار حکم الاسلام فیها - قال محمد رح فی الزیادات انما تصیر

دار الاسلام بن جاتا ہے۔ وہ یہ کہ اس میں احکام اسلام (مثل جمعہ وعیدین کے چنانچہ درمختار میں بیان ہوا ہے) ظاہر ہون۔ امام

دار الاسلام دار الحرب عند ابی حنیفة بشرائط ثلث - احدها اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتهار وان لا یحکم فیها بحکم الاسلام - الثانی ان تکون متصلة بدار الحرب لا یتخلل بینهما بلدة من بلاد الاسلام - والثالث ان لا یبقی فیها مومن ولا ذمی بامانه الاول الذی کان ثابتاً قبل استیلاء الکفار بالمسلم باسلامه و الذمی بعقد الذمة وصورة المسئلة علی ثلثة اوجه اما ان یغلب اهل الحرب علی دار من دورنا اذا ارتد اهل مصر وغلبوا واجروا احکام الکفر ونقض اهل الذمة العهد وتغلبوا علی دارهم ففی کل من هذه الصور لا تصیر دار حرب الا بثلث شرائط - وقال ابو یوسف رح و محمد رح بشرط واحد لا غیر وهو اظهار احکام الکفر وهو القیاس (فتاوے عالمگیری ص۱۴۶ جلد ۲)

محمدؒ صاحب نے کتاب زیادات میں کہا ہے کہ دار الحرب امام اعظمؒ صاحب کے نزدیک تین شرطوں کے اجتماع سے دار الحرب بنتی ہے ایک یہ کہ اسمیں احکام کفر کا اشتہار ہو۔ اور اسلام کے کسی حکم کا اظہار نہ ہو۔ دوسری شرط ہے کہ دار الحرب سے متصل ہو جاوے۔ اُسمیں کوئی اسلامی شہر حائل نہ ہو۔ تیسری یہ اُسمیں کوئی مومن یا کافر پہلے امان پر باقی نہ رہے ان شرطوں کے جمع ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ حربی کافر ہمارے ملک پر تسلط و غلبہ پائیں۔ دوسری یہ کہ اس شہر کے مسلمان (معاذ اللہ) مرتد ہو جائیں۔ تیسری یہ کہ ہمارے زیر حکومت امان میں رہنے والے کافر عہد توڑ کر اپنے ملک پر مستقل حاکم ہو جائیں۔ ان سب صورتوں میں ان تین شرطوں سے دار الاسلام دار الحرب ہو جائے گی۔ صاحبین کا قول ہے کہ صرف ایک اس شرط سے کہ اُسمیں احکام کفر کا اظہار ہو بغیر کسی حکم اسلام کا (جیسے جمعہ عیدین)

اظہار نہ ہو چنانچہ پہلے بالتصریح اسکی شرح ہو چکی ہے۔

ایسا ہی بزدوی کی شرح نقایہ میں اور فتاوے قاضیخان میں ہے۔ انکی اصل عبارت نقل کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ اور فصول عمادیہ میں ہے۔ ہمارے اصحاب مذہب

اختلف اصحابنا رحمهم الله ان دار الاسلام
متی تصیر دار الحرب قال الامام الاعظم
لا تصیر دار الحرب الا باجراء احکام الشرک
فیها وان تکون متصلة بدار الحرب لا یکون
بینها وبین دار الحرب مصر اخر للمسلمین
وان لا یبقی فیها مسلم او ذمی امنا بالامان
الاول معناه وان لا یبقی فیها مسلم او ذمی
امنا علی نفسه هکذا ذکر فی السیر الکبیر و
ذکر فی المنشور وان لا یبقی فیها مسلم او
ذمی امنا الا یامان المشرکین وعند ابی یوسف
ومحمد رحمهما الله اذا جروا فیها احکام الشرک
فانها تصیر دار الحرب سواء کانت متصلة
بدار الحرب او لم تکن تبقی فیها مسلم او ذمی
امنا بالامان الاول او لم یبق هما ذهابا فی
ذلک الی انا انما سمعنا ان دار الحرب تصیر
دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فیها
وان بقی کافر اصلی ولم تکن متصلة بدار
الاسلام بان کان بینها وبین دار الاسلام
مصر اخر لاهل الحرب فکذا وجب ان
تصیر دار الاسلام دار الحرب اذا اجروا
فیها احکام الشرک وان بقی فیها مسلم او

حنفی نے اسمیں اختلاف رائے ظاہر فرمایا ہے
کہ دارالحرب کسحالت میں دارالحرب بنتی ہے امام
اعظم مذہب حنفی نے فرمایا ہے کہ وہ تین شرطوں
کے اجتماع سے دارالحرب بنتی ہے۔ (۱) اجرار
احکام شرک سے (جسکے معنے عالم گیری۔
ردالمحتار و طحطاوی میں بیان ہوئے ہیں۔
کہ اسمیں صرف احکام کفر کا اشتہار ہو۔ احکام
اسلام سے (جیسے جمعہ عیدین ہیں) ایک حکم
کا بھی اسمیں اظہار نہ ہوتا ہو۔ (۲) وہ دارالحرب سے
ایسی متصل ہو جائے کہ مسلمانوں کا اور ملک یا
شہر اسکے متصل نہ رہے۔ (۳) اس میں کوئی مسلمان
یا ذمی کافر پہلے امان پر باقی نہ رہے۔ یہا
ہی سیر کبیر (۹) میں ہے۔ اور منشور (۱۰) میں
اس شرط سوم کی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ کہ
اسمیں مسلمان اور ذمی صرف مشرکین کی امان
و پناہ میں آکر رہتے ہوں۔ اور امام ابو یوسف
و امام محمد کے نزدیک صرف ایک شرط اول کی
تحقق سے (یعنے اجرا محض احکام کفر و عدم
اجرائے حکم واحد منجملہ احکام اسلام سے)
وہ دارالحرب بن جاتی ہے۔ دوسری شرطیں
(اتصال دارالحرب و عدم بقاء امان اول)

ذمی امنا بالامان الاول او کانت وسطھا والاسلام باجراء احکام الشرک فیھا اعتبارا لاحدیھما بالکثرۃ وکذلک ھذہ البلدۃ صارت دارالاسلام باجراء احکام الاسلام فیھا فما بقی شئ من احکام دارالاسلام فیھا یبقی دارالاسلام علی ما عرف ان الحکم اذا ثبت بعلۃ فما بقی شئ من العلۃ یبقی الحکم ببقائھا ھکذا ذکر شیخ الاسلام ابوبکر فی شرح سیر الاصل وذکرہ فی مواضع اخر منھا ان دارالاسلام لا تصیر دارالحرب اذا بقی شئ من احکام الاسلام وان زال غلبۃ اھل الاسلام وذکر صدر الاسلام ابوالیسر فی سیر الاصل ایضا ان دارالاسلام لا تصیر دارالحرب ما لم یبطل جمیع ما بہ صارت دارالاسلام کذا ذکرہ فی باب احکام المرتدین وذکر شیخ الاسلام الاسبیجابی فی مبسوطہ ان دارالاسلام محکومۃ بکونھا دارالاسلام فیبقی ھذا الحکم ببقاء حکم واحد فیھا ولا تصیر دارالحرب لا بعد زوال القرائن کلھا ودارالحرب تصیر دارالاسلام بزوال بعض القرائن وھو ان یجری

پائی جائیں یا نہ پائی جائیں۔ صاحبین اپنے قول کی یہ دلیل بیان فرماتے ہیں۔ کہ ہم سب کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ دارالحرب صرف ایک شرط اجراء احکام اسلام سے دارالاسلام بن جاتی ہے۔ اگرچہ اس کے ساتھ دوسری شرطیں متحقق نہ ہوں[1]۔ یعنے مسلمانوں کے ساتھ کافر اصلی امان پر رہتے ہوں[2]۔ اور وہ دوسرے دارالاسلام سے متصل نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ حربیوں کا دوسرا شہر متصل ہو اور جبکہ دارالحرب کو دارالاسلام بنانے میں صرف اسی ایک شرط کا لحاظ واجب سمجھا گیا ہے تو چاہیئے کہ ویسا ہی دارالاسلام کو دارالحرب بنانے کے لئے صرف اس ایک شرط کا لحاظ واجب ہو۔ کہ ہمیں احکام کفر وشرک کا اشتہار ہو۔ (اس معنے سے جو عالمگیری ورد المختار وطحطاوی میں بیان ہوئے ہیں) اگرچہ دوسری دونو شرطیں (اتصال[1] دارالحرب۔ بقاء امان اول[2]) ہمیں پائی نہ جائیں۔ امام صاحب کی اپنے قول پر یہ دلیل ہے۔ کہ دارالحرب اجراء احکام اسلام کے سبب دارالاسلام بنی تھی۔ پس

فیہا احکام اھل الاسلام وذکرا للامشی فی واقعاتہ انہا صارت دار الاسلام بھذا الاحکام الثلثۃ فلا تصیر دار الحرب مابقی شئ منہا وذکر السید الامام ناصر الدین فی المنشور ان دار الاسلام انما صارت دار الاسلام باجراء احکام اھلہ فاذا بقی علقۃ من علائق الاسلام یترجح جانب الاسلام وذکرہم فی الملتقطان البلاد التی فی ایدی الکفار لاشک انہا بلاد الاسلام لا بلاد للحرب لانہا غیر متاضمۃ لبلاد الحرب (فصول عمادیہ)

جب تک احکام اسلام سے ایک حکم بھی یہیں جاری رہیگا۔ وہ دارالاسلام کہلائے گی۔ اس اصول معروف کے مطابق کہ جب کوئی حکم کسی علت وسبب سے ثابت ہوتا ہے۔ تو جبتک اس علت یا سبب کا کوئی فرد باقی ہوگا وہ حکم باقی رہیگا۔ ایسا ہی شیخ الاسلام ابو بکر نے شرح سیر الاصل[11] میں ذکر کیا ہے۔ اور آپنے ایک اور جگہ اس کتاب میں کہا ہے کہ دارالاسلام کبھی دارالاسلام نہ ہوگی جبتک کوئی بھی حکم احکام اسلام سے اُسمیں پایا جائیگا۔ اگرچہ اہل اسلام غلبہ باقی نہ رہے

صدر الاسلام ابو الیسر نے شرح سیر[12] الاصل میں کہا ہے کہ دارالاسلام کبھی دارالحرب نہ ہوگی جب تک وہ جملہ احکام جنکے سبب وہ دارالاسلام بنی تھی باطل یعنے معطل نہ ہوجائیں۔ ایسا ہی باب احکام المرتدین میں آپنے ذکر کیا ہے۔ اور شیخ الاسلام سرخسی نے اپنی کتاب مبسوط[13] میں فرمایا ہے۔ کہ دارالاسلام پر دارالاسلام ہونے ہی لگایا جائے گا۔ یہ حکم اس کی نسبت باقی رہیگا۔ جب تک ایک حکم بھی احکام اسلام میں سے اسمیں باقی رہیگا۔ وہ کبھی دارالحرب نہ ہوگی۔ بجز اسکے کہ جملہ علامات (شعائر اسلام جیسے اذان وجماعت جمعہ وغیرہ) اس سے دور نہ ہوں۔ اور دارالحرب صرف بعض علامات کفر کی زائل ہونے سے دارالاسلام بن جاتی ہے۔ وہ علامت یہ ہے کہ احکام اسلام اسمیں جاری ہوں۔ اور لامشی نے اپنی کتاب واقعات[14] میں کہا ہے۔ کہ دارالحرب ان تین حکموں سے دارالاسلام بن گئی تھی پس جب تک ان تین میں سے کوئی حکم بھی پایا جائیگا وہ دارالحرب نہ ہوگی۔ اور سید امام

ناصر الدین نے کتاب منشور[۱۵] میں کہا ہے۔ کہ دارالاسلام اجراء احکام اسلام کے سبب دارالاسلام بنی تھی۔ پس جبتک ایک حکم احکام سے آپس باقی رہیگا اسپر دارالاسلام ہونے کا حکم لگایا جائیگا۔ اسلام کفر پر غالب رہیگا۔ (الاسلام یعلو ولا یعلی) اور کتاب ملتقط[۱۶] میں ذکر کیا ہے کہ یہ شہر جو (اُنکے وقت میں) کفار کے زیر حکم اور تصرف میں ہیں۔ بلاشک اسلام کے شہر ہیں نہ دارالحرب کیونکہ وہ ہر طرح سے دارالحرب سے ملے جلے نہیں ہیں۔ ایک دلیل انکے دارالحرب ہونے کی ملتقط میں اور بیان کی گئی ہے چونکہ وہ ہندوستان پر منطبق ہوتا تھی اسلئے ہم نے وہ نقل نہیں کی نقل مضمون و عبارت فصول عمادیہ پوری ہوئی۔ ایسا ہی بعینہ خزانۃ[۱۷] المفتین میں کہا ہے۔ اور اُسمیں عبارات سیر الاصل اور شرح سیر الاصل اور منشور سے جو عبارت فصول عمادیہ میں گذری ہیں استشہاد کیا ہے لہذا اسکی عبارت کا نقل کرنا بھی سخوف تکرار ملتوی ہوا۔

اور فتاوے بزازیہ[۱۸] میں ہے ہم بلا اختلاف حکم لگا چکے ہیں کہ یہ ملک (یعنے خوارزم جسمیں قاضی شہاب الدین مؤلف فتاوے بزازیہ سنہ ۸۰۶ھ ہوئے ہیں) تسلط کفار تاتار سے پہلے دارالاسلام تھا۔ اور اُنکے تسلط کے بعد بھی اسمیں جمعے جماعتیں قائم تھیں۔ اور مقتضے شرع کے مطابق حکم اور فتوے اور درس بغیر ممانعت و انکار حکم کفار کے جاری تھا ایسے ملک پر دارالحرب ہونیکا حکم لگانا کوئی راہ نہیں رکھتا نہ روایت یعنے اقوال مجتہدین کیطرف نہ درایت یعنے دلیل کتاب و سنت کی جانب۔

وقد حکمنا بلاخلاف ان هذه الدیار قبل استیلاء التتار کان من بلاد الاسلام و بعد استیلائهم اعلان الجمع والجماعات والحکم بمقتضی الشرع والفتوی والتدریس شائع بلا نکیر من متولیهم فالحکم بانها من دار الحرب لاجهة لدا لی الدراسة و الدرایة (فتاوے بزازیہ)

یہ عبارت چونکہ ہمارے مخاطب مدرس صاحب کے مدعا کی صریح مخالف تھی۔ اور یہ ہندوستان کو (جسمیں جمعہ و جماعتیں بے روک ٹوک حکام کے ہوتی ہیں۔ اور صدہا واقعات میں احکام شرع مطابق قاضیان اور مفتیان اسلام کے برائیمونٹی انکام و فتوے جاری

میں بلکہ بعض معاملات نکاح طلاق وہبہ وراثت میں تو خود سلطنت نے اپنے قانون کو شرع محمدی کے تابع کیا ہوا ہے چنانچہ بضمن جواب عبارت (جامع الرموز متمسکہ مخاطب اُسکی تفصیل ہوگی انشاء اللہ تعالےٰ) ڈنکہ کی چوٹ اور نقارہ کی آواز کے ساتھ دار الاسلام بناتے تھے۔ لہٰذا اُنہوں نے اس عبارت کا مطلب بیان کرنے میں عجب محرفانہ تصرف کیا ہے مجمعے اور جماعتوں کے قائم ہونے کا یہ مطلب[1] بتایا ہے کہ حکم کفار تاتار سے جمعہ جماعتیں قائم ہوتی تھیں اور مفتی شرع کے مطابق حکم ہونے کے یہ معنے بتائے ہیں کہ ہر قسم کے تنازعات میں حکم شرع پر فیصلہ ہوتا تھا۔ حتےٰ کہ بندوبست نظم ونسق ملک بھی شریعت محمدیہ کے مطابق ہوتا تھا۔ اور اُسپر بلا نقل تفصیلی کتاب آثار البلدان کا حوالہ دیا ہے۔ اس تحریف وتصرف کا مفصل جواب ہم اُسوقت دینگے جسوقت ہمارے مخاطب یہ نقل تفصیلی کتاب آثار البلدان یہ ثابت کردینگے کہ سلطنت تاتار ہر ایک امر متعلق سلطنت میں احکام شرع محمدی کے تابع تھی۔ اور مسلمانوں کو جمعے وجماعتیں کے قائم کرنے کا حکم خود دیتی تھی۔ (ہمارے مخاطب یہ کہنا شائد بھول گئے کہ سلطنت تاتار خود بھی نماز جمعہ میں شریک ہوجاتی اور کلمہ بھی پڑہتی تھی۔) سردست انکا یہ مجمل جواب کافی ہے۔ کہ اس فتاوے بزازیہ میں عبارت منقولہ سابق کے متصل بیان کیا ہے۔ کہ اس

واعلان البیع الخمور واخذ الضرائب والمکوس والحکم من النقص برسم التتار کاعلان بنی قریظة بطلب الطاغوت ومع انك كانت بلدة اسلام بلا ريب (فتاوے بزازیہ)

شہر میں شراب کی بیع علانیہ۔ اور ٹیکس اور چونگی وغیرہ امور میں تاتار کے موافق ہونا ایسا تھا جیسے اطراف مدینہ میں بنی قریظہ کا طاغوت کو چاہنا ومعہذا مدینہ دار الاسلام کہلاتا دار الحرب نہ ہوا تھا (جسکی وجہ ظاہر یہ ہے۔ کہ کسی ملک کے دار الاسلام ہونے کیلئے جملہ احکام اس ملک کا مطابق اسلام ہونا شرط نہیں۔ بلکہ صرف بعض احکام کا موافق اسلام ہونا کافی ہے۔) جیسے ابتداء میں مدینہ کا حال تھا۔

اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ ملک خوارزم میں کُل انتظام وبندوبست ملک

[1] سراج الاخبار جلد ۱۵ جولائے ۱۸۹۵ء میں آپنے یہ مطلب بتایا ہے۔ یہ پرچہ ۱۸۹۵ء میں ہماری نظر سے گذرا تھا۔ حال میں وہ پرچہ ایڈیٹر سراج الاخبار جملہ سے طلب کیا گیا تو انہوں نے نہ پرچہ بھیجا اور نہ جواب خط۔ وہ خط انکو ملا ہے اور انہوں نے عمداً اغماض کیا ہے۔ تو وہ افسوس کا محل ہیں کہ حنفی المذہب کہلا کر امرید رحلت سود کے جانتے ہیں اور اسکے خلاف کی مدد سے کن رکاوٹ ہوئے۔

احکام اسلام مطابق نہ تھا بلکہ سررشتہ آبکاری و ٹیکس و چونگی وغیرہ امور متعلق انتظام ملک آئین تاتار کے مطابق تھا۔ کیا اسلام میں چونگی کا حکم ہے یا کسی پر سوائے زکوۃ مفروضہ ٹیکس لگانا اسلامی حکم ہے۔ یا خرید و فروخت شراب کی آمدنی اور محکمۂ آبکاری قائم کرنا اسلامی حکم ہیں کیا وہاں ان امور کے متعلق تنازعات واقعہ ہوتے تو وہ حکم شریعت سے انفصال پاتے اور کوئی قاضی یا مفتی (مولویصاحب جیسے) اسکا فیصلہ شریعت سے کرتے تھے؟

نہیں نہیں ہرگز نہیں ان احکام کفریہ کے سلطنت تاتار میں پائے جانے سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ مولویصاحب کا وہ دعوے بندوبست ملک تاتار و قطع تنازعات ہر قسم شرع کے موافق تھا۔ رجم بالغیب ہے۔ اور عقل یہی فیصلہ کرتی ہے جیسا کہ نقل فتاوے بزازیہ نے فیصلہ کیا ہے۔ کیونکہ اگر سلطنت تاتاری کافر تھے تو کچھ نہ کچھ احکام کفر بھی انکے ماتحت سلطنت ملک خوارزم میں جاری ہونگے۔ جیسے کہ بعض احکام اسلام بھی جاری تھے۔ اس صورت میں وہ سلطنت ہندوستان کی مانند ہوگئی جسمیں بعض احکام اسلامی جاری ہیں۔ بعض احکام غیر اسلامی۔ اور اگر انکی سلطنت میں حکم کفر کوئی بھی جاری نہ تھا نہ افیشلی نہ پرائیوٹلی نہ پبلکلی نہ پرنسلی تو پھر وہ سلطنت کافروں کی سلطنت کیوں کہلائے مسلمان کیوں نہ قرار پائے حق یہ ہے کہ اس سلطنت کی آئین کفر تھی و معہذا مسلمانوں پر حاکم قاضی مسلمان مقرر کردیا تھا جس سے وہ خود اپنے مذہبی فیصلے کرائیں۔ خواہ جمعہ و جماعت کا کام لیں اور شرح[19] زیادات عتابی میں ہے۔ دار الاسلام تین شرطوں کے اجتماع کے سوا دار الحرب نہیں ہوتی۔[1] اجراء احکام کفر (جسکے معنی ص ۳۱۳ وغیرہ میں بارہا بتائے گئے)۔[2] دار الحرب سے اسکا متصل ہونا ایسی طور پر کہ مسلمانوں کا کوئی شہر اس سے ملتا نہ ہو۔[3] مسلمانوں اور ذمیوں کا پہلی امان پر نہ رہنا۔ امام صاحب نے یہ تین شرطیں اسلئے کی ہیں کہ اس سے

دار الاسلام انما یصیر دار الحرب بثلثة شرائط احدهما اجراء احکام الکفر علی الاشتهار والثانی ان تکون متضامة بدار الحرب ای متصلة لا یتخلل بینهما بلدة من بلاد المسلمین والثالث ان لا یبقی فیها مسلم او ذمی امنا بالامان الاول مشرط

هذه الشرائط ليكون علما على تمام القهر والاستيلاء اذ دار الاسلام يحتاط لارتباطه لها وعندهما تصير دار الاسلام دار الحرب باجراء احكام الكفر فيها (شرح زیادات عتابی)

معلوم ہو کہ اس ملک پر کافروں کو پورا غلبہ ہے اسی صورت میں اسپر دار الحرب ہونے کا حکم لگایا جائے گا کیونکہ بغیر تحقق ان سب شروط کے دار الاسلام پر دار الحرب ہونے کا حکم لگانے میں احتیاط کیجاتی ہے۔ (فان الاسلام یعلو ولا یعلی) صاحبین کے نزدیک ایک ہی شرط (اجرا احکام کفر) کی تحقق سے (جسکے معنے بارہا عالمگیری وغیرہ سے بتائے گئے ہیں) دار الحرب ہونے کا حکم لگایا جائیگا۔

مولوی عبد الحی (۲۰) صاحب مرحوم کے مجموعہ فتاوے میں ان عبارت شرح زیادات اور عبارات بزازیہ اور خزانۃ المفتین اور طحطاوی وغیرہ کو نقل کرکے کہا ہے۔ ان عبارات سے اور اُن کی امثال سے واضح ہے کہ دار الحرب ہونے میں دار الاسلام کی شرط یہ ہے۔ کہ احکام کفر علے سبیل الاشتہار جاری ہوں۔ اور احکام اسلام بالکلیہ موقوف کردیئے جائیں۔ اور شعائر اسلام وضروریات دین کفار مداخلت کرنے لگیں اور یہ شرط اتفاقی ہے۔

کتاب جامع الرموز (۲۱) میں اسی قول وروائت کو پسند کیا گیا ہے۔ اور اسی کے مطابق آخری فیصلہ کیا ہے۔ اس کتاب سے چونکہ ہمارے مخاطب مدرس صاحب نے (غلطی سے) اسکو اپنی مؤید سمجھ کر استدلال و تمسک کیا ہے۔ لہذا ہم اس کتاب کی عبارت کو ان ہی کی دستاویزات میں نقل کرکے اس سے اپنا مدعا ثابت کرینگے۔ انشاء اللہ تعالے اسیوجہ سے اس مقام میں اس عبارت کو نقل نہیں کیا۔ صرف اُسکا نمبر شمار اپنی مؤیدات میں درج کرلیا ہے۔

اور طرفہ ترین شہادات حضرت شاہ عبد العزیز (۲۲) صاحب کی اس فتوے کی شہادت ہے۔ جسکو ہمارے مخاطب اپنی دستاویز بنائے ہوئے ہیں۔ اس فتوے میں بجواب اس سوال کے "دار الاسلام دار الحرب میشود یا نہ" آپ صاف فرماتے ہیں۔ از کتب معتبرہ اکثر ہمیں

جس سے اُسکی تاثیر کم ہو جاتی ہو تو اُس شخص کو پولیس بغیر استغاثہ یا باستغاثہ کے جانچ سکتی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک شخص جھوٹے الہام (جسمین لوگون کی تخویف مجرمانہ پائی جاتی ہو۔ اور کسی شخص کی کسی خاص میعاد کے اندر مر جانے کی خبر ہو) از خود بنا کر شائع کرتا ہو۔ اور خود اُسکے اقبال سے اس الہام کے اثر سے موت کا وقوع بھی ہو گیا ہو اور اُسکے انتقام میں اُسکے تمام فریق کو جسمین وہ شمار کیا جاتا ہو طرح طرح کی تکالیف پہنچی ہے ہون۔ تو پھر گورنمنٹ یا اُسکے ماتحت عدالت یا پولیس اسکی طرف متوجہ نہین ہوتی۔ اور اسکو ایسے خوفناک الہامات شائع کرنے سے نہیں روکتے۔ کیا انسان کا خون ایک سیر دودھ کے برابر بھی قیمت نہین رکھتا۔ اور قانون شہادت کے متعلق وہ اس سوال پر غور کرین کہ ایک شخص ایک واقعہ قتل یا سرقہ کی نسبت قبل از وقوع سارے پتہ دیتا ہے۔ کہ فلان وقت وہ قتل یا سرقہ واقعہ ہوگا۔ اور فلان ہتھیار یا آلہ نقب سے وہ وقوع میں آئیگا اور قاتل یا سارق کا اسوقت یہ لباس ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ اور پھر باعتراف اس شخص کے ایسا ہی وقوع میں گیا۔ تو پھر کیا عدالت کا فرض یا حق نہین ہے کہ اس شخص سے قاتل یا چور کی سراغ رسانی کی بابت سوال کرے۔ اور اسکو گواہ بنا کر قتل یا سرقہ کا ثبوت بہم پہنچائے۔

ہم قانون پیشہ نہیں۔ مگر قانون کی کتابون میں ایسی دفعات دیکھتے ہیں کہ از انجملہ بعض الہامی حسنا کی ایسی پیشگیویون پر پوری منطبق ہوتی ہیں۔ اور بعض کا اصل اصول منطبق ہوتا ہے اور گورمنٹ کا خسروانہ فرض ہے کہ انتظامی طور پر ہی خود بخود یا شخص یا جماعت مسلمانان یا ہندوؤن کی توجہ دلانے پر زیادہ نہین تو اتنا تو کرے کہ الہامی صاحب سے پرائیویٹلی یا ڈمی افیشل چٹھی کے ذریعہ سے قاتل کا سراغ پوچھے۔ اور آئندہ ایسی پیشگوئی سے اُسکو روک دے۔

یہ بات گورنمنٹ پر مخفی نہین کہ یہ امر مذہب مین دست اندازی نہیں۔ اور گورنمنٹ

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

روایت اختیار کردہ اندکہ دارالاسلام دارالحرب میتواند شد بشرائط ثلثہ و در مختار مینویسد کہ تصیر دارالاسلام دارالحرب لا باموز ثلثۃ الخ۔ اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد جو اس میں کافی سے نقل کیا گیا ہے۔ اور ہندوستان میں احکام اسلام کے جاری ہونے میں گفتگو کی ہے اسکا جواب کافی وشافی بضمن جواب اس فتوے کے ادا ہوگا۔ انشاء اللہ تعالے۔

اس عبارت میں شاہ صاحب کا یہ اعتراف تو بڑی صراحت سے پایا جاتا ہے۔ کہ اکثر معتبر کتب مذہب حنفی مین وہی روایت اختیار کی گئی ہے جو درمختار وغیرہ میں مرقوم ہے۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاں اسلام کے بعض احکام بھی جاری ہون (جیسے جمعہ وجماعت) وہ دارالحرب نہیں۔ بالجملہ کتاب تنویر الابصار (۱)۔ درمختار (۲)۔ ردالمحتار (۳)۔ طحطاوی (۴) فتاوے (۵) عالمگیری۔ برجندی (۶)۔ قاضیخان (۷)۔ فصول عمادیہ (۸)۔ سیر کبیر (۹) شرح سیر کبیر (۱۰)۔ منشور (۱۱)۔ مبسوط (۱۲)۔ واقعات لامشی (۱۳)۔ ملتقط (۱۴)۔ خزانۃ المفتین (۱۵) فتاوے (۱۶) بزازیہ۔ شرح (۱۷) زیادات عتابی۔ فتوے (۱۸) مولوی عبدالحی مرحوم جامع (۱۹) الرموز۔ تسلیم ونقل روایت شاہ عبدالعزیز مرحوم سے آفتاب نیمروز کی طرح ثابت ہے۔ کہ باتفاق حضرت امام ابوحنیفہ اور انکے صاحبین کے بلاد ہندوستان جنمین شعائر اسلام جمعہ جماعات وغیرہ بلا روک ٹوک حکام وقت علے الاعلان جاری ہیں۔ اور بعض معاملات متعلق حکومت میں بھی احکام اسلام پر حکم ہوتا ہے۔ دارالحرب نہیں بلکہ دارالاسلام ہے۔ اور اگر خدانخواستہ باشد) اسمیں جملہ شعائر اسلام اُٹھ جاویں۔ حکام وقت کسی کو نماز بھی نہ پڑھنے دیں۔ اذان اور جماعت سے روکین۔ کسی ایک حکم اسلام پر عمل نہ کرنے دیں۔ (خدا وہ دن نہ لائے) تو بصورت میں بھی امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک یہ ملک پھر بھی دارالحرب نہ ہوگا۔ جب تک کہ دوسری شرط چاروں طرف سے اسکا دارالحرب سے مل جانا۔ اور کسی جانب سے کسی اسلامی سلطنت کا جس سے اسکے مسلمانوں کو مدد پہنچنے کی توقع ہو۔ اس سے اتصال نہ ہونا۔ (خدا اس شرط کو وجود میں نہ لائے) متحقق نہ ہو۔ ہاں صاحبین کے نزدیک وہ دارالحرب ہوجائیگا۔ بصورت میں

ہم کو صاحبین سے اتفاق اور انکی پیروی کرنی ہوگی۔ اور شرط اول کا تحقق اسکے دارالحرب ہونے کے لئے کافی سمجھا جائیگا۔

اس شرط کی شرح اور تفسیر تو عالمگیری اور ردالمحتار و طحطاوی میں یہ ہوئی ہے (جو بار ہا بتائی گئی ہے) کہ جملہ احکام اسلام معاذ اللہ اٹھ جائیں۔ ہمارا یہ **اعتقاد و ایمان** ہے (جسکو ہم بلا خوف موجودہ سلطنت ظاہر کرتے ہیں) کہ جن احکام اسلام کی تعمیل مسلمانوں کی ذات سے متعلق ہے۔ حکومت اور سیاست سے اُنکا تعلق نہیں ہے۔ ان احکام کے مجموعہ کا اوٹھا دینا تو بالا رہے۔ اگر کوئی حاکم کبھی سلطنت اوٹھانا چاہے اور مسلمانوں کو اُسکے ادا کرنے سے منع کرے اور حکماً روک دے مثلاً نماز پڑھنے نہ دے یا کم سے کم سنت اذان سے منع کردے (جیسا کہ سکھوں کے عہد میں ہوا تھا) تو اسوقت ملک دارالحرب ہوجائیگا۔ اور مسلمانوں کو اس ملک سے وسعت و طاقت ہوتے ہجرت کرنا فرض عین ہوگا۔ اور ایک رات اس ملک میں بسر کرنا حرام ہوگا۔ مگر کسی حاکم کا یہ کہنا ہمارا فرض ہے کہ اس زیرک اور دوراندیش سلطنت سے ہرگز ہرگز یہ خوف و اندیشہ نہیں۔ کہ مسلمانوں یا اور رعایا کے کسی مذہبی امر میں مداخلت بیجا کرکے اور اپنے بشتار قدیم کا خلاف کرکے اس ملک کے ازادی مذہبی چھینکر اسکو دارالحرب بنادے یہ سلطنت جو روز بروز ترقی کر رہی ہے یہ اسکی انٹولرنس (غیر طرفداری مذہبی) اور آزادی کا نتیجہ ہے۔ لہذا ممکن نہیں ہے کہ آیندہ وہ اسکا خلاف کرے۔ اور اس ملک کو دارالحرب بنادے بعض نادان مسلمانوں کا یہ خیال کہ کورٹ آف وارڈس کے ذریعہ سے یتیموں کے مال کا لینا یہ بھی ایک غلط رویہ ہے جو بعض اسلامی سلطنتوں میں بھی ہوتی ہے[1]۔

جواب سوال دوم کی دلیل اور اس کے خلاف کا جواب

ہندوستان اگر بالفرض والتقدیر دارالحرب ہو تو اس صورت میں بھی اس ہندوستان میں غیر اقوام سے سود لینے کے عدم جواز کے وہ نصوص (قرآن و حدیث) دلیل ہیں جنمیں مطلقاً بغیر کسی قید کے سود کو حرام کیا گیا ہے۔ اور کسی جز و سود کو جو بظاہر الفاظ سود کہلائے

احل اللہ البیع وحرم الربوا (فواح - ع ۳۰)
ولا تاکلوا الربوا (ال عمران ع ۱۴)

[1] اسکی تفصیل ہم کسی اور موقع پر کریگے انشاء اللہ تعالیٰ

احادیث پہلے فتوے میں ملاحظہ ہوں ص۲۵ وغیرہ

اور وہ آیت الربوٰ کا لغۃً وعرفاً مورد ہو سکے۔ اس محرم سود سے مخصوص یا مستثنیٰ کرنا۔ اور اسکو شرعی محرم سود نہ کہنا ایسا ہے جیسا کوئی کسی ایک بوتل شراب کو لغۃً وعرفاً شراب کہلاوے۔ اس شراب سے جسکی حرمت قرآن میں وارد ہے۔ مخصوص و مستثنیٰ کرے۔ اور یہ کہے کہ یہ وہ شراب نہیں جسکی حرمت قرآن میں وارد ہے اسکا ایسا کہنا نص قرآن پر زیادت ہے۔ اور یہ نسخ یا بقول بعض علماء تخصیص کہلاتی ہے۔ جو حنفی مذہب میں جائز نہیں ہے۔ ایسا ہی اس سود کو جو ایک مسلمان دار حرب میں جاکر غیر مسلم حربی سے سود کے نام سے وصول کرتا ہے۔ اور وہ وہ بھی سود ہی کے نام سے اسکو دیتا ہے۔ اور وہ لغۃً و عرفاً سود کا مصداق ہے۔ افراد سود سے جسکو آیت الربوٰ [illegible] ہے نکالنا اور اسکو ربوا محرم کا مصداق نہ کہنا نسخ یا تخصیص) ہے۔ اور نص قرآن پر زیادتی ہے۔ جو حنفی مذہب میں جائز نہیں۔

صاحب ہدایہ نے اس سود کے جو مسلمان عربی کافر سے لے سود نہ ہونے پر دو دلیلیں پیش کی ہیں جنکی شہادت سے اس سود کو محرم سود سے مستثنیٰ و ممتاز کیا ہے۔ ایک [illegible] دوسری عقلی چند بچہ کہا ہے۔ دار الحرب میں مسلمان اور حربی [illegible] جس سود کا لین دین ہو وہ سود ہی نہیں۔

قال ولا ربوا بين المسلم والحربي في دار الحرب خلافا لابي يوسف والشافعي لهما الاعتبار بالمستامن منهم في دارنا وله قوله عليه السلام لا ربوا بين المسلم والحربي في دارهم فباتي طريق اخذه المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم يكن فيه غدر بخلاف المستامن منهم لان ماله محظور بعقد الامان (ہدایہ ص۴۳ جلد ۲)

یعنے وہ اس سود کے (جسکی حرمت آیت ربوٰ میں وارد ہے) افراد سے مستثنیٰ یا جداگانہ چیز ہے۔ امام ابو یوسف امام شافعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ وہی سود ہے اور اسی کی افراد داخل و شامل ہے۔ ان صاحبوں کی دلیل یہ ہے۔ کہ حربی کافر ہمارے ملک میں امن پاکر آرہے تو اسکا مال ہمکو سود کے نام سے لینا بالاتفاق ناجائز ہے۔ ایسا ہی دار الحرب

۹۴۴

میں ہونا چاہیئے۔ امام صاحب کی دلیل اسکے جواز پر نقلی یہ حدیث ہے کہ مسلمان اور حربی کا دارالحرب میں جو سود کا معاملہ ہو وہ سود نہیں ہے۔ اور عقلی دلیل یہ ہے کہ حربیوں کا مال دارالحرب میں مسلمان کے لئے مباح ہے۔ وہ جس طریق سے بشرطیکہ اسمیں غدر نہ پایا جائے اسکو لے جائز ہے۔ اور جو حربی ہمارے ملک میں امان پاکر آرہے اُسکا مال لے لینا اس کی امان کے سبب مسلمان کو ممنوع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وہ حربی کے مال کی نظیر نہیں ہو سکتا۔ خاکسار کہتا ہے یہ دونو دلیلیں صاحب ہدایہ کی ضعیف ہیں۔ اور یہ اس قابل نہیں کہ وہ اس سود کو جو مسلمان حربی سے لے سود ہونے سے خارج یا مستثنیٰ کردیں۔

پہلی دلیل نقلی اسلئے ناقابل ہے کہ وہ حدیث مرسل ہے بسند متصل آنحضرت تک نہیں پہنچتی اسمیں کا خود حنفی علما، کو (جو ہدایہ کے شارح ہیں اور اس کی حدیثوں کی تخریج کرتے ہیں) پتہ لگاتے ہیں۔ اعتراف ہے۔

امام زیلعی حنفی نے ہدایہ کی تخریج میں کہا ہے۔ صاحب ہدایہ نے جو حدیث بیان کی ہے

قولہ لا ربوا الخ قلت واسندہ البیہقی فی المعرفۃ فی کتاب السیر عن الشافعی قال قال ابو یوسف رح انما قال ابو حنیفہ رح ھذا لان بعض المشیخۃ حدثنا عن مکحول عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لا ربوبین اھل الحرب واظنہ واھل الاسلام۔ قال الشافعی رح ھذا	اُسکو امام بیہقی کتاب معرفت کی کتاب السیر میں امام شافعی کے واسطے لایا ہے۔ اُنہوں نے فرمایا۔ امام یوسف نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ اسلئے یہ بات کہی ہے کہ بعض مشائخ فی ہم سے مکحول کی حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ اہل حرب میں سود نہیں۔ میرا یہ خیال ہے کہ یہ بھی کہا ہے کہ اور اہل اسلام میں

لہ اس حدیث میں ایک یہ خلل ہے بھی ہے۔ کہ مکحول سے احادیث کو روایت کرنے والے مشائخ مجہول الاسم والحال ہیں۔ اور مجہول کی روایت لائق اعتماد نہیں۔ جب تک اُس کی تعیین و توثیق نہ ہو۔

لیس بثابت ولا حجۃ فیہ (تخریج زیلعی)

اور امام شافعی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں۔ اور یہ لائق سند نہیں ہے۔ ایسا ہی بعینہ **امام ابن حجر شافعی نے درایۃ** تخریج ہدایہ میں کہا۔ اور فرمایا ہے کہ میں نے اس حدیث کا کہیں پتہ نہیں پایا۔ بجز اسکے کہ امام شافعی نے اسی کی نسبت وہ ذکر کیا جو زیلعی سے منقول ہوا ہے۔

شیخ ابن الہمام نے جو حنفی مذہب اور کتاب ہدایہ کے حتے الوسع بڑے ناصر و حامی ہیں۔ **فتح القدیر** میں اس قول ہدایہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔ کہ امام احمد و امام مالک بھی اسی قول کے قائل ہیں۔ جسکے قائل شافعی اور امام ابو یوسف ہیں۔ (کہ دارالحرب میں حربی سے سود لینا جائز نہیں) اور فرماتے ہیں کہ ان سب اماموں کی دلیل نصوص حرمت ربوٰ کا اطلاق یعنے بے قید ہونا ہے جنمیں یہ قید نہیں کہ سود + (جو اس آیت میں حرام ہوا ہے) وہ کسی خاص مکان (دار الاسلام) میں ہو تو حرام ہے۔ دارالحرب میں ہو تو حلال ہے۔ اور نیز اُس حربی کے (جو امان پاکر ہمارے ملک میں آرہے) حکم پر قیاس انکی دلیل ہے۔ امام صاحب کی دلیل وہ حدیث ہے کہ مسلمان اور حربی میں دارالحرب میں سود نہیں جو بعض مشائخ نے مکحول سے نقل کی ہے۔ جسکی نسبت امام شافعی نے کہا ہے کہ وہ حدیث ثابت و لائق سند نہیں ہے۔ پھر **شیخ ابن الہمام** نے اس قول امام شافعیؒ کے جواب اور مقابلہ میں فرمایا ہے کہ مبسوط میں کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ اور مکحول

قولہ ولا بین المسلم والحربی فی دار الحرب خلافا لابی یوسف والشافعی ومالک واحمد ×× لھم اطلاق النصوص فانھا لم تقید المنع بمکان دون مکان والقیاس علی المستامن منھم فی دارنا فان الربوٰ یجری بین المسلمین وبینہ کذا الداخل منا الیھم بامان ولابی حنیفۃ ومحمدؒ ماروی انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ربوٰ بین المسلم والحربی فی دار الحرب وھذا الحدیث غریب ونقل ماروی مکحول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ + ×× قال الشافعی وھذا الحدیث لیس بثابت ولا حجۃ فیہ اسندہ عنہ البیھقی قال فی المبسوط ھذا مرسل ومکحول ثقتہ والمرسل من مثلہ

مقبول ولان ابا بکر قبل الهجرة حين انزل اليه الم غلبت الروم الآية قال له قريش ترون ان الروم تغلب قال نعم قال فهل لك ان تخاطرنا فخاطرهم × × × ولان مالهم مباح واطلاق النصوص في مال محظور وانما يحرم على المسلم اذا كان بطريق الغدر فاذا لم ياخذ غدرا فباي طريق ياخذه حل بعد كونه برضى × × × وهذا لا يفيد لمعارضة اطلاق النصوص الا بعد ثبوت حجيته حديث مكحول وقد يقال لو سلم حجيته فالزيادة بخبر الواحد لا يجوز فاثبات قيد زائد على المطلق × × هو الزيادة لا يجوز ويدفع بالقطع بان المطلقات مراد بها المال المحظور لحق مالكه ومال الحربي ليس بمحظور الا لتوقي الغدر (فتح القدير ص۱۵۰ جلد ۳)

یہ مرسل روائت کی ہے ثقہ (معتبر) ہے اور ایسے شخص ثقہ کی مرسل مقبول لائق سند ہوتی ہے۔ پھر اسپر ایک اعتراض نقل کیا۔ اور کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل ومقبول اور لائق سند ہو تو پہر بھی اس لائق نہیں کہ وہ اطلاق (بے قید حکم) قرآن کا مقابلہ کر سکے۔ اور اسپر زیادتی کر کے حکم حرمت ربو کو اس سود سی مخصوص کر دے۔ جو دار الاسلام میں لیا جائے۔ اور اس سود کو اس حکم حرمت مستثنےٰ اور جدا کر دی جو دار الحرب میں کافروں سے لیا جائے۔ پھر اعتراض کا ایک جواب یہ بھی دیا ہے جسکا اردو بیان اور اُسکا جواب ہدایہ کی دلیل عقلی کے جواب کی ذیل میں آئیگا انشاء اللہ تعالےٰ۔

شیخ ابن الہمام وغیرہ نے اس مسئلہ کی تائید کے لئے اس روائت سے بھی استدلال کیا جسمیں یہ بیان ہے کہ حضرت ابو بکر نے روم فتح ہو جانے پر مشرکین مکہ سے اونٹ لینے کی شرط کی جو ایک قسم کا قمار تھا۔ اور وہ اسیوجہ سے جائز رکھا گیا کہ حربیوں کا مال مباح تھا اسکا جواب شافعی علما بلکہ بعض حنفیوں[1] نے یہ دیا ہوا ہے کہ اسوقت جبکہ حضرت ابو بکر نے مشرکین سی شرط باندہی تھی قمار کی حرمت نازل نہ ہوئی تھی۔

واستدل به الحنفية على جواز العقود الفاسدة في دار الحرب - واجيب بانه كان قبل تحريم الربو (بیضاوی ص۱۵۵ جلد ۲) كان ذلك قبل تحريم القمار (مدارك وروح البيان ص۴ جلد ۴) كان ذلك قبل تحريم الربو (معالم ص۶۸۷)

خاکسار کہتا ہے اس روائت میں یہ بھی آچکا ہے کہ آنحضرت نے حضرت صدیق کو اس مال کو جو شرط سے انہوں نے لیا تھا خیرات کر دینے کا حکم دیدیا تھا۔ اور اگر آپ اس طریق سی اس مال کو

[1] سراج الاخبار جہلم مطبوعہ ۱۰ ستمبر ۱۸۹۵ء کے مضمون میں جامع ترمذی جلد ۲ کے ص۱۶۸ سے ایک حدیث اور تفسیر احمدی کے ص۱۹۶ سی اس مضمون کی عبارت نقل کی ہے کہ یہ قصہ تحریم قمار سے پہلے کا تھا۔ اور فتح البیان سے نقل کیا ہے کہ بانیہ آنحضرت نے اس مال کو سحت یعنی مردار کہا تھا۔ یہ لفظ سحت فتح البیان جلد ۳ کے ص۵۰ میں ہے۔

مباح جانتے تو اُسکی خیرات کا حکم نہ دیتے۔

قطع نظر اس سے وہ روایت بھی خبر واحد ہے۔ اور وہ اس لائق نہیں کہ قرآن کے اس اطلاق (بے قید ہونے) حکم ربٰو یا حکم قمار کو (اگر آئت القمار کا نزول اس قصہ سے پہلے فرض و تسلیم کیا جائے۔) مقید کرے اُسپر زیادتی کرکے اس اطلاق کو منسوخ کردے۔

ہدایہ کی عقلی دلیل کا جواب

یہ مسلم ہے کہ حربی کا مال دارالحرب میں مباح ہے۔ مگر یہ مطلقاً و بلا قید مسلم نہیں کہ جس طریق سے مسلمان چاہے اس مال کو لے لے۔ بلکہ اس مال کا مباح ہونا بالاتفاق اس قید سے مقید۔ اور اس شرط سے مشروط ہے کہ وہ جائز طریق سے اسکو لے۔ ایک طریق جائز کی قید تو صاحب ہدایہ نے خود بھی اسمیں لگادی ہے چنانچہ کہا ہے کہ وہ مال اس صورت میں اور اس شرط سے مباح ہے کہ غدر سے نہ لیا جائے۔ ویسے ہی غدر کی مانند دوسرے ناجائز طریقوں سے (جنکو شریعت نے ناجائز قرار دیا ہے) اُسکو نہ لینا شرط ہے۔ ازانجملہ ایک طریق ناجائز یہ ہے کہ مسلمان دارالحرب میں جاکر ذمی کے ہاتھ شراب فروخت کرے اور اس کی قیمت میں حربی کافر کا مال لے جسکو حنفی مذہب میں ناجائز قرار دیا ہے (چنانچہ پہلے فتوے میں مفصل بیان ہوا ہے) وہ قیمت شراب باوجودیکہ حربی کا مال ہے مسلمان کو لینا اسیوجہ سے ناجائز ہے کہ وہ ناجائز طریق سے لی گئی ہے ایسا ہی وہ مال کو جو ربو کے نام سے اور ربو معاملہ کے ذریعہ سے لیا گیا ہو باوجودیکہ وہ حربی کا مال ہے ناجائز ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ ایک ناجائز عقد ربو کے ذریعہ سے لیا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ صاحب ہدایہ کا یہ کہنا کہ حربی کا مال مباح ہے وہ جس طریق سے جو غدر سے خالی ہو لیا جائے جائز ہے صحیح نہیں ہے۔ اور حق یہ ہے کہ حربی کا مال اس طریق سے مسلمانوں کو لینا مباح ہے جس طریق کو شرع نے جائز رکھا ہے۔ اور جن طریقوں کو شرع نے ناجائز قرار دیا ہے۔

(جیسے غضب۔ چوری۔ قمار۔ ربو۔ اجرت زنا قیمت شراب وغیرہ ان طریقوں سے اسکا لینا جائز نہیں ہے۔ اس دلیل عقلی ہدایہ کے جواب میں ہم بہت کچھ کہہ سکتے ہیں۔ مگر ملال خاطر اخوان حنیفہ کے خوف سے ہم اور کچھ نہیں کہتے ؎

اندکے با تو بگفتیم و بدل ترسیدیم ❊ کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

اس میں عقلی صاحب ہدایہ کے جواب میں شیخ ابن الہمام کے جواب کا (جو صفحہ ۳۲۵ میں منقول ہوا) جواب بھی ادا ہوا۔ انکے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اطلاق نصوص اس مال ممنوع میں ہے جو حق مالک کی نظر سے ممنوع ہو اور حربی کافر کا مال صرف غدر سے بچنے کیلئے ممنوع ہے حق مالک کی نظر سے ممنوع نہیں۔ بلکہ مباح ہے۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ صرف غدر سے بچنے کیلئے مال حربی کو ممنوع کہنا خطا ہے اور حق یہ ہے کہ ہر ایک ناجائز طریق (مثلاً غدر[1] سے اسکو لینا قیمت[2] شراب میں لینا۔ اجرت[3] زنا میں لینا۔ ربو[4] میں لینا۔ قمار[5] سے لینا وغیرہ وغیرہ) سے بچنے کیلئے اسکو ممنوع کیا گیا ہے۔ اس مال کو لینے سے گو حق مالک مانع نہیں مگر حق خالق (جل و علیٰ) جسنے ان سب ناجائز طریقوں سے اسکے لینے کو ممنوع کیا ہے مانع ہے۔ لہذا اس کو مطلق مباح کہنا محض غلط اور تفقہ سے بعید ہے یہ مال مباح ہے تو خاص اسی صورت میں اور اس شرط اور قید سے مباح ہے کہ وہ جائز اور شرعی طریقوں سے لیا جائے۔ اور قمار۔ یا سود شرعاً ناجائز طریق ہیں۔ (جیسے زنا کرنا یا کرانا۔ یا شراب بیچنا یا خرید کرنا۔ جنکے ذریعہ سے مشرکون اور حربیوں کا مال لینا مباح نہیں ہے۔ لہذا اطلاق نصوص حرمت ربو و قمار اس مال کو شامل ہے۔ اور روائت قصہ قمار (اگر اسکا وقوع نزول آیت قمار کے بعد تسلیم کیا جا اس اطلاق کا مبطل ہے جیسے حدیث مکحول اسکی مبطل ہے۔ اگر کوئی جلد باز غیر فقیہ ہمارے اس جواب کا یہ جواب دے کہ حربی کا مال شراب یا زنا کے عوض میں اور اسکے ذریعہ سے لیا جاوے گا تو بھی وہ مال مباح ہوگا۔ گناہ ہے تو شراب یا زنا کو اس مال کے حصول کا ذریعہ بنانے میں ہے۔ اور اس ذریعہ بنانے کے فعل سے فاعل گناہگار ہوگا۔ اسکا اثر اس مال پر نہ پڑے گا۔ اور وہ مال ممنوع نہ ہوگا۔ تو اسکے جواب میں کہا جائے کہ اگر اس فعل کا جو ذریعہ حصول مال ہو اس مال پر اثر نہیں پڑتا۔ اور باوجود ناجائز ہونے ذریعہ کے حاصل شدہ مال مباح ہے۔ تو چاہیئے

جو مال مشرکین کا غدر یا سرقہ سے لیا جاسے وہ بھی مباح اور حلال ہو۔ اور اس غدر و سرقہ کا اثر اس مال پر نہ پڑے۔ حالانکہ صاحب ہدایہ اور صاحب فتح القدیر نے صاف کہدیا ہے کہ وہ مال اس شرط سے مباح ہے کہ غدر سے حاصل نہ کیا جائے جسکا قطعی مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ غدر سے لیا جائیگا تو مال مباح نہ ہوگا جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس فعل کا جو ذریعہ حصول ہوا مال پر ضرور پڑتا ہے۔ اور جو فعل ناجائز ہو اسکا اثر عوض مال بھی ناجائز ہوتا ہے۔ اور یہی حکم ان نصوص کا ہے جنمیں اجرت زنا کو اور قیمت شراب وغیرہ کو خبیث کہا ہے۔ جیسا کہ مغیرہ بن شعب کے اس مال کو جو غدر سے اُسنے حاصل کیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بُرا کہا۔ اور اُسکو

مہر البغی خبیث (مسلم) لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکل ثمنہا (ترمذی) (فی الخمر) اما المال فلست منہ فی شئ (صحیح بخاری) فانہ مال غدر (ابو داؤد)

نہ لیا۔ ۔۔۔

بالجملہ فعل اور ذریعہ کو جس سے مال حاصل ہو ناجائز اور گناہ کہنا اور اسکے اثر و نتیجہ مال کو مباح کہنا ایک ڈبل اور فاش غلطی ہے جسکے غلط ہونے پر نصوص شرعی اور غلطی کرنے والوں کے اپنے اقوال بالاتفاق شاہد ہیں۔ ہدایہ کی عقلی دلیل کا جواب ادا ہوا۔ جیسا کہ پہلے اسکے نقلی دلیل حدیث مکحول کا جواب ادا ہو چکا ہے۔ اور ان جوابات سے ثابت ہوا کہ اس مسئلہ میں صاحبین کا قول جسکے ساتھ باقی تینوں امام مذاہب اربعہ (امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ) متفق ہیں۔ اطلاق قرآن سے موئید ہے۔ اور درایۃً قوی ہے۔ اور اُسکا مقابل قول کسی ایسی قوی دلیل نقلی یا عقلی پر جو اس اطلاق قرآن کا مقابلہ کر سکے مبنی نہیں ہے۔ لہذا بنا بر اس اصول **الحاوی القدسی** کے کہ بوقت اختلاف امام صاحبین قوت مدرک کو دیکھا جائیگا۔ اور جو قول دلیل سے قوی ہوگا اُسپر فتوے دیا جائیگا۔ اور اس اصول کو ہمارے مخاطب نے بھی مانا ہوا ہے۔ (چنانچہ عنقریب اُسی سے منقول ہوگا۔) لائق فتوے مذہب حنفی صاحبین ہی کا قول ہے۔ اور یہی حنفی مذہب قرار پائے گا۔

قطع نظر اس تسلیم و تمہید مدرس صاحب کے حنفی مذہب میں تسلیم کیا گیا ہے کہ معاملات میں کہ از انجملہ یہ مسئلہ سود حربی ہے۔ امام ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے۔ اور وہی مذہب حنفی کہلاتا ہے۔

خزانۃ المفتین میں ہے کہ اگر امر متعلق فتویٰ معاملات سے ہو تو فتوے امام ابو یوسف کے قول پر دیا جائیگا۔ کیونکہ وہ قاضی رہ چکے ہیں۔ اور اشباہ النظائر کے باب القضا میں ہے کہ امور متعلقہ قضا میں قول ابو یوسف پر فتوے دیا جاتا ہے۔ ایسا ہی قنیہ۔ اور بزازیہ میں ہے۔

وان كانت من المعاملات يفتى على قول ابى يوسف لانه كان قاضيًا۔ وفى قضاء الاشباه والنظائر الفتوى على قول ابى يوسف فيما يتعلق بالقضاء كما فى القنيه و البزازيه۔ (خزانۃ المفتین)

ونقل الشيخ كمال الدين ابن الهمام عن اصحاب ابى حنيفة كابى يوسف ومحمد وزفر والحسن انهم كانوا يقولون ما قلنا فى مسئلة قولًا الا وهو روايتنا عن ابى حنيفة واقسموا على ذلك ايمانا مغلظة فلم يتحقق اذن فى الفقه بحمد الله تعالى جواب و لا مذهب الا له رضى الله عنه كيف ما كان وما نسب الى غيره فهو من مذهب ابى حنيفة وان نسب الى غيره فهو بطريق المجاز للموافقة فهو كقول القائل قولى كقوله ومذهبى كمذهبه فعلم ان من اخذ بقول واحد من اصحاب ابى حنيفة فهو آخذ بقول ابى حنيفة

اور امام عبد الوہاب شعرانی نے میزان کبرے جلد اول کے صفحہ ۶۴ میں کہا ہے۔ کہ شیخ کمال الدین ابن ہمام نے امام صاحب کے شاگردوں (امام ابو یوسف و امام زفر حسن ابن زیاد) سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہمنے کسی مسئلہ میں کوئی قول کبھی نہیں کہا بجز اسکے۔ کہ وہی قول ہمنے امام ابو حنیفہ رح سے روایت۔ کیا ہو۔ اور اس قول پر انہوں نے قسمیں سخت کھائیں تو اب فقہ میں کوئی قول یا مذہب ایسا نہ ہوگا جو امام اعظم کا نہ ہوگا۔ خواہ وہ کسی کی (امام ابو یوسف یا امام محمد رح کی) طرف منسوب ہو۔ غیر کی طرف اس قول کا منسوب ہونا بطریق مجاز ہے۔

83

کی نیوٹرلٹی کے مخالف نہیں۔

قانون سیاست جو الہامی صاحب کی ایسی پیشگوئیون پر پورا منطبق ہوتا ہے دفعہ ۵۰۸ تعزیرات ہند ہے۔ اور قانون شہادت (جسکا اصل اصول اُنپر منطبق ہوتا ہے) کی دفعہ ۱۳۲ ہے۔

ہم اسمقام میں نہ گورنمنٹ کی آگاہی کے لئے (کیونکہ وہ اپنے قانون کو ہم سے بہتر جانتی ہے) بلکہ پبلک اہل اسلام اور ہنود کی اطلاع کے لئے جنکو ہم سراغ رسانی کے وسایل کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان دفعات کی کسیقدر تشریح کرکے الہامی صاحب پر انکو منطبق کرتے ہین۔

دفعہ ۵۰۸ تعزیرات ہند کی یہ عبارت ہے جو کوئی شخص بالارادہ کسی شخص سے کوئی ایسا امر کراوے یا اُسکے کرانے کا اقدام کرے۔ جسکا کرنا اُسپر قانوناً واجب نہ ہو یا کوئی ایسا امر ترک کراوے یا اُسکے ترک کرانے کا اقدام کرے جسکے کرنے کا وہ قانوناً مستحق ہے۔ اس شخص کو یہ باور کرنے کی تحریک کرنی۔ اور اس تحریک کے اقدام کے ذریعہ سے کہ اگر وہ شخص اس امر کو نہ کرے گا جسکا کرانا اُس شخص سے مجرم کو منظور ہے یا اگر اس امر کو ترک نہ کرے گا جسکا ترک کرانا اُس شخص سے مجرم کو منظور ہے۔ تو مجرم کے اس فعل کے ذریعہ سے وہ شخص یا کوئی اور شخص جس سے وہ غرض رکھتا ہے مورد غضب الٰہی ہوگا۔ یا کیا جائے گا۔ تو شخص مذکور کو دونون قسموں کی میں سے کسی قسم کی قید کی سزا دیجائے گی جسکی میعاد ایک سال تک ہوسکتی ہے۔

تمثیلین

(الف) زید بکر کے دروازہ پر دہرنا دے۔ یہ بات باور کرانے کی نیت سے کہ ایسے بیٹھنے سے وہ بکر کو مورد غضب الٰہی کردے گا۔ تو زید اُس جرم کا مرتکب ہوا

رضی اللہ عنہ انتہی (میزان کبریٰ ص۷۲ جلد ۱)	بوجہ موافقت جیسے کوئی کہے کہ میرا قول

اسکا قول ہے۔ اور میرا مذہب اُسکا مذہب ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص امام ابوحنیفہ کے کسی شاگرد کے قول پر عمل کرے گا وہ درحقیقت امام ابوحنیفہ کے قول پر عمل کرنے والا ہوگا۔

اس قرارداد ائمہ حنفیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مسئلہ سود میں امام ابو یوسفؒ کا قول دلیل کی نظر سے قوی نہ ہوتا تو بھی اسپر عمل کرنا۔ اور اسکو موافق فتویٰ دینا بعینہٖ امام ابوحنیفہ کے قول و مذہب پر فتویٰ دینا ہوتا۔

ہمارے دونو سوالوں کے جوابات ادلہ شرعیہ اور روایات فقہیہ اور اقوال فقہا اور دلائل عقلیہ سے مدلل ہوئے۔ اب ہم ناظرین کو یہ دکھاتے ہیں کہ ہمارے مخاطب محمد حسن صاحب مدرس نے ان سوالات کے جواب میں کیا فرماتے اور اسکے کیا دلائل پیش کرتے ہیں۔

پس واضح ہو کہ سوال دوم کے جواب میں تو مولوی محمد حسن صاحب مدرس نے کسی روایت یا قول فقہی کو پیش نہ کیا۔ اور نہ اسباب میں شرعی دلائل کیطرف رجوع کیا۔ صرف سرسری طور پر یہ ذکر کیا کہ ہدایہ میں یہ مسئلہ بیان ہوا ہے کہ دارالحرب میں حربیوں سے سود لینے کو جائز لکھا ہے۔ ہاں پہلے سوال کے جواب میں کہا کہ ہندوستان دارالحرب ہے۔ اور اسکی دلائل و مستندات پیش کرنے سے پہلے چند اصول کی تمہید کی ان میں اول ایک اصول یہ تھا کہ **مختلف و متضاد روایات و اقوال فقہیہ میں سے اس روایت اور قول کو ترجیح دیجائے گی جس کی موئید درایت ہوگی**۔ یعنے کتاب و سنت اُسکے صدق پر شاہد ہوگی۔ اس تمہید کے بعد آپ نے اس جواب کی تائید و ثبوت میں دو کتابوں کی عبارات پیش کیں اول عبارت جامع الرموز کی

دار الاسلام ما یجری فیہ احکام امام المسلمین و دار الحرب ما یجری فیہ احکام الکافرین کذا فی الکافی و ذکر الواحدی انما ما غلب فیہ من المسلمین و کانوا فیہ	جسکا ترجمہ یہ ہے کہ دارالاسلام وہ ملک یا بلاد ہیں جنمیں مسلمانوں کے خلیفہ کے احکام جاری ہوں۔ اور دارالحرب وہ بلاد ہیں جنمیں کافروں کے بادشاہ کے احکام جاری ہوں یہ کیا ہی

امنین - ودار الحرب ما خافوا فیه من الکافرین ولا خلاف ان دار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء بعض احکام الاسلام فیها - واما صیرورتها دار الحرب (نعوذ باللہ) فعندہ بشروط احدها اجراء احکام الکفر اشتهارا بان یحکم الحاکم بحکمهم ولا یرجعون الی قضاۃ المسلمین کما فی البحیرۃ والثانی الاتصال بدار الحرب بحیث لا یکون بینهما بلدۃ من بلاد الاسلام یلحقهم المدد منها - والثالث زوال الامان الاول ای لم یبق مسلم او ذمی فیها امنا الا بامان الکفار ولم یبق الامان الذی کان للمسلم باسلامه وللذمی بعقد الذمۃ قبل استیلاء الکفرۃ - وعندهما لا یشترط الا الشرط الاول - وقال شیخ الاسلام والامام السیجابی ان الدار محکومة بدار الاسلام ببقاء حکم واحد فیها کما فی العمادی وغیرہ فالاحتیاط ان یجعل هذہ البلاد دار الاسلام والمسلمین وان کانت للمعتدین - والید فی الظاهر هؤلاء الشیاطین کما

کافی میں ہے۔ زاہدی نے ذکر کیا ہے۔ کہ دارالاسلام وہ ہے جسمیں مسلمان غالب (یعنے بہت) ہوں۔ اور (اسیوجہ سے) وہ کافروں سے بے خوف ہوں۔ اور دارالحرب وہ ہے جسمیں مسلمان کافروں سے ڈرتے ہوں اور اس مسئلہ میں کچھ بھی اختلاف نہیں کہ دارالحرب صرف بعض احکام اسلام کے جاری ہونیسے دارالاسلام بن جاتی ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ دارالاسلام دارالحرب ہوجاتی ہے۔ سو اسمیں اختلاف ہے امام اعظم رح مذہب حنفی کے نزدیک دارالاسلام تین شروط کے پائے جانے یعنے جمع ہونے سے دارالحرب ہوجاتی ہے۔ اوّل یہ کہ اسمیں کافروں کے حکموں پر حکام سب حکم جاری کریں مسلمان قاضیوں کی طرف حکام یا اور لوگ رجوع نہ کریں جیسا کہ بحیرہ میں ہے۔ (یہ ایک جگہ کا نام ہے) شرط دوم یہ کہ وہ دارالاسلام دارالحرب سے ایسی متصل ہوجائے کہ دونوں میں کوئی شہر اسلام کے شہروں میں سے ایسا نہ ہو جس سے اس دارالاسلام کو (ضرورت کے وقت) مدد پہنچ سکے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ پہلی امان جو مسلمان کو اسلام کے سبب اور کافر ذمی کو ذمی ہونے

فی المستصفی وغیرہ (جامع الرموز ص۵۳۶) کی وجہ سے مسلمان بادشاہ کیطرف سے غلبہ کفار سے پہلے ملی ہوئی تھی باقی نہ رہی ہو۔ امام صاحب کے دونو شاگرد امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ یہ فرماتے ہیں۔ کہ دارالاسلام صرف پہلے ایک شرط کے پائے جانے سے دارالحرب ہوجاتی ہے۔ اور شیخ الاسلام اور امام سرخسی فرماتے ہیں کہ جب تک کوئی ایک حکم احکام اسلام سے دارالاسلام میں باقی رہیگا وہ دارالاسلام کہلائیگی۔ جیسا کہ فصول عمادی میں ہے۔ لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ یہ شہر (جنمیں بعض احکام اسلام جاری ہیں) دارالاسلام قرار دیئے جائیں۔ اگرچہ یہ کافروں کے ملک و تسلط میں ہیں۔ ایسا ہی مستصفی میں ہے۔

دوسری عبارت جسکو مولوی محمد حسن صاحب مدرس نے اپنے جواب کی تائید و ثبوت میں پیش کیا تھا عبارت فتاوے عزیزیہ ہے۔ جو فیض شائع حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم دہلوی کیطرف منسوب ہے۔ اور وہ اس فتاوے کے ص۱ جلد اول میں ہے۔

سوال دارالاسلام دارالحرب میشود یا نہ **جواب** در کتب معتبرہ اکثر ہمیں روایت اختیار کردہ کہ دارالاسلام دارالحرب میتواند شد بشروط ثلثہ۔ در درمختار مینویسد لا تصیر دار الاسلام دار الحرب الا بامور ثلثۃ باجراء احکام اھل الشرک و باتصالھا بدار الحرب و بان لا یبقی فیھا مسلم او ذمی امنا بالامان الاول علی نفسہ و دار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام اھل الاسلام فیھا انتھی و در کافی مینویسد ان المراد بدار الاسلام بلاد یجری فیھا حکم امام المسلمین و یکون تحت قھرہ و بدار الحرب بلاد یجری فیھا امر عظیمھا و تکون تحت قھرہ انتھے۔ دریں شہر حکم امام المسلمین اصلاً جاری نیست و حکم رؤسا رنصاریٰ بے دغدغہ جاری است و مراد از اجرائے احکام کفار ایں است کہ در عقد مدک داری و بند و بست رعایا اخذ خراج و باج و عشور و اموال تجارت و سیاست قطاع الطریق و سراق و فیصل خصومات و سزائے جنایات کفار بطریق خود حاکم باشند آرے اگر بعضے احکام اسلام مثل جمعہ و عیدین و آذان و ذبح بقر تعرض نکنند نکردہ باشند۔ لیکن اصل الاصول این چیز ہا نزد ایشاں ہبا و ہدر است زیرا کہ

ساجد رابے نکلف بہ مرمیخائیند و بیچ مسلمان یا ذمی بغیر آشیان ایشان دریں شہر و نواح آن نمیتوانند آمد برائے منفعت خود از دارین و مسافرین و تجار مخالفت نمی نمائیند اعیان دیگر مثل شجاع الملک و ولیعہد بیگم بغیر حکم ایشان دریں بلاد داخل نمیتوانند شد و دریں شہر الکلیہ عمل قضا سے متعہ ست آرے در چپ و راست مثل حیدرآباد و لکھنو و رامپور حکم خود جاری نکردہ اند بسبب مصالحہ و اطاعت مارکا ایں آن ملک و از روئے احادیث و متبع سیرت سر یہ کرام و خلفائے عظام ہمین مفہوم میشود زیرا کہ در عہد حضرت صدیق اکبر بنی بر بوع را حکم دارالحرب دادند حال آنکہ جمعہ و عیدین و اذان در آنجا جاری بود الکا حکم زکوٰۃ کردہ بودند ہمچنین سماحہ و گردونواح آنرا حکم دارالحرب دادند باوجودیکہ مسلمانان در آن بلاد موجود بودند و علی ہذا القیاس در عہد خلفائے کرام ہمین طریق مسلوک بود۔ بلکہ در عہد حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم فدک و خیبر را حکم دارالحرب فرمودند حالانکہ تجار اہل اسلام بلکہ بعضے سکنہ آنجا نیز در آن مکانات در وادی القریٰ مشرف باسلام بودند وفد خیبر کما الیقال بود بامدینہ منورہ۔ الخ

اس عبارت کے اخیر میں جو دعوے یہ کیا ہے کہ زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء کا عمل اس مذہب کا مؤید ہے کہ جس علاقہ میں بعض احکام جاری ہوں مثلاً یعنے پورے احکام اسلام جاری نہ ہوں) وہ دارالحرب ہے۔ اور اس دعوی کی تائید میں بعض واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس سے مدرس صاحب نے دھوکہ کھایا۔ اور یہ سمجھ لیا کہ یہ قول درایت سے مؤید ہے۔ لہٰذا بحکم قاعدہ ممہدہ سابقہ اس قول کو دوسرے اقوال فقہاء پر اجو بعض دیار کفار پر بعض احکام اسلام کے اجراء سے دارالاسلام ہونے کا حکم لگاتے ہیں۔ ترجیح ہے۔

الجواب

اس عبارت جامع الرموز اور فتاوے عزیزیہ کا اس مجلس سرسری مذاکرہ میں یہ مجمل اور سرسری جواب دیا تھا۔ کہ عبارت جامع الرموز میں گو ابتداء میں ایک قول تعریف

دارالحرب میں آپ کے خیال کا مؤید نقل کیا گیا ہے۔ مگر اسکے بعد حضرت امام ابوحنیفہ کا مذہب اور امام سیبجابی اور شیخ الاسلام کے اقوال ایسے نقل کئے ہیں جو آپ کے خیال کے برخلاف ہمارے دعوے کے مؤید ہیں۔ اور آخری فتوے اور نتیجہ اقوال مذکورہ بھی صاحب جامع الرموز نے ایسا ظاہر کیا ہے جو ہمارے دعوے کا سراسر مصدق ہے۔ اور فتاوے عزیزیہ میں جن واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہ بھی ہمارے دعوے کی مؤید ہیں۔ واز انجا کہ نہ موقعہ ہمارے تفصیلی بحث و بیان کا نہ تھا (جسکی جا خط منقولہ بالا میں ہمنے ظاہر کی ہے) لہذا اس مجلس میں ہمنے اسی اجمال و اختصار پر اکتفا کیا۔ اس مقام میں اس اجمال کی تفصیل کرتے ہیں بحول اللہ وقوتہ۔

عبارت جامع الرموز کا جواب

یہ عبارت خدا کے فضل سے ہمارے دعوے کی مؤید ہے۔ نہ مدرس صاحب کے خیال کی مصدق۔ اس عبارت کے شروع میں گو دارالحرب کی تعریف میں ایک قول ایسا نقل کیا گیا ہے جس سے بظاہر مدرس صاحب کے اس خیال کے کہ ہندوستان دارالحرب ہے۔ تائید نکلتی ہے۔ کیونکہ ہندوستان کے فرمانروا اگرچہ مسلمان نہیں عیسائی سلطنت ہے۔ مگر اس قول کے بعد جسقدر اقوال اسمیں نقل کئے گئے وہ سب کے سب خیال مدرس صاحب کے مخالف اور ہمارے دعوے کے موافق ہیں۔ ازانجملہ ایک قول امام زاہدی کا ہے۔ جس میں صاف تصریح ہے۔ کہ دارالاسلام وہ ہے جسمیں مسلمان بہت ہوں اور وہ با امن رہتے ہوں۔ اور دارالحرب وہ ہے جسمیں مسلمان (قلت کیوجہ سے) کافروں سے ڈرتے ہوں۔ اس قول کے رو سے ہندوستان یقیناً دارالاسلام ہے۔ کیونکہ اسمیں مسلمان اس کثرت سے رہتے ہیں کہ وہ اس کثرت کیوجہ سے اور اشعائر مذہبی میں کلیتہً وجہ تمام تر امن و آزادی رکھتے ہیں۔ نہ سلطنت کی طرف سے انکو خوف ہے۔ نہ دیگر اقوام رعایا کی طرف سے خوف۔

سلطنت سے تو وہ اِس وجہ سے بھی بے خوف ہیں کہ یہ سلطنت نیوٹرل (غیر طرفدار) ہے۔ جو کسی فرقہ رعایا کے مذہب میں دخل نہیں دیتی۔ اور ابتدا زمانہ حکومت میں اس مضمون کا اشتہار جاری کر چکی ہے۔ اور اُسکے بعد بھی جب کبھی کسی امر متعلق مذہب رعایا میں مصلحت یا ضرورت ملکی کی نظر سے دخل دینا چاہتی ہے تو قبل از تجویز قانون متعلق مذہب رعایا کے لیڈرون۔ (رہنماؤن) اور پرنسپل اشخاص اور عام اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ سے اس امر کی نسبت رعیت کی رضامندی حاصل کر لیتی ہے۔ اور پیچھے کر ایسا قانون جسکو مذہب سے تعلق ہو پاس کرتی ہے۔ اور اگر رعایا کی رضامندی نہ ہو تو اس قانون کا اجرا موقوف کرتی ہے۔ اسکے نظایر ایک نہیں بہت ہیں۔ ازانجملہ اسکے ایک نظیر عورتوں کے حقوق و آزادی میں وسعت و دست اندازی ہے۔ جس کی خواہش گورنمنٹ بمبئی کو ہوئی تھی۔ پھر وہ اسلامی اخبارون کی اس مودبانہ گذارش پر کہ مسلمان اسمیں خوش نہیں۔ فوراً موقوف ہوگئی۔ (اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۰۔ ملاحظہ ہو) **ایک تازہ نظیر طاعون** کے متعلق میڈیکل (طبی) انتظام ہے۔ اسمیں عورتونکو انکے محرموں سے علیحدہ رکھ کر علاج کرنے یا پردہ نشین عورتون کا ڈاکٹر مردوں سے علاج کرانیکا اسلام کے مسئلہ پردہ سے تعلق تھا۔ تو گورنمنٹ پنجاب نے مسودہ احکام ہوم ڈیپارٹمنٹ (طب وحفظان صحت) نمبری ۴۳۔ مورخہ ۱۱ جنوری ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۶ و ۱۱ میں اس امر کی رعایت کرکے عام رضامندی حاصل کرنے کی غرض سے ان احکام کو شایع و سرکلیٹ (متداول) کیا ہے۔

اس نیوٹرلٹی گورنمنٹ کا اصل اصول اور قوی سبب رعایا کا قومی غلبہ ہے۔ جو گورنمنٹ غیر قوم پر حکمران ہوتی ہے۔ وہ اس قوم کے مذہب سے نیوٹرل رہنا اپنی سلطنت کے قیام و استحکام کا باعث سمجھتی ہے۔ اور انکے مذہب میں دخل دینے کو باعث خلل و نقصان حکومت خیال کرتی ہے۔ یہ ایک ایسا اصول ہے کہ اسلام اور اسلامی سلطنتون نے بھی اس کا لحاظ فروگذاشت نہیں کیا۔

دوسرا قول وہ ہے جو صاحب جامع الرموز نے اتفاقی و بلا اختلاف قول قرار دیا ہے کہ دار الحرب بعض احکام اسلام کے اجراء سے دار الاسلام ہو جاتی ہے۔

یہ قول اتفاق کے ساتھ ہندوستان کو اس حالت میں جبکہ اسمیں سلاطین اسلام کے ذریعہ سے اسلام آیا تھا۔ دار الاسلام بناتا ہے۔ رہی اسکی وہ حالت جو اس کے بعد اسپر آئی جبکہ سلطنت اسلام اس سے جاتی رہی۔ سو ناظرین کو تیسرے قول حضرت امام اعظمؒ سے معلوم ہوگی۔

تیسرا قول حضرت امام اعظمؒ کا یہ قول ہے کہ جب کوئی ملک دار الاسلام ہو جائے تو پھر وہ دار الحرب کبھی نہیں ہوتا جب تک کہ تین شرطیں اسمیں جمع نہوں۔ اوّل یہ کہ اسمیں حاکم وقت صرف اپنے ہی احکام مخالف اسلام جاری کرے مسلمانوں کے قاضیوں کی طرف یا یوں کہو کہ احکام اسلام سے کسی حکم کی طرف رجوع نہ کرے جسکا مطلب یہ ہے (چنانچہ عالمگیری اور رد المختار اور طحطاوی سے بصفحہ ۳۱۳ گذرا ہے۔ کہ اگر کسی ملک میں بعض احکام کفار جاری ہوں۔ اور بعض احکام اسلام تو وہ ملک دار الاسلام ہوگا۔ نہ دار الحرب۔ دوسری شرط یہ کہ اس ملک کو دار الاسلام سے (جس سے مسلمانوں کو بوقت ضرورت مدد پہنچنے کی امید ہو۔) اتصال نہ رہے تیسری شرط یہ کہ پہلی امان جو مسلمانوں کو اسلام کے سبب اور ذمیوں کو ذمہ و عہد کے سبب ملی تھی دور ہو جائے اس قول امام ہمام کے رو سے بھی ہندوستان دار الحرب نہیں۔ بلکہ یقیناً دار الاسلام ہے کیونکہ دار الحرب کی شرط اول و دوم ہندوستان میں پائی نہیں جاتی شرط اول اسلئے پائی نہیں جاتی کہ یہاں کے حکام اگرچہ بہت سے احکام مخالف اسلام جاری کرتے ہیں۔ [illegible] (جیسے نکاح۔ طلاق۔ ہبہ۔ شفعہ۔ میراث وغیرہ) میں [illegible] اور انمیں مسلمانوں کے متعلق قانون عدالت شریعت اسلام کا تابع [illegible] علماء اسلام سے مخصوص تھا۔ اب [illegible] واحکام اسلام ہی پر عدالت کا عمل و [illegible] فریقین جس [illegible] چاہیں عدالت میں جا کر شریعت کو منصف

بنا سکتے ہیں۔ اور عدالت نہیں روکتی۔ اور اگر خانگی طور پر بلا رجوع عدالت مسلمان مفتیوں اور قاضیوں سے فیصلہ کرا دیں تو اسکو بھی عدالت قطعاً نافذ کرتی ہے۔ ان سب امور سے کوئی شخص آنکھ بند کر کے کہے کہ شرط اول اس ملک میں پائی جاتی ہے۔ یعنے اس ملک کی عدالتوں میں احکام اسلام پر کوئی فیصلہ نہیں ہوتا۔ تو شرط دوم کی عدم تحقق میں اسکو بھی عذر نہ ہوگا۔ آنکھ سے اندھا۔ اور حالات عدالت انگریزی سے جاہل بھی جانتا ہے کہ اس ہندوستان کی جانب مغرب و شمال میں افغانستان دار الاسلام متصل ہے۔ اور مغرب کی طرف عربستان و سلطنت ٹرکی متصل ہیں۔

چوتھا۔ قول شیخ الاسلام ابو بکر شارح سیر الاصل کا۔

اور پانچواں قول امام اسپیجابی مؤلف مبسوط کا ہے۔ (جنکی اصل عبارات فصول عمادیہ کے واسطے سے منقول ہوئے ہیں۔) وہ اقوال بلند آواز سے پکارے ہیں کہ جب تک کسی ملک میں احکام اسلام سے ایک حکم بھی باقی رہیگا وہ ملک دار الاسلام کہلائیگا۔

چھٹا قول خود صاحب جامع الرموز کا ہے جو بطور نتیجہ روایات و اقوال سابقہ انہوں نے فرمایا۔ اور اسمیں احتیاط اس امر کو کہا ہے کہ جس شہر یا ملک میں بعض احکام اسلام جاری ہوں وہ دار الاسلام کہلائے گا۔ نہ دار الحرب گو اسمیں ظاہری تسلط و حکم کفار کیلئے ہو۔ اس قول یا نتیجہ کو صاحب الرموز نے **مستصفی** کا مضمون بتایا ہے اگر یہ مستصفی وہ ہے جو صاحب کافی کی تصنیف ہے (جس کا ذکر عنقریب صاحب کافی کے بیان حالات میں آئے گا۔) تو یہ قول ہماری تائید میں اور مدرس صاحب کے خلاف پر **ساتوان شاہد ہوا** اور اس سے کافی کی اس تعریف دار الحرب کا (جو بظاہر مدرس صاحب کے خیال کی مرید ہے۔ اور وہ جامع الرموز کی پہلی روائت ہے۔) جواب خود صاحب کافی ہی کے دوسرے قول سے (جو مستصفی میں انہوں نے کہا ہے) ادا ہوا **مستصفی** کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کتاب کافی میں دار الحرب و دار الاسلام کی تعریف بیان ہوئی ہے وہ اسکی عام تعریف نہیں ہے جو دار الاسلام و دار الحرب کے ہر ایک فرد پر صادق آوے

بلکہ بعض افراد دارالاسلام و دارالحرب کی تعریف بطور تمثیل ہے۔ جس سے بعض افراد کا خارج ہونا محل اعتراض نہیں ہے۔

اور اگر غور و تفتیش سے دیکھا جاتا ہے تو دارالاسلام کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ دارالاسلام ہے جو دم بدم سنت اسلام و مسلمین کا ملک ہو مسلمان ہی اسمیں حاکم و بادشاہ ہو اور مسلمان ہی اکثر رعایا ہو۔ اور اگر کوئی غیر مذہب اسمیں رہتا ہو۔ تو وہ مسلمانوں کے ماتحت اور انکے عہد و امان میں ہو۔ جیسے سلطنت روم و سلطنت ایران و سلطنت افغانستان وغیرہ ہیں۔ جنکا اس قسم کا دارالاسلام ہونا محل اختلاف نہیں ہے۔ دوسری وہ دارالاسلام ہے جو زمانہ گذشتہ سے زمانہ حال تک کافروں کے زیر حکومت ہو۔ مگر مسلمان اسمیں کافروں کیطرف سے امن و آزادی پاکر رہتے ہوں۔ اور ادائے شعائر مذہبی میں آزاد و خود مختار رہوں۔ (جیسے نجاشی کے مسلمان ہو جانے سے پہلے اور مہاجرین حبشہ کی ہجرت کے وقت سلطنت حبشہ تھی (جسکا اس قسم کا دارالاسلام ہونا ص۳۰ نمبر ۱ جلد ہذا میں ثابت ہو چکا ہے۔) تیسری وہ دارالاسلام جو زمانہ ماضی میں زیر حکومت اسلام ہو۔ اور من بعد اسپر غیر اسلامی سلطنت کی حکومت ہو گئی ہو۔ مگر اس غیر اسلامی سلطنت نے احکام اسلام کو بالکلیہ نہ اٹھایا ہو۔ بلکہ رعایا کے عمل و اعتقاد کے متعلق نماز روزہ حج زکوۃ وغیرہ احکام میں انکو آزادی دے رکھی ہو۔ اور اپنی ذاتی و مذہبی یا حکومت و سیاست کے متعلق احکام اپنے مذہب آئین و قوانین کے مطابق جاری کر رکھے ہوں جیسے زمانہ گذشتہ میں سلطنت تاتار کے ماتحت خوارزم وغیرہ کا حال تھا۔ یا زمانہ حال میں ملک ہندوستان کا حال ہے۔ جو انگریزی گورنمنٹ کے ماتحت ہے (جنکا اس قسم کا دارالاسلام ہونا نصوص شرعیہ اور اقوال فقہیہ سے بصفحہ ۳۲۰ ثابت ہو چکا ہے) پس جو صاحب کافی نے دارالاسلام کی تعریف میں کتاب کافی میں کہا ہے۔ وہ ہر ایک قسم دارالاسلام کی تعریف نہیں ہے۔ بلکہ صرف قسم اول دارالاسلام کی تعریف ہے۔ اور جو صاحب کافی نے اپنی کتاب مستصفی میں اور دوسرے اکابر مذہب نے کتب مذکورہ بالا میں دارالاسلام کی

تعریف میں کہا ہے وہ دوسری اور تیسری قسم دارالاسلام کی تعریف ہے۔ اسصورت میں صاحب کافی کے اپنے دو قول اور دوسرے اقوال ائمہ فقہا میں باہم تناقض و تخالف نہیں رہتا۔ بلکہ جملہ حضرات کے اتفاق سے جملہ اقسام دارالاسلام بن جاتے ہیں۔ اور نصوص شرعیہ بھی ان سب کے اقوال کے مصدق ہوتے ہیں جو جملہ اقسام کو دارالاسلام بناتے ہیں۔ اور اگر کتاب کافی کے اس قول کا یہ محمل قرار نہ دیا جاوے تو وہ قول دوسرے قول متقصفی کے اور دیگر اقوال آئمہ مذہب کے مخالف ٹھہرتا ہے۔ اور وہ اس نصوص شرعیہ کے بھی مخالف ہوتا ہے۔ جو قسم دوم وسوم دارالاسلام کو دارالاسلام بناتے ہیں۔

اس تقریر سے ثابت ہوا کہ پہلی روائت جامع الرموز بھی درحقیقت مدرس صاحب کے خیال کی مؤید اور ہمارے جواب کے مخالف نہیں۔ بلکہ یہ سند کتاب جامع الرموز جو مدرس صاحب نے پیش کی ہے۔ سر بسر ہمارے جواب کی مؤید ہے۔ مدرس کی تائید میں اُس کے ایک لفظ ایک حرف سے نہیں نکلتی۔

مجلس مذاکرہ سرسری بول اس کتاب کے اقوال امام زاہدی و فصول عمادی کو ہم نے اپنے خیال کی مؤید قرار دیا تو مدرس صاحب نے **زاہدی** پر بحوالہ ردالمختار **اعتراض کیا** کہ وہ لائق اعتماد نہیں۔ اور صاحب **فصول عمادیہ** کے حال و مرتبہ سے لاعلمی کا اظہار کرکے صاحب کافی سے اسکا موازنہ کرنا چاہا۔ **اس کے جواب میں** کہا جاتا ہے کہ امام زاہدی کا عدم اعتماد اس صورت میں ہے۔ جبکہ وہ اپنے قول و نقل میں متفرد ہو۔ اور جس حالت میں اسکا قول ایسا ہو جو سبھی کا قول ہو حتے کہ امام مذہب اور اُنکے شاگردوں کا بھی وہی قول ہو تو پھر امام زاہدی کے ناقابل اعتماد ہونے کے کیا معنے۔ اور صاحب **فصول عمادیہ** کا صاحب **کافی** سے موازنہ بھی اسوقت ضروری ہے۔ جبکہ ان دونوں کے قول یا نقل میں باہم منافاۃ و تناقض ہو۔ اور جس حالت میں صاحب کافی نے ایک ایسی بات کہی ہے جو قول صاحب فصول عمادیہ کے مخالف نہیں۔ بلکہ مؤید و موافق ہے۔ تو پھر ان میں موازنہ

جس کی تعریف اس دفعہ میں کیگئی ہے۔

(ب) زید بکر کو دہمکائے کہ اگر بکر فلان فعل کو ترک نہ کریگا۔ تو زید اپنے اطفال میں سے کسی ایک طفل کو مار ڈالیگا۔ کہ یہ بات باور کیجائے کہ اُسے مار ڈالنے سے بکر مورد غضب آلہی ہو جائیگا۔ تو زید اس جرم کا مرتکب ہوا جسکی تعریف اس دفعہ میں کیگئی ہے۔

تطبیق

اس دفعہ کی مطابقت الہامی صاحب کے اس مضمون کی پیشگویون پر کہ اگر فلان شخص* میری فلانی بات کو سچی نہ کہیگا یا اُسکو جھوٹی کہنے کو ترک نہ کرے گا تو ایک سال کے اندر وہ مورد غضب و عذاب آلہی (سزا موت وغیرہ) ہوگا۔ ظاہر ہے۔ وہ اپنے مخاطب کو دہرنا دینے والے کی مانند دہمکاتے اور ڈراتے ہیں کہ اگر وہ انکی تصدیق نہ کرے گا یا انکی تکذیب کو نہ چھوڑیگا تو مورد عذاب ہوگا۔ اور مارا جائیگا۔

کسی مذہبی مقدس واعظ اور روحانی اعلےٰ افسر کا اپنی قوم کو جو اسکا تقدس۔ اور روحانی افسر مانے ہوئے ہو۔ اپنے وعظ میں بلاغرض فائدہ دنیاوی یہ کہنا کہ اگر تم مثلاً نماز نہ پڑہوگے یا زنا کو ترک نہ کروگے تو تم کو آخرت میں عذاب ہوگا۔ یا دنیا مین تمپر اس عمل کی شامت سے خدا کی طرف سے کوئی وبال آئیگا۔ الہامی صاحب کی دہمکی مذکور کی نظیر نہین ہو سکتا۔ اوّلاً۔ اسلئے کہ الہامی صاحب کا تقدس اور روحانی اعلےٰ افسر ہونا ان لوگون مین مسلّم نہین جنکو آپ دہمکاتے ہین۔ ثانیاً۔ اسلئے کہ آپ صاحب غرض دنیاوی ہیں۔ ان دہمکیون سے اپنی کرامت کا سکہ جمانا۔ اور لوگون کے مال مارنا۔ (جسکا اعتراف آپ کر چکے ہیں) آپکا مقصود ہے۔ ثالثاً۔ اسلئے کہ آپ کی ان پیشگویون مین جو ایک سال کا میعادی عذاب موت وغیرہ بیان کیا جاتا ہے۔ انسانی سازش کا دخل ہو سکتا ہے۔

قانون شہادت کی دفعہ ۱۳۲ کا منشاء یہ ہے کہ کسی واقعہ کے متعلق جس شخص کو کچھ علم ہو وہ

* لیکھرام کے متعلق جو اسکی پیشگوئی ہے۔ وہ بھی اس مضمون میں داخل ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

کرنا۔ اور ایک دوسرے پر ترجیح دینا کیا منصب رکھتا ہے۔ ہاں اگر مدرس صاحب تاریخی معلومات بڑھانے کی غرض سے ہمسے دونو صاحبوں کے حالات دریافت کرتے ہیں۔ تو ہم دونو صاحبوں کے حالات بیان کرتے ہیں۔

پس واضح ہو کہ صاحب کافی عبداللہ بن احمد بن محمود ابوالبرکات حافظ الدین نسفی ہیں جو فقہ و اصول میں ایک امام تھے۔ اور اُنہوں نے شمس الائمہ کردری و حمید الدین ضریر و بدر الدین خواہرزادہ سے تفقہ حاصل کیا تھا۔ ابن کمال پاشا نے انکو طبقہ ان مقلدین میں جو قوی و ضعیف روایت کی تمیز کرنے پر قادر ہوں شمار کیا ہے۔ اور طبقہ مجتہدین و مخرجین مرجیز سے نیچے انکا درجہ بتایا ہے انکے تصانیف مشہور ہیں۔ فقہ میں متن وافی اور اس کی شرح کافی ہے (جس کی عبارت زیر بحث ہے۔) اور کنز الدقائق اور مستصفی شرح منظومہ اور مستصفے شرح فقہ نافع وغیرہ ۷۱۰ھ سات سو دس ہجری میں فوت ہوئے۔

اور صاحب فصول عمادیہ عبدالرحیم ابوالفتح زین الدین بن ابی بکر عماد الدین بن صاحب الہدایہ ہیں۔ جو فقہ میں اپنے باپ اور حسام الدین علیا بادی۔ شاگرد محبّ الدین اسروشنی کے شاگرد ہیں۔ علم فقہ میں وہ بھی امام تھے۔ اور انکی کتاب فصول عمادیہ فقہاء میں معتمد علیہ ہے۔ متقدمین و متاخرین حنفیہ اس کتاب پر اعتماد کرتے۔ اور اس سے روایت اخذ کرتے ہیں۔ کتاب جامع الفصولین اسی فصول عمادیہ اور فصول ہندوانیہ کا مجموعہ ہے طبقات فقہاء میں ان کو بھی ان مقلدین سے شمار کیا ہے۔ جو مذہب مجتہدین تجرّ رکھتے اور مجتہد کی کلام کو نقل کرتے تھے تاکہ مستفتے انپر اعتماد کرکے عمل کرے یہ کتاب فصول عمادیہ انہوں نے چھ سو کا دن ۶۰۰ھ میں بمقام سمرقند تالیف کی۔

یہ حالات جواہر مضیہ وغیرہ کتب طبقات حنفیہ میں مرقوم ہیں۔ اور مولوی عبدالحی صاحب مرحوم کی کتاب فوائد بہیہ کے صفحہ ۴۰ و ۴۳ میں بھی کچھ انکا تذکرہ ہے۔

ان حالات کو پڑھکر مولوی صاحب مدرس یقین کرینگے کہ صاحب کافی و صاحب فصول عمادیہ

زمانہ اور رتبہ میں قریب قریب ہیں۔ صاحب فصول عمادیہ کی نقل و روائت پر بھی فقہاء حنفیہ کو ویسا ہی اعتماد ہے۔ جیسا کہ صاحب کافی کی نقل و روائت پر اعتماد ہے۔ اور ایسا اعتماد دونو صاحب پر نہیں جیسا کہ مقلد کو مجتہد کے قول پر اعتماد ہوتا ہے۔ کیونکہ دونو صاحب مجتہد تسلیم نہیں کئے۔

عبارت فتاوے غزنیہ کا جواب

یہ عبارت اگرچہ ایک ایسی واجب التعظیم بزرگ کی طرف منسوب ہے۔ جو اسوقت اہل علم حدیث ہندوستان و پنجاب کا منتہائے سند ہے۔ مگر اسمیں کسی کو شک و اختلاف نہیں ہے کہ وہ صاحب اپنے مختلف خیالات کے تلاندہ کی جماعتوں (اہلحدیث و اہل فقہ یا یوں کہو کہ محدثین و مقلدین) میں ایسے واجب الاتباع تسلیم نہیں کئے گئے کہ انکی کلام کو بغیر کسی امتحان و جانچون و چرا ہر کوئی ایسا مان لے جیسا کوئی مقلد ایک مجتہد کی بات تقلیداً مان لیتا ہے۔ اور اس سے اُس کی دلیل نہیں پوچھتا۔

اہل حدیث یا محدثین تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو ایسا نہیں جانتے جس کی بے دلیل بات مان لینا وہ اپنے ذمہ پر واجب سمجھتے ہون۔ اور اسکی دلیل تلاش نہ کرتے ہون اور اگر وہ اسکو خلاف دلیل صریح پاتے ہون تو اُسکو رد نکرتے ہوں۔

رہی اہل تقلید یا مقلدین سو بھی انکو مجتہد نہیں جانتے۔ اور طبقات ثلثہ مجتہدین میں شمار نہیں کرتے۔ بلکہ یہ بھی امید نہیں کہ وہ انکو طبقہ رابعہ خامسہ سے سمجھتے ہوں۔ زیادہ سے زیادہ انکو طبقہ سادسہ یا سابعہ سے جانتے ہونگے جن طبقات سے صاحب کافی و صاحب فصول عمادیہ ہیں یہ امر فرض و تسلیم کیا جائے تو انکا منصب وہ یہ سمجھتے ہونگے کہ جو روائت وہ امام صاحب مذہب سے نقل کرین اسکو وہ مان لیں نہ یہ کہ جو کچھ وہ اپنے اجتہاد یا رائے یا فہم سے کہیں اُسکی وہ تقلید کرلین۔

ہماری اس تقریر و تمہید میں ہمارے مخاطب مولویصاحب مدرس کو ایک ذرہ شک و اختلاف

کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا وہ فتاوے عزیزیہ کی عبارت مذکورہ کو نہ اہل حدیث کے مقابلہ میں بطور حجت ملزم پیش کر سکتے ہیں۔ اور نہ اپنے بھائیوں حنفیوں کے سامنے ایک حنفی مذہب کی مسلم دلیل سمجھکر پیش کر سکتے ہیں۔ پھر معلوم نہیں مدرس صاحب نے اس عبارت کو کیوں پیش کیا۔ اور اسکا جواب طلب کرنے کا انکو کیا حق ہے۔ تاہم اس عبارت کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اس عبارت فتاوے میں جو قول شروط دارالحرب کے متعلق درمختار سے نقل کیا ہے اور اسکو ایک معتبر فقیہ کا مختار (پسندیدہ امر) قرار دیا ہے۔ وہ ہمارے خیال کا مؤید ہے۔ چنانچہ اسکی تشریح بخوبی ہو چکی ہے۔ اور اسی کی نظر سے ہم نے عبارت مذکورہ فتاوے عزیزیہ کو اپنی مؤیدات سے شمار کیا ہے۔ دوسری عبارت کافی کی عبارت ہے۔ اسکی توجیہ ہمنے ایسی کر دی ہے کہ وہ دیگر اقوال فقیہ کے موافق ہو سکتی ہے اور وہ بھی ہمارے قول کی مؤید بن جاتی ہے۔ ان دو عبارتوں کے بعد جو باتیں اس فتوے میں کہی گئی ہیں وہ من او ہالے آخر غلط ہیں نہ حدیث ان پر شاہد ہے نہ فقہ ان کی مؤید ہے۔ بلکہ حدیث اور فقہ انکے خلاف پر شہادت دے رہی ہیں۔ اسوجہ سے وہ باتیں نہ اہل حدیث کے ماننے کے لایق ہیں۔ نہ اہل فقہ کے قبول کرنے کے قابل۔ وہی باتیں صاف بیقین دلاتی ہیں کہ یہ فتوے صحیح مصنوعی ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم کی شان اس سے ارفع ہے کہ ایسی باتوں کو انکی طرف منسوب کیا جائے۔

وہ چار باتیں میں ازانجملہ ایک یہ ہے کہ دارالحرب میں اجرا احکام کفر سے یہ مراد ہے کہ ملکی امور بندوبست ارضی واخذ خراج وفصل خصومات اور سزا بتقصیرات میں کفار اپنے احکام کے مطابق حکم کریں۔ جسکا مفہوم یہ ہے کہ دارالاسلام وہ ہے جسمیں ان ہی معاملات میں احکام اسلام حکم رہی ہوں۔

یہ محض غلط بات و بے سند ہے۔ نہ تو اس فتوے میں اسکی کوئی سند قرآن یا حدیث سے بتائی ہے۔ اور نہ کوئی روایت فقہی یا قول فقیہ اسکی تائید میں نقل کیا ہے۔ اور نہ کتب حدیث اور فقہ میں اسکی کوئی سند پائی جاتی ہے۔ بلکہ حدیث و فقہ دونوں میں اسکا خلاف شاہد

میں آتا ہے۔

درمختار میں ان احکام کی مثال میں (جنسے دارالحرب دارالاسلام بن جاتی ہے۔) جمعہ اور عیدین کو شمار کیا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۳۱۱ میں گذرا (جو بندوبست ملک سے کوئی تعلق نہیں رکھتی) ایسا ہی **فتاوے بزازیہ** میں کفار تاتار کے ماتحت خوارزم کے دارالاسلام ہونے کی وجہ اجراء جمعہ وجماعات کو شمار کیا ہے۔ اور یہ بھی اسمیں کہا ہے کہ اسمیں ٹکس وغیرہ آئین کفار کے موافق لیا جاتا تھا۔ جو بندوبست ملک کے متعلق ایک امر ہے۔

یہ تو فقہ کی شہادت ہے۔ ایسی ہی حدیث نبوی کی شہادت ہے۔ جو بصفحہ ۳۰۶ و ۳۰۷ میں گذر چکی ہے۔ کہ جہاں اذان سنو یا مسجد دیکھو وہاں کسی کو قتل نہ کرو۔ اس حدیث میں احکام اسلام سے (جو دارالحرب کو دارالاسلام بنا دیتے ہیں۔ اذان کو شمار کیا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ جہاں بندوبست ملک حکم اسلام کے مطابق ہو وہاں قتل سے ہاتھ کو روک لو۔

دوسری غلط بات اس فتوے میں یہ لکھی گئی ہے کہ انگریز مسجدوں کو بلا تکلف گرا دیتے ہیں۔ اور ایسی چیزیں انکے نزدیک ہدر ہیں یعنے کوئی سزا یا تاوان نہیں رکھتیں۔ اسکے غلط ہونے پر صورت اور حالت موجودہ ہندوستان شاہد ہے۔ انگریز کسی مسجد کو کسی ملکی ضرورت کے سوا نہیں گراتے۔ اور اگر کوئی کسی کے معبد کو گرا دے یا کسی قسم کی اُسکی اہانت کرے تو اسکو جیلخانہ میں بھیجدیتے ہیں۔ اور اس جرم کی سزا تعزیرات ہند کے ذریعہ مشتہر کر چکے ہیں۔ خود انکا کسی مسجد کو گرانا ایسی ملکی ضرورتوں کے لئے ہوتا ہے جنکی نظر سے وہ اپنے چرچ (گرجا) کو بھی گرا دیتی ہے۔ ومعہذا وہ اُسکا تاوان قیمت رائج الوقت دیدیتی ہے۔ پھر یہ کہنا کہ یہ چیزیں انکے نزدیک بے سزا و بے تاوان ہیں غلط نہیں تو اور کیا ہے۔

تیسری غلط بات اسمیں یہ کہی ہے۔ کہ حضرت صدیق اکبر کے عہد میں دیار بنی یربوع کو باوجودیکہ اسمیں جمعہ وعیدین جاری تھے دارالحرب کا حکم دیا گیا۔

اسکے **غلط ہونے** پر واقعات تاریخیہ وروایات حدیثیہ شاہد ہیں۔ کسی کتاب معتبر میں

یہ نہیں دیکھا جاتا کہ دیار بنی یربوع میں جمعہ عیدین کی نماز جاری تھی۔ بلکہ اُسکے برخلاف یہ دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگوں پر حضرت صدیق اکبر نے چڑھائی کی تھی وہ سب نماز چھوڑ بیٹھے تھے۔ اور روئے زمین میں بجز تین مسجدوں (یعنے مسجد نبوی مسجد کعبہ اور مسجد عبدالقیس۔) کہیں خدا کے لئے سجدہ نہ ہوتا تھا۔

اکثر لوگ تو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے۔ اور بعضے جو برائے نام دین اسلام پر قایم تھے وہ بھی بعض احکام اسلام زکوۃ وغیرہ سے منکر ہو کر مرتد و خلیفہ وقت سے باغی ہو گئے۔ ازانجملہ بعض (جیسے بنی یربوع) زکوۃ خلیفہ وقت کے پاس بھیجنا چاہتے تو اُنکے رئیس اس سے روکتے تھے۔ غرض وہاں کوئی اسلامی حکم بھی بے روک ٹوک جاری نہ تھا۔ جس کی وجہ سے وہ علاقہ دارالحرب بنایا گیا۔

امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں مرتد (دین سے پھر جانے والے) دو قسم تھے۔

ان اهل الردة كانوا صنفين صنف ارتدوا عن الدين نابذوا الملة وعادوا الى الكفر وهم الذين عناهم ابوهريرة بقوله كفر من كفر من العرب وهذه الفرقة طائفتان احدهما اصحاب مسيلمة من بنى حنيفة وغيرهم الذين صدقوه فى دعواه فى النبوة واصحاب الاسود العنسى ومن كان من مستجيبيه من اهل اليمن وهذه الفرقة باسرها منكرة لنبوة محمد صلى الله عليه وآله وسلم مدعية النبوة لغيره۔ فقاتلهم ابوبكر رضى الله عنه حتى قتل مسيلمة باليمامة والعنسى

ایک قسم وہ جنہوں نے اسلام کو چھوڑ دیا۔ اور اپنے کفر کی طرف لوٹ گئے۔ وہی لوگ ابوہریرہ کے اس قول سے کہ عرب کے لوگ کافر ہو گئے جو ہو گئے مراد ہیں۔ اس قسم کے دو فریق یا ٹولے ہیں۔ ایک تو وہ جو مسیلمہ کذاب کے ساتھی تھے جنہوں نے اسکو دعوت نبوت میں سچا مان لیا تھا۔ اور بعضے انہیں اسود عنسی کے ساتھ والے اور اُسکے دعوے کو قبول کرنے والے تھے۔ یہ لوگ سب کے سب آنحضرت کی نبوت کے منکر تھے۔ اُنسے حضرت ابوبکر لڑے (جسکی وجہ اُنکا مسلمانوں کو ستانا تھا۔ چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آتا ہے) مسیلمہ کو یمامہ میں مارا

فتوے

ضعفاء وانقضت جموعهم وهلك اكثرهم والطائفة الاخرى ارتدوا عن الدين و انكروا الشرائع وتركوا الصلوة والزكوة وغيرهما من امور الدين وعادوا الى ما كانوا عليه فى الجاهلية فلم يبق يسجد لله فى بسيطة الارض الا فى ثلثة مساجد مكة و مسجد المدينة ومسجد القيس فى البحرين فى قرية يقال له جواثا ففى ذلك يقول الاعور الشنى يفتخر بذلك

ع وللمسجد الثالث الشرقى كان لنا ٭ والميزان وفصل القول فى الخطب ٭ اى لا منبر للناس تعرفه ٭ الا بطيبة والحجوج ذى الحجب ٭

وكان هؤلاء المتمسكون بدينهم محصورين بجواثا الى ان فتح الله سبحانه على المسلمين اليمامة - فقال بعضهم وهو رجل من بنى بكر بن كلاب يستنجد ابا بكر الصديق رض

ع شمر لا بلغ ابا بكر رسولا ٭ وفتيان المدينة اجمعينا ٭ فهل لكما فى قوم كرام ٭ تبوؤا فى جواثا محصرينا ٭

وكان معالم فى كل فج ٭ حماء البدن تغشى التناظرينا ٭ توكلنا على الرحمن انا ٭

عمدہ کوٹھیاں - اٹی جماعتیں ٹوٹ گئیں - اور اکثر مارے گئے - قسم اول کا دوسرا فریق یا تو لوٹ وہ ہے جو اسلام سے پھر گئے - اور نماز زکوۃ وغیرہ امور دین چھوڑ کر اپنے پرانے کفر پر ہو گئے اُسوقت تمام روئے زمین میں خدا کے لئے سجدہ صرف تین مسجدوں میں (مسجد مکہ - مسجد مدینہ - مسجد عبدالقیس جو بحرین کے علاقہ میں جواثا موضع میں تھی - ہیں ہوتا تھا - (کہاں ہیں اس فتوے کے لکھنے والے یا پیش کرنے والے جو نبی پر بوع میں جمعہ وعیدین کے جاری رہنے کے مدعی ہیں - اس عبارت کو پڑھیں) اسی جواثا کی تعریف میں اعوشاء بطور فخر نظم میں کہتا ہے - ہمارے مشرقی مسجد اور منبر - اور خطبے میں جسدن بجز مدینہ یا جواثا کہیں ممبر نہ تھا - وہ لوگ دین اسلام پر چلنے والے جواثا میں مرتدین کے محاصرہ اور قید میں تھے - یہانتک کہ خدا تعالے نے مسلمانوں کو یمامہ کی فتح دی - ان ہی کے لئے ایک شاعر نے حضرت ابو بکر سے مدد چاہتی ہوئی نظم میں کہا ہے - اے پیغام پہنچانے والے ابو بکر اور ہمارے

وحدنا النصر للمتوكلية، والصنف الآخر هم الذين فرقوا بين الصلوة و الزكوة فاقروا بالصلوة وانكروا فرض الزكوة ووجوب ادائها الى الامام و هؤلاء على الحقيقة اهل البغي اتمام يدعوا بهذا الاسم في ذلك الزمان لخوفهم في اغماد اهل الردة اضيف الاسم في المجلة الى الردة اذ كانت اعظم الامرين واهمهما وانزح قتال اهل البغي من زمن علي ابن ابي طالب اذ كانوا منفردين في زمانه لم يختلطوا باهل الشرك وقد كان في ضمن هؤلاء من كان يسمح بالزكوة ولا يمنعها الا ان رؤساءهم صدهم عن ذلك الراي وقبضوا على ايديهم كبني يربوع فانهم كانوا قد جمعوا صدقاتهم واراد وا ان يبعثوا بها الى ابي بكر الصديق فمنعهم مالك بن نويرة وفرقها فيهم۔

(شرح مسلم نووی صفحہ ۳۳ جلد ۱)

کے نوجوانوں کو پیام پہنچا دے کہ کیا آپ لوگ اپنی قوم کیطرف توجہ نہیں کھتے جو جواتا کہ محاصرہ میں تیز اور جنکے خون چون میں ایسے ہیں جیسے قربانیوں کے خون جو دیکھنے والوں کو دعا تک لیں۔ جنہوں نے خدا پر بھروسہ کرنیوالوں کے لئے مدد کا وعدہ پایا ہے۔ (ناظرین! حضرت علیؓ کی لڑائی ان ظالموں پر اس ظلم کے سبب سے تھی) قسم دوم وہ لوگ تھے۔ جو نماز کے تو زبان سے) مقر تھے دیتے نہیں فرائض کہ وہ پڑھتے بھی تھے) مگر زکوۃ کی فرضیت اور خلیفہ وقت کے حضور میں اُسکے ادا کے منکر تھے۔ اور یہ لوگ درحقیقت باغی تھے۔ (جسپر عین دارالاسلام میں بھی چڑھائی جائز ہے۔ بیسا کہ خلفاء راشدین میں سے حضرت علیؓ نے کی تھی) اسوقت وہ باغی کے نام سے اسلئے نہیں پکارے گئے۔ کہ وہ مرتدوں کی جماعتوں میں شامل تھے۔ لہذا اُنکو مرتدوں کی طرف منسوب کیا گیا کیونکہ زکوۃ جس سے وہ منکر ہوکر مرتد ہوئے احکام اسلام سے بڑا بھاری حکم تھا۔ اور

مرتدوں کی تاریخ حضرت علیؓ مرتضے کے وقت سے شروع ہوئی ہے۔ اُن مرتدوں میں بعض ایسے بھی تھے جو زکوۃ دینے میں خوش تھے۔ مگر اُنکے رئیس اُنکو منع کرتے جیسے بنی یربوع کہ

۹۰۸

اُنہوں نے زکوٰۃ اکٹھی کرکے حضرت ابوبکر صدیق کے پاس بھیجنی چاہی تھی مگر مالک بن نویرہ نے اس سے روک دیا۔ اور اُن ہی لوگوں میں اسکو متفرق کر دیا۔"

اس تاریخی شہادت کو پڑھ کر ناظرین یقین کرینگے کہ جو تیسری بات اس فتوے میں لکھی ہے وہ بھی غلط ہے۔ جمعہ وعیدین کا ان دیار میں نام ونشان نہ تھا۔ مرتدوں کا زور تھا جو کسی نیکی کرنے والے کو بھی نیکی نہ کرنے دیتے۔ پس جو جہ سے وہ ملک دارالحرب قرار دیا گیا۔ اور اگر کہیں بالفرض جمعہ عیدین کا نام تھا تو وہاں بغاوت کی وجہ سے چڑھائی ہوئی جو باغی مسلمان اور اسکے ملک دارالاسلام پر بھی ہو سکتی ہے۔

چوتھی غلطی اور دھوکہ میں ڈالنے والی بات اس فتوے میں یہ کہی ہے کہ سماحہ اور اُسکے گرد ونواح کو اور عرنک وخیبر کو اور وادی القریٰ کو دارالحرب کا حکم دیا باوجودیکہ وہاں کے بعض لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ اور تجار اہل اسلام وہاں جاتے تھے۔

اسمیں غلطی ومغالطہ دینے دھوکہ دہی یہ ہے کہ صرف وہاں بعض لوگوں کا مسلمان ہو جانا ذکر کرکے یہ جتایا ہے۔ کہ وہاں بعض احکام اسلام جمعہ جماعات وغیرہ جاری تھے۔ جو محض غلط ہے اس بات سے خیبر یا فدک یا وادی القریٰ میں مسجد کہاں تھی۔ اور نماز کون پڑھتا تھا بعض لوگوں کا وہاں خفیہ یا علانیہ مسلمان ہو جانا یا تجار اہل اسلام کا وہاں تجارت کے لئے جانا یہ نہیں ثابت کرتا کہ وہاں کے موذی سرکش قوم وہاں کے ناتوان مسلمانوں کو نماز وغیرہ شعائر مذہبی ادا کرنے سے نہ روکتی تھی۔ اور مسلمان وہاں مسجد بناتے اور اذانیں کہتے تھے۔ وہاں کا یہ حال ہوتا تو آنحضرت اور اُنکے خلفاء ان بلاد پر ہرگز چڑھائی نہ کرتے۔ چنانچہ آپکے قول وہدایات منقولہ صفحہ ۳۰۶، ۳۰۷ اسپر شاہد ناطق ہیں۔ کسی جگہ صرف بعض لوگوں کا مسلمان ہو جانا اور اسطور سے وہاں اسلام کا پایا جانا اس جگہ کو کسی کے نزدیک دارالاسلام نہیں بناتا۔ بلکہ بلا روک ٹوک (مستطین اس دیار سے وہاں شعائر اسلام کہ (گو بعض شعار ہی ہوں جیسے اذان ونماز نہ کل) پایا جانا اس جگہ کو دارالاسلام بناتا ہے۔ چنانچہ سابقاً بتفصیل ثابت کیا گیا **یہی وجہ ہے۔ کہ**

فقہاء رحمہم اللہ نے دارالحرب میں صرف مسلمانوں کے موجود ہونے کا کوئی لحاظ و اعتبار نہیں کیا۔ اور دارالحرب پر چڑھائی کرنے کے احکام میں لکھا ہے۔ کہ اگر دارالحرب میں مسلمان ہوں۔ اور ان ہی کو کفار سامنے کردیں تو مسلمان ان پر تیراندازی سے نہ روکیں۔ ہدایہ میں ہے حربیوں پر تیراندازی کا کوئی مضائقہ نہیں۔ اگرچہ انمیں کوئی مسلمان یا قیدی یا سوداگر ہو (جو مسلمانوں سے لڑنا نہ چاہتا ہو۔) یہ حکم اسلئے ہے کہ تیراندازی میں عام ضرر کا جماعت اسلام سے دفع کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اگر اس سے کوئی قیدی یا سوداگر یا مسلمان جو لڑنا نہ چاہتا تھا۔ ہلاک ہوجائے تو وہ ضرر خاص ہے۔ (جس کی رعائت ضرر عام کے مقابلہ میں جائز نہیں) یہ بھی اُس کی ایک عقلی وجہ ہے کہ وجود مسلمان سے تو کوئی قلعہ مخالفین کا خالی نہیں ہوتا (کوئی نوکر ہی اسمیں ہوتا ہے۔ کوئی قلی ہی ہوتا ہے۔) پس اگر اس مسلمان کے لحاظ سے تیراندازی روکی جائے تو دارالحرب پر چڑھائی ہی بند ہوجائے۔ اور اگر وہ حربی لوگ مسلمانوں کے بچوں یا مسلمان قیدیوں کو اپنی سپر بنالیں یعنے اپنے آگے کھڑے کرلیں۔ تو بھی مسلمان ان پر تیراندازی کرنے سے نہ رُکیں۔ اور اپنی نیت یہ کرلیں کہ ہم کافرون حربیوں کو مارنا چاہتے ہیں جسکی وجہ ابھی ہم بیان کرچکے ہیں۔

ولا باس برميهم وان كان فيهم مسلم او اسير او تاجر لان في الرمي دفع الضرر العام بالذب عن بيضة الاسلام و قتل الاسير والتاجر ضرر خاص ولانه فلما يخلو حصن من مسلم فلو امتنع باعتباره لانسد بابه وان تترسوا بصبيان المسلمين او بالاسارى لم يكفوا عن رميهم لما بينها۔ ويقصدون بالرمي الكفار (ہدایہ صفحہ ۵۴۱ جلد ۱۔)

یہ قول فقہاء جو اکثر کتب فقہ میں پایا جاتا ہے۔ صاف و صریح شہادت دیتا ہے کہ دارالحرب میں مسلمانوں کا وجود اسکو دارالاسلام نہیں بناتا۔ بلکہ اُنکا ادائے شعائر مذہب میں آزاد ہونا دارالاسلام بناتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بالمقابلہ بطور معارضہ خیبر و فدک وغیرہ کو دارالحرب بنانے کے لئے صرف وجود اسلام و مسلمانوں کو پیش کرنا غلطی

ومغالطہ (دھوکھہی) ہے:-

اسمقام میں تعجب وافسوس کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے کہ اس عبارت فتاوے عزیزیہ مدرس صاحب نے جلسہ سرسری مذاکرہ میں پیش کیا۔ اور اسکی تائید میں ہدایہ کی عبارت منقولہ بالا کو پڑھا اور اسمیں لفظ تترسّوا کو جو تشدید راء وتخفیف سین مضموم سے ہے اور اسکے معنے سپر بنانے کے ہیں تترسّوا بتخفیف راء وتشدید سین مفتوح پڑھا۔ (حالانکہ وہ عربی کے مدرس وشاعر وادیب کہلاتے ہیں) تو اسکے جواب میں اسیوقت یہی کہا گیا۔ کہ دارالحرب میں وجود اسلام ومسلمانان اسکو دارالاسلام نہیں بنا دیتا۔ بلکہ دارالحرب میں مسلمانوں کا آزادی مذہبی سے رہنا اور اپنے اسلام کے شعائر ادا کرنے میں خودمختار ہونا اسکو دارالاسلام بناتا ہے۔ لہذا یہ عبارت آپکے دعوے کی مثبت اور مؤید اور ہمارے دعوے کی مخالف نہیں ہے۔ مگر پھر بھی مولوی صاحب اس امر کو نہ سمجھے اور اخبار چودھویں صدی کے ذریعہ وہی بولی بولنے لگ گئے۔ اب دیکھئے اس تحریری جواب سے مطمئن ہوتے ہیں یا نہیں۔

ان چاروں باتوں کے غلط ثابت ہونے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ فتوے وضعی و غلط ہے اور یہ اس لائق نہیں کہ حضرت مولینا شاہ عبدالعزیز صاحب کی طرف منسوب کیا جائے کیسے جلہ اور فقہ وحدیث سے ناواقف کی من گھڑت ہے۔

اسوقت کے دوسرے شاہ عبدالعزیز حضرت مولینا وشیخنا وشیخ الکل مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی سے خاکسار نے اس فتوے کا حال دریافت کیا تو آپ نے بھی اسکو غلط قرار دیا۔ اور اپنے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے نواسہ اور شاگرد وخلیفہ مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب مرحوم کی رائے کو بھی اس فتوے کے خلاف بیان کیا۔ چنانچہ اس مضمون کا ایک خط دستخطی مولوی محمد صاحب مصحح مطبع انصاری دہلی خاکسار کے پاس پہنچا ہے۔

مدرس صاحب کے دلائل ومستندات کا (جو اس جلسہ سرسری مذاکرہ میں انہوں نے

84

عندالاستفسار شہادت دینے سے یہ عذر نہین کرسکتا کہ اُسکے بتانے سے مین مجرم ٹھرایا جاؤنگا۔ یا کسی قسم کی سزا یا تاوان کا مستوجب ہونگا۔

تطبیق

یہ علم متعلقات واقعہ عام ہے۔ قانونمین اُسکی تخصیص رویت چشم سے یا سماع گوش سے نہیں ہوئی۔ وبناءً علیہ جو شخص دعوے کرے کہ میرے پاس حواس ظاہری کے علاوہ مشاہدہ واقعات کا ایک اختیاری آلہ الہام کا ٹیلیگراف یا ٹیلی فون ہی ہے۔ اور میں خدا سے سو دفعہ کوئی بات پوچھتا ہون تو سو ہی دفعہ مجھے اُسکا جواب مل جاتا ہے۔ اور فلان واقعہ قتل کے وقت اور دن اور تاریخ اور آلہ قتل۔ اور قاتل کی نوعیت کا کہ وہ کس قوم یا جماعت سے ہے مجھے علم ہے جسکو مینے بتا دیا تھا۔ یا آئندہ بتا سکتا ہون تو تو عدالت (اگر وہ اسکو اس دعوے میں سچا مان لے) اس سے یہ پوچھنے کا حق رکھتی ہے کہ وہ قاتل کا نام بہی بتاوے۔ اور وہ یہ عذر نہیں کرسکتا کہ اُسمیں مجھے مجرم ہونے کا اور مستوجب سزا ہونے کا اندیشہ ہے۔

وازانجا کہ آپ کو اس اختیاری آلہ کا دعوے ہے۔ اور واقعہ قتل لیکھرام کے متعلق یہ دعوے ہے کہ میں تاریخ اور دن۔ اور وقت۔ اور نوعیت قاتل کہ وہ صاحب وجہ انسان ہے۔ یا کوئی فرشتہ سب کچھ بتا چکا ہوں۔ لہذا عدالت کا حق ہے کہ اگر وہ ان دعاوی میں آپ کو سچا جانتی ہے تو اس دفعہ کے اصل اصول کی نظر سے آپ سے [illegible] پوچھے۔ اور اگر وہ آپ کو ان دعاوی میں جھوٹا و فریبی جانتی ہے تو پھر اسکا یہ حق ہے کہ وہ آپ کو اس جہوٹ و دغا و فریب کی سزا میں اصل اصول دفعہ ۲۷۲ لغایت ۲۷۵ تعزیرات ہند کا مورد بنا کر۔ اس جہوٹ اور فریب سے جسکا اثر بد لوگوں کی جان و مال پر اسقدر ہوتا ہے کہ وہ اُس دودہ یا دوا سے نہیں ہوتا جس میں غیر چیز کی آمیزش

پیش کی تھی) جواب تمام ہوا۔ جس سے ثابت ہوا کہ مدرس صاحب کے دلائل ناتمام ہیں۔ اور اُنکے ہاتھ میں اپنے مذہب حنفی کی کوئی دلیل نہیں ہو ہمارے جوابات کا معارضہ کرے۔ بلکہ حنفی مذہب ہمارے ساتھ ہے۔ اور ہمارے جوابات کا مؤید و مصدق ہے جیسے نصوص قرآنیہ اور روایات حدیثیہ ہماری موید ہیں۔

شائد مدرس صاحب مولوی **عبدالحی صاحب** کے فتوے کو جو اُنکے مجموعہ فتاوے کے جلد اوّل صـ۳۱ میں درج ہے **یا نواب صاحب** بھوپال کے فتوے کو جو اُنکے رسالہ ناسخ و منسوخ کے اخیر میں شائع ہوا ہے اپنے دلائل سمجھتے ہوں۔ اور ان حضرات کے معتقدین کو وہ فتوے دکھا کر اپنے خیال کی طرف بلاتے ہوں۔ لہذا ضروری معلوم ہوا کہ ان فتوؤں کا جواب بھی مولوی صاحب کو دیا جاوے۔ گو اس مجلس سرسری مذاکرہ میں اُنہوں نے ان فتوؤں کا ذکر نہیں کیا۔

پس واضح ہو کہ **مولوی عبدالحی صاحب** کے فتوے کا جواب اُن ہی کا دوسرا فتوے ہے۔ جس کی عبارت بصفحہ ۱۹ نقل ہو چکی ہے۔ اور **نواب صاحب بھوپال** کا فتوے بعینہ فتاوے عزیزیہ کی نقل ہے۔

لہذا جو **جواب** اس فتاوے عزیزیہ کا دیا گیا ہے۔ وہی **جواب** اس فتوے نواب صاحب کا جواب ہے۔ علاوہ برآں نواب صاحب کا یہ عمل کہ اُنہوں نے اس ملک سے ہجرت نہ کی۔ (باوجودیکہ وہ ایک ریاست کے امیر و صاحب استطاعت تھے) بلکہ وہ عرب میں گئے اور وہاں رہے۔ پھر اسی دارالحرب میں آکر دنیا سے رخصت ہوئے۔ یہی اس فتوے کا جواب ہے۔

ایک بات لایق ذکر اس مقام میں یہ ہے کہ مدرس صاحب نے اس مجلس سرسری مذاکرہ میں ہندوستان کا دارالحرب ہونا بیان کیا۔ اور اُسکے ثبوت میں عبارت جامع الرموز اور فتاوے عزیزیہ کو پیش کیا۔ تو حاضرین مجلس میں سے ایک **مولوی صاحب** باوجود وکیل ہونے کے نماز جمعہ کے بڑے ملتزم تھے۔ اور ہوقت تنگ حتے الوسع انہوں نے کبھی نماز جمعہ ترک نہ کی تھی

بول اٹھے کہ جس حالت میں یہ ملک دار الحرب تو پھر اسمیں نماز جمعہ کا بکیٹرا کیا ضرورت ہے۔ اُنکی خدمت میں اسوقت بھی کچھ ناصحانہ عرض کیا تھا۔ اور اب بھی محض نصیحتاً (نہ بطور اعتراض یا مباحثہ) کہا جاتا ہے۔ کہ اگر ان لیا جائے اور بطور فرض محال فرض کر لیا جائے کہ یہ ملک دار الحرب ہے تو بھی ہمیں نماز جمعہ کا ادا کرنا ہمارے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ جس پر دو دلیلیں شاہد ہیں۔

دلیل اوّل۔ (جو ایک محقق و مبصر کے لئے ہے۔) یہ ہے کہ جمعہ کی فرضیت قطعی ہے (جسپر قرآن وحدیث واجماع امت اور خود مذہب حنفی کا قرار داد و تسلیم دلیل ہے) اور جمعہ کے لئے یہ شرط کہ اُسکے ادا کرنے کی جگہ ایک شہر ہو اور اُسکا بادشاہ مسلمان ہو جس کے حکم یا اُسکے نائب کے حکم سے مسلمان جمعہ ادا کریں۔ ایک ظنی شرط ہے جس کے ظنی ہونے پر اتفاق کل ہے۔ پھر ایک قطعی امر کو ایک ظنی شرط کی فوت ہونے سے ترک کرنا کیونکر جائز ہے اور حنفی مذہب میں اُسکی کب اجازت دیتا ہے۔ یہ امر اسوقت عرض کیا گیا تھا۔ اسمقام میں اسکی کسیقدر تفصیل کیجاتی ہے۔ کہ فرضیت کا جمعہ کا قطعی ہونا تو حنفی مذہب میں مسلم ہے اسلئے اسمقام میں اُسکے دلائل قرآن وحدیث سے آپ کے سامنے پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہاں یہ صرف دوام کا آپ کو صرف بتا دینا (نہ اُنپر بحث کرنا) منظور ہے۔ **اوّل** یہ کہ وہ شرط حنفی مذہب کی شہرت سے کیوں ظنی ہے **دوم** یہ کہ حنفی مذہب میں امر ظنی کو مقابلہ میں قطعی حکم قرآن کو ترک کرنے کا عدم جواز کہاں مذکور ہے۔ **سوا امر اوّل** کی نسبت گذارش ہے کہ ادائے جمعہ کے لئے مصر یعنی شہر ہونا۔ اسلام کا ضروری ہونا۔ اور اوسکے اذن سے جمعہ کا ادا کرنا نہ قرآن میں ہے۔ نہ کسی متواتر یا مشہور حدیث میں پایا جاتا ہے بلکہ شہر کے ضروری ہونے پر ایک حدیث پیش کیجاتی ہے۔ جو خبر واحد کہلاتی ہے۔ اور وہ صاحب ہدایہ نے نقل کی ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ جمعہ عید بقرہ عید بغیر مصر جامع کے نہیں ہوتی اور پھر کہا ہے۔ کہ مصر کی تعریف میں امام

(و لا یجوز فی الفتری اقول علیہ السلام)

لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا في مصر جامع للمصر الجامع كل موضع له امير وقاضي ينفذ الاحكام ويقيم الحدود - وهذا عن ابي يوسف رح وعنه انهم اذا اجتمعوا في اكبر مساجدهم لم يسعهم والاولى اختيار الكرخي والثاني اختيار البلخي × × × ولا يجوز اقامتها الا للسلطان او لمن امره السلطان لانها تقام بجمع عظيم وقد تقع المنازعة في التقدم والتقديم وقد تقع في غيره فلابد منها تتميما لامرها (ہدایہ ص۱۴۸ ج ۱)

ابو یوسف سے دو قول منقول ہیں ایک یہ کہ مصر وہ ہے جسمیں قاضی و امام ہو۔ دوسرا یہ کہ اسمیں مسلمان اسقدر ہون جو ایک بڑی سے بڑی مسجد میں نہ سما سکیں۔ پہلا قول امام کرخی نے پسند کیا ہے۔ دوسرا قول امام بلخی نے اور بادشاہ کے ضروری ہونے پر ایک عقلی پیش کیجاتی ہے جو صاحب ہدایہ کو سوجھی ہے۔ امام مذہب نے نہیں فرمائی۔ وہ یہ ہے کہ جمعہ ایک بڑی جماعت سے قایم کیا جاتا ہے اور جہاں بڑی جماعت ہو وہاں کبھی یہ جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے کہ امام کسکو بنایا جائے یا اور کوئی جھگڑا۔ سو جھگڑے کے تصفیہ کے لئے بادشاہ اسلام کا یا جو اسکا نائب ہونا ضروری ہے کہ جمعہ کا کام پورا ہو۔

یہ عقلی دلیل تو ایسی ظنی اور ضعیف ہے کہ خود محقق حنفیہ نے اسکو تسلیم نہیں کیا

وما في الهداية انها تقام بجماعة فعسى ان تقع المنازعة في التقديم والتقدم لان كل انسان يطلب لنفسه رتبة فلابد من امر السلطان ليدفع هذه المنازعة فهذا رأي لا يثبت للاشتراط لاطلاق نصوص وجوب الجمعة ثم هذه المنازعة تندفع باجماع المسلمين على تقديم واحد كما

بحر العلوم کتاب ارکان اربعہ میں فرماتے ہیں کہ جو [illegible] ہے کہ جمعہ جماعت سے قایم کیا جاتا [illegible] جماعت کا امام بنانے میں جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔ اس جھگڑے کے دفعہ کرنے کے لئے امام کا ہونا ضروری ہے۔ یہ ایک رائے ہے جس سے شرط ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وجوب جمعہ کے نصوص

ان رتبة السلطان يطلبها كل احد من الناس فعسى ان تقع المنازعة فلا يصح نصب السلطان لكن تندفع هذه المنازعة باجماع المسلمين على تقديم واحد فكذا هذا وكما فى جماعة الصلوة عسى ان تقع المنازعة فى تقديم رجل لكن تندفع باجماع المصلين فكذا فى الجمعة ثم الصحابة اقاموا الجمعة فى زمان فتنة بلوى امير المؤمنين عثمان رض وكان هو اماما حقا محصورا اولم يعلم انهم طلبوا الاذن فى اقامة الجمعة بل الظاهر عدم الاذن لان هؤلاء الاشقياء من اصحاب الشر لم يرخصوا ذلك فعلم ان اقامة الجمعة غير مشروطة عندهم بالاذن۔ (ارکان اربعہ)

(آیات قرآن) اس شرط سے مطلق یعنی بے قید ہیں پھر وہ اس اطلاق کو کیونکر مقید کر سکتی ہے اور یہ جھگڑا تو مسلمانوں کے اتفاق سے دور ہو سکتا ہے جیسا کہ خود بادشاہ کو مقرر کرنا اس اتفاق مسلمانوں سے ہوتا ہے اور جیسا کہ پانچوقتی نماز کے امام بنانے کا جھگڑا مسلمانوں کے اتفاق سے طے ہو سکتا ہے پھر دیکھو کہ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان پر بلوے ہونے کے زمانہ میں جبکہ آپ بلوائیوں کے محاصرہ میں بھی جمعہ ادا کیا۔ اور اوس امام برحق سے ان کا اذن طلب کرنا ثابت نہیں ہے۔ بلکہ انکے ظاہر حال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اذن نہیں لیا گیا۔ وہ بدبخت بلوائی کب اذن لینے کی اجازت دیتے تھے۔

ایسی ہی **وہ نقلی دلیل حدیث ظنی وضعیف** ہے۔ ایک اسکے الفاظ میں ضعف واختلاف ہے۔ دوسرا اسکے معنے میں ضعف واختلاف ہے۔

لفظی ضعف واختلاف یہ ہے کہ صاحب ہدایہ اور بعینہٖ تو اس حدیث کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول قرار دیتے ہیں۔ اور محدث ومحقق جنہیں حنفی بھی ہیں سکا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح وثابت ہونا نہیں مانتے۔

امام زیلعی حنفی تخریج ہدایہ میں فرمایا ہے۔ کہ یہ حدیث جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

قلت غریب مرفوعا وانما وجدناہ موقوفا عن علیؓ (تخریج زیلعی)

کی طرف منسوب ہوئی ہے۔ اُسکی شاذ (یعنے ایک راوی کی نقل اوروں کے برخلاف) ہے ہمنے تو یہ حضرت علیؓ کا اپنا قول پایا ہے۔

حافظ بن حجر نے درایہ تخریج ہدایہ میں کہا ہے۔ کہ امام بیہقی نے فرمایا ہے۔ کہ اس

قال البیہقی لا یروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک شیٔ (درایہ تخریج ہدایہ ص۱۳۱)

مضمون میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔ اور آپنے تخریج مسند رافعی میں کہا ہے کہ اسحدیث کو امام احمد نے ضعیف کہا ہے اور امام بیہقی نے کتاب معرفۃ السنن والآثار

حدیث لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر ضعفہ احمد (تلخیص الحبیر تخریج مسند الرافعی الکبیر۔)

قال الشافعی رح فی القدیم وقال بعض الناس لا یجوز الجمعۃ الا فی مصر جامع وذکر فیہ شیئا ضعیفا وقال احمد انما یروی ھذا عن علیؓ فاما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ لا یروی عنہ فی ذلک شیٔ۔ (معرفۃ السنن للبیہقی)

میں کہا ہے کہ امام شافعیؒ نے فرمایا ہی بعض لوگوں نے کہا ہے کہ جمعہ بجز مصر جامع جائز نہیں۔ اور اسباب میں ایسی روائیت ذکر کی ہے جو ضعیف ہے۔ امام احمدؒ نے فرمایا ہے۔ یہ قول حضرت علیؓ سے مروی ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اسباب مین کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔ یہ اختلاف آئمہ کا (جسمیں بعض ائمہ حنفی بھی داخل ہیں) اسحدیث کے الفاظ کا ضعیف اور ظنی ہونا ظاہر کرتا ہے۔

اور جو اس حدیث میں **معنوی ضعف و اختلاف ہے** وہ خود صاحب ہدایہ کی کلام منقولہ سابق میں موجود ہے۔ صاحب ہدایہ نے خود بیان کیا ہے۔ کہ مصر کی تعریف میں کرخی نے کچھ کہا ہے۔ بلخی نے کچھ اور جو اسوقت کے اکثر گاؤن و دیہات پر صادق آتا ہے۔

ایسا ہی امام شافعیؒ جیسے امام جلیل الشان نے مصر کی تعریف میں اشتباہ ظاہر

قال الشافعی ولا ندری ما حد المصر الجامع (معرفۃ السنن بیہقی)

کیا ہے۔ چنانچہ معرفۃ السنن مین اُنسے منقول

244

ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ مصر جامع کی کیا تعریف ہے۔

یہ اشتباہ و اختلاف اس حدیث کے معنے کو ظنی و ضعیف قرار دیتا ہے۔ امر اوّل یعنے اس حدیث کا لفظاً و معنےً ظنی اور ضعیف ہونا ثابت ہوا۔ اب امر دوم یعنے ظنی حدیث کا قطعی حکم قرآن کے مقابلہ میں حنفی مذہب میں ناقابل عمل و اعتبار ہونا گذارش کیا جاتا ہے۔

امر دوم

اصول فقہ مذہب حنفی کی چھوٹی کتابیں اصول شاشی و مناز و نور الانوار وغیرہ میں۔ اور بڑی کتابیں توضیح تلویح مسلم الثبوت وغیرہ میں ان کتابوں میں جس کتاب میں چاہو یہ مسئلہ دیکھ لو کہ قطعی حکم قرآن کے مقابلہ میں ظنی حدیث خبر واحد پر عمل جائز نہیں۔ **نور الانوار** میں ہے کہ

ونسخ وصف فی الحکم بان ینسخ عمومہ واطلاقہ ویبقی اصلہ وذلک مثل الزیادۃ علی النص فانہا نسخ عندنا ولا یجوز عندنا الا بالخبر المتواتر والمشہور +
(نور الانوار)

وانما یرد خبر الواحد فی معارضۃ الکتاب لان الکتاب مقدم لکونہ قطعیا +
(تلویح ص ۲۲۹ و مثلہ ص ۲۳۰)

ولا یجوز عند الحنفیۃ تخصیص الکتاب بخبر الواحد مالم یخص بقطعی +
(مسلم الثبوت)

حنفی مذہب میں خبر واحد سے قرآن کے اطلاق یا عموم کی تقیید یا تخصیص جائز نہیں۔ اور یہ نص پر از خود زیادتی کرنے کی مانند ہے۔ اور یہ اطلاق قرآن کو منسوخ کرتا ہے۔ جو بجز حدیث متواتر یا مشہور کے جائز نہیں۔

تلویح میں ہے کہ کتاب اللہ کے مقابلہ میں خبر واحد رد کیجاتی ہے۔ کیونکہ قرآن قطعی ہونے کیوجہ سے مقدم ہے۔

اور مسلم میں ہے۔ حنفیہ کے نزدیک عموم کتاب کی تخصیص خبر واحد سے جائز نہیں۔ جب تک کہ کسی قطعی سے اس کی تخصیص نہ ہو چکی ہو۔

ہماری اس دلیل اوّل کو (جو دلائل اصولیہ و اقوال فقہیہ سے مؤید ہے) سُنکر غالباً

وکیل صاحب کہیں گے کہ دلائل میں نظر کرنا تو محققین یا محدثین کا کام ہے ہم تو مقلد ہیں۔ ہم کو تو یہ دلیل بتانی چاہیئے کہ فلاں فقیہ نے یہ کہا یا فلاں کتاب فقہ میں لکھا ہے۔ کہ ایسی جگہ جہاں کا حاکم بادشاہ یا اسکا نائب مسلمان نہ ہو جمعہ ہو سکتا ہے یا ادا کرنا چاہیئے۔ لہذا وکیل صاحب کے اس عذر کی نظر سے دوسری دلیل پیش کیجاتی ہے۔

دوسری دلیل جو مقلدین مذہب حنفی کیلئے تسلی بخش ہے

ردّ المختار میں جامع الفصولین سے نقل کیا ہے کہ جن شہروں میں کفار کیطرف سے مسلمان حاکم مقرر ہو ہمیں جمعہ وعیدین قایم کرنا اور قاضی مقرر کرنا اور مسلمان بیواؤں کا نکاح کر دینا جائز ہے۔ کیونکہ وہاں مسلمانوں کی حکومت وغلبہ ہے۔ رہی (اطاعت حکام) کفار کی اطاعت سو ایک معاہدہ کی وجہ سے یا دھوکہ دہی سے ہے۔ اور جہاں کافر ہی حاکم ہو۔ (یعنے مسلمان حاکم نہ ہو جیسا کہ پہلی صورت میں بیان ہوا ہے) وہاں خود مسلمانوں کو جمعہ قائم کرنا جائز ہے۔ وہاں مسلمانوں کی رضامندی سے قاضی مقرر ہو سکتا۔ اور مسلمانوں پر ایسے والی (یعنے قاضی یا امام) کا مقرر کرنا واجب ہے۔ اور اس سے پہلے ہم باب الجمعہ میں فتاوے بزازیہ سے

ذکر فی اول جامع الفصولین۔ کل مصر فیہ وال مسلم من جھۃ الکفار یجوز فیہا اقامۃ الجمع والاعیاد وتقلید القضاۃ وتزویج الایامی لاستیلاء المسلم علیہم واما طاعۃ الکفر فی موادعۃ او مخادعۃ اما فی بلاد علیہا ولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین ویجب علیہم طلب۔ وال مسلم ص۵۱ وقد منا لک فی باب الجمعۃ عن البزازیہ (ردالمختار ص۲۵ جلد)

ایسا ہی نقل کر چکے ہیں۔

اور ردّ المختار کے باب الجمعہ میں ہے۔ کہ معراج الدرایہ میں کتاب مبسوط سے نقل کیا ہے کہ وہ شہر جو کفار کے ہاتھ میں

فی معراج الدرایۃ عن المبسوط البلاد التی

245

فی ایدی الکفار بلاد الاسلام لا بلاد الحرب لانهم لم یظهروا فیها حکم الکفر بل القضاة والولاة مسلمون یطیعونهم عن ضرورة اویدعونها وکل مصر فیه وال من جهتهم یجوز له اقامة الجمع والاعیاد وتنفیذ القضاة لاستیلاء المسلم علیهم فلو الولاة کفارا یجوز للمسلمین اقامة الجمعة ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین ویجب علیهم ان یتمسوا والی مسلما انتهی۔ (رد المحتار باب الجمعہ ص ۵۴۱)

واما بلاد علیها ولاة کفار یجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین فیجب علیهم ان یتمسوا [illegible] الی الاصل ونحوه فی جامع الفصولین وفی الفتح واذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التقلد منه کما فی بعض بلاد المسلمین غلب علیهم الکفار کقرطبة الآن یجب علی المسلمین ان یتفقوا علی واحد منهم یجعلونه والیا فیولی قاضیا ویکون هو الذی یقضی بینهم وکذا یصیر اماما

ہیں اسلامی شہر ہیں نہ دار الحرب کیونکہ انہوں نے انمیں احکام کفر دینے بالکلیہ) جاری نہیں کئے ہیں بلکہ اُن شہروں کے قاضی اور حاکم مسلمان ہیں وہ حکام کفار کی اطاعت ضرورۃ یا بلا ضرورت کرتے ہیں۔ اور جو شہر ایسا ہو کہ اسمیں کافروں کی طرف سے مسلمان حاکم ہو۔ اُسکو اسمیں جمعہ وعیدین کی نماز قائم کرنا جائز ہے اور اگر اسکا حاکم کافر ہو مسلمان نہ ہو تو بھی مسلمانوں کو جمعہ قائم کرنا جائز ہے۔ اور قاضی مسلمانوں کی رضامندی سے مقرر ہو سکتا ہے۔

اور ردالمحتار کی **کتاب القضا** میں فتاوے تاتارخانیہ سے نقل کیا ہے کہ جن شہروں میں (صرف) کافر حاکم ہوں اُنمیں بھی مسلمانوں کو جمعہ قائم کرنا جائز ہے۔ اور قاضی مسلمانوں کی رضامندی سے مقرر ہو سکتا ہے۔ تمام مسکین نے اپنی شرح میں اسبات کو اصل کی طرف منسوب کیا ہے۔ ایسا ہی **جامع الفصولین** میں ہے۔ اور **فتح القدیر** میں ہے۔ جب کسی مقام میں اسلام کا بادشاہ نہ ہو۔ اور نہ کوئی اور شخص لائق تقلید قضا ہو (جیسا کہ اسوقت قرطبہ کا حال ہے)

یصلی بھم الجمعۃ اھ وھذا ھو الذی تطمئن النفس الیہ فلیعتمد نہر انتہی (ردالمحتار ص۳۰۸ کتاب القضاء)

تو وہاں کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ متفق ہوکر ایک شخص کو اپنا (دینی) سردار بنالیں۔ جو انکے لئے ایک قاضی مقرر کردے۔ اور وہ اُنکے باہمی خصومات کا فیصلہ کیا کرے۔ ایسا ہی وہ کسی کو پیش امام مقرر کرلیں جو انکو نماز جمعہ پڑھایا کرے۔ یہ ایسا حکم ہے جسکی طرف نفس کو اطمینان و تسلی حاصل ہوتی ہے۔ اور اسپر اعتماد کرنا چاہیئے۔ ایسا ہی نہر الفائق میں ہے۔ اور فتاوے بزازیہ میں لکھا ہے۔ کہ امام سید ناصر الدین صاحب کتاب منشور مراد میں (چنانچہ فصول عمادیہ سے معلوم ہوتا ہے) فرمایا ہے

قال السید الامام والبلاد التی فی ایدی الکفار الیوم لاشک انھا بلاد الاسلام بعد ان لم یظھروا فیھا احکام الکفر بل القضاۃ مسلمون والبلاد التی علیھا وال مسلم من جھتھم فیجوز بناء تامہ الجمعۃ والاعیاد واخذ الخراج وتقلید القضاۃ وتزویج الایامی اما البلاد التی علیھا ولاۃ کفار فیجوز فیھا اقامۃ الجمعۃ والاعیاد والقاضی قاضی یتراضی المسلمین (فتاوے بزازیہ)

کہ جو بلاد اس وقت کفار کے ہاتھ میں (جیسے خوارزم جو اس وقت تاتار کے ماتحت تھی۔) [illegible] شہروں کا فرون نے اسمین (جملہ) احکام کفر جاری نہیں کئے [illegible] درج سمان ہیں۔ اور جن شہرون پر کافروں کیطرف سے مسلمان حاکم مقرر ہیں انمیں جمعہ وعیدین قایم کرنا۔ اور قاضی مقرر کرنے وغیرہ وغیرہ جایز ہیں۔ رہے وہ شہر جنپر کفار ہی حاکم ہیں۔ سو انمیں بھی جمعہ قائم کرنا جایز ہے۔ اور قاضی (یعنے جو جمعہ پڑھاوے) مسلمانون کی رضامندی سے مقرر ہوسکتا ہے

ومثلہ فی الفصول العمادیۃ ملتقطا

ایسا ہی فصول عمادیہ میں ملتقط سے نقل کیا ہے۔

یہ اقوال صاحب معراج الدرایہ۔ وصاحب مبسوط وصاحب فتاوے تاتارخانیہ وملا مسکین وصاحب فتح القدیر وصاحب نہر الفائق وصاحب منشور

سید امام و صاحب ملتقط و صاحب فتاوے بزازیہ و صاحب ردالمختار صاف ناطق ہیں کہ جس ملک یا شہر کا بادشاہ مسلمان نہ ہو کافر ہو اور اس شہر کا حاکم اسکا نائب بھی مسلمان نہ ہو۔ وہاں کے مسلمان ہی کسی کو قاضی یا امام مقرر کرلیں اور نماز جمعہ ادا کریں۔ پھر صاحب بزازیہ وغیرہ نے تو اس قاضی کا کام جمعہ قایم کرنا بتایا ہے۔ اور صاحب ردالمختار نے بہ نقل فتح القدیر قاضی کا کام فصل خصومات بتایا ہے۔ اور امام کا کام صرف جمعہ کی نماز پڑھانا پھر اس تفصیل کو باعث اطمینان نفس اور لایق اعتماد قرار دیا ہے۔ جس سے صاف اور علانیہ طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ جمعہ قایم کرنے کے لئے ایسے قاضی کی جو فصل خصومات کرے ضرورت نہیں۔ ایسے قاضی کی ضرورت مسلمانوں کے اور معاملات و تصفیہ طلب امور کے لئے ہے اور اگر وہی قاضی مسلمانوں کو جمعہ بھی پڑھاوے تو وہ اسبات کا بھی اہل ہے۔ اس نظر سے فتاوے بزازیہ وغیرہ میں اسی قاضی کا کام جمعہ پڑھانا قرار دیا ہے۔ بہرحال ایسے مواضع میں جہاں کا بادشاہ اور اسکا نائب مسلمان نہ ہو۔ فقہا نے جمعہ کو مسلمانوں کے ذمہ سے ساقط نہیں کیا بلکہ بالاتفاق یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے اتفاق سے کسی کو قاضی یا امام بنا کر جمعہ ادا کریں۔ اور اس اعظم ترین شعائر اسلام کو ہاتھ سے نہ دیں۔

مگر غالباً آپ کو فریضہ جمعہ سے سبکدوش کرنے والے مدرس صاحب اس اتفاقی حکم فقہا کی پیروی سے بھی آپ کو روکینگے۔ اور ان کی تقلید آپ سے چھوڑا کر اپنا مقلد بنانے کے غرض سے کہیں گے۔ (جیسا کہ سراج الاخبار جلد ۱۵ جولائی ۱۸۹۵ء میں انہوں نے کہا ہے۔ کہ "اب سوچنا چاہیئے کہ قاضی کون ہوتا ہے پس قاضی وہ عام ہوتا ہے جسکو شرعی اختیارات دیوانی۔ اور فوجداری ہوں۔ جیسے آجکل ڈپٹی کمشنر کو قانونی اختیارات ہوتے ہیں۔ اور جو فیصلہ انکے اجلاس سے حسب مراد شریعت صادر ہو وہ فریقین متدمہ کو بلا حجت منظور ہو۔ رد و قدح کا کسی کو اختیار نہ ہو۔ مگر جان لینا چاہیئے کہ مسلمانوں سے ایسا تب ہو سکتا ہے کہ بادشاہ وقت نے انکو ایسا کرنے کا اختیار ہو۔ قانون بادشاہی انکو مانع نہ ہو۔ برخلاف اسکے مسلمانان ہند کو

ہو۔ روکھا ہو۔ اور اگر ہندو اپنے عادتی کل عقیدتی ہو تو اس کو دیوتاؤں کی لائق سلوک کرے۔

ہندو اور مسلمانوں میں باہمی فساد و جوش کا سبب اور اسکا علاج ہم بتا چکے۔ اب فریقین غور کریں اور فہ صکر مسلمانوں کے اخبار انصاف اور غور کی نگاہ ڈالیں وہ انصاف کرینگے۔ اور جوش مذہبی کو ایک طرف رکھکر وہ تامل سے کام لینگے۔ تو ہماری اس تدبیر و علاج کو اس سے بہتر پائیں گے۔ جو علاج اور تدبیر وہ کرے ہے اور ہمارے اس جواب کو جو ہندوؤں کے الزام کا دیا ہے۔ اپنے جواب سے جو جواب ترکی بترکی وہ دینگے۔ مفید تر خیال کرینگے۔

حضرات! آپ صاحبوں کا جواب ترکی بہ ترکی گو حق ہے۔ اور انصاف کا آئین خلاف نہیں ہوتا۔ مگر یہ وقت ہتیفاد حق کا نہیں ہے۔ بلکہ بھی مصالحت کا وقت ہے جس میں اپنا کچھ حق چھوڑ دینا مصلحت ہے۔ آپ کا جواب ترکی بہ ترکی ہندوؤں کے جوش پر کیروسین آئل ڈال رہا۔ اور یہ وقت اس جوش پر پانی ڈالنے کا ہے۔ جو اس جواب سے متصور ہے۔ جو اس خاکسار نے دیا ہے۔ آئندہ آپ لوگوں کا اختیار ہے اس کو مان کر مانیں خواہ رد کریں۔

یہ اس مضمون کی تمدنی بحث تھی جس میں سبب فساد اور اسکے علاج کا بیان منظور تھا۔ اب ہم آپ سے مذہبی اور علمی بحث کرتے ہیں۔ اور پیشگوئی متعلق قتل لیکھرام۔ اور اسکے تعلق الہامات اشتہارات الہامی صاحب علمی اور مذہبی نظر ڈالتے ہیں۔ اس بحث کے تین حصے ہیں حصہ اول تمام مسلمانوں۔ اور الہامی صاحب اور انکے معتقدین کو توجہ کے لائق ہے۔ حصہ دوم و سوم مسلمانوں کے علاوہ گورنمنٹ کی توجہ کے بھی لائق ہے اور وہ ایک پولیٹکل پہلو بھی رکھتے ہیں۔

حصہ اول میں تین سوالوں کا جواب ہے

سوال اول یہ کہ یہ پیشگوئی جو کی ہوئی اور چھپی تھی یا چھپنے ہونی اور سرا سر

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ ایسا کرنے پر قانون حبس دیتا ہے"۔ تو آپ اس کے جواب میں مدرس صاحب کو کہیں کہ ہم حنفی مذہب کے مقلد ہیں۔ اور آپ بھی حنفی مذہب کے مقلد کہلاتے ہیں۔ لہذا آپ کا فرض ہے کہ اس لفظ قاضی سے معنے جج و مجسٹریٹ یا ڈپٹی کمشنر مراد ہونے پر اپنے مذہب کے آئمہ فقہار کے اقوال سے شہادت پیش کریں۔ جنکی تقلید کو آپ اور ہم لازم سمجھے ہوئے ہیں۔ اپنے فہم و اجتہاد سے لفظ قاضی کے یہ معنے نہ گھڑیں۔ اور ہمکو آئمہ مذہب کی تقلید سے ہٹا کر اپنا مقلد نہ بناویں۔ پس صاف بتادیں کہ کس فقیہ یا امام نے لکھا ہے کہ قاضی سے انکی مراد جج و مجسٹریٹ یا ڈپٹی کمشنر کے اختیارات والا شخص ہو جسکو مسلمان غیر اسلامی حکومت میں رہ کر باختیار خود مقرر کر سکتے ہیں۔

آس سوال کے جواب میں مدرس صاحب آئمہ فقہار کا ایک قول ایک لفظ۔ ایک حرف ایسا پیش نہ کر سکینگے جسمیں یہ بیان ہو کہ ان اقوال فقہار میں قاضی یا امام سے مراد ایسا شخص ہے جسکو مجسٹریٹ کے جوڈیشل اختیارات فوجداری حاصل ہوں۔ اور وہ ان اختیارات کے ذریعہ سے اور زور حکومت سے لوگوں کو اپنے حکم کی تعمیل پر مجبور کر سکے۔ یہ بات امکان سے خارج ہے۔ اور ایسا فرض و خیال کرنا خلاف عقل و سلامت حواس ہے۔ کیونکہ جس حالت میں مسلمانوں کا اپنے طور پر قاضی یا امام کو تجویز کرنا اسصورت میں فرض کیا گیا ہے کہ بادشاہ ملک اور اُسکا نائب حاکم کافر ہوں اور حکومت ان ہی کفار کے دست اختیار میں ہو تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ وہ بادشاہ یا اُسکا نائب کافر مسلمانوں کو ایسا امام یا قاضی مقرر کرنے کی قدرت و اجازت دے۔ جو جوڈیشل اختیارات فوجداری رکھتا ہو جو خاصکر سلطنت اور حکومت کے اختیارات ہیں۔ مسلمانوں کا قاضی یا امام یہ اختیارات بذات خود رکھتا ہو تو پھر اس ملک کے کافر بادشاہ کی سلطنت و حکومت کے کیا معنے ہونگے۔

مدرس صاحب نے سوتے سوتے بے سمجھے بن سوچے یہ بات تو اخبار میں چھاپکر مشتہر کردی۔ مگر اپنے خداداد عقل و فہم سے کام لے کر صورت واقعہ و محل فرض مسئلہ خیال

میں نہ رکھی۔ مدرس صاحب عربی کتابیں پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ کتب فقہ بھی ملاحظہ فرماتے ہونگے مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ فقیہ نہیں ہیں۔ اور اقوال فقہاء کے معنے نہیں سمجھتے۔ ۹۶۷

وہ فقہ کے معنے فقہاء اہل حدیث سے جو خدا کے فضل سے فقہ وحدیث دونوں پر نظر رکھتے ہیں سیکھیں۔ اور اُن اقوال فقہاء میں لفظ قاضی یا امام سے معنے ومراد ہم سے سنیں۔

ان اقوال میں قاضی یا امام سے مراد وہ شخص ہے جسکو مسلمان اپنے دینی ومذہبی امور متعلق عبادات وباہمی معاملات (جیسے نماز پڑھانا۔ بے ولی عورتوں کے نکاح کا متولی بنجانا لاوارث یتیموں کے مال کی حفاظت کرنا۔ اور انکے ترکات کو شرعی حکم تقسیم کے مطابق بانٹنا جس معاملہ ومخاصمہ میں وہ چاہیں شرعی حکم دیدینا وغیرہ جو سلطنت اور حکومت سے خاص نہ ہوں) پرائیویٹ طور پر حاکم مقرر کریں۔ اور اُسکی پرائیویٹی حکومت کا اثر وزور صرف اسیقدر ہو جسقدر ہر ایک قوم کا اپنی افراد قوم پر ہوتا ہے۔ کہ جو شخص افراد قوم سے قومی حکم عدولی کرتا ہے۔ وہ قوم سے علیحدہ کیا جاتا ہے۔ اس سے ملکر کھانا پینا یا (عوام کی اصطلاح میں حقہ پانی بند۔ اس سے ناطہ رشتہ موقوف وعلیٰ ہذا القیاس اسقدر پرائیویٹی حکومت اور اسکے اثر سے کوئی سلطنت تعرض نہیں کرتی۔ اور اسکو اپنی حکومت کے لوازم سے شمار نہیں کرتے۔ بعض شہروں میں بعض قومیں (جیسے دھوبیوں کی قوم) ایسی پنچائتی حکومت جاری ہے۔ اور اسی سے قوم کے باہمی تنازعات انفصال پاتے ہیں۔ اور وہ کبھی عدالت سلطنت میں نہیں جاتے۔

یہی معنی لفظ قاضی سے ان فقہاء کی کلام میں مراد ہیں۔ اور لفظ امام سے تو خاصکر جمعہ کا امام یا لاً یا خطیب مراد ہے۔ چنانچہ ردالمحتار کی عبارت میں اُسکے اس فرض منصبی پر لفظ اماماً یصلی بہم الجمعۃ تصریح کیگئی ہے۔ اور ایسا امام ہر شہر وگاؤں میں جہاں جمعہ پڑھا یا جاتا ہے موجود ہے۔ اور **ایسے قاضی** بھی اکثر شہروں اور گاؤں میں پائے جاتے ہیں جو اپنے علاقہ کے مسلمانوں پر پنچائتی حکومت کر رہے ہیں جسپر سلطنت کی طرف سے کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ اور جس جگہ ایسا قاضی مقرر نہیں ہے وہاں جمعہ کا امام تو ضرور ہی ہوتا ہے

اور وہی ادائے فرض جمعہ کے لئے کافی ہے۔ رہا تقرر قاضی فضل خصومات سو دوسرا فرض ہے جسکے ادا کرنے میں مسلمانوں کا قاصر رہنا جائز نہ قصور ہے جس سے جمعہ ساقط نہیں ہوتا۔

اگر اس معنے کی مدرس صاحب ہم سے سند و دلیل پوچھیں تو ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ فرض مسئلہ اور صورت واقعہ غیر اسلامی حکومت ہے۔ اور ہمیں مسلمانوں کے قاضی یا امام کی اسیقدر حکومت ممکن و متصور ہے۔ لہذا کسی فقیہ سے متوقع نہیں کہ وہ اس سے زیادہ حکومت پرائیویٹ قاضی کے لئے تجویز کرے۔ و معہذا ہم آپ کی طرح خود مجتہد نہیں بنتے۔ اور اپنے فہم و اجتہاد پر اکتفا نہیں کرتے اور اس معنے کی تائید و تصدیق کے لئے ایک ایسے شخص کے قول سے شہادت پیش کرتے ہیں جسکے فتوے و قول پر آپ اعتماد کر چکے ہیں۔ وہ حضرت **شاہ عبد العزیز صاحب** ہیں جو اسی فتاوے عزیزیہ کے دوسرے فتوے میں بصفحہ ۳۳ یوں فرماتے ہیں "و اقامت جمعہ در دار الحرب اگر از طرف کفار والی مسلمان در کنار نے منسوب باشد (اصل میں یوں ہی ہے۔ مگر صحیح لفظ منصوب معلوم ہوتا ہے یعنے قایم و مقرر شدہ) باذن او جایز است والا مسلمانان را باید کہ یک کس را کہ امین و متدین باشد تعیین قرار دہند کہ باجازت و حضور او اقامت جمعہ و اعیاد و انکاح من لا ولی من الصغار و حفظ مال یتیم و قسمت ترکات متنازع فیہا علی حسب السہام معینہ او باشد بے آنکہ در امور ملکی تصرف کند و مداخلت نماید" ان الفاظ کو مدرس صاحب غور سے پڑھیں یہ اس قاضی سے جو ڈسٹرکٹ فوجداری وغیرہ اختیارات کو جو ملک و مملکت و حکومت سے تعلق رکھتے ہیں کیسی نفی کرتے ہیں۔ اور کس صراحت کے ساتھ اس قاضی کو صرف پرائیویٹ یا پنچایتی حاکم نماز وغیرہ دینی امور کا منتظم قرار دیتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر صریح شہادت مدرس صاحب کیا چاہتے ہیں۔

ہمارے وطنی اور دینی دوست **مولوی حافظ احمد علی صاحب** بڑالوی بھی ہمارے جواب اور شاہ عبد العزیز صاحب ان الفاظ کو غور سے پڑھیں۔ اور جو رسالہ **نور الشمعہ** کے صفحہ ۲۰ میں انہوں نے کہا ہے "کہ امام جمعہ سے معمولی ملا و خطیب مراد نہیں ہے۔ بلکہ وہ والی ملک مراد ہے۔ جو شرعی فیصلہ کرتا ہو۔ اور وہی جمعہ کا مقرر کرے تو جمعہ ہو سکتا ہے" اسکو دیکھیں

لیں جس عبارت ردّ المحتار سے استشہاد کر کے انہوں نے یہ بات کہی ہے اُسکا یہ مطلب ہرگز نہین ہے۔ اسمین تو صاف وصریح الفاظ میں یہ کہا ہے۔ کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے اتفاق سے ایک والی (یعنے رئیس اور پرائیویٹ حاکم) مقرر کرین وہ رئیس کسی کو فیصلہ جات کے لئے قاضی مقرر کردے۔ اور ایسا ہی مسلمان اپنے اتفاق کے ساتھ ایک پیش امام مقرر کرلین جو جمعہ کی نماز پڑھایا کریں۔ اس عبارت مین لفظ ینصبوا جسکے معنے امام مقرر کرنے کے ہیں جمع کا صیغہ ہے۔ جس کا فاعل ضمیر مسلمین ہے وہ لفظ واحد کا صیغہ نہیں ہے۔ کہ اسکا فاعل والی ہو اس عبارت میں تقرری پیش امام نماز جمعہ کی مسلمانوں کے اختیار مین رکھی گئی ہے۔ اور وہ ہر ایک معمولی خطیب وملا ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ تقرر قاضی کا والی کے اختیار میں رکھا گیا ہے۔ اور وہ دوسرے کام فصل خصومات کے لئے ہے۔ جسکو امام جمعہ سے کوئی تعلق خاص نہیں ہے۔ لہذا ہمارے دوست مولوی صاحب حافظ حاجی کا اس عبارت سے یہ سمجھ لینا کہ اسمیں امام کا تقرر والی کے اختیار میں رکھا گیا ہے۔ اور اسوجہ سے عام لوگوں کے مقرر کیا ہوا ملا وخطیب اس سے مراد نہیں ہوسکتا۔ انکی سمجھ کی غلطی ہے۔ اس قسم کی باتیں خلاف تحقیق اس رسالہ میں شرائط جمعہ کے متعلق اور بہت بیان ہوئی ہیں۔ مگر ہم کو اسمقام میں جمعہ کی شرائط پر بحث کرنا مدنظر نہیں۔ صرف ایک اسی امر کا بیان کہ علماء حنفیہ نے بادشاہ اور اُسکے نائب کے کافر ہونے اور اس وجہ سے اسمیں کے (بعض لوگوں کی رائے کیمطابق) دارالحرب کہلانے کیحالت میں جمعہ ترک کرنے کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ جمعہ کے لئے مسلمانوں کے اتفاق سے ایک امام [illegible] کی تاکید ہے۔ سو بخوبی ہوچکا۔ رہی اور شروط جمعہ پر بحث سو پھر کسی موقعہ پر ہوگی۔ اور اسمیں اس رسالہ کے خلاف تحقیق باتوں پر مولوی صاحب کو اطلاع دیجائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ سو بھی محض برادرانہ وبطور نصیحت نہ مخاصمانہ۔

مسئلہ عنوانی پر کہ آیا ہندوستان دارالحرب ہے یا نہین۔ اور اگر ہے تو پھر اسمین اقوام غیر سے سود لینا جایز ہے یا نہیں علمی (قرآنی وحدیثی فقہی واصولی) بحث تو بخوبی ہوچکی۔ مگر اسمیں اخباری بحث باقی تھی (جو اسوقت کے اخبار نویس بغیر کسی کتابی سند یا علمی دلیل کے محض اپنی رائے

سے وقتاً فوقتاً کرتے ہیں۔ اور اسی رائے محض سے جو نہ کتاب اللہ سے مدلل ہوتی ہے۔ نہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مؤید نہ اقوال و روایات فقہیہ کی طرف مستند وہ احکام اسلام حلال و حرام پر اپنے فتوے جاری کرتے ہیں اور وہ اپنے اس فعل سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمائے ہوئے اس نشانی قیامت کے اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ یعنے جب (دین کا) کام ایسے لوگوں کے سپرد ہو جو اسکے اہل نہ ہوں تو قیامت کا منتظر رہ (بخاری صفحہ ۱۴) کی تصدیق کر رہے ہیں) سو یہ بحث ایڈیٹر وکیل نے اٹھائی ہے۔ چنانچہ پرچہ ۲۸ فروری ۱۹۰۹ء میں پہلے اس مضمون کا یہ سوال نقل کیا ہے۔

"سود کے متعلق ایک صاحب حسب ذیل استفسار کرتے ہیں۔ (استفسار) بعض اصحاب اہل الرائے و ایڈیٹران اخبار سیونگ بنک ڈاکخانہ کے سود کا جواز ثابت کرتے ہیں۔ اسلئے بیباک عجب تذبذب کی حالت میں پڑی ہوئی ہے ؎

گہ چنیں نہ شاید و گہ ضد این ❊ خرچیرانی نباشد کار دین

کوئی صاحب قطعی فیصلہ فرماویں کہ ڈاکخانہ کے بنک سے سود لینا دینا جائز ہے یا ناجائز۔ تاکہ ہم ملا خطرہ ایمان فتوے تحریر فرمانے کی تکلیف نہ اٹھاویں۔ راقم ایک حسابدار ڈاکخانہ

پھر اسکے ذیل میں کہا ہے۔

"آجکل سود کے مسئلہ پر عام بحث ہو رہی ہے۔ کئی اصحاب پرامیسری نوٹوں کے سود کے جواز کا فتوے دیتے ہیں۔ کئی دارالحرب میں مسلمانوں سے بھی سود لینے کی اجازت کا فتوے دے رہے ہیں بعض ہر جگہ اور ہر ملک میں سود لینے اور دینے والے اور نواہون کو ستوجب عذاب اور گناہ کبیرہ کا مرتکب قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ کے نمبر ۷ و ۸ جلد ۸ میں چند دیگر علماء کی تائید سے یہی آخری رائے ظاہر فرمائی ہے۔ مگر اس رسالہ کی اس جلد کے نمبر ۱ و ۲ و ۵ و ۶ و ۷ میں ہم جب مولوی صاحب کو سلطان المعظم ٹرکی کی حمایت میں مرزا صاحب قادیانی کو سخت سست کہتا ہوا پاتے ہیں جسکا دوسرے الفاظ میں یہ مطلب ہے کہ مولوی صاحب

سلطان المعظم کے ہوا خواہ اور اُنکو (خلیفۃ المسلمین نہیں کم از کم) دیندار مسلمان ضرور تصور کرتے ہیں۔ اور ادہر سلطان المعظم کو دیکھتے ہیں کہ وہ اکثر سود پر قرض لیتے رہتے ہیں۔ اور گورنمنٹ عثمانیہ کا جو روپیہ بنکوں میں جمع رہتا ہے۔ اوسکا سود بھی لیا جاتا ہے۔ تو ہم مولوی صاحب کو ایک سود خوار اور سود دہندہ بادشاہ کا استدر حامی دیکھکر سخت حیران ہوتے ہیں کہ آیا اُن کے فتوے کو واجب العمل سمجھا جائے یا اس تعریف وحمائت کئے گئے بادشاہ کی تقلید کیجائے۔ قصہ مختصر ایک طرف قرآن شریف میں ربوا کی صریح حرمت دیکھتے ہیں۔ دوسری طرف خلیفہ رسول اللہ کو جو واقعی نہایت دیندار متقی۔ درویش سیرت ہونے کے علاوہ کل مسلمانوں کا محبوب۔ اور اُنکی آنکھوں کا تارا ہے۔ ملکی ضرورتوں کے لئے سود دیتا اور لیتا ہوا پاتے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ پانی ضرور کہیں مرتا ہے۔ اور سلطان کا یہ عمل "ربوا" کے دائرہ سے باہر ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو خواہ اُسکا ملک کوڑی کوڑی کے لئے عاجز و بیچارہ ہو جاتا۔ وہ کبھی شریعت غرائے محمدیہ کی مخالفت نہ کرتے۔ اور اگر بفرض محال وہ ایسا کر گذرتے تو انکے غیور اور دیندار مسلمان رعایا کبھی اُن کی متابعت نہ کرتی۔ یا کم از کم ان سے خوش نہ ہوتی بہر نوع یہ مسئلہ ایسا پیچیدہ اور مشکل ہو رہا ہے کہ اگر اسکا کوئی قطعی فیصلہ ہو کر معاملہ یک سو ہو جائے تو قوم وملت کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی امر مفید نہیں ہو سکتا۔ اسلئے ہم مولویصاحب موصوف سے اپنی تحریر پر نظر ثانی کرنے کی درخواست کے ساتھ ہی دیگر علماء سے بھی التماس کرتے ہیں۔ کہ جو صاحب اس معاملہ کے متعلق قوم کو آگاہی بخشنے کی لیاقت رکھتے ہیں وہ ہر پہلو پر کافی غور کرنے کے بعد اوس لیاقت سے ملک وملت کے مفاد کے لئے کام لے کر عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں۔ اور تاکہ اُن صاحبان کے فتاوے یا جوابات میں ایک قسم کی باقاعدگی پائی جائے۔ ذیل میں چند ایسے سوال درج کر دیئے جاتے ہیں۔ جو اس مسئلہ کے متعلق عموماً ہر ایک کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) ربوا کے لغوی و اصطلاحی معنے قرآن شریف میں وہ کن معنوں سے استعمال

کیا گیا ہے۔ ربا اور مروجہ اصطلاحی سود کیا ہم معنے ہیں؟

بعض اصحاب کا یہ رائے کہ ربا سے مراد یوزری (usury) حد مناسب سے زیادہ بیاج لینا) اور سود سے انٹرسٹ (interest) معمولی شرح سے منافع لینا) ہی کہاں تک درست ہے۔

(۲) اگر ربا سے مطلق بڑھوتری خواہ وہ ایک فیصدی سالانہ کی شرح سے ہو مراد ہے تو خیر القرون اور قرون مابعد میں لوگ ایک دوسرے سے کسطرح قرض لیتے۔ اور حاجتمند اپنے کاروبار کے لئے کسطرح روپیہ بہم پہنچاتے تھے۔ اور یہ انتظام کب سے درہم برہم ہوا۔ اور کیا وہ اب قائم ہو سکتا ہے یا نہیں۔

(ب) سلیمان صاحب قانون دوم عثمانیہ خلیفہ نے سود کی نہائی شرح جو ۱۱ فیصدی مقرر کی تھی اسکا کیا مطلب تھا۔؟

(۳) کیا حرمت ربا اور ادائے زکات کے احکام ایک دوسرے سے کچھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان دونو احکام کے نکات اور فوائد اور غائت کیا ہے۔؟

ان سوالات پر سب سے عمدہ اور اطمینان بخش مضمون کیلئے کارخانہ وکیل نے بیس روپیہ نقد کا انعام دینا تجویز کیا ہے۔"

اس بحث کے متعلق ہم پہلے استفسار سائل کا جواب دیتے ہیں (وہ مانے خواہ نہ مانے) کہ سیونگ بنک میں روپیہ جمع کرا کے اسکا سود لینا قطعی حرام ہے۔ اسکی حرمت میں ابتدار اسلام سے زمانہ اجتہاد سرسید کے کوئی اختلاف نہ تھا۔ اسوقت بعض حنفی علمار نے اسکے جواز کا فتوے دیا ہے تو وہ بھی درحقیقت در پردہ سرسید کے پیرو ہیں حنفی مذہب کو انہوں نے صرف اس شکار کی ٹٹی بنایا ہوا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل کا شایق ہمارے اس مضمون زیر بحث "دارالحرب" اور اس سے پہلے "فتوہ" مندرجہ نمبر ۹ و ۱۰ اور اس سے پہلے مضمون سود لاٹری قمار وغیرہ کو جو نمبر ۶ وغیرہ جلد ۱۲ شائع ہوا ہے دیکھے۔

سائل کے اس فقرہ میں کہ "بعض اہل الرائے وایڈیٹران اخبار سیونگ بنک کے سود کا جواز ثابت کرتے ہیں" ایڈیٹران اخبار کو مفتی بنانے اور مفتیان اسلام کو نیم ملا قرار دینے پر وہی ارشاد نبوی جو ہمنے بخاری سے نقل کیا ہے۔ یاد آکر رونا آتا ہے اور بے اختیار کہنا پڑتا ہے۔

فلیبک علی الاسلام من کان باکیا ✦ سبحان اللہ دینی مسائل اور انکے مفتی ملکی اخباروں کے ایڈیٹر۔ خدا اسلام و مسلمانوں پر رحم کرے۔ اور ان علوم دین سے بے خبر مفتیوں سے انکو بچاوے۔

پھر اس **استبعاد وکیل ہند** پر کہنے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۷ و ۸ جلد ۱۸ میں حضرت سلطان المعظم کی حمایت کی۔ اور پھر اس سود لینے کو جسپر حضرت سلطان المعظم کا عمل ہے ناجائز کہا۔ **مختصر معذرت** کرتے ہیں کہ ہمکو یہ معلوم نہ تھا اور نہ آپ کے کہنے سے اسکا علم ویقین حاصل ہوا ہے کہ حضرت سلطان المعظم سود خوار ہیں یا سود لینے کو بفتوے علماء سلطنت جائز رکھتے ہیں۔ آئندہ اگر آپ شاہی سند ون اور شیخ الاسلام اور دیگر اکابر علماء سلطنت ٹرکی کے فتوؤں سے ثابت کردینگے کہ حضرت سلطان المعظم اور ان کی سلطنت کے علماء اس سود لینے کو جائز رکھتے ہیں تو ہم آپکے اس استبعاد کو دور کردینگے۔ اور دو شق میں سے ایک شق ضرور اختیار کریں گے۔ (۱) کیا تو ان فتوؤں کو (اگر وہ کتاب اللہ وسنت اور اقوال اکثر مجتہدین اہل سنت سے مؤید ہوئے) تسلیم کرکے اپنے فتوے عدم جواز کو واپس لے لینگے۔ اور (۲) یا اپنی اس حمایت کو (اگر حضرت سلطان کے فعل اور علماء کے فتوؤں کو بے دلیل پائینگے) واپس لے لینگے۔ ہاں بالفعل اسقدر کہنے سے نہیں رُک سکتے کہ حضرت سلطان المعظم کا امیر المؤمنین یا خلیفہ ہونا تو صرف بہ خلافت خاصہ ہے جو خاصکر سلطنت ترکی کی ملکی و مذہبی سرداری سے مراد ہے۔ اور وہ ہندوستان کے مسلمانوں سے تعلق نہیں رکھتی۔ چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ۱۸ کے صفحہ ۱۰۰ میں اسکی تشریح ہوچکی ہے۔ اور ایک مضمون اسباب میں عنقریب جلد ۱۹۔ رسالہ میں بھی نکلیگا۔ (انشاء اللہ تعالے۔) اور اگر بالفرض حضرت سلطان المعظم خلافت عامہ سے خلیفۃ الاسلام و امیر المؤمنین

ہوتے۔ اور تمام روئے زمین کے مسلمانوں پر ملکی و مذہبی سرداری رکھتے۔ (اسکی تشریح بھی اسی رسالہ میں ہو چکی ہے۔ اور آئندہ بھی ہوگی) تو بھی اُنکی کوئی رائے یا عمل یا حکم جو کتاب اللہ وسنت سے مستند نہ ہو کسی مسلمان کے لئے حجت وسند و لائق اقتدار نہ مانا جاتا کیونکہ اتفاقی خلفائے خلافت عامہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ و حضرت عمر فاروق رضؓ و حضرت عثمان رضؓ و حضرت علی رضؓ سلام اللہ علیہم اجمعین سے بعض ایسے اقوال وافعال سرزد ہوئے جو کتاب یا سنت کی طرف مستند نہ تھے۔ تو اُنکے ہم عصر صحابہ نے جو اُنسے ادنے درجہ کے لوگ تھے۔ اُنکو نہ مانا۔ اور بعض نے برملا انکار کیا۔ تو پھر حضرت سلطان المعظم کا کوئی عمل یا حکم (اگر وہ مخالف کتاب اللہ وسنت معلوم ہو) کیونکر تسلیم کیا جائیگا۔ خلفاء اربعہ کے اس قسم کے اقوال یا افعال کے ملاحظہ کا شوق ہو تو ہماری مضمون مخفیات و مواخذات صحابہ کو جو ضمیمہ اخبار* سفیر ہندوستان امرتسر ۱۸۷۸ء میں چھپا ہے ملاحظہ فرمائیں۔ از انجملہ چند تمثیلیں اسمقام میں نقل کیجاتی ہیں۔

حضرت عمرؓ جب ابو موسےٰ رضؓ کو تین دفعہ اذن لے کر پھر جانے پر ڈانٹا ہے (جس کا ذکر مخفیات عمر میں گذرا) تو ابو سعید خدری رضؓ آپ پر معترض ہوئے۔ اور بولے یا ابن الخطاب لا تکونن عذابا علی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنے اے خطاب کے بیٹے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دُکھ نہ دے۔ اگرچہ حضرت عمرؓ نے اپنی خفگی کی وجہ بتلائی کہ مینے تحقیق حدیث چاہی تھی ولیکن چونکہ ابو سعید کی سمجھ میں وہ خفگی بیوجہ تھی اسلئے وہ اعتراض سے نہ ٹلے۔ اسحدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ حدیث سنکر افسوس کیا اور اُسکی طرف رجوع فرمایا اور مان لیا۔ (مسلم صفحہ ۲۱۱ جلد ۲)

آپ نے تمتع سے (حج وعمرہ کے مابین احرام کو کھولدینا) منع کیا تو آپکے فرزند عبداللہ نے نہ مانا اور ایک شام کے باشندہ کو جواز کا فتوےٰ دیا۔ اُسنے کہا تمہارا باپ (عمر) تو منع کرتا تھا اسکے جواب میں وہ بولے ارأیت ان کان ابی نہی عنہا وصنعہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر ابی یتبع ام امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنے بتلا تو اگر میرے باپ نے اس سے منع کیا ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کیا ہو تو میرے باپ کہا مانا جائیگا یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

* پرچے دفتر اشاعت لسنہ لاہور دیٹالہ ضلع گورداسپور سے بقیمت ۴ر مل سکتے ہیں۔

ایسا ہی عمران بن حصین صحابی آپ پر معترض ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمنے آنحضرت کے ساتھ تمتع کیا۔ اور قرآن میں بھی اسکا حکم آیا۔ پھر کوئی آیت اسکی ناسخ نازل نہیں ہوئی۔ اور نہ آنحضرت نے اس سے منع کیا۔ جب آنحضرت نے رحلت فرمائی سے تو ایک آدمی (یعنے عمر) اپنی رائے سے اس سے منع کرنے لگا ہے۔ (ترمذی صـ۱۰۷ و صحیح بخاری صـ۲۱۳ و صحیح مسلم صـ۴۰۳) ملخص طبقات ذہبی۔

حضرت عثمان (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں عمارت قدیم پر زیادتی و تکلف کیا تو بہت لوگ آپ پر معترض ہوئے۔ پس آپنے اُنکے جواب میں یہ کہا کہ میں نے حضرت سے سُنا ہے کہ جو کوئی خدا کے لئے مسجد بنا دے تو بہشت میں اُسکے لئے ویسا ہی گھر بنتا ہے۔ (بخاری صـ۶۴ و مسلم صـ۲۰۱)

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے مرتدون کو جلایا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ پر معترض ہوئے۔ آپ نے انکا اعتراض سُنکر کہا کہ ابن عباس نے سچ کہا ہے۔ (بخاری صـ۴۲۰ [illegible] صـ۱۸۹)

یہ تو ان حضرات سے فرداً فرداً اقوال و افعال کی مثالیں ہیں۔ ہمارے علمای اہل سنت نے شیخین و حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اتفاقی افعال و اقوال بلکہ خلفاء اربعہ (ان دونو حضرات اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے اتفاقی افعال و اقوال کو حجت شرعیہ تسلیم نہیں کیا اور اسکو اجماع اُمت جو ایک حجت شرعیہ ہے قرار نہیں دیا۔

کتاب مسلم الثبوت میں جو حنفی مذہب کے ایک مشہور و معتبر درسی کتاب ہے لکھا ہے کسی عمل یا قول پر صرف اہلبیت نبوی کے اتفاق سے اجماع ثابت نہیں ہوتا اسمیں اختلاف صرف شیعہ کو ہے کیونکہ وہ اہلبیت کو خطا سے معصوم جانتے ہیں اور نہ اکثر علماء کے نزدیک صرف شیخین کے اتفاق سے اجماع

لا ینعقد الاجماع باھل البیت وحدھم خلافا للشیعۃ لادعاھم العصمۃ ولا بالشیخین عند الاکثر ولا بالخلفاء الاربعۃ خلافا لاحمد و لبعض الحنفیۃ (مسلم)

فریب ثابت ہوئی۔

سوال دوم۔ یہ کہ اگر یہ پیشگوئی سچی ہوتی تو پھر کیا وہ الہامی سلم ہوتی۔ اور اُسکے بیان کرنے والے الہامی ثابت ہوتے۔

سوال سوم۔ یہ اگر یہ سچے اور الہامی ثابت ہوتے تو اس سے اسلام و مسلمانوں کی فتح اور فائدہ متصور ہوتا۔ یا سراسر نقصان۔

پہلے سوال کا حل و جواب

عنوان مضمون میں جو ہم نے الہامی صاحب کو قاتل اور لیکھرام کو اُن کے الہام کا مقتول کہا ہے۔ اور اسی کے مطابق جابجا الہامی قاتل و مقتول کا لفظ بولا ہے اور چھڑیوں والے الہام کی نظر سے الہامی صاحب کو لائق جواب وہی ٹھہرایا ہے۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ ہمنے اس کی پیشگوئی کو صادق و راست مان لیا ہے۔ اور موت لیکھرام اسی پیشگوئی کا اثر ہے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ ہم اس پیشگوئی کو محض لاف زنی اور اُسکی نسبت دعوے وقوع و صدق کو الہامی صاحب کی دروغ گوئی جانتے ہیں۔ یہ الفاظ ہمنے حروف اُنکے اوعاد کے موافق استعمال کئے ہیں۔ اور ہمارے تحقیق اعتقاد میں یہ پیشگوئی بھی آپ کی بہو نی نکلی ہے جیسے کہ اس سے پہلے پیشگویان متعلق تولد فرزند بشیر عمانوایل۔ موت عبداللہ آتھم۔ موت شوہر ثانی منکوحہ آسمانی الہامی صاحب وغیرہ وغیرہ جھوٹی ہو چکی ہیں۔

الہامی صاحب نے تو عجیب کتر بیونت کر کے اپنے حق اتباع کو ثابت کر دکھایا ہے کہ یہ پیشگوئی کمال صفائی سے سچی ہوئی ہے۔ مگر ہمارا دعوے ہے کہ یہ کمال صفائی سے اپنا جھوٹا ہونا ظاہر کر رہی ہے۔ آپ نے اسکے صادق ہونے کیلئے یہ کاریگری اور چالاکی کی ہے کہ اوّلاً۔ اپنے اشتہار ۱۵۔ مارچ ۱۸۹۷ء میں ایک الہام ۱۷ برس کا اپنی الہامی کتاب براہین کے صفحہ ۲۴۱ سے نکال کر درج کیا جسکے الفاظ یہ ہیں الفتنہ

شرعی ثابت ہوتا ہے۔ اور نہ ہی چاروں خلفاء کے اتفاق سے اجماع ثابت ہوتا ہے۔ اسمیں ایک امام احمد اور بعض حنفیہ کو خلاف ہے۔ یہی گذارش وکیل کی اس دست آویز کی نسبت ہے جو انہوں نے پیش کی ہے کہ "اگر بالفرض حضرت سلطان المعظم سود لینے میں شریعت کا خلاف کرتے تو انکے غیور اور دیندار مسلمان رعایا کبھی انکی متابعت نہ کرتے یا کم از کم انسے خوش نہ ہوتے"۔

ایڈیٹر صاحب وکیل اولاً یہ ثابت کرین کہ حضرت سلطان المعظم سود لیا کرتے ہیں۔ پھر یہ ثابت کریں کہ انکی اس فعل میں فلان دیندار غیور علماء و مشائخ نے انکی متابعت کی ہے پھر اسکے جواب میں ہماری وہی معذرت پڑھ لین۔

علاوہ برین یہ گذارش بھی اسکے متعلق نامناسب نہیں کہ ایڈیٹر صاحب وکیل سوچ سمجھکر اور حالات واقعہ دریافت کرکے ہمکو یہ بتاویں کہ سلطنت ٹرکی کے خواص و عوام [illegible] کی صورت ولباس واخلاق واعمال کے متعلق کسی حکم شریعت کا خلاف ہوتا ہے۔ یا اس سلطنت کی رعایا وارکان دولت سب کے سب خطا و گناہوں سے ایسے معصوم ہیں جیسے تمام مسلمانوں کے [illegible] اور انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔ اور خاصکر شیعہ کے نزدیک آئمہ اہلبیت نبوی معصوم ہیں۔ یہ امید نہیں کہ ایڈیٹر صاحب وکیل اُن کی عصمت کا اعتقاد رکھتے ہون یا ادعا کرین۔ ضرور وہ بعض [illegible] کے خطائے قائل ہونگے پھر وہ ہمکو بتاوین کہ ان افعال و عادات پر وہاں کے غیور و دیندار علماء و مشائخ کیا ناخوشی [illegible] کرتے یا کرسکتے ہیں یہ نہ بتا سکیں تو ان ہی کے شمار و قطار میں [illegible] سود کو سمجھ لین۔ ہم اس قسم کی چند نظیرین ذکر کرنا چاہتے تھے۔ مگر اس خوف سے [illegible] کہ ہمارے اس ناصحانہ ذکر کو سلطنت پر طعن [illegible] ادبی سمجھا جائیگا اور ہمارے اس ارادت و عقیدت کو جو حضرت سلطان المعظم (خلد اللہ ملکہ سلطانہ) اور انکی بابرکت سلطنت کی نسبت ہمارے دل میں جسکو ہم نمبر ۵ وغیرہ جلد ۱۸ میں مضمون حمایت سلطان المعظم میں ظاہر کر چکے ہیں سوء ظنی سے اور رجماً بالغیب جھٹلایا جائیگا۔ لہذا ہم اس سے کف لسان کرکے اس مجمل سوال و جواب پر اکتفا کرتے ہیں۔

اخیر میں ہم وکیل کے ان تین سوالوں کا جواب دیتے ہیں۔

جنکو وہ اس مسئلہ کے حل کے لئے امور تنقیح قرار دے چکے ہیں۔ اور وہ بنا بر تقلید سرسید یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ان سوالات کا جواب وہی ملے گا۔ جو سرسید کی تفسیر سے مفہوم ہوتا ہے۔ اور وہ سود کو حلال کر دے گا۔

اس جواب کے لئے وکیل نے اسی مضمون میں بیس روپیہ عہ کا انعامی اشتہار دیا تھا۔ مگر معلوم نہیں کہ کوئی جواب حسب مدعا و پسند خاطر وکیل انکے پاس پہنچا ہے۔ اور وہ اس اخبار میں مشتہر ہوا ہے یا نہیں۔ کیونکہ وکیل نے اپنا کوئی پرچہ ہمارے پاس نہیں بھیجا۔ حالانکہ جس پرچہ میں انہون نے ہم سے خطاب کیا تھا اسکا بھیجنا انپر فرض تھا خصوصاً اس حالت میں کہ اسکا بدلہ (نمبر ۷ و ۸ وغیرہ جلد ۱۸) جسمیں فتوے متعلق امانت رکھنے مال مسلمانوں کے سودی بنکون میں درج ہے۔ اور اس سے پہلے پرچے (جنمیں حضرت سلطان المعظم کی حمایت ہوئی ہے) ان کو ہماری طرف سے پیشگی پہنچ چکا تھا۔ اس ارسال بدل سے ان کو نئی تہذیب نئی روشنی مانع ہوئی ہے۔ جیسا کہ ایک اور نئی تہذیب اور نئی روشنی والی اخبار چودہویں صدی کو اس سے مانع ہوئی ہے۔ کہ اُنہون نے ہمارے رسالہ کی کامل جلد ۱۷۔ اور جلد ۱۸ کے چار نمبر تو وصول کر لئے۔ اور انکے مبادلہ میں اپنے اخبار کا وہ پرچہ بھی ارسال نہ کیا جس میں ہمارا ذکر اور ہمارے مذاکرہ سرسری لاہور کا غلط واقعہ درج تھا۔ اس فعل میں یہ لوگ معذور و مجبور ہیں نئی تہذیب نئی روشنی اُن کو یہی ہمدردی اور یہی اخلاق سکھاتی ہے۔

اب اگر انکے سوالات کا جواب انکے پاس پہنچا ہے اور وہ درج اخبار ہوا ہے تو اُسکا وہ پرچہ ویلیو پے ایبل پارسل کے ذریعہ ارسال کریں۔ اور اگر ہنوز کوئی جواب اُنکے پاس نہیں پہنچا تو بیس روپیہ عہ انعام سابق کے ساتھ بیس روپیہ عہ ہماری طرف سے شامل کر کے دوبارہ چالیس روپیہ للعہ انعام کا اشتہار دیں۔ ہماری طرف سے اس انعام دینے کی شرط یہ ہے کہ اس جواب میں ہمارے جواب و تحقیقات کا خلاف ثابت و مدلل کیا جائے۔ اس انعامی اشتہار کے ساتھ وہ ہماری جوابات یا اُنکا خلاصہ اپنی اخبار میں درج کر دیں تاکہ کوئی مجیب سوالات مذکورہ کا جواب دینے میں ان امور کا

اعادہ نہ کرے۔ جسکا جواب ہم دے چکے ہوں۔

ہماری طرف سے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ ربٰو کے لغوی معنے تو مطلق زیادتی یا بڑہوتڑی کے ہیں۔ اور اصطلاحی شرعی معنے ربٰو خاص کردہ بڑہوتڑی ہے جو چھ چیزوں (چاندی۔ سونے۔ گیہون۔ جو۔ نمک۔ کھجور۔) کی بیع یا جو ان چیزوں کی جوانکی مانند ہم جنس و ہم پیمانہ ہوں۔ کی بیع میں جو اپنی جنس کے ساتھ ہو۔ جیسے سونے کی بیع سونے سے یا چاندی کی بیع چاندی سے پائی جاوے۔ یا وہ بڑہوتڑی جو ہر قسم کے قرض میں پائی جاتی ہو۔ اس بڑہوتڑی کے ربٰو ہونے میں ابتدار اسلام سے سید کے زمانہ اجتہاد تک کسی مسلمان سلف وخلف نے یوزری (یعنے حد غیر مناسب کی زیادتی بیاج) کی قید نہیں لگائی۔ بلکہ بغیر کسی قید کے ہر ایک بڑہوتڑی کو خواہ فی صدی ایک پیسہ ہو ربٰو قرار دیا ہے۔ اُنمیں جو یہ قید لگائی جاتی ہے وہ سرسید کے زمانہ اجتہاد سے لگائی جانی شروع ہوئی ہے۔ چنانچہ سرسید خود بدولت اپنی تفسیر کے صـ۳۰۳ میں فرماتے ہیں۔ علمار اسلام کی یہ رائے ہے کہ اسمیں کسی قسم کی قید یا تخصیص نہیں ہے۔ مگر میں قرآن مجید کے روسے ایسا نہیں سمجھتا۔ بلکہ میری یہ سمجھ ہے۔ کہ قرآن مجید کے روسے اس قسم کے ربٰو کے حرام ہونے میں ایک تخصیص پائی جاتی ہے جو آئندہ بیان ہوگی۔"

پھر وہ قید یا تخصیص اپنے صفحہ ۳۰۴ میں تفسیر کے یہ بیان کی ہے کہ ربوا سٹ ہوتری کا نام ہے جو غریبوں وفقیروں کو قرض دیکر اُسپر سود لیا جائے۔ اور آپ کے بعض اتباع نے یہ قید لگادی کہ وہ ربٰو یوزری ہے یعنے جو حد مناسب سے زیادہ بیاج لیا جاوے مگر ان دونوں قیدوں پر کوئی دلیل قرآن اور حدیث میں پائی نہیں جاتی۔ اور جن جن آیات قرآن کو یہ صاحب دلیل سمجھتے ہیں انکا اس تخصیص پر دلیل نہ ہونا۔ اشاعہ السنہ نمبر ۶ جلد ۱۲ کے صـ۱۹۲ و صـ۱۹۳ تک بیان ہوچکا ہے۔

جواب سوال دوم۔ خیر القرون اور اُسکے مابعد قرون میں مطلق بڑہوتری کو ربو

۹۵۳

سمجھا جاتا تھا۔ اور انہیں لین دین قرض محض بطور تبرع و احسان ہوتا تھا۔ اور اُنکو قرض کے عوض میں اگر کچھ بلا تقریر بطور تحفہ بھی ملتا تو اُسکو وہ ربو سمجھتے۔ صحیح بخاری میں ابو موسےٰ کے بیٹے ابو بردہ سے روایت ہے کہ میں مدینہ میں عبداللہ بن سلام سے ملا تو اُنہوں نے فرمایا تو ایسی جگہ رہتا ہے جہاں سود کا لین دین پھیلا ہوا ہے۔ پس اگر تیرا کسی کے ذمہ کچھ قرض ہو اور وہ تجھے جَو یا چارہ کا پشتارہ (گٹھڑ) بھیجے تو تو مت لے۔ کیونکہ یہ سود ہے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب (مصنف) میں عطا سے نقل کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہر ایسے قرض کو جو کسی قسم کی منفعت کھینچے بُرا سمجھتے تھے۔

وعن ابی بُردۃ ان ابی موسیٰ قال قدمت المدینۃ فلقیت عبد اللہ بن سلام فقال انک بارض فیہا الربو فاش فاذا کان لک علی رجل حق فاھدی الیک حمل تبن او حمل شعیر او حمل قت فلا تأخذ فانہ ربو۔ رواہ البخاری فی صحیحہ (منتقی الاخبار نیل الاوطار ص۹۹ ج ۵)

وفی مصنف ابن ابی شیبۃ عن عطاء قال کانوا یکرھون کل قرض جر منفعۃ (تخریج ہدایہ زیلعی و فتح القدیر)

اس سوال کے ضمنی سوالات کا جواب یہ ہے کہ جب سے بعض مسلمانوں نے شریعت کو چھوڑا تب سے انہیں یہ سلسلہ احسان و تبرع درہم و برہم ہوا۔ اور آئندہ بھی اس کی امید منقطع ہے۔ جب تک نئی روشنی نئی مذہب ترقی پر ہے۔ مسلمانان ہندوستان میں اس تہذیب کے بانی سرسید اگر پہ دنیا سے سدھار گئے۔ مگر اپنی جگہ ایسے خلیفے بہت سے چھوڑ گئے ہیں جو اُنکے قائم کردہ اصول و مسائل پر فدا ہیں۔ اور ان کی اشاعت میں سرگرم جب تک وہ ہیں۔ اور وہ مسئلہ حلت سود کی اشاعت میں سرگرم ہیں۔ اُس پرانے سلسلہ تبرع و احسان کا اعادہ محال ہے۔ اس سوال کے ضمن (ب) کا جواب ہم کچھ نہیں دے سکتے جب تک کہ آپ ہماری معذرت اور گذارش سابق کا جواب نہ دیں۔ اور اگر غور کریں تو اس سوال کا جواب اس میں آگیا ہے۔

تیسرے سوال کا جواب حرمت ربوٰ اور ادائے زکوٰۃ کے احکام ایک دوسرے سے کچھ تعلق نہیں رکھتے بجز اسکے زکوٰۃ وغیرہ صدقات سود خواری کی اضداد ہیں۔ سود خواری لوگوں کے مال مفت لینا ہے۔ اور زکوٰۃ وغیرہ صدقات اسکا عکس یعنے لوگوں کو مفت مال دینا۔ زکوٰۃ وغیرہ صدقات میں حکمت و فائدہ و نکتہ یہ ہے۔ کہ صدقہ سے نفس کی رزالت بخل دور ہو۔ اور زکوٰۃ دینے کی عادت سے سود کے ذریعہ لوگوں کے مال مفت لینے کی عادت جاتی رہے۔ جو شخص خدا کی راہ میں صدقہ کرے اور لوگوں کو مال مفت دے اُسکے دل میں سماحت اور یہ خیال پیدا ہو جائے کہ میں خدا کی راہ میں مال دیتا ہوں۔ تو لوگوں کے مال مفت کیوں لوں۔ اور چونکہ فائدہ حکم صدقات کا سرسید نے تفسیر میں بیان کیا اور کہا ہے کہ حکم حرمت ربوٰ سے پہلے۔ اور پیچھے حکم صدقہ کا اس غرض و حکمت کے لئے ہے کہ فقیروں سے سود نہ لیا جائے غنیوں سے بے شک لیا جائے۔ یہ سراسر غلطی اور دھوکہ دہی ہے جسکا بیان اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد ۱۲ کے صفحہ ۱۸۵ میں تفصیل و بادلیل ہو چکا ہے۔ ان جوابات سے امید ہے۔ کہ ناظرین بالانصاف بخوبی سمجھ جائیں گے کہ سود تھوڑا ہو خواہ بہت غنیوں سے لیا جائے خواہ فقیروں سے ہرگز حلال نہیں ہو سکتا۔ اور جو جوابات ان سوالات کے سرسید کی تفسیر سے مفہوم ہوتے ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔ اور وکیل کا اُن سوالات کو امور تنقیح قرار دینا اُن کی غرض و مدعا کا مثبت نہیں ہو سکتا۔ آئندہ جو صاحب ان سوالات کے متعلق خامہ فرسائی کریں وہ اولاً ہمارے جوابات کو غور سے پڑھ لیں۔ پھر قلم کو ہاتھ میں لیں

اخباری بحث کا جواب بھی کافی وشافی ادا ہوا جیسا کہ پہلے فقہی بحث کا جواب پورا ہو چکا ہے۔ **اب** ہم اس مضمون کو **ختم** کرتے ہیں۔ اور ناظرین خصوصاً اپنے عالی اخوان مقلدین مذہب حنفی علے الخصوص مولوی محمد حسن صاحب مدرس اور اُنکے معتقد **مولوی صاحب وکیل** لاہوری سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس مضمون کو توجہ سے پڑھیں۔ پس اگر ان کو صحیح پاویں تو اپنے توافق سے اطلاع دیں۔ اور اسمیں غلطی یا خطا

پاویں تو اُسپر ہم کو آگاہ کرین اور اس مضمون کی تائید میں ایک اور فتویٰ لکھتے ہیں اسمیں بھی ہم اپنے حنفی بہائی علماء و عوام کو سود خواری یا قمار بازی سے بچانا چاہتے ہیں۔

اس فتویٰ میں بھی ہم کو خوش قسمتی سے ان ہی مولوی محمد حسن صاحب مدرس راولپنڈی ساکن بہین ضلع جہلم سے مخاطب ہونا پڑا ہے۔ کیونکہ علمائے پنجاب سے ہمارے علم و گمان میں ان ہی کے نام نامی پر روز ازل مین تجویز حلت سود کا قرعہ ڈالا گیا ہے۔ وہی [illegible] نے پہلے سیونگ بنک سے سود لینے کا فتوے جاری کیا۔ اور اسکو سراج الاخبار ۱۵ جولائی ۱۸۹۵ء وغیرہ میں مشتہر کیا۔ وہی صاحب ہیں جنہوں نے بعض اسلامی انجمنوں کی [illegible] جنمین سود کا لین دین و معاونت پائی جاتی ہے پسند کیا اور جائز رکھا۔ چنانچہ ان کا اس مضمون کا ایک فتوے انجمن محمدی برادران و مربی عیال مسلمانان ہندوستان لاہور کے پرچہ قواعد و اغراض میں مشتہر ہوا ہے۔

اس فتویٰ کی تحریر پر ہم کو باعث قدیم اُن انجمنوں کی غیر مشروع تجاویز کا تمام اخبارون میں مشتہر ہونا۔ اور بہت سے ناواقف و بے ڈر و لاپرواہ مسلمانون کا بطمع* مال اسمیں مبتلا ہو جانا۔ اور دیندار و پرہیزگار مسلمانون کا جو باوجود طمع مال خدا کا خوف بھی رکھتے ہیں۔ اور وہ اپنے طمع کو ناجائز طور پر پورا کرنا نہیں چاہتے۔ ان انجمنون کی تجاویز کی نسبت ایک مدت سے ہم سے استفسارات کرتے رہنا۔ اور ہم کو اُن کے جواب میں قلمی فتوے لکھتے رہنا جو ہمارا بہت سا وقت لے چکے ہین تو تھا ہی* سردست و دم نقد اسکا باعث حضرت شیخنا شیخ الکل شمس العلماء و ضیاء الفقہاء حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی کا فرمان عالی ہوا ہے۔ جنکے پاس انجمن معین المسلمین لاہور کا اس مضمون کا استفتا پہنچا تھا آپ نے بحسب عادت کریمہ قدیمہ جو استفتاءات معرکہ آرا کے جواب نویسی کی متعلق قدیم سے پسند خاطر حضور والا ہے وہ استفتا جواب کے لئے [illegible] کے پاس ارسال فرمایا۔

* ان بیچارونکو اس طمع میں مبتلا کرنیوالے اس مضمون کے اشتہارات ہیں جنمین یہ خبرین چھپتی ہیں کہ فلان فنڈ میں فلان شخص نے صرف تین روپیہ دیئے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۳۷۶)

واضح کہ بتعمیل ارشاد حضور مولانا سب کلموں سے مقدم ہے لہٰذا اس استفتا کا جواب تفصیل کے ساتھ لکھنا پڑا۔ فی نمبر ۱۰ فنڈ گورداسپور کی نسبت بھی استفتا آئے وہ بھی اس مضمون کی تحریر پر ہوئی یہ مضمون اس جواب کی نسبت کافی ہوگا بجمیان استفتارات ایک استفتا انجمن اہلسنت سلم فنڈ فتوی میں نقل کر دیا جائیگا انشاء اللہ تعالے

یہ ایک مختصر رسالہ مبارک ہوا فتوی جلد ۹ ایڈیشن ظفر ہے۔ اس جلد میں اسی نجائیں ہے تھی

فتوی دار الحرب کے متعلق علماء باوقار ایڈیٹران اخبارات سے درخواست

حضرات علماء اسلام خصوصاً ان حضرات سے جنہوں نے [illegible] پر مضمون لکھے ہیں درخواست ہے کہ وہ اس فتوی متعلق دار الحرب کی نسبت اپنی اپنی آراء ظاہر کریں۔

اور ایڈیٹران اسلامی اخبارات خصوصاً ان صاحبوں سے جنہوں نے غلط واقعہ سرسری اگر علماء کو درج اخبار کر کے ہیں درخواست ہے کہ وہ اس فتوی کا بسطری خلاصہ اپنے اخباروں میں درج کر کے طالبین حق تحقیق کو [illegible] توجہ دلاویں۔ +

اور اسکے ۶ ممبروں نے دو سو پچاس روپیہ لئے۔ پیسہ اخبار ۱۶ اپریل ۱۹۱۹ء میں ایک اشتہار چھپا ہے۔

دو ہزار آٹھ سو تین روپیہ مفت تقسیم کئے گئے

سلم فنڈ گورداسپور اپریل ۱۹۱۸ء میں کھولا گیا تھا۔ ایک سال کے عرصہ میں ۱۵۰۰ ممبر ہو گیا ہے اور اپریل ۱۹۱۹ء میں مفصلہ ذیل گیارہ اشخاص کو فی کس مالصہ روپیہ کی امداد دیگئی۔ حالانکہ ان لوگوں نے صرف تین تین روپیہ فی کس فنڈ میں داخل کئے گئے۔

(۱) انجمن حمایت اسلام لاہور مالصہ (۲) الہدایہ مظفر گڑھ مالصہ (۳) حسین بخش۔ کلانور مالصہ (۴) حافظ محمد الہی۔ بٹالہ مالصہ (۵) کریم بخش نیاظ۔ گورداسپور مالصہ (۶) دولے خاں۔ بابا نانوالہ مالصہ (۷) یعقوب خان۔ بابا نانوالہ مالصہ (۸) نواب دین۔ بٹالہ مالصہ (۹) فرید خان۔ سلوترہ مالصہ (۱۰) احمد دین۔ بوتالہ مالصہ (۱۱) مظفر بیگ۔ ناہر مالصہ (۱۲) گوہر شاہ۔ گورداسپور مالصہ

مسلمانوں کو چاہیئے کہ جلد اس کارخیر میں شریک ہوں مفصل قواعد طلب کرنے کے لئے ایک آنہ کا ٹکٹ ارسال کریں۔ درخواست واخراجات ارسال ہوگی۔ تمام خط وکتابت ذیل کے پتہ پر ہو۔

المشتہر

منیجر سلم فنڈ گورداسپور +

کثیر من الناس فمن اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ وعرضہ رواہ البخاری ومسلم وغیرہما ثم الاتقاء عن الشبہات مامور بہ ویدل علیہ صریحاً قولہ علیہ السلام دع ما یریبک الی ما لا یریبک رواہ الترمذی وحسنہ والحاکم وصححہ قال العلامۃ الخفاجی ومعناہ کما قالہ المحدثون خذ ما تیقنت حلہ وحسنہ واترک ما شککت فی حلہ وحسنہ کما ورد فی الحدیث الصحیح اتقوا الشبہات فان من حام حول الحمی یوشک ان یقع فیہ انتہی وفی البریقۃ شرح الطریقۃ ہذا الحدیث قاعدۃ من قواعد الدین واصل فی الورع الذی علیہ مدار الیقین وراحۃ من ظلم الشکوک والاوہام المانعۃ من نور الیقین انتہی واللہ اعلم بالصواب۔

مقدم سمجھی جائیگی اس قسم سے وہ دو حدیثیں ہیں جنمیں سے ایک میں حکم ہے کہ عورت حایضہ کے پاجامہ سے اوپر اس سے نفع اٹھاؤ دوسری حدیث میں ہے کہ اس سے (یعنی اسکے بدن سے) جس قسم کا چاہو نفع اٹھاؤ بجز اسکے کہ اس سے صحبت کرو پہلی حدیث چاہتی ہے کہ ناف سے گھٹنے تک بدن کو نہ چھوئیں دوسری حدیث اجازت دیتی ہے کہ بجز صحبت سب کچھ کریں سو حدیث اول کو ترجیح دیگئی ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ و امام مالکؒ و امام شافعیؒ کا ہے نعمان بن بشیر سے حدیث ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا حلال بھی ظاہر ہے حرام بھی ظاہر ان دونو کے درمیان شبہ والی چیزیں ہیں جنکو بہت لوگ نہیں جانتے جو انسے بچگیا اسنے اپنے دین اور آبرو کو بچا لیا یہ بخاری و مسلم وغیرہما کی روایت ہے اور شبہات سے بچنے کا حکم صاف طور پر بھی یوں آچکا ہے کہ جس چیز میں شبہ ہو اسکو چھوڑ دے یہ ترمذی و حاکم کی روایت ہے جسکو حاکم نے صحیح کہا ہے علامہ خفاجی نے کہا ہے اسکے معنی یہ ہیں (جیسا کہ محدثین نے کہا ہے) کہ جس چیز کی خوبی کا یقین ہو وہ لے لو اور جسمیں شک ہو وہ چھوڑ دے جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے شبہات سے بچو جو شخص چراگاہ کے گرد جانور کو چراتا ہے وہ ایک دن اسکے بیچ میں جا پڑتا ہے بریقہ شرح طریقہ میں ہے کہ یہ حدیث دین کے قواعد میں سے ایک قاعدہ اور پرہیزگاری کی جسپر یقین کا مدار ہے اصل ہے اور شکوک و اوہام سے جو نور یقین سے مانع ہیں راحت کا موجب ہے۔

دستخط شرف الاسلام
خادم محمد

ندوۃ العلماء کانپور

(بجواب سوال اول)

ہو المصیب

مسلمانونکو اس کارخانہ میں شریک ہونا اور نفع لینا درست نہیں اسلئے کہ یہ مضاربۃ ہوگی اگر کارکنان کا روپیہ نہ ہو بلکہ وہ محض کارکن ہی ہوں اور روپیہ ایسے لوگونکا ہو کہ جو کارکن نہیں۔ یا شرکت عیاں ہوگی۔ اگر کارکنان کا بھی

روپیہ ہو مضاربۃ اور شراکت عنان دونو میں مضارب اور کسی شریک کو بلا رضامندی رب المال - اور دوسرے شریک کے تصرف کرنیکا اختیار نہیں خصوصاً قرض لینا اور دینا اور اگر بلا اجازت اور رضا کے کوئی تصرف شرکت کے روپیہ اور مال مین کرے تو اُسوقت غاصب قرار پائیگا اور مضاربۃ اور شراکت فاسد ہوجائیگی اور سب جو کچھ نفع ہوگا اس کا رب المال اور دوسرے شریک کو لینا درست نہ ہوگا - تو ایسی صورت میں مسلمان اگر اس کارخانہ میں شریک ہونگے تو اس روپیہ سے سودی لین دین کی اجازت دینگے اور اس سے راضی ہونگے یا نہیں پہلی صورت میں ناجائز اور معصیت کا ہونا ظاہر ہے اسلئے کہ معصیت اور حرام چیز کی اجازت دینا ناجائز اور گناہ ہے - دوسری صورت یعنی مسلمان اگر اس سے راضی نہیں اور اسکی اجازت نہ دین تو اہل ہنود شرکا جسوقت بلا رضا شرکا اہل اسلام کے یہ معاملہ یعنی سودی لین دین کرینگے تو اُسوقت یہ مضاربۃ اور شرکت فاسد ہوجائیگی اور مسلمانوں کو اس روپیہ کا نفع لینا درست نہ ہوگا علاوہ برین کافر اور مسلم کی شرکت عنان کو فقہاء مکروہ لکھتے ہین وشرکت ان ربح وغصب ان خالف وان اجاز رب المال بعدہ لصیرورتہ غاصبا بالمخالفۃ (درمختار باب المضاربۃ)

قولہ بالمخالفۃ فالربح للمضارب لکنہ غیر طیب عند الطرفین (شامی ص۵۳۱ ج ۴) ولا یملک الاقراض و الاستدانۃ وانقیل لہ ذلک ای اعمل برأیک مالم ینص المالک علیہما (درمختار) ولا یجوز لہما فی عنان ومفاوضۃ القرض الا باذن شریکہ اذنا صریحا (درمختار) صاحب درمختار اس قول کے تحت میں (نہاہ عن الاخراج فخرج) صاحب شامی ص۳۷۸ ج ۳ میں لکھتے ہیں کہ مخالفت میں شرکت عنان اور مضاربۃ کا ایک ہی حکم ہے یکرہ للمسلم ان یشارک الذمی اھ ای شرکت عنان (بحر الرائق ص۱۸۳ ج ۵) واللہ اعلم بالصواب ۔

بجواب سوال دوم ۔

انجمن کو روپیہ مذکور کا بینک میں داخل کرنا درست نہیں اسلئے کہ بینک میں جو روپیہ دیا جاتا ہے وہ قرض ہے اور انجمن اس روپیہ میں امین ہے اور اُن مصارف خیر مین جنکے واسطے چندہ جمع کیا گیا ہے صرف کرنے کے چندہ دہندہ کی طرف سے وکیل ہے اور وکیل وہی تصرف کرسکتا ہے کہ جسکے مؤکل نے اجازت دی ہے اور درصورت خلاف کرنیکے غاصب ہوجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ امین کو روپیہ امانت کے قرض دینے کا اختیار نہیں واللہ اعلم بالصواب

العبد

محمد عبد اللطیف عفی عنہ

صورت مذکورہ میں بینک میں روپیہ داخل کرنا اعانت علی المعصیۃ ہے لہذا شرعاً جائز نہیں۔

العبد
غلام حسین عفی عنہ

بیشک سودی معاملات میں شرکت اور اعانت دونوں ناجائز ہیں۔ ÷

العبد
محمد کرامت اللہ عفی عنہ

یہ فتوے قلمی کانپور میں مولوی محمد علی صاحب ناظم ندوۃ العلماء کی خدمت میں روانہ کیا گیا تھا وہاں سے مولوی عبد اللطیف صاحب و مولوی غلام حسین صاحب وغیرہ کیطرف جواب تحریر ہو کر آیا تو خاکسار نے مولوی سید محمد علی صاحب سے مکاسب دریافت کیا جسکے جواب میں مولوی محمد علی صاحب نے خط نمبری (۲۲۷) میں لکھا کہ یہ مستند دونو فاضل ہیں عرصہ سے فتوے نویسی کر رہے ہیں۔ مولوی عبد اللطیف صاحب کو ندوۃ العلماء میں خاص اسی کام کے لئے مقرر کر دیا ہے۔

آرہ۔ رحیم آباد وغیرہ

آرہ میں دہلی والا قلمی فتوے ارسال کیا گیا تھا جسکے وہ نو سوال کے جواب پر وہاں کے مفتی و مدرس مولوی عبد اللہ صاحب غازی پوری اور دیگر علماء رحیم آباد وغیرہ نے دستخط کیے جو ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں

العبد العبد العبد العبد
محمد عبد اللہ غازی پوری عفی عنہ — اصاب من اجاب — عبد العزیز عفی عنہ — محمد ادریس — اصاب من اجاب وبالله التوفیق
ابو صالح محمد عبد الوہاب — رحیم آبادی — عفی عنہ — یقال سواء الطاف حسین

ایک مولوی صاحب نے آرہ سے اپنا جواب مستقل لکھا ہے جو بعینہ ذیل میں منقول ہے۔

لاریب ان دونو مسئلوں کے جواب میں حضرت مجیب (جزاہ اللہ عن جمیع المسلمین خیر الجزاء) نے بوجہ لزوم معاونت علی الاثم عدم جواز کا جو فتوے دیا ہے بہت صحیح و قابل التسلیم ہے نہ اس میں علمائے انصاف پسند کو کلام ہے و نہ ائمہ مجتہدین کو اس میں خلاف ہو سکتا ہے حقیر بھی اس جواب کے ساتھ متفق ہے لیکن مجیب کو جواب میں اس قدر تطویل اور ایسی عبارت کی تحریر کی جسے ایک گونہ کسر شان حضرت امامنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ و انکے اتباع کے ہوتے ہوئے ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ ان دونوں مسئلوں کا جواب صرف نہی عن المعاونت علی الاثم والعدوان پر جسکے مادہ میں نص صریح قرآنی

ھھنا یضرب رجال نوحی الیھم من السماء اور اسکا ترجمہ براہین میں کچھ نہ کیا۔ اسی اشتہار میں ان الفاظ سے ترجمہ کیا ہے۔ کہ پادریوں۔ اور یہود صفت مسلمانوں کی طرف سے فتنہ ہوگا۔ × × × وہ لوگ تیرے سے مدد کرینگے جنکے دلوں پر ہم خود آسمان سے وحی نازل کرینگے۔ اور اس اشتہار میں یہ دعوے کیا۔ کہ یہ پیشگوئی پنڈت لیکھرام کی نسبت ہوئی تھی۔ جو سترہ برس بعد ظہور میں آئی۔ اور کہا کہ جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۶ میں عربی الہام ہے لم یکن الذین کفروا من اھل الکتب والمشرکین منفکین حتی تأتیھم البینۃ۔ وہ بھی اسی قتل لیکھرام کی بابت ہے۔ اور جو اُسکے صفحہ ۵۲۲ میں فارسی الہام ہے۔ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسیدہ وپائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد۔ وہ بھی اسی واقعہ کی نسبت ہے۔ اور جو اُسکے صفحہ ۵۵۷ میں ہندی الہام ہوا ہے۔ کہ میں اپنی چمکار دکھاؤنگا۔ وہ بھی اسی نشان قتل کی نسبت ہے۔ اور ثانیاً۔ اسی اشتہار میں سرمہ چشم آریہ کے ایک کشف کو نقل کرکے اُسکی نسبت یہ دعوے کیا ہے۔ کہ وہ بھی لیکھرام کے متعلق تھا۔ اور وہ گیارہ برس کے بعد اُسکی قتل کی واقعہ ہونے سے صادق ہوا۔ چنانچہ کہا۔ اور سرمہ چشم آریہ میں ایک کشف ہے جسکو گیارہ برس ہوگئے جسکا ماحصل یہ ہے کہ خدا نے ایک خون کا نشان دکھلایا۔ وہ خون کپڑوں پر پڑا۔ جو ابتک موجود ہے۔ یہ خون کیا تھا وہی لیکھرام کا خون تھا۔ خدا کے آگے جھک جاؤ۔ کہ وہ برتر و بے نیاز ہے!!! اور ثالثاً۔ عریضہ اسمی گورنمنٹ مورخہ ۲۲۔ مارچ ۱۸۹۶ء ان الہامات سترہ سالہ کو دوبارہ نقل کرکے کہا ہے۔ کہ اسی قتل لیکھرام کی پیشگوئی کو غور سے دیکھنا چاہیئے۔ کہ بجز خدا تا آخر عبارت جو صفحہ ۲۵ منقول ہوچکی ہے۔ اور اس الہام کی تائید میں اپنے اشتہار ۱۵۔ مارچ ۱۸۹۷ء میں یہ مصرعہ نقل کیا ہے ؎ ستعرف یوم العید والعید اقرب۔ مگر اس مصرعہ کا اور اس چھکڑیوں والے الہام کا پتہ نہیں بتلایا۔ کہ یہ الہام کہاں آپ نے بیان کئے ہیں۔

موجود ہی مبتنی ہی اسمیں نہ کسی عالم کو خلاف ہو سکتا اور نہ معاذ اللہ کسی ائمہ مجتہدین کا اجتہاد اُسکے خلاف میں ہے اور نہ مسائل مسئولہ میں کوئی خلاف اجتہادی امام صاحب کا کتب فقہ میں موجود ہے۔ بلکہ اُنکے نزدیک بھی اس کلیہ نص میں یہ دونو جزئی یعنے مسائل مسئولہ داخل ہیں۔ **مسئلہ** بیع عصیر و حمل خمر الذمی وغیرہ جسمیں امام صاحب کو اور ائمہ سے مجتہدانہ خلاف ہی اُسکو ان مسائل سی کچھ علاقہ و سروکار نہیں ہے دوسرے کو نہ قیاس کی ضرورت نہ طعن کی حاجت ہے الخ۔ **کاتب الحروف** احقر الورے شمس الضحے حنفی مذہب قادری مشرفاً

گنگوہ ضلع سہارنپور

الجواب مجیب صاحب کا یہ جواب کہ بینک میں روپیہ رکھنا ناجائز ہی حق اور صواب ہے۔ اور بندہ بھی اس رای سی موافقت کرتا ہی اور استدلال اُنکا آیۃ کریمہ ولا تعاونوا اور حدیث سی درست ہے اور مذہب ائمہ ثلاثہ اور صاحبین سے بھی استدلال درست ہے بدلالۃ النفی کیونکہ جس صورت مین بیع اور اجارہ کی حالت میں باوجود حیلولہ بیع اور اجارہ کے اعانۃ درست نہیں تو اپنے ملک سی اعانۃ ربوٰ کی کیسی حلال ہوگی مگر تضعیف رائے امام ابو حنیفہ میں جو تقریر طویل کی ہی بندہ اُس سی موافقت نہیں رکھتا اسواسطے کہ مستدل جواز نے جو ان جزئیات سی قیاس جواز کا کیا تھا وہ سراسر غلط تھا کیونکہ یہ مسئلہ بینک کا اس باب سے نہیں اُن جزئیات میں ملک بائع کی رقبہ سی اور موجر کے منافع سی علیحدہ ہو جاتی ہے مشتری اور مستاجر جو کچھ تصرف کرتا ہی اپنی ملک میں کرتا ہی اور یہاں خود مودع بالکسر کی ملک میں تصرف معصیۃ کا ہوتا ہی تو اُسکو اُسپر قیاس کرنا محض خطا ہی لہذا اسمیں یہی لکھدینا چاہئے تھا کہ استدلال جواز ایداع بینک کا اس سے نہیں ہو سکتا مگر اُسکے ابطال میں بحث کرنا دو خرابی رکھتا ہی ایک یہ کہ مجیب صاحب کی گفتگو اسمیں خود محل کلام ہی اور بعض احادیث سی تائید رائے امام صاحب کی ہو سکتی ہی مگر اُسکی تقریر کا یہ محل نہیں ہے اور دوسری یہ کہ گویا مجیب صاحب نے اُس مجیب کو وسعت دی کہ وہ کہ سکتا ہی کہ میں بتقلید امام صاحب اس امر کو جائز کہتا ہون اور یہ رائے ایسی ہی کہ کروڑوں علمائے حق اُسکی تائید کرتے ہیں اور اسکے پابند ہیں سو اس تحریر سے اسکو کچھ نفع نہوگا مگر ہاں جب یہ کہدیا جاوے کہ اس رائے سی ما نحن فیہ پر استدلال ہی درست نہیں ہی تو البتہ اُسکو محل اعتراف یا سکوت ہوگا فقط واللہ اعلم بہرحال خلاصہ جواب کہ بینک میں روپیہ رکھنا مسلمان کو کسی حال درست نہیں حق ہی۔ فقط

العبد بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

اعتذار شیرہ انگور کی بیع کو ناجائز ثابت کرنے سی حضرت امام الائمہ ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ پر طعن کرنا ہمارا مقصود نہیں جیسا کہ مولوی شمس الضحے صاحب کی خیال میں گذرا ہی۔ امام پر طعن کرنیوالے کو ہم مردود جانتے ہیں اور انکو دین کا ایک امام سمجھتے ہیں ہمارا مقصود صرف مجوز معاملہ سود کی دست آویز کو توڑنا تھا سو حاصل ہوا۔ یہ مقصود مولوی صاحب موصوف اور جناب مولوی رشید احمد

نوٹ ہندوستان و پنجاب کے جن علماء حنفیہ نے پہلے یہ سمجھا تھا از بحیثیت مجموعی ایک مولویانہ حیثیت اس فتوے کے برخلاف فتوے دیا ہے ذیل میں ہم اس فتوے مخالف کو نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ اس فتوی مخالف کی دلیل کیا ہے؟

دلیل فتوے مخالف

اقول وباللہ التوفیق

مجیب نے سوال اول کے جواب میں صرف سیقہ کہا کہ اسمیں اعانت معصیت ہے۔ مگر لحظہ نہیں فرمایا کہ سوال یہ ہے کہ چند شرکا مل کر ایک تجارت کرنا چاہتے ہیں جس میں وہ بھی ہیں کہ جنکے مذہب میں سود حرام نہیں اور وہ اپنے مذہب کے لحاظ سے اس میں بھی صرف کرتے ہیں نہ مسلمانوں کا سرمایہ کہ پس ایسی حالت میں مسلمان کو اس تجارت کی شرکت جس کے سود مقصود ہے بلکہ کند ہنا اور فروخت کنان جنکا مذہب اس معاملہ میں جواز ہے انمیں کی ذات تک محدود ہے [illegible] کے نظر اور قیاس روایات تاویل کا کافی نہیں تاوقتیکہ اولہ اربعہ سے ثابت نہ کر دیا جاوے یا کسی صریح حدیث کی کتاب سے کوئی خاص جزئیہ نقل کیا جاوے گلے کہ ہمارے معاصرین کے دلمیں اجتہاد کا شوق تو بہت زور سے جوش زن ہے اور مروجات کا بھی وہ جھٹ پٹ [illegible] ہو جاتے ہیں مگر وہ اجتہاد کی قابل نہیں ہے کہ اسکی شرط پائی جاتی ہے غور و تعمق اور بار بار بینی دوسری چیز ہے [illegible] بنک میں روپیہ امانت رکھنے کی حرمت بھی محض قیاس پر مبنی ہے کہ اسمیں معصیت کی اعانت ہے۔ مگر اعانت پر بحث ہے کہ مقصود ہو یا غیر مقصود اور دونوں میں فرق ہے اور نیز یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ یہ روپیہ جو امانت رکھا جاتا ہے سود ہی میں صرف ہوتا ہے یا یہ اس تہائی میں ہے جو ہر وقت موجود رہتا ہے جب سود میں صرف نہیں ہوتا اور جسکے ہر وقت موجود رہنے اور واپس دینے کا امین اقرار کرتا ہے سادہ مقود میں عین بھی مقصود نہیں ہوا کرتا اور بھتیرے تعامل بھی ایسے ہیں تو امانت رکھنے میں کیا قباحت ہے۔ میری [illegible] کا فیصلہ [illegible] حیلہ کا کلیہ میں حرمت کا حکم دیدینا وہی ہمارے معاصرین کا قیاس ہے جس کی پابندی نہیں پر فرض و واجب ہے مسلمانوں پر۔ راقم ایک مولویانہ حیثیت جسکا کام ظہار کی اتفاق [illegible] کو دیکھنا اور [illegible] ہے [illegible] آپ تجارت دین تو اظہار کیا جاتا ہے اسکے جواب مرقوم [illegible] کا ڈر [illegible] ایک [illegible] اور عمل بالکل پر نظر کر کے دوسرا سرایہ کہ اول شرعیہ کی سوت کو نہ شامل کرنے تیسرا بنک کمیٹی کے اصول کو ملحوظ رکھیں اور یہ کہ سیہ ہندو بھی میں جنکا مذہب میں سود حرام ہے۔

اسکے بعد ایک کاغذ خط لکھا جو ذیل میں منقول ہے۔ مجتبی مکرمی جناب مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سلام مسنون کے بعد گذارش ہو کہ کہ آپکا کارڈ دھول ہوا۔ اس سے پہلے فتوی سامی پہنچا تھا۔

کارڈ میں آپ مجھے فرماتے ہیں کہ میں (۱) ... اور علوم البلاغۃ کا حافظ ہوں ... (۲) اور نہ شرعیہ کی وسعت کو تنگ کروں (۳) ... کندلے اصول کو پیش نظر رکھوں۔ اور یہ کہ ہمیں ہندو بھی ہیں جنکے مذہب میں سود منع نہیں ہے لہذا روپیہ دے کر سود پر روپیہ لیتے ہیں نہ مسلمانوں کے روپیہ۔

(۱) اسکے جواب میں گذارش ہو کہ الدین یسر مسلم ہے مگر اسکا عکس قضیہ صحیح نہیں یعنی ہر مشکل حکم دین ہو وہ ایسا ہے (ولم یکلف اللہ نفسا الا بما اتاھا) ولیکن صحیح نہیں کہ جو کچھ آسان نظر آوے وہی دین بنجاوے۔

اصل مقولہ کی صحت کی تسلیم کا لازمہ یہ ہے کہ ہو کالیون بندر انات مہمکے ... جو خلاف قیاس زمانہ ہو ... یا مالی نقصان دینگے دیوالکا کیونکہ صدہا روپیہ کی بربادی سود کو بالکل آفت سماوی کے ہلاکی تباہی پر قیاس کرنا ہوگا۔ روپیہ کا ہونا تجارت میں نفع مضمون ہے ... ہوا وہ نفع متوہم سود سے ہوتا ہے بلا سود روپیہ تجارت کرنے میں زیادہ متوقع بلکہ متوہم ہوتا ہے

پندرہ سے اسکا فتویٰ لیکر مرحمت کریں اور صورت سوال دوم میں تو لفنے وے عیسائی ہیں جن کے مذہب میں سود کی حرمت قرآن مجید نے بیان کی ہو جو فتویٰ ہمارا کے اس میں منقول ہو۔ یہ تاصحیح کارڈ شریف کا جواب اب فتویٰ کی نسبت کچھ گذارش ہے۔ اوّلاً آپ فرماتے ہیں دو پارہ کی نظیر اور قیاساً روایات کا ذکر کافی نہیں تا وقتیکہ وہ اور یہ سود ثابت نہ کر دیا جائے (یعنے عدم جواز معاملہ مظنونہ سود زیر بحث)

میں کہتا ہوں ہمارا اصل استدلال النص و الاتفاق علی الاثم والعدوان سے ہے جو اپنے اطلاق و شمول سے صورتہائے مسئولہ عنہا کو شامل ہے اور ذکر روایات البتہ تائید و شواہد ہے۔ تاں اینکہ آپ قیاس سے استدلال ہو تو اس شخص کا جو اس معاملہ مسئولہ کے جواز کا فتویٰ دیتا ہے اور وہ بقول بعض ائمہ جواز بیع عصیر بدست خمار و جواز اجارہ دار بدست پرست یا کردار پر صورتہائے مسئولہ کا قیاس کرتا ہے۔ اور نہیں سوچتا کہ قیاس کرنا ہمارا منصب نہیں ہے۔ ہمارا منصب صرف نقل و اتباع ماصحّ و ثبت ہے اور نہ یہ سوچتا کہ یہ قیاس بھی مع الفارق ہے کیونکہ ان بیع و اجارہ میں تو عصیر بعینہٖ اور دار مستحق کی منافع وقائع اور رب الدار کے ملک سے خارج ہو کر شتری اور مستاجر کی ملک میں داخل ہو جاتے ہیں۔ لہذا جو تصرف وہ انہیں کرے وہ مسلمان کے ملک میں تصرف نہیں بخلاف اس روپیہ کے جو بنک میں مسلمان امانت رکھتا ہے وہ مسلمان کے ملک سے خارج نہیں ہوتا بلکہ اسکا ملک میں داخل ہو کر سود کی تاہیا کا نیکا مظنہ ہے۔ اور مسلمان اس علم باطن کے ساتھ وہ روپیہ دیتا ہے تو گویا اپنے ملک میں سود کا تصرف جائز رکھتا ہے۔ فافتراق بینہما اپنے بھی اس فرق کو نہ سوچا اور اس قیاس کی تائید کی۔ اور پھر آپ نے استدلال بالنص کو قیاس قرار دیا۔ اور قول آئندہ میں ہمکو نااہل قیاس و اجتہاد ٹھہرایا۔ اور اس شخص کو اس قیاس مع الفارق میں قیاس کا اہل تسلیم کر کے اسکا اتباع یا توافق اختیار کیا۔

ثانیاً آپ فرماتے ہیں ہمارے معاصرین کو ملین اجتہاد کا شوق تو بہت زور سے جوش زن ہے اور روایات کا بھی بہت پٹ بار لگا دیتے ہیں مگر وہ اجتہاد کا اہل نہیں۔ غور و تعمق و باریک بینی دوسری چیز ہے۔

میں کہتا ہوں اوّلاً اس قول میں آپ نے جمیع متاخرین اختیار فرمایا اپنے معاصرین کو ناقل روایات بھی نہیں ہوا اور مجتہد بھی بنایا وہ آپکے نزدیک ناقل روایات ہیں تو بہر مجتہد کیسے ہوئے ثانیاً آپ نے استدلال مظہر اطلاق نصوص کو اجتہاد قرار دیا حالانکہ اجتہاد استنباط خفی کا نام ہے نہ کہ مظہر اظہر۔ ہر نصوص آس مسئلہ کو متعلق نقل عبارات اصول فقہ جس میں اجتہاد کی تعریف ہوا آپ جیسے علم اصول کے سینے فضول ہے تاہم غالباً شوا ہو تو جس کتاب اصول میں چاہیں ملاحظہ فرماویں ایک چھوٹی سی کتاب

24.MR.1973

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

دراسات اللبیب میں اس بحث کو تفصیل سے قلمبند کیا ہے وہی ملاحظہ ہو۔ ثالثاً آپنے ہمیں علمی تعمیا فتید فرمایا ہے۔ ہمارے تو لال ظاہر اطلاق نص کو قیاس بڑھایا اور تجویز معاملہ منظمہ کو محض قیاس سمجھی مع الفارق ہر اعتراض فرما کر گویا ہمکو تو لال اور اشرعیہ قرار دیا پھر یہ ارشاد ہوتا ہے کہ غور و تعمق! یا کہ بینی دوسری چیز ہے آپ خود ہی غور و تعمق یا کہ بینی سے کام لیکر فرماویں کہ نصوص کسطرح ہیں۔ اور اجتہاد یا قیاس کس طرف۔ ثالثاً آپ فرماتے ہیں کہ ہمکو یہ دیکھنے کی حرکت بھی محض تعمیق بینی ہوئی کہ کیوں معیت کی حاجت اعانت بحث نہیں کی کہ مقصود ہو یا غیر مقصود اور دونوں فرق بیکار کہتا ہوں قیاس کا جواز تو یا گیا ہے کہ قیاس میں اصل ظاہر اطلاق نص کے مقصود غیر مقصود پر بحث نہیں ہوتی ہے اور یہ بات بخوبی کھل چکی ہے اور غیر مقصود بھی علم کرنے مقصود کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اس پر نص نبوی من بعلة جو فتوے میں منقول ہے دلیل ہے جناب کے فتوے کو خود نہیں دیکھا دوبارہ فتوے مطبوعہ مرسل ہے نظر ثانی فرمائی جاوے تو آپ فرماتے ہیں پھر دیکھنا چاہئے کہ جو جو بات معاملہ کی سوچی میں نہ آتی ہے یا ایسی ثانی میں جو نہ آتی ہو میں کیا ہوا اس کو دیکھا گیا اور دیکھا گیا ہے اور اس پر یہ منطقی کہ اس قسم کے خیال مقال اور بطور مثال پیش کیا ہے جناب اسکو خود کیوں نہیں دیکھتے دوبارہ دیکھنا چاہئے خاصا آپ فرماتے ہیں علماء معاصرین کا قیاس جسکی پابندی ان ہی پر واجب اور فرض ہے مسلمان پر میں ہوں۔ اولاً آخری نصف تعریض کا سمجھ میں نہ آیا جانا کہ معاصرین مسلمان نہیں کیونکر یہ لفظ اور جو ثانی قلم سے رفع ہوا ثانیاً آپکا استدلال ضعیف بار بار قیاس کہنا ان سے بعید ہے زیادہ زیادہ

راقم ابو سعید محمد حسین

اس جواب کو پڑھکر مولوی صاحب کو بجز سکوت چارہ نظر نہ آیا اور اپنے قوی دلائل اور اپنے دلائل کا ضعف ہونا ظاہر ہو گیا۔ مگر ہمت نہ ہوسکی کہ برملا اپنی غلطی کا اقرار کرلیں اور اپنے فتوے کو واپس لیتے ہمکو اسکے ہونے سے کچھ نہ آیا کہ جواب میں لکھا کہ

"میں اس بحث کرنی نہیں چاہتا ہوں کہ آپکی مخالفت میں کچھ نہیں چھپوایا لہذا یہ بھی طبع کرانا مناسب نہیں"

واہ رے ہمارے مولوی صاحب ہمارے دوست ہیں اور حق الفتی ہو کر دوستانہ لحاظ ہی بلند ہے ہمارے مسلمانہ کی شہادت کو تو خوف لکھنا مناسب سمجھا اور مولوی صاحب کی خاطر سے اپنے نام کا اخفا کر دیا۔ اگر حق بھی ظاہر ہو جاوے تو مولوی صاحب بھی ناراض ہوں۔ اور مثل ہے کہ ہم سچ بر جا بود ہمہ کباب + صادق آوے۔ اب مولوی صاحب کی مخالفت و بحث آپ ہی کی تحریر سے ظاہر ہو چکی کہ آپکا فتوا غلط ہو گیا ہے نہیں بلکہ آپکے فتوے کی غلطی آپ پر ظاہر ہو گئی ہے کہ ہم بھی سمجھ گئے تو فتوے کو واپس لینا اور اپنی غلطی کا اقرار کرنا آپ پر واجب ہے اور اگر اب بھی نہ شبہ ہو تو ہمکو لکھ کر دیں ہم اسی طرح بالاظہار آپکا نام کو اس شبہ سے مشتہر کر دیں گے اور جواب دینگے +

اور علماء بحث جو ہمارے اس فتوی کو پڑھیں تو چاہئے کہ اپنی اپنی آراء اس فتوی کی نسبت ظاہر کریں +

مطبوعہ ہمایوں پریس لاہور

3444
خلافت لائبریری ربوہ - پاکستان
نام کتاب اشاعۃ السنۃ مضمون ۲۹۷،۱۴
مصنف محمد حسین ابو سعید نمبر کتاب م ا م ۵

تاریخ واپسی		تاریخ واپسی	
15-5-96			

ان الہامون کی بہرمار دیکھ کر الہامی صاحب کے دام اقتدا الّو تو لٹو بن گئے۔ اور از سر نو ایمان لائے۔ اور بول اُٹھے کہ نشہد انک رسول اللہ۔ ہم گواہ ہین۔ کہ تو خدا کا ملہم و مخاطب ہے۔ انکے علاوہ بعض مسلمان۔ مگر محض احمق اور صرف جاہل جو نہ دنیا کی عقل رکھتے ہیں۔ نہ دین سے خبردار ہیں۔ کہ دین کسکو کہتے ہین۔ آپسمین کہنے لگ گئے ہیں کہ ہان یار و واقعی یہ شخص صاحب الہام معلوم ہوتا ہے۔ جسکی ۱۷۔ اور گیارہ برس کی کہی ہوئی باتین سچ نکلتی ہیں۔ انمین سے کسی بہلے مانس نے عقل سے کام لے کر اتنا نہ کیا۔ کہ وہ کتاب براہین احمدیہ اور سرمہ چشم آریہ۔ اور اس عربی الہام عید اور چھکڑیون والے الہام کی اصل عبارتین تو دیکھ لیتے۔ اور اُنسے دعوے الہامی صاحب کو مطابق کرکے اُسکے صدق و کذب کا امتحان تو کر لیتے۔ پہر اُسکی نسبت کوئی رائے ظاہر کرتے۔

یہ حصّہ خاکسار ہی کا تھا۔ جسکو خدا تعالےٰ نے اظہار مکائد الہامی صاحب کیلئے ایک خاص ملکہ عطا کیا ہے۔ لہذا خاکسار حضرت کی اس کاری گری اور چالاکی کی حقیقت کھولتا ہے۔ اور کس و ناکس کو ثابت کر دکھاتا ہے کہ الہامی صاحب نے جو کچھ ان تینون مقام میں کہا ہے۔ وہ محض کذب و دروغ بے فروغ ہے۔ اور وہ لوگ اندہے اور بے عقل ہین جو ان اقوال سے دہوکھ مین آکر اس پیشگوئی کو سچی سمجھ بیٹھے ہیں۔

مقام اوّل مین جو آپنے براہین صفحہ ۲۴۱ عربی الہام نقل کرکے اُسکی نسبت دعوے کیا ہے۔ کہ وہ لیکھرام کی موت کی نسبت الہام تہا محض کذب ہے۔ مقام مذکور براہین احمدیہ میں لیکھرام یا اُسکے قتل کا نہ صریح ذکر ہے نہ اشارہ۔ ایسا ہی آپکے الہامات عربی و فارسی و ہندی براہین صفحہ ۵۰۶ - ۵۲۲ - ۵۵۷ مین لیکھرام یا اُسکے قتل کا نام نشان نہیں ہے۔ اور چونکہ وہ الہامات آپکے من گھڑت اور خانہ ساز افترأت ہیں۔ لہذا اُنکے جو معنے آپ چاہتے ہیں بنا لیتے ہیں۔ اور جدہر چاہتے ہیں ان کو کھینچکر لے جاتے ہیں۔ مگر سُننے والوں کو جایز و مناسب نہیں ہے۔ کہ ہر ایک دعوے کو بلا دلیل

اِدہر اُن کے اصلی مقابل اور اُن کے مقتول کے الہامی قاتل بذریعہ اشتہارات وغیرہ تحریرات مشتہر کر رہے ہیں۔ کہ جو شخص ہماری اس ظاہری کرامات کو نہ مانیگا اور اسمیں "ہر کہ شک آرد کافر گردد" کا مصداق بنکر انکا ظاہر کرے گا۔ اوسکو بہی ہم پنڈت لیکھرام کے پاس پہنچا دینگے۔*

ہندؤن کی اس دہمکی سے عوام مسلمان تو ڈرے ہی تھے۔ تعجب ہے کہ اُن سے بڑہ کر وہی زمان کے بہادر اور الہامی قاتل صاحب ڈرے ہیں۔ چنانچہ اس ڈر کا اظہار آپ عریضہ اسمی گورنمنٹ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں کرکے گورنمنٹ سے التجا کرتے اور کہتے ہیں "میرا باپ اور بہائی مفسدہ ۱۸۵۷ء مین گورنمنٹ کی خدمت اور گورنمنٹ کے باغیونکا مقابلہ کر چکے ہیں۔ اور مین بذات خود سترہ برس سے گورنمنٹ کی یہ خدمت کر رہا ہوں کہ بیسوں کتابیں عربی۔ فارسی۔ اور اُردو میں یہ مسئلہ شایع کر چکا ہون کہ گورنمنٹ سے

* یہ دہمکی عام طور پر پہلے تو اشتہار ۱۵۔ مارچ ۱۸۹۷ء میں آریہ کے ساتھ مولویونکو شامل کرکے خود الہامی قاتل نے شایع کی۔ پھر اُنکے خلفاء میان معراج الدین صاحب وغیرہ نے آسمانی فیصلہ کے ذریعہ مشتہر کی۔ پہر خصوصیت کے ساتھ خاکسار کو مخاطب کرکے الہامی قاتل صاحب کے خلیفہ اکبر۔ وحواری اعظم حکیم نورالدین صاحب بہیروی نے ایک خط کے ذریعے سے جو الہامی قاتل کے مرید میان محمد صادق صاحب کلرک اکونٹنٹ جنرل اوفس اور میان عبدالرحمن صاحب کلرک ریلوے میرے پاس لائے۔ وہ دہمکی دی اور یہ بات لکھی کہ اس کیلئے بشرط انکار کم سے کم پنڈت لیکھرام کیطرح کسی پیشگوئی کے واسطے صاف ارادہ ظاہر فرماویں آخر حضرت الہامی نے بھی اشتہار متعلق قتل لیکھرام مطبوعہ ۱۱۔ اپریل ۱۸۹۷ء مین صاف لکھدیا ہے کہ اگر مولوی محمد حسین صاحب قسم کھالیں کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی تو پھر ایک سال مین بچگئے تو ہم جھوٹے سمجھے جائینگے"۔ اس کا جواب اس مضمون کے اینہا

صفحہ ۵۲ ج ۴

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

مان لیں۔ بلکہ لازم ہے کہ آپ سے ان دعاوی کے وقت یہ سوال کریں کہ ان الہامات کے جو معنے آپ نے اب بتائے ہیں یہ معنے آپ کے ملہم نے ان الہامات سے اسوقت جبکہ یہ الہام کئے تھے مراد ٹھہرائے۔ اور آپ کو بتا دیئے تھے۔ یا یہ معنے اُسنے اب گھڑے اور ان الہامات میں ڈالے ہیں۔ اور ابھی آپ کو بتائے ہیں۔ اگر آپ یہ جواب دیں کہ یہ معنے پہلے ہی سے ملہم نے مراد ٹھہرائے۔ اور آپ کو بتائے ہوئے تھے تو پھر وہ آپ سے اول یہ سوال کریں۔ کہ پھر آپ نے یہ معنے اسوقت لوگوں کو کیوں نہ بتائے۔ اور کتاب براہین میں اشتہار جمہ کرکے کیوں درج نہ کئے جس سے آپکی یہ پیشگوئی بڑی روشنی سے لوگوں پر ظاہر ہوتی۔ اور آپ کی نبوت کس وناکس پر ثابت ہو جاتی۔ دوسرا یہ سوال کہ اگر ان الہامات میں قتل لیکھرام کی نسبت فیصلہ ہو چکا تھا تو پھر آپ نے ان الہامات سے بارہ برس کے بعد ۱۸۹۳ء میں لیکھرام کی نسبت خدا کے قضا و قدر کی بابت کیوں سوال کیا جسکے جواب میں آپ کو یہ الہام ہوا عجل جسد لہ خوار لہ نصیب وعذاب یعنے یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جسکے اندر سے مکروہ آواز نکل رہی ہے۔ اور اُسکے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا۔ اور رنج اور عذاب مقرر ہے۔ جو ضرور اسکو ملیگا۔ جبکو آپ نے کتاب آئینہ کمالات کے اخیر میں نقل کیا ہے۔ اور اس الہام کے بعد آپنے اس کی تعیین مدت کے بابت سوال کیا تو اسکے جواب میں آپ کو چھ سال کی میعادی موت کا الہام ہوا جو استفام میں آئینہ کے منقول ہے۔ اور اسکے بعد آپنے کہا ہے۔ کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہو جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر ہیبت رکھتا ہو۔ تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں۔ اور اگر آپ کے ملہم نے ان الہامات براہین میں وہ معنے پہلے ہی سے گھڑ کر ڈالے اور آپ کو بتا دیئے ہوتے تو آپ بارہ برس کے بعد لیکھرام کی قضا و قدر کی

بابت اس سے وہ سوال نہ کرتے۔ اور نہ وہ جواب پاتے۔ **مان** تعیین مدت کے سوال کا آپ کو حق تھا۔ سو بھی بہوقت ان الہامات کے ساتھ۔ اور اُسکے جواب ہیں ۷ ابرس کی میعاد (جبکہ بقول آپکے لیکھرام کے بارہ مین تیرہ برس کا تھا) مقرر کیجاتی اور اس سے وہ پیشگوئی بڑی کامل اور پرزور اور اکمل معجزہ متصور ہوتی۔ ان معنے کو آپکے درج براہین نہ کرنے۔ اور اس الہام سے بارہ برس بعد لیکھرام کی نسبت اوّل سوال قضاوقدر کرنے پر اُسکا وعدہ مٹنے پر تعیین مدت کا سوال کرنے سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ اسوقت آپ کے ملہم نے ان الہامات میں یہ معنے نڈالے تھے۔ اور نہ انکو بتائے تھے۔ ۰

اور اگر آپ یہ جواب دین کہ یہ معنے ان الہامات کے میرے ملہم نے اب ہی گھڑے۔ اور ان الہامات مین ڈالے ہیں۔ اور ابھی مجھے بتائے ہین۔ جبکہ لیکھرام قتل ہوا اور اس سے اسکو موقعہ ہاتھ آگیا کہ اُسکے قتل کو ان الہامات کی مراد بتاکر ان الہامات کے وہ معنے گھڑکر اُنہیں ڈالدے۔ تو اس صورت وہ لوگ خود ہی خیال فرماسکتے کہ یہ معنے کیا اعتبار رکھتے ہیں۔

اور نیز الہام صفحہ (۲۴۱) براہین کی نسبت آپ سے ایک سوال کرین۔ کہ اس الہام صفحہ ۲۴۱ کی نسبت **متن** اشتہار ۱۵۔ مارچ ۱۸۹۷ء میں تو آپ نے یہ دعوے کیا ہے۔ کہ یہ لیکھرام کے قتل کی نسبت ہوا ہے۔ **اور اسکے حاشیہ** مین اس الہام کو اوّل فتنہ بناکر اُسکو پادریون اور یہود صفت مسلمانون کے متعلق کردیا۔ اور لیکھرام کے متعلق تیسرے فتنہ کو قرار دیا۔ جس کا ذکر براہین صفحہ ۵۵۷ میں ہے۔ یہ اختلاف و اضطراب بھی اس الہام اور آپ کے ملہم کی دروغگوئی پر دلیل ہے۔

مقام دوم مین جو آپ نے سُرمہ چشم آریہ سے نقل کیا۔ اور اُسکی نسبت جو کچھ

دعوے کیا ہے وہ بھی محض کذب و دروغ بے فروغ ہے۔ اس کشف سُرمہ چشم آریہ مین بھی نہ لیکھرام یا اُسکے قتل کا صریح ذکر ہے۔ نہ اشارہ۔ اور نہ یہ معنے اس الہام کے اس رسالہ مین درج ہوئے۔ اور نہ اسوقت آپکے ملہم کو سوجھے۔ اور نہ الہامی صاحب کو اُس نے سوجھائے اور نہ آپنے کسی کو بتائے۔ اور وہ معنے بعینہا ان ہی سوالات کے مورد ہین۔ جو الہامات مقام اوّل پر کئے گئے ہیں۔ اور طرفہ یہ ہے کہ اسمقام مین اسی کشف کے اندر لیکھرام کے (ناپاک) خون کا نشان دکھانے کا دعوے کیا ہے۔ حالانکہ سرمہ چشم کی عبارت مین اُسکو خدا تعالے کی مقدس دوات کی سُرخ سیاہی کی چھینٹون کا جو قلم رحمانی مین تھی اثر کہا گیا ہے اصل عبارت سرمہ چشم یہ ہے جو اُسکے صفحہ ۱۳۲ سے نقل کیجاتی ہے۔

"ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ مین نے عالم کشف مین دیکھا کہ بعض احکام قضا و قدر مین نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہین۔ کہ آئندہ زمانہ مین ایسا ہوگا۔ اور پھر اُسکو دستخط کرانے کے لئے خداوند قادر مطلق جل شانہ کے سامنے پیش کیا ہے۔ (اور یاد رکھنا چاہیئے کہ مکاشفات اور رویا رصالح میں اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ بعض صفات جمالیہ یا جلالیہ الٰہیہ انسان کی شکل پر متمثل ہو کر صاحب کشف کو نظر آجاتی ہین۔ اور مجازی طور پر وہ بھی خیال کرتا ہے۔ کہ وہی خداوند قادر مطلق ہے۔ اور یہ امر ارباب کشوف میں شایع و متعارف و معلوم الحقیقت ہے۔ جس سے کوئی صاحب کشف انکار نہین کرسکتا۔) غرض وہی صفت جمالی جو بعالم کشف قوت متخیلہ کے آگے آگئی ایسی دکھلائی دی تھی جو خداوند قادر مطلق ہے۔ اس ذات بیچون و بیچگون کے آگے وہ کتاب قضا و قدر پیش کیگئی۔ اور اُس نے جو ایک حاکم کی شکل پر متمثل تھا۔ اپنی قلم کو سُرخی کی دوات میں ڈبو کر اوّل اُس سُرخی کو اس عاجز کیطرف چھڑکا اور بقیہ سُرخی کا قلم کے مُنہ میں رہ گیا۔ اس سے اس کتاب پر دستخط کردیئے۔ اور ساتھ ہی وہ حالت کشفیہ دور ہوگئی۔ اور آنکھ کھول کر جب خارج مین دیکھا تو کئی قطرات سُرخی کے تازہ بتازہ کپڑون پر پڑے۔ چنانچہ ایک صاحب عبداللہ نام جو سنور ریاست پٹیالہ کے

بہنے والے تھے۔ اور اسوقت اس عاجز کے پاس نزدیک ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔ دو یا تین قطرہ سُرخی کے اُنکی ٹوپی پر پڑے۔"

اب اس کشف کو سُن کر الہامی صاحب کو ماننے والے مسلمان انصاف کرین۔ اور دل میں سوچکر اس سے پوچھین کہ سُرخ چشم مین مقدس دوات کی پاک چھینٹوں کا ذکر ہے۔ یا لیکھرام کے ناپاک خون کا۔ تو پھر آپ نے ایسا سفید جھوٹ کیون بولا۔ اور لیکھرام کے خون کو اس سُرخی قلم رحمانی کا مصداق کیون بنا دیا۔ افسوس الہامی صاحب نے اتنا بھی کچھ سوچ اور سمجھ نہین رکھتا اور کوئی اُنسے نہیں پوچھتا کہ آپ پہلے کیا کہہ چکے ہین۔ اور اب اُسکو کیا بنا رہے ہیں۔ شاید وہ اُنسے یہ سوال کرینگے تو وہ یہ جواب دینگے کہ مہم کو اختیار ہے کہ اپنے الہام کے جو معنے چاہے بیان کرے اپنے الہام کے جو معنے سمجھتا ہے وہ بحکم صاحب البیت ادری بما فیہ کوئی دوسرا نہین سمجھ سکتا۔

اسکا جواب وہ انکو یہ دین کہ ہان ہر شخص کو اپنی کلام کے معنے بیان کرنیکا اختیار حاصل ہے۔ مگر وہی معنے جو اس کلام سے عرف مخاطبین میں حقیقتاً یا مجازاً امراد ہوسکین۔ اور اس کلام میں ایسے الفاظ پائے جائیں جو ان معنے عرف تخاطب مین دلالت کرین نہ ایسے معنے اور ایسے الفاظ۔ جو المعنی فی بطن الشاعر یعنے "مطلب در بطن شاعر" کا مصداق ہون۔ سو بھی ایسے کہ کلام آج کرین اور اُسکا مطلب سترہ یا بارہ برس کے بعد آپ بتاوین جو پہلے بتائے ہوئے مطلب کا مخالف ہو۔ جیسے آپ کے وقوع میں آیا ہے۔ کہ پہلے کشف دوازدہ رسالہ کے وقت چھینٹا سُرخی دوات اور قلم رحمانی کا بتایا گیا تھا۔ اور جب لیکھرام قتل ہوا تو وہی چھینٹا اُس کا خون بن گیا۔ یہ ہے الہام کیا ہوا۔ موم کی ناک ہوئی جسکو جدہر چاہا پھرا دیا۔

تیسرے مقام مین آپنے سب مقامات سے بڑھ کر دلیرانہ افترا کیا ہے

اور مصرع ؎ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد ٭ کا نمونہ دکھایا ہے عید کا دن یا عید کے قریب دن۔ اور چھٹی تاریخ مارچ کی۔ اور چھٹا گھنٹہ اس دن کا اور یک شنبہ نام اس دن کا قتل لیکھرام کے متعلق سے الہام مین آپنے کہین نہین بتایا۔ اور نہ اُسکو قتل سے پہلے شایع و مشتہر کیا۔ اس باب میں جو کچھ آپ نے اشتہار ۱۵۔ مارچ ۱۸۹۷ء اور عریضہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں کہا ہے۔ کہ ان قیود چھکڑیوں کے ساتھ مینے اس پیشگوئی کا اظہار و اشتہار کیا تھا۔ یہ سفید جھوٹ ہے۔

ہم نے آپکے جملہ اشتہارات جو اس باب میں آپ نے شائع کئے۔ اور اُنکے حوالے اشتہار ۹۔ ۱۲۔ ۱۵۔ ۲۲۔ مارچ وغیرہ مین دیئے ہیں۔ یعنے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء و ۳ فروری ۱۸۹۳ء جو آئینہ کمالات میں شایع ہوا ہے۔ الہام ٹیٹل پیج برکات الدعا اور کرامات الصادقین وغیرہ کو دیکھا۔ اور ٹٹولا اُنمین اس چھکڑیون والے اشتہار کا نام نشان نہ پایا۔

آپ کے حواریان لاہور سے اُسکا پتہ پوچھا اُنہون نے بھی پتہ نہ دیا۔ آخر حضرت الہامی صاحب سے بذریعہ رجسٹری شدہ خط اُسکا پتہ دریافت کیا۔ تو آپنے بھی باوجودیکہ ہمارے خط کا جواب دیا۔ مگر اسمین اس چھکڑیون والے الہام کا پتہ نہ بتایا۔ آپ نے اور آپکے حواریون نے صرف یوم العید والے الہام کا پتہ کرامات الصادقین کے صفحہ ۵۴ مین یہ شعر بتایا۔ ؎ وبشرنی ربی وقال مبشرًا ٭ ستعرف یوم العید والعید اقرب ٭ (جسکے پہلے یہ شعر ہے۔ جس کے پہلے مصرع کی تقطیع درست نہین[1]۔) الا اننی من کل حرب غالب ٭ فکدنی بما زورت فالحق یغلب ٭ اور ان دونون شعرونکے لفظی معنے جو عرف تخاطب مین ہر کسیکی سمجھ مین آتے ہیں یہ ہین ٭ سُن رکھ مین ہر ایک لڑائی میں غالب رہونگا۔ تو میرے مقابلہ میں جو بات بنا چکا ہے اُسکے ساتھ مجھ سے مکر کر حق غالب رہیگا۔ میرے خدا نے

[1] اگر بجائے غالب لفظ مغالب لکھتے تو درست ہو جاتی۔

89

مجھے بشارت دی ہے۔ اور یہ بات کہدی ہے۔ کہ شتاب تو عید کے دن کو پہچان لیگا اور وہ عید کا دن قریب آنے والا ہے۔

حضرات! ۔ عید سے عید معروف مراد ہوتی ہے۔ یا کوئی ایسا خوشی کا امر جو دیر کے بعد آوے۔ لہذا اس شعر مین کسی خوشی یا غلبہ کی بشارت ہے۔ اور اُسکے قریب آنے کی خبر ہے۔ ان اشعار سے کوئی شخص جو ادنے فہم و انصاف رکھتا ہو۔ یہ نہین سمجھ سکیگا کہ ان مین عید کے دوسرے دن قتل لیکھرام کے واقعہ ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ جیسا کہ الہامی صاحب نے اشتہار ۱۵۔ مارچ ۱۸۹۷ء مین اس شعر کی تشریح کی ہے۔ اس سے بڑھ کر آپ کی وہ تشریح ہے جو ہمارے خط کے جوابی خط مین اُنہون نے کی ہے۔ اسمقام مین اس خط کی نقل مناسب معلوم ہوتی ہے۔

نقل خط الہامی صاحب

جناب مولوی صاحب۔ سلام

آپ کا کارڈ پہنچا۔ آپ نے جو شعر دریافت کیا ہے وہ کرامات الصادقین کے ۵۴ صفحہ میں ہے۔ وہ شعر دو ہین۔ پہلا یہ ہے۔

الا انّنی فی کلِّ حربٍ غالب ٭ فکدنی بما زورت فالحق یغلب

اس شعر مین حق کے غالب ہونے کی پیشگوئی ہے۔ اور دوسرے شعر میں اُسکی تفصیل ہے کہ ایسا کب ہوگا۔ اور وہ یہ ہے جو اسکے بعد کا شعر ہے۔

وبشرنی ربی وقال مبشرا ٭ ستعرف یوم العید والعید اقرب

دوسرا مصرع اسکا الہامی ہے۔ جو لیکھرام کے نشان کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ خدا تعالے کی طرف سے اسکے معنے میں مجھے یہ تفہیم ہوئی ہے جسکو اسیوقت مینے اکثر لوگون کو بتا دیا کہ لیکھرام کی نسبت نشان عید کے قریب ظاہر ہوگا۔ اور یہ مصرع کہ ستعرف یوم العید والعید اقرب۔ اسمیں دو لفظ عید کے ہین۔ پہلی عید سے مراد فتح ہے۔ اور

دوسری عید سے مراد معمولی عید ہے جو ہمیشہ سال کے بعد آتی ہے۔ ماحصل کلام یہ ہے کہ وہ یوم الفتح عید کے دن کے قریب واقع ہوگا۔ اور عید کے دن سے ملا ہوا ہوگا۔ چونکہ یہ مصرع لیکھرام کے حق میں کثرت سے شہرت پا گیا تھا۔ اسلئے پرچہ سماچار وغیرہ پرچون مین اس شعر کے مضمون کا ذکر ہے۔ مگر اُنہون نے غلطی سے بجاے اقرب من العید کے عین عید کا دن سمجھ لیا ہے۔ مگر اصل معنے یہ ہیں۔ کہ مصرع مین والعید اَقْرَبُ بطور حال کے واقعہ ہے یعنے وہ یوم الفتح جسکا نام بباعث فتح اسلام کے اور واقعی خوشی اہل ایمان کے یَوْمُ الْعِید رکھا گیا ہے۔ اصلی عید کے دن سے ملا ہوا ہوگا اور یہی مضمون جو مصرعہ وَبَشِّرْنِیْ رَبِّیْ میں ہے یہی بشارت کرامات الصادقین کے ٹیٹل پیج والے صفحہ پر موجود پر ہے۔ عبارت یہ ہے۔ ومنہا ما وعدنی ربی واستجاب دعائی فی رجل مفسد عدو اللہ ورسولہ المسمے لیکھرام الفشاوری واخبرنی انہ من الھالکین۔ انہ کان یسب نبی اللہ ویتکلم فی شانہ بکلمات خبیثۃ فدعوت علیہ فبشرنی ربی بموتہ فی ست سنۃ ان فی ذلک لاٰیۃ للطالبین۔ اور یہ فقرہ یعنے فبشرنی ربی یہ اس مصرع کی ایک جزء ہے یعنے وبشرنی ربی وقال مبشرًا۔ مطلب یہ ہے کہ اس شعر کی اسجگہ پر تفسیر کردی گئی ہے۔ والحمد للہ علی ما فعل۔

یہ مینے محض للہ آپ کی تفہیم کے لئے لکھدیا ہے۔ تا آپ کو اصل واقعات سے مدد مل سکے۔ چونکہ آپ نے نیک نیتی اور اخلاص کا ذکر کیا ہے۔ اسلئے مجھے یہ جرأت ہوئی کہ جو کچھ مجھے معلوم تہا مینے ظاہر کردیا۔ دوسری یہ بات بھی شاید آپ کو کسی وقت کام آوے کہ مجھکو خدا تعالےٰ نے تین مرتبہ اطلاع دی ہے۔ کہ محمد حسین کو رجوع دیا جائیگا اسلئے مین نے اس پیشگوئی کو اس رسالہ سراج منیر مین جو اب چھپ رہا ہے درج کردیا ہے اور جہانتک میری طاقت ہے میں دعا بھی کرونگا۔ مجھ کو اس بات سے بہت ہی خوشی

ہوئی۔ کہ خدا تعالےٰ نے ایسا ارادہ فرمایا ہے۔ (اللہ علی کل شئی قدیر۔ آمین یہ بھی آپکو لازم ہے۔ کہ برکات الدعا کا ٹائیٹل پیج اور حاشیہ کا مضمون ۔ (ایک سطر خطبان سے پڑھی نہیں گئی تھی۔ وہ کاٹ کر آپ کے پاس واپس بھیجی گئی آپ نے اُسکی تصحیح کر کے کو واپس نہیں کیا۔) اور ٹائیٹل پیج برکات الدعا سے نمونہ استجابت دعا بھی دیکھ لین۔ چاہیں تو ایک پرچہ اُسکا مجھے بھیج دین۔ ۵ عبداللہ الصمد غلام احمد۔ ۲-اپریل ۱۸۹۷ء

اس خط کے آخری فقرہ الہامیہ کی تصدیق و تائید میں آپکے خلیفہ ثانی منشی (بھوپالوی) محمد احسن امروہی بھوپالی بھی ایک خط میں تحریر کرتے ہیں۔ اسمقام میں اُنکے خط کو نقل کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

نقل خط محمد احسن امروہی

حضرت مولوی محمد حسین صاحب مہتمم اشاعۃ السنۃ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آجکے روز عاجز نے معتبر ذرائع سے معلوم کیا ہے۔ کہ جناب نے الہام حضور بارہ لیکھرام حضرت اقدس مرزا صاحب کا تھا۔ آپ نے نیک نیتی سے تسلیم فرمالیا ہے۔ اگر بیشبہ صحیح ہے تو جزاکم اللہ فی الدارین خیرا۔ اور اگر صحیح نہین ہے۔ تو عاجز کی درخواست مکرر خدمت عالی میں یہ ہے کہ باالضرور اس الہام میں غور فرمایا جاوے۔

حضرت اقدس مرزا صاحب نے عاجز سے بارہا یہ فرمایا ہے۔ کہ مولوی محمد حسین صاحب بالآخر بسبب اپنی علمی برکات کے پھر اُسی ریویو سابق کیطرف رجوع فرادینگے۔ یہ جملہ معترضہ جو اُنکو پیش آگیا ہے وہ ایک زلۃ الاقدام کی قسم سے ہے والسلام خیر ختام جواب طلب ضروری۔ راقم سید محمد احسن از امروہہ شاہعلی سرائے ضلع مراد آباد۔ ۶-اپریل ۱۸۹۷ء

آج ایک خط میرے ایک مخلص و دست اور عزیز بھائی حافظ بہادر دین ٹھیکہ دار لاہور کا میرے پاس بٹالہ میں پہنچا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت الہامی صاحب کے

یک فرقہ اور یحیٰی جماعت نے لاہور مین اپنے پیر کے الہامی الہام مذکور کا وقوع بھی مشہور کردیا ہے کہ ابو سعید محمد حسین نے لیکھرام کی پیشگوئی کا صادق ہونا مان لیا ہے۔ اور مرزا صاحب کیطرف رجوع کرلیا ہے۔ الہامی صاحب کیخط منقولہ بالا سے روز روشن کیطرح ثابت ہوتا ہے۔ کہ الہام یَوْمُ الْعِیْد کی تشریح۔ اور معنے جو آپ اب بیان کررہے ہیں اور اس شعر مین ڈال رہے ہین یہ معنے اس الہام کے وقت آپ کے علم کو نہ سوجھے۔ اور نہ آپ کو اُنسے سوجھائے تھے۔ آپ لکھتے ہین کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے اس معنے کی مجھے یہ تفہیم ہوئی۔ جبکو ہمیوقت مینے اکثر لوگون کو تبلا دیا۔ کہ لیکھرام کی نسبت نشان عید کے قریب ظاہر ہوگا۔" اسمیں یہ صاف اور صریح اقرار ہے کہ وہ معنے آپنے عام لوگون مین مشتہر نہیں کئے۔ اور کسی کتاب یا اشتہار کے ذریعہ پبلک میں شائع نہیں کئے تھے۔ یہی امر ہمارے اس دعوے کی دلیل ہے۔ کہ اُسوقت آپ کو اور اُنکے علہم کو یہ معنے نہ سوجھے تھے۔ سوجھتے تو ضرور بذریعہ اشتہار اُنکو شائع کرتے کیونکہ جب تک آپکو آسمانی فرزند بشیر و عمانوئیل کے پیدا ہونے کی امید رہی تب تک آپ کی بی بی کو جب حمل ہوتا فوراً شائع کرتے۔ اور اس سے کچھ شرم نہ کرتے جس سے ہر ایک بھلا مانس شریف شرم کرتا ہے۔ بلکہ عام مجلس میں ایسے ذکر کو پسند نہین کرتا۔) یہ معنے آپ کو اُسوقت سوجھائے جاتے تو آپ اُسکی دس ہزار کاپی چھپوا کر تمام ملکون میں شائع کرتے۔ ××

آپ کا یہ کہنا کہ ہم نے اسوقت اکثر لوگون کو تبلا دیا تھا۔ (یعنے زبانی کہدیا تھا) اوّل تو محض دروغ بے فروغ ہے۔ آپ اس بیان میں سچے ہیں تو اُن لوگون کے نام بتا دین جن جن کو آپ نے زبانی فرمایا تھا۔ ہم ان لوگون کو دیکھیں گے کہ کیا وہ لوگ وہی ہین جو آپ کے لنگر (باورچیخانہ) سے ٹکڑا کھاتے ہیں۔ یا آپ سے نقد وظیفہ پاتے ہیں یا وہ اور لوگ ہیں۔ آپ نے قادیان کے آریون سے بعض لوگون کا نام لیا تو ہم اُن پر بھی نظر کرینگے۔ کہ وہ لوگ وہی تو نہین جو ایک مدت آپ سے حلوے پوریان کھا کر قادیان سے دہلی تک آپ کے ساتھ ساتھ پھرے۔ اور آپ کے الہامات کی جو اُنکے

نام و شہادت آپ نے درج براہین کئے ہوئے ہیں۔ تصدیق کرتے ہے۔ مگر خود ہندو کے ہندو ہی ہے۔ اور آخر اپنی قوم سے شرما کر آپ کے مخالف بھی ہو گئے۔ یا وہ اور لوگ ہیں وہی نکلے تو ہم اُنکی شہادت قبول نہ کرینگے۔ جب تک کہ وہ پچھلی کرتوت سے تائب ہو کر مسلمان نہ ہو جائیں گے۔ اور اگر اور لوگ نکلے یعنے نہ وہ حلوای پوری خور بندو اور نہ مگڑے خور یا وظیفہ خوار مسلمان تو اس بیان میں آپ کو سچا سمجھ کر پھر آپ سے یہ سوال کرینگے۔ کہ آپ نے اس مضمون سے جو گیون کیطرح (جو ایک گھر میں لڑکا پیدا ہونے کی خبر دیتے ہیں۔ اور اس کے ہمسایہ مین یہ کہہ جاتے ہیں۔ کہ لڑکا نہین لڑکی پیدا ہو گی پھر جب لڑکی پیدا ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمسایون کو بھی کہی تھی کہ لڑکی پیدا ہو گی۔ اور اس سے اپنی پیشگوئی سچی بناتے ہین) خاص خاص لوگون کو صرف زبانی کیون مطلع کیا گیا۔ اسکا اظہار عام لوگون میں اشتہار کے ذریعہ سے کیون نہ کیا جیسے کہ آپ اپنی بی بی کا حمل مشتہر کیا کرتے تھے۔ اس سوال کا جواب آپ سے کچھ نہ بن پڑے گا۔ اور اس سے ثابت ہو گا کہ وہ معنے آپنے اور آپ کے ملہم نے اب گھڑے ہیں۔ اور ابھی اس شعر مین ڈالنے چاہے ہین۔ اس سے پہلے یہ معنے آپ کے اور آپ کے ملہم کے خیال مین نہ آئے تھے۔

آخر خط میں جو آپ نے ایک مناسبی الہام بیان فرمایا ہے۔ اور تین مرتبہ اسکا خدا کیطرف سے الہام ہونا ظاہر کیا ہے۔ اور اسکے وقوع کا آپ کے خلفاء اور مریدوں نے لاہور سے امرتسر تک اشتہار کر دیا ہے۔ یہ آپ کی چالاکی اور حکمت عملی سے ترغیب و ترہیب ہے۔ آپ مجھے طمع اور خوف سے اس پیشگوئی کی مخالفت سے روکنا چاہتے ہین۔ مگر مین خدا کے فضل و توفیق سے نہ اپنی ذاتی قابلیت و لیاقت سے (کیونکہ مین ذاتی لیاقت کوئی بھی نہین رکھتا۔ محض ناکارہ اور نالائق ہون) آپ کے اس دام میں ہرگز پھنستا۔ اور جب تک زندہ ہون۔ اور قرآن پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور دین اسلام کا معتقد اور پابند

مسلمانون کو جہاد کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔ اور میں گورنمنٹ کی پولیٹیکل خدمت وحمایت کے لئے ایسی جماعت تیار کر رہا ہون۔ جو اڑے وقت میں گورنمنٹ کے مخالفون کے مقابلے میں نکلے گی (شائد اس سے اسکی یہ مراد ہو کہ اگر گورنمنٹ کا مسلمانان مکہ و مدینہ و روم و شام و کابل و ایران سے مقابلہ ہوگا تو اسوقت یہ جماعت گورنمنٹ کی حمایت میں مسلمانون سے لڑے گی۔ چنانچہ الہام آئندہ اسپر شاہد ہے) اور گورنمنٹ کے متعلق مجھے یہ الہام ہوا ہے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ یعنے جب تک تو گورنمنٹ کی عملداری مین ہے۔ خدا گورنمنٹ کو کچھ تکلیف نہین پہنچائے گا۔ اور جدہر تیرا منہ ہوگا اسیطرف خدا کا منہ ہوگا۔ اور چونکہ میرا منہ گورنمنٹ انگلشیہ کیطرف ہے اور اُسکے اقبال و شوکت کے لئے دعا میں مصروف ہے۔ کیونکہ مجھ کو جیسا گورنمنٹ کی سلطنت و ظل حمایت میں امن ہے نہ مکہ میں ہے نہ مدینہ میں نہ روم میں نہ شام میں نہ کابل میں نہ ایران مین۔ لہذا خدا کا منہ بھی اسی گورنمنٹ کی طرف ہے۔ اور اس امر کی شہادت گورنمنٹ خود ہی دے سکتی ہے کہ اوسکو میرے زمانے میں کسقدر فتوحات نصیب ہوئے ہیں۔

ان وجوہات سے گورنمنٹ میری جان کی حفاظت کرے اور میری حفاظت کے لئے قادیان مین جہان اسوقت بجز چوکیدارون کے نہ کوئی تھانہ ہے نہ چوکی پولیس پولس متعین کرے جو میری جان کو ہندؤن سے بچاوے۔ اور جن ہندوؤن نے مجھے ڈرایا اور دہمکایا ہے۔ گورنمنٹ اونکی ضمانتین اور مچلکے لے۔"

اس التجا اور عجز و الحاح کے وقت الہامی صاحب اپنے وہ سب الہامات کو بھول گئے۔ جنکو وہ اس التجا سے سات روز پہلے اشتہار ۱۵۔ مارچ ۱۸۹۷ء مین اور کئی سال پہلے دیگر تحریرات میں شائع کر چکے تھے کہ "جب مشکلات کے پہاڑ پر خدا تجلے کرے گا تو انہیں پاش پاش کر دے گا (یعنے تجھے ان سے بچالے گا)" اے عیسے

ہون آپ کی موجودہ حالت عقائد اور اعمال و اخلاق کے ساتھ آپ سے اتفاق نہ کرون گا انشاءاللہ تعالےٰ۔ تقدس اس حرص و طمع موافقت کو آپ دماغ سے نکال دین۔

اور طرفہ یہ کہ اس الہام کی منامی کے نو دن کے بعد آپنے اسکا خلاف کیا۔ اور ۱۱۔ اپریل کو ایک اشتہار قتل لیکھرام کے متعلق چھاپ کر آج ۱۳۔ اپریل ۱۸۹۷ء کو میری پاس ارسال کیا ہے جسکے متن صفحہ ۲ کی سطر ۴ مین آپ نے لکھا ہے۔ مینے سُنا ہے کہ بعض مولوی صاحبان جیسے مولوی محمد حسین بٹالوی اس کھُلی کھُلی پیشگوئی کی نسبت بھی جو دونون مذہبوں کے پرکھنے کے لئے معیار کیطرح ٹھرائی گئی تھی۔ جانکاہی سی کوشش کر رہے ہیں۔ کہ کسی طرح لوگ اُسپر اعتقاد نہ لائین × × × ہم مسلمانون کو صلاح دیتے ہیں کہ اگر اسلام سے محبت ہے تو ایسے مولویون سے پرہیز کرین۔ اور پھر اسکے حاشیہ میں لکھتے ہین۔ مولوی محمد حسین صاحب اگر سچے دل سے یقین رکھتے ہین کہ یہ پیشگوئی لیکھرام والی جھوٹی نکلی۔ تو انہین تحریر مخالفانہ کی تکلیف اٹھانے کی کچھ ضرورت نہین۔ ہم خدا تعالےٰ کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ اگر وہ جلسہ عام میں میرے روبرو یہ قسم کھالین کہ یہ پیشگوئی خدا تعالےٰ کیطرف سے نہین تھی اور نہ سچی نکلی۔ اور اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ اور فی الواقعہ پوری ہوگئی۔ تو اے قادر مطلق ایک سال کے اندر میرے پر کوئی عذاب شدید نازل کر۔ پھر اگر مولوی صاحب موصوف اس عذاب شدسے ایک سال تک بچ گئے تو ہم اپنے تئین جھوٹا سمجھیں گے۔ اور مولوی صاحب کے ہاتھ پر توبہ کرینگے۔ اور جسقدر کتابین ہمارے پاس اسبارہ میں ہونگی جلا دینگے۔"

خاکسار اسکے جواب میں کہتا ہے۔ کہ اگر آپ کا وہ الہام منامی جو تین بار آپکو ہوا ہے سچا اور خدا کی طرف سے تھا۔ اور آپ اسکے بیان میں سچے تھے۔ تو پھر آپ کو میری مخالفانہ تحریر کی فکر کیون پڑی۔ جب مین آپ کی طرف رجوع اور آپ کے موافق ہونیوالا ہون تو چاہون ہزار مخالفت کرون۔ آخر میدان تو آپکے ہاتھ آنے والا ہے۔ پھر اس مخالفت سے

آپکا کیا نقصان ہے۔ بلکہ سوچو تو فائدہ ہے۔ جسقدر مخالفت کے بعد موافقت ہوتی ہے اسیقدر وہ زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ اور لوگوں کی نظروں میں وقعت پیدا کرتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایسا سخت مخالف اور اس زور شور سے مخالفت کرنے والا آخر آپکا تابع ہوگیا ہے۔ چلو ہم بھی تابع ہوجائیں۔ اور چھوٹے بڑے مخالف سب تابع ہوجاتے ہیں آپ کا میری مخالفت سے خوف کرنا۔ اور مجھے اس پیشگوئی پر نکتہ چینی سے روکنا۔ اور بجائے نکتہ چینی قسم و مباہلہ کیطرف بلانا۔ اور عذاب شدید سے ڈرانا صاف یقین دلاتا ہے کہ وہ الہامی منامی آپکا محض ڈھکوسلہ۔ اور خدا تعالےٰ پر افترا ہے۔ اور آپکا ایک فعل دوسرے کا مکذب ہے۔ آپکا یہ الہام چاہتا ہے کہ آپ کے مخالف (خاکسار) کا انجام بخات ہوگا۔ اور آپ کی دعوت قسم و مباہلہ چاہتی ہے کہ یہ خاکسار آپ کا مخالف رہیگا تو عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اور چونکہ مخالف رہنا خاکسار کا دم نقد موجود ہے۔ اور مباہلہ کو بھی خاکسار حاضر ہے۔ لہذا اس تعین کرنے کی کافی وجہ موجود ہے کہ وہ الہام آپ کا محض افترا ہے۔ جس سے آپکا غرض یہ ہے۔ کہ یہ خاکسار آپ کی پیشگوئی نکتہ چینی نہ کرے اور اس سے آپ کی پردہ دری نہ ہو۔ اس عرض سے آپنے دعوت قسم و مباہلہ کی ہے۔ تاکہ اس عذاب شدید سے ڈر کر خاکسار اس پیشگوئی پر نکتہ چینی نہ کرے۔ پھر آپ فرماتے ہیں مخالفانہ تحریر کی کیا ضرورت ہے۔ مباہلہ سے جو آسانی سے فیصلہ ہوسکتا ہے۔ اس کے جواب میں عرض ہے۔ کہ مباہلہ آپ کر چکے۔ آپ کی شروط مباہلہ نہ پہلے بھی کسی سے طے ہوئے اور آئندہ نہ ہونگے۔ اس موہوم امید اور خیالی پلاؤ پر ہم دم نقد اور تازہ وارد یا فیئر کو بھی ناحق سے کیوں جانے دیں۔ اور مسلمانوں کو آپکے فریبوں پر آگاہ نہ کریں۔ یہ آپ کے منامی الہام کے کذب ہونے کے متعلق گفتگو ہے۔ اب آپ کی دعوت قسم و مباہلہ کا جواب دیا جاتا ہے۔

جواب قسم و مباہلہ

یہ عاجز خاکسار اپنی نیک نیتی اور سچائی کی نظر سے۔ اور خدا تعالیٰ کی ناصر و معاونِ حق ہونے کی امید و بھروسہ پر آپ کی دعوت قسم کی قبول کرنے کو بغیر کسی معاوضہ یا تاوان کے حاضر ہے۔ اور مسلمانون کی مجلس عام مین (لاہور مین یا بٹالہ مین جہان آپ آسکین نہ قادیان مین۔ کیونکہ آپ نے اس اشتہار مین یہ شرط نہیں کی) اس مضمون کے جو آپکے مضمون قسم سے زیادہ زور رکھتا ہے۔ قسم کھانے اور اسکو رسالہ مین چھاپ دینے کو مستعد ہے۔ کہ "مجھے اس خدا تعالےٰ کی قسم ہے جسکے ہاتھ مین میری اور سب کی جان ہے میرے اعتقاد مین یہ پیشگوئی متعلق لیکھرام خدا کی طرف سے نہ تھی۔ اور نہ سچی نکلی۔ اور نہ یہ شخص پیشگوئی کرنیوالا اس اعتقاد اور اخلاق کے ساتھ خدا کا ملہم و مخاطب اور الہامی پیشگوئیون کا محل و مصدر ہو سکتا ہے۔ اور اگر یہ پیشگوئی الہامی اور خدا کی طرف سے تھی۔ اور فی الواقعہ پوری ہو گئی ہے۔ اور یہ شخص واقعہ مین خدا کا ملہم و مخاطب ہے۔ اور مینے اس پیشگوئی کے وقوع سے اور اس شخص کے الہامی ہونے سے جحوداً و عناداً انکار کیا ہے تو اے خدائے قادر مطلق تو مجھے فوراً اس عذاب مین مبتلا کر جو آجتک کسی معذب کو نہ ہوا ہو۔ مگر اس مضمون کی قسم کھانے اور اسکو رسالہ مین چھاپ دینے کے لئے میری ایک شرط ہے کہ آپ اسکے مقابلہ مین کچھ نہ بولین۔ اور میری قسم کھا لینے کے بعد نہ کسی قسم کی میرے حق مین پیشگوئی کرین۔ اور نہ میرے متعلق کسی امر کے وقوع کے بعد اپنی کرامت کا اظہار کرین۔ کہ فلان امر جو واقعہ ہوا ہے وہ ہماری بددعا کا اثر ہے۔

ہان اپنے گھر مین بیٹھ کر اور اپنی جماعت کو ساتھ ملا کر جسقدر چاہین بددعائیں کرتے رہین۔ اگر آپ کی بددعا سے مجھ پر فوراً یا کسیقدر وقفہ سے عذاب نازل ہو جائے گا۔ تو اسلامی دنیا خود دیکھے گی۔ اور یقین کرے گی۔ اور آپ کو سچا کہیگی۔ اور اگر مین اپنے صدق و نیک نیتی کی برکت اور خدا کے فضل سے ایسے عذاب سے بچگیا تو اسلامی دنیا پر واضح و منکشف ہو جائے۔ کہ آپ مفتری و کذاب ہیں۔ اور اس پیشگوئی لیکھرام کے

اور ہر ایک پیشگوئی کے خدا کی طرف سے ہونے کے دعوے مین خدا تعالےٰ پر افترا کرتے ہیں۔ مین مدعی کرامت و نبوت کا نہین کہ آپ کے لئے جلد عذاب کی دعا کرون۔ ہان یہ امید رکھتا ہون کہ اللہ تعالےٰ اپنے وعدہ قرآنیہ کے مطابق آپ کو یا تو ہدایت کرے گا۔ اور توبہ کی توفیق دیگا۔ یا جب چاہیگا آپ کو ہلاک کریگا۔ یا تمام دنیا کی نظرون مین ذلیل و رسوا کرے گا۔ جیسا کہ اکثر کی نظرون مین اب بھی ذلیل ہین۔

جب آپ میری اس شرط کو بذریعہ تحریر مطبوع منظور کرینگے۔ تب میں اس مضمون کی قسم مسلمانون کی مجلس میں کھا کر اسکو اپنے رسالہ میں چھاپ دونگا۔ اور اگر آپ میرے اس مضمون قسم کو کافی نہ سمجھین۔ اور اپنی یہ نئی شرطین پیش کرین (۱) مین قادیان مین آؤن۔ اور آپ کے سامنے اس مضمون کی قسم کھاؤن (۲) میری قسم کھانے کے بعد آپ بھی کچھ بولین۔ اور میرے حق مین بددعا کرین۔ اور اس بددعا کے بعد میرے حق مین کسی قسم کے عذاب کی پیشگوئی کرین (۳) چھ سال گذر جانے کے بعد اس عذاب کے مبنے بتاوین اور جس قسم کے معمولی امر کو آپ چاہین اس بددعا کا اثر قرار دیکر اشتہار دیدین کہ یہی عذاب ہماری دعا کا اثر ہے۔ اور اس ذریعہ سے اپنی کرامت و نبوت کا اظہار و اثبات کرین۔ تو اس صورت مین میری طرف سے اوّل شرط یہ ہے۔ کہ جیسا کہ آپنے اشتہار ۵۔ اپریل ۱۸۹۷ء مین گنگا بشن آریہ کے لئے دس ہزار روپیہ پیشگی گورنمنٹ کے پاس جمع کردینا منظور کیا ہے۔ میری قسم کے عوض مین جمع کرادین۔ اور باضابطہ یہ معاہدہ کرلین کہ درصورت ظاہر نہ ہونے اثر بددعا آپکے وہ روپیہ آپ سے بطور شرعی جرمانہ لیا جائے گا۔ جو کسی اسلامی کار خیر میں خاکسار کی رائے سے صرف کیا جائیگا۔ اور نیز اسصورت عدم ظہور اثر بددعا جو آپنے میرے ہاتھ پر توبہ کرنا اور کتابین جلا دینا قبول کیا ہے۔ اسکی یہ تشریح و تعمیم کردین کہ مین اپنے جدیدہ عقائد کو کفر اور گمراہی قرار دیکر اُن سے توبہ کرونگا۔ اور عقائد قدیمہ اسلامیہ قبول کرکے آئندہ تو

مسلمان بنونگا۔ اور اپنی جملہ کتابونکو براہین سے لیکر آخری رسالہ یا اشتہار تک جنمین وہ عقائد کفریہ مجملاً یا مفصلاً صراحتہً یا اشارۃً درج ہین جلا دونگا۔ درصورت پوری نہ کرنے اس شرط کی سزا قتل کو۔

دوسری شرط یہ کہ جس عذاب شدید سے آپ ڈراتے ہیں اُسکی شرح و تعیین کردین۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ اگر مجھے ریزش یا کھانسی وغیرہ سے آپ بیمار دیکھین۔ یا میری کبھی کپڑے میلے یا پرانے آپ کو نظر آوین یا میرے متعلقین میں سے کسی پر کوئی بیماری یا ابتلا آوے تو آپ یہ کہدین کہ یہی عذاب شدید ہے جسکی ہمنے پیشگوئی کی تھی۔ جیسا کہ پہلے آپ سے وقوع میں آچکا ہے۔ کہ ۱۸۹۳ء مین آپنے خاکسار کے لئے عذاب کی دعا کی تو آپ کو چالیس ۴۰ روز کی میعاد کے عذاب کی خبر ملے۔ چنانچہ آئینہ کمالات کے صفحہ ۶۰۴ مین آپنے کہا ہے "چند ماہ کا عرصہ ہوا ہے جسکی تاریخ مجھے یاد نہین کہ ایک مضمون مین نے میان محمد حسین کا کا دیکھا جسمین میری نسبت لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص کذاب اور دجال اور بے ایمان۔ اور باایں ہمہ سخت نادان اور جاہل اور علوم دینیہ سے بے خبر ہے۔ تب میں جناب الٰہی میں رویا کہ میری مدد کر۔ تو اس دعا کے بعد الہام ہوا۔ کہ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ یعنے دعا کرو کہ میں قبول کرونگا۔ مگر میں بالطبع نافر تھا کہ کسی کے عذاب کے لئے دعا کرون۔ آج جو ۲۹ شعبان ۱۳۱۰ھ ہجری ہے۔ اسمضمون کے لکھنے کے وقت خدا تعالےٰ نے دعا کے لئے دل کھول دیا۔ سو میں نے اسوقت اسی طرح سے رقت دل سے اس مقابلہ میں فتح پانے کے لئے دعا کی۔ اور میرا دل کھل گیا۔ اور مین جانتا ہون کہ قبول ہوگئی۔ اور مین جانتا ہون کہ وہ الہام جو مجھ کو میان بٹالوی کی نسبت ہوا تھا۔ کہ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ وہ اسی موقعہ کے لئے ہوا تھا۔ مینے اس مقابلہ کے لئے چالیس دن کا عرصہ ٹھرا کر دعاء کی ہے۔ اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔ اب صاحبو اگر میں اس نشان مین جھوٹا نکلا یا میدان سے بھاگ گیا یا کچے بہانون سے ٹالدیا۔ تو تم سارے گواہ رہو کہ بیشک مین کذاب اور دجال ہون۔ تب مین ہر ایک سزا کے لائق ٹھرونگا۔ کیونکہ اس

جو آپ نے منظور کیا ہے اسکو گورنمنٹ سے منظور کرا دینا آپ کے ذمہ ہے۔ کیونکہ آپ ہی اسکے مجوز ہیں ۱۲

94

موقعہ پر ہر ایک پہلو سے میرا کذب ثابت ہو جائیگا۔ اور دعا کا نامنظور ہونا کھل کر میرے الہام کا باطل ہونا بھی ہر ایک پر ہویدا ہو جائیگا۔"

جب چالیس روز کے عرصہ میں کوئی عذاب اس خاکسار پر نہ آیا تو آپ نے پھر یہ بات بنائی کہ اس عذاب سے وہ اہانت مراد ہے۔ جو بمقام امرتسر ہمنے مباہلہ کرنے سے انکار کرنے کے سبب اُسکو حاصل ہوئی تھی۔ (حالانکہ یہ بات بھی محض خلاف واقعہ ہے مباہلہ سے انکار اُنہون نے کیا تھا نہ اس خاکسار نے)۔ اور اب ۱۸۹۷ء میں رسالہ انجام آتھم شائع کیا۔ تو اُسکے صفحہ ۹۴ و ۹۵ و ۱۰۰ میں اس اہانت کی تفسیر و مراد یہ بیان کی ہے۔ کہ یہ شخص اب مفلس ہو گیا ہے۔ اور کپڑے پُرانے پہنتا ہے۔ کابل گیا تھا تو وہان اُسکا اکرام نہین ہوا۔ اور وہان سے محروم و بیمار ہو کر واپس آیا۔ (حالانکہ یہ باتین سب کی سب خلاف واقعہ ہین۔ ہان کابل مین بیمار رہا تھا۔ سو یہ بیماری ایک ایسا امر ہے۔ جس سے کوئی بشر خالی نہین رہتا۔ اور آپ کا دائم المرض رہنا تو آپ کی تحریرات میں بھی مرقوم ہے۔ ایسی ہی تاویلات عذاب شدید اب اسوقت کرینگے۔ جب میعاد گذر گئی اور خدا کے فضل و کرم سے خاکسار پر کوئی آفت نہ آئے اسلئے ضروری ہے کہ اب ابھی سے عذاب شدید کی تعیینِ مراد کر دین۔

تیسری شرط۔ یہ کہ آپ سال کی میعاد کو موقوف کرین۔ اور اگر اپنی بددعا کی تاثیر اور کرامت دکھانے کا دعوےٰ ہو تو اسی قسم کھانے وقت دکھا دین۔ جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں نجران کے عیسائیوں کے مباہلہ پر فوراً عذاب نازل ہونے کی بابت آنحضرت نے خبر دی تھی۔ اور وہ ہمارے مضمون جواب مباہلہ میں بصفحہ ۸۶ وغیرہ نمبر ۳ جلد ہذا منقول ہے۔

اور اگر فوری عذاب اور کرامت دکھانے کے آپکے ملہم* میں قدرت و طاقت نہین یا کسی دور اندیشی و احتیاط کی نظر سے کسیقدر مہلت کا وہ محتاج ہے۔ تو آپکے اس اعتراف کے

* ہمارے اعتقاد مین آپ کا ملہم معلم الملکوت ہے۔ اسیوجہ سے ہم اُسکا عجز و احتیاج تجویز کرتے ہیں۔

بعد ہم میعاد بھی منظور کر لینگے۔ مگر وہ میعاد تین دن سے زیادہ منظور نہ ہوگی۔ کیونکہ عبداللہ آتھم کے عذاب کے لئے آپ تین دن منظور کر چکے ہیں۔ اور اشتہار الہامی تین ہزار کے صفحہ ۱۰ سطر ۱۰ میں لکھ چکے ہیں۔ کہ ہم تین دن ہی منظور کر لینگے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن کے وعدہ میں آپ اور آپ کے ہم صاحب اپنے منکروں پر عذاب لا سکتے ہیں۔

اور اگر آپ یہ اقرار کرینگے کہ ہمارا الہام اب تین دن کی مہلت میں بھی اثر دکھانے سے عاجز ہو گیا ہے۔ اور وہ سال بھر کی مہلت لینے کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ تو ہم اس میعاد کو بھی منظور کر لینگے۔ اور اگر آپکو اس میعاد کے مسنون ہونے پر دعوے ہے۔ چنانچہ ایک اشتہار مباہلہ میں آپ نے تحریر کیا ہے۔ تو اب اس کا مسنون ہونا کسی دلیل سے ثابت کریں۔ اس میعاد کے مسنون ثابت ہونے کے بعد ہم اس کو تسلیم کرینگے۔

جو دلیل مسنون ہونے کی آپ نے اس اشتہار میں بیان کی ہے۔ اس دلیل سے اس شرط کا مسنون ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ جسکی تفصیل ہم مضمون جواب مباہلہ میں کر چکے ہیں اور وہ صفحہ ۱۰ جلد ۱۰ سطر ۱۰ میں موجود ہے۔ کوئی اور دلیل آپ بیان کرینگے تو ہم آپ کی اس شرط کو مان لینگے۔ آپ ایک فقرہ مسنون ہونے کا تو نکالیں۔

ہماری ان تینوں شروط کو آپ قبول کر لینگے۔ اور عدالت کے ذریعہ سے اس معاہدہ کی تکمیل کرا دینگے۔ تو ہم قادیان میں بھیجکر آپ کے سامنے قسم کھانے کو حاضر ہیں مگر ہم کو امید نہیں کہ آپ ہماری شرطوں کو منظور کریں یا ان شروط کی عدم تسلیم کی وجوہات عقلیہ صحیحہ بیان کریں۔ آپ باتوں ہی میں ٹلا دینگے۔ اور اپنے عقد دلکا دل بہلائیں گے اب شوق سے اپنا کام کریں۔ ہم بھی آپکا کام کر چکے۔ اور آپ کی اس بیگانگی کی حقیقت پبلک پر ظاہر کر چکے۔ اور کر رہے ہیں۔

یہ آپ کے اس خط کے متعلق کلام ہے جسمیں آپ نے اس شعر یوم العید کے

معنے گھڑ کر اسمیں ڈالنے چاہے ہیں۔

اب ہم چھکڑیوں والی (تاریخ چھٹے گھنٹے روز یکشنبہ) والی پیشگوئی کیطرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسکا سفید جھوٹ ہونا ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں۔

حضرات! چھکڑیوں والا الہام نہ آپ کو ہوا۔ نہ اُن قیود کے ساتھ آپنے یہ پیشگوئی متعلق قتل لیکھرام کبھی مشتہر کی۔ اس دعوے میں آپ نے اپنے معتقدوں اور ناواقف مسلمانوں کی آنکھ میں خاک ڈالکر ان سے یوں ہی تسلیم کرا لیا ہے۔ کہ ان قیود کے ساتھ واقعہ قتل سے ۱۷ برس پہلے پیشگوئی کی گئی تھی۔ جو سچی نکلی۔

ہم نے اپنے رجسٹرڈ خط کے ذریعے سے اس پیشگوئی کا پتہ آپ سے پوچھا تو آپ نے اسکا پتہ نہ بتلایا۔ صرف الہام **یوم العید** کا پتہ بتایا۔ چنانچہ آپکا خط منقولہ صفحہ (۵) نمبر ۲ جلد ہذا شاہد ہے۔

پھر ہم نے اپنے خط نمبری ۱۱۷۔ مؤرخہ ۱۷۔ اپریل ۱۸۹۷ء میں مضمون ذیل تحریر فرما کر آپکے پاس بھیجا تو اس میں بھی یہ لکھدیا۔ کہ بجز پیشگوئی میعادی شش سالہ جسمیں دشمنوں کی آپ کے اشتہارات میں دعوی ہے۔ وہ محض غلط ہے۔ (یعنے وہ پیشگوئیاں واقعہ قتل سے پہلے لیکھرام کے متعلق آپنے مشتہر نہیں کیں۔) اس خط کے جواب میں بھی آپ نے سکوت اختیار کیا۔ اور اس پیشگوئی کا پتہ نہ بتایا۔ اس خط کے حامل اور آپ کے قاصد وکیل مہر نبی بخش نمبردار بٹالہ و بابو علی محمد ٹیکہ دار بٹالہ نے زبانی ظاہر اور مدعی ہوئے کہ ہم نے یہ پیشگوئی دیکھی ہوئی ہے اور اول الذکر نے وعدہ کیا۔ ہم اسکو کل لاکر پیش کرینگے۔ وہ بھی نہ لائے۔ اور کئی کل گذر گئے۔ آخر ان دونو صاحبوں کے نام ایک خط لکھا گیا جسکی نقل ذیل میں درج ہے۔ اُنہوں نے یہ خط وصول نہ کیا۔ اول الذکر تو وصولی خط سے صاف انکاری ہوئے۔ اور ثانی الذکر جموں چلے گئے۔ تو اس خط کی نقل الہامی صاحب

کے پاس کادیان بھیجی گئی اور پھر لکھا گیا کہ اگر آپ نے اس الہام کا پتہ نہ بتایا۔ تو یکطرفہ کارروائی کیجائے گی۔ اس نقل کے پہنچنے پر بھی آجتک کہ ۸ مئی ۱۸۹۷ء ہے پتہ نہیں بتایا جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ۔ اس پیشگوئی کو انہوں نے کسی اشتہار یا کتاب میں مشتہر نہ کیا تھا۔

نقل خط

بٹالہ ۱۵۔ اپریل ۱۸۹۷ء نمبر ۱۲۵

مہر نبی بخش صاحب۔ سوداگر علی محمد صاحب۔ وکیلان مرزا غلام احمد صاحب

سلام

۱۲۔ اپریل ۱۸۹۶ء کو آپ دو نو صاحب کہہ گئے تھے کہ ہمنے مرزا جی کا وہ الہام دیکھا ہوا ہے جسمین چھ تاریخ چھٹے گھنٹے روز یکشنبہ مین قتل واقعہ ہونے کی پیشگوئی ہے۔ اور مہر صاحب وعدہ کر گئے تھے کہ وہ الہام ہم کل ارسال کرینگے۔ مگر ابتک ارسال نہیں کیا۔ مرزا جی سے ہم نے اس الہام کا پتہ پوچھا تو انہوں نے بھی نہیں بتایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون کا کوئی الہام مرزا جی نے واقعہ قتل سے پہلے شایع نہیں کیا۔ اور آپ لوگون نے بھی اس مضمون کا کوئی الہام انکا نہیں دیکھا اب آپ لوگ اپنے موکل کی بات سچ کرتے ہیں۔ اور ان کے جھوٹ پر پردہ ڈالتے ہیں۔

اگر یہ امر جو آپ کے اس فعل سے مفہوم ہوتا ہے۔ واقعی ہے۔ تو کمال افسوس کی بات ہے۔ آئندہ اگر آپ نے یا مرزا صاحب نے کل شام تک وہ الہام نہ بھیجا تو ہمیں یقین کرلونگا کہ اس مضمون کا کوئی الہام آپ کے اور انکے پاس نہیں ہے۔

مین ہفتہ کے دن ۱۷۔ اپریل کو لاہور کا ارادہ رکھتا ہون۔ کل شام تک الہام

96

یا جواب خط آنا چاہیئے۔ ابو سعید محمد حسین

اس خط پر جو کچھ مرزا جی کے نام لکھا گیا تھا۔ اُسکی نقل۔

مرزا صاحب و حکیم صاحب۔ آپ صاحبون نے میرے خط نمبری ۱۱۷۔ کا جس سے میرے نیک نیتی عیان ہے جواب نہ دیا۔ اور نہ حکیم صاحب خود تشریف لائے۔ اس سے آپ کی نیت معلوم ہو گئی۔

یہ اس خط کی نقل ہے جو آپ کے وکیلون نے نہیں لیا۔ بابو علی محمد تو جمون چلے گئے مہر نبی بخش صاحب اسکے لینے سے انکاری ہوئے۔ لہذا آپ کی خدمت میں مرسل ہے اگر الہام چھ دن چھ گھنٹہ والا جلد نہ بھیجا تو یکطرفہ کارروائی پھر ہمکو ترک نیک نیتی کا الزام نہ دین۔ اپنی راے اور نفس کو متہم کرین۔

ابو سعید محمد حسین۔

اس خط کے پہنچنے پر بھی آپ کچھ نہ بولے اور اب تک ساکت ہیں۔

لاہور کے تابعین و مقلدین الہامی صاحب حکیم فضل الٰہی اور حافظ فضل احمد صاحب سے اس امر کا ذکر آیا تو اُنہون نے کہا۔ کہ رسالہ برکات الدعاء کے حاشیے والے الہام میں یکشنبہ کا لفظ موجود ہے۔ اسیوقت اُنکے سامنے رسالہ برکات الدعاء پیش کیا گیا۔ تو اسمین یہ نہ نکلا۔ کہ یکشنبہ کو لیکھرام کا قتل ہوگا۔

لفظ یکشنبہ تو اسمیں ہے۔ مگر اُسکو قتل کا دن نہیں بتایا گیا۔ بلکہ قتل کے متعلق جو مرزا جی کو ایک خواب دکھایا گیا تھا۔ اس خواب کی رویت کا دن یکشنبہ اور وقت چار بجے صبح کا بتایا گیا ہے۔

اس مقام مین اصل عبارت حاشیہ صفحہ اخیر رسالہ برکات الدعا نقل کیجاتی ہے

(مرزا غلام احمد) تجھے میں تیری اپنی موت سے مارونگا۔ اور جو ہندو تیرے ذلیل اور لعنتی موتوں کے لئے کوشش کر رہے ہین مین اُن سے تجھے بچا لونگا (اشتہار ۱۵۔ مارچ ۱۸۹۷ء) اور تجھے خدا تعالےٰ اسی ۸۰ برس کی عمر تک یا اُسکے قریب تک (جن میں سے بقول آپکے ہنوز کچھ اوپر پچاس برس گذرے ہیں) زندہ رکھے گا۔ (ازالہ ص۶۳۵)

یعصمک اللہ من عندہ وان لم یعصمک الناس۔ (براہین)	اور اگرچہ تمام لوگ تیرے بچانے سے دریغ کریں مگر خدا تجھے بچائیگا (براہین ص۵۱)
اِنَّا کَفَیْنَاکَ الْمُسْتَہْزِئِیْنَ۔ (انجام آتھم)	اور ہم تیرے لئے ٹھٹھا کرنے والون کو سنبھالنے کیلئے کافی ہیں۔ (انجام آتھم وغیرہ ص۵۱)
سَیُہْزَمُ الجمع ویولون الدبر یا عبدی لاتخف انی اسمع واریٰ (انجام آتھم)	سب بھاگ جائینگے اور پیٹھ دکھلائین گے اے میرے بندے مت خوف کر میں دیکھتا ہون اور سنتا ہون۔ (انجام آتھم ص۵۴) وغیرہ
یخوفونک من دونہ ائمۃ الکفر لاتخف انک انت الاعلیٰ۔ (انجام آتھم)	یعنے تجھے خدا کے سوا اورون سے ڈراتے ہیں۔ یہ کفر کے پیشوا ہیں مت ڈر غلبہ تجھی کو ہے (انجام آتھم ص۵۹) وغیرہ

الہامی قاتل صاحب اس خوف اور دہشت کے وقت یہ خیال نہ کر سکے کہ جب مجھے خدا تعالےٰ خاص طور پر ہندون سے بچانے اور سلامت رکھنے کا وعدہ دیچکا ہے تو میں جھوٹی خوشامد کرکے گورنمنٹ سے کیون التجا کرتا ہون کہ جس طرح ہو سکے میری جان کو بچائے۔ جب آسمانی عدالت سے حفاظت کا یقین دلایا گیا ہے تو پھر کونسی ضرورت پیش آئی ہے کہ انگریزون کے دروازہ پر سرگردانی و سرافگندگی کر رہا ہون جس سے رسالہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۱ میں ہمیں الفاظ انکار کر چکا ہوں*۔ الہامی قاتل کی

* اصل الفاظ آپکے نمبر (۳) میں بصفحہ (۸۲) منقول ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

تاکہ ناظرین کو معلوم ہو۔ کہ بات کیا ہوتی ہے۔ اور یہ حضرات اُستاد و شاگرد پیر و مرید اسکو کیا بنا لیتے ہیں۔ اور یہ سب کے سب دھوکہ دینے اور جھوٹ بولنے میں کیسے مشاق اور مصرعہ ؎ این خانہ تمام آفتاب است ؎ کے مصداق ہیں۔

نقل عبارت رسالہ برکات الدعا

"لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک اور خبر۔ آج جو ۲۔ اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴۔ ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ ہجری ہے صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں۔ اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل گویا اسکے چہرہ سے خون ٹپکتا ہے۔ میری سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ میں نے نظر اوٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے۔ گویا انسان نہیں۔ ملائک شداد غلاظ میں سے ہے۔ اور اسکی ہیبت دل پر طاری تھی۔ اور میں اُسکو دیکھتا ہی تھا کہ اُسنے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے۔ اور ایک شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے تب میں نے اُسوقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام اور اس دوسرے شخص کی سزادہی کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ مگر مجھے معلوم نہیں رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے۔ ہاں یقینی طور پر یاد ہے کہ وہ دوسرا شخص انہیں چند آدمیوں سے تھا۔ جن کی نسبت میں اشتہار دے چکا ہوں اور یک شنبہ کا دن اور ۴ بجے صبح کا وقت تھا۔ فالحمد للہ علی ذالک"

اس آخری جملے کی نسبت کوئی صاحب فہم و انصاف نہیں کہہ سکتا کہ اس میں یکشنبہ کو وقوع قتل ظہور پیشگوئی کا وقت بتایا گیا ہے۔ بلکہ ہر کوئی یقین رکھتا ہے کہ وہ اس خواب کے دیکھنے کا وقت ہے و قوع پیشگوئی کا وقت وہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ اسمیں چار بجے صبح کا وقت بتایا گیا ہے۔ حالانکہ ظہور پیشگوئی اور وقوع قتل

لیکھرام کا وقت یہ حضرات چھ بجے شام تجلاتے ہیں۔ یہ عقل کے اندھے اور سیاہ دل اپنے الفاظ کو غور سے نہیں پڑھتے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آیندہ آس چھکریوں والی پیشگوئی کو قبل از وقوع مشتہر کرنے کا ثبوت یہ لوگ کیا پیش کرینگے؟۔ اسکا جواب قیاس و قرینہ سے دیا جاتا ہے۔ کہ یہ یا تو کوئی جعلی پچھلی تاریخ کا اشتہار بنا کر چھاپیں گے۔ اور کہینگے کہ اس اشتہار کے ذریعہ یہ پیشگوئی مشتہر کیگئی تھی اور یا اپنی تصانیف سے کہیں لفظ ستہ یا چھ کا۔ اور لفظ یکشنبہ نکال کر دعوے کرینگے وجیسا کہ حکیم فضل الٰہی نے دعوے کیا ہے، کہ ان الفاظ سے وقت قتل لیکھرام مراد ہے۔ گو ہمیں قتل لیکھرام کا کہیں ذکر و اشارہ تک بھی نہ ہو۔ مگر ہم خدا کے فضل سے اس جعل کی قلعی پورے طور پر کھولینگے انشاء اللہ تعالے۔

بالجملہ چھکڑیوں والی پیشگوئی کا کہیں وجود معلوم نہیں ہوتا۔ اور یوم العید والے الہام میں قتل لیکھرام کا کہیں ذکر و اشارہ تک نہیں۔ اس باب میں جو کچھ آپ نے کہا ہے سفید جھوٹ ہے۔

ہاں اسقدر مسلم ہے۔ کہ چھ سال کی میعاد قتل لیکھرام کے لئے اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۹۳ء میں ضرور مقرر کی گئی تھی۔ مگر اس میعاد کے مطابق یہ قتل وقوع میں نہیں آئی بلکہ اس میعاد سے دو سال پہلے چار ہی سال کے بعد قتل وقوع میں آگئی ہے۔ اس سے وہ پیشگوئی جھوٹی ہوئی نہ سچی۔

جو لوگ چار اور چھ میں فرق کر سکتے ہیں وہ اس پیشگوئی کے جھوٹے ہونے میں شک نہ کرینگے۔ اسکے جواب میں اگر الہامی صاحب یہ کہیں کہ چار کا عدد چھ کے عدد میں داخل ہے۔ لہذا چار سال میں پیشگوئی کے پورے ہونے سے چھ سال میں اسکا پورا ہونا صادق آسکتا ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ چار کا عدد چھ میں داخل ہے۔ دس بیس اور سو میں بھی داخل ہے۔ پھر کیا اس نظر سے جو واقعہ چار سال میں وقوع

ہونیوالا ہو۔ اسکا دس برس۔ سو برس کی میعاد میں وقوع بیان کرنا۔ اور اسکو تحدی اور کرامت کے طور پر مخالفین کے مقابلہ میں پیش کرنا جائز ہے۔؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ اس سے تو تحدی اور کرامت باطل ہوتی ہے۔ اور تحدی اور کرامت اور اخبار غیب تو اسی صورت میں متصور ہے۔ کہ جو اس واقعہ کے وقوع کی اصلی حد ہو۔ وہ بتا دیجاوے کسی میعاد قریب کو بعید کرکے بتانا نہ صرف مبطل تحدی و خلاف کرامت ہے۔ بلکہ وہ حکمت کے بھی برخلاف ہے۔ اور سراسر حماقت و سفاہت ہے۔ جو خدا حکیم و علیم بالمفاسد تعین کے شان کے مخالف ہے۔

اور اُسکا عکس کہ ایک امر بعید الوقوع کو ایسے سچے اور صحیح الفاظ سے بیان کرنا جنسے اُسکا قریب ہونا مفہوم ہو عین حکمت ہے۔

اسی اصول پر اسلام میں اور پہلے دینوں میں قیامت کو قریب بتایا گیا ہے باوجودیکہ ہزارہا برس گذر چکے ہیں۔ اور اسیوجہ سے خبر فتح روم کو جو سات برس میں واقعہ ہونے والی تھی۔ لفظ **بضع** سے (جسکا اطلاق عرب میں تین سے نو تک ہوتا تھا۔ اور اس لفظ کے بولنے سے تیسرے ہی سال کے بعد فتح کی امید شروع ہوگئی تھی۔ اور اس سے دوستوں کو خوشی اور دشمنوں کو خوف پیدا ہوگیا تھا۔ ہم بتایا گیا ہے جسکی تفصیل ہمارے مضمون خطبہ میں بصفحہ ۲۴۳ نمبر ۱۱ جلد ۷ ہے۔ الہامی صاحب نے موت لیکھرام کے متعلق پیشگوئی میں اس اصول حکمت کا خلاف کیا۔ اور اس سے یہ ثابت کیا۔ کہ وہ پیشگوئی الہامی اور رحمانی نہ تھی۔ بلکہ ایک وسوسہ شیطانی تھا جو جھوٹا نکلا۔

ایک وجہ اس پیشگوئی شش سالہ کے جھوٹی نکلنے۔ اور سچی نہ ہونے کی یہ بھی ہے۔ کہ اس عذاب کی (جسکی اس پیشگوئی میں خبر دی گئی تھی) الہامی صاحب نے آئینہ کمالات کے صفحہ اخیر میں ان الفاظ سے کہ "وہ غیر معمولی۔ اور خارق عادت ہوگی" تفسیر کی ہے۔ چنانچہ کہا ہے۔ "کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے

لہ یہ نمبر صفحہ خطبہ جداگانہ میں ۱۱۰ ہے۔

کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا۔ جو معمولی تکلیفون سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر ہیبت الٰہی رکھتا ہو۔ تو سمجھو کہ مین خدا کیطرف سے نہین۔" اور یہ قتل جس کیفیت سے وقوع میں آئی ہے۔ وہ معمولی کیفیت ہے۔ نہ نرالی۔ نہ غیر معمولی۔ نہ خارق عادت ایسے واقعات صدہا وقوع میں آتے ہیں۔ ہسپتالون مین جاکر ایسی زخمی لاشین دیکھ لو۔ پولیس اور عدالت میں ایسے صدہا کیس ملاحظہ کرلو۔ تھوڑے دن ہوئے کہ لاہور کے بازار انارکلی میں ایک میم کو ایک فقیر نے چھری سے مار ڈالا۔

اس سے پہلے چھاونی پشاور اسٹیشن پر ایک فوجی افسر کو ایک سرحدی افغان نے چھری سے قتل کیا۔ ایسے واقعات کو آنکھ سے دیکھتے ہون۔ تو پشاور کے قریب چلے جاؤ اور مشاہدہ کرلو۔

ایسے واقعات کو کوئی ذی عقل اور صاحب فہم معمول سے نرالے اور خارق عادت نہین کہہ سکتا۔ معمول سے نرالے۔ اور خارق عادت عذاب وہ تھے۔ جو پہلی امتون کے منکرون پر آئے۔ کوئی زمین میں دھسایا گیا۔ کوئی آسمانی سخت آواز سے ہلاک ہوا۔ کسی پر آسمان سے پتھر برسے۔ اور کئی غیر معمولی طور پر بہیئت مجموعی غرق آب ہوئے جنکا ذکر قرآن کی سورۃ عنکبوت کے رع ۲ میں ہوا ہے۔ آجکل کا طاعون جو بمبئی اور کراچی پر مسلط ہے کاش اسی کا حصہ اکیلے لیکھرام کو پہنچتا۔ تو بھی تسلیم کیا جاتا کہ اس شہر میں جو عذاب سے مامون ہے صرف لیکھرام کیلئے وہ غیر معمولی اور خارق عادت عذاب ہے۔ چھری مارنے کو جو رات دن لوگون کو لگتی ہیں غیر معمولی و خارق عادت قرار دینا آپ ہی کا کام ہے۔ جو الہام سے ہوتا ہے۔

اس بیان سے سوال اوّل کا حل و جواب پورا ہوا۔ اور یہ ثابت ہوا کہ یہ پیشگوئی اور اسکے متعلق جسقدر الہامات الہامی صاحب نے بیان کئے ہیں۔ وہ سچے نہیں نکلے بلکہ سراسر کذب و فریب ظاہر ہوئے

دوسرے سوال کا حل و جواب

اگر ہم فرض کرین اور بطور محال مان لین کہ الہامی صاحب نے اس پیشگوئی کے متعلق جو دعاوی کئے ہیں۔ کہ ہمنے اس واقعہ قتل کو ۱۷ یا ۱۲ ر ۳ پہلے سے بتا دیا تھا۔ اور اسکی تاریخ دن۔ گھنٹہ۔ (بلکہ آلہ قتل و لباس قاتل و رنگ قاتل و عمر قاتل وغیرہ وغیرہ جن امور کا الہامی صاحب دعوے بھی نہین کیا۔) سے بھی سترہ برس پہلے آگاہ کردیا تھا۔ اور جو کچھ کہا وہ بلا تفاوت سر موئے صادق و مطابق نکلا۔ تو اس صورت مین بھی وہ پیشگوئی اسلام اور مسلمانون مین الہامی تسلیم کئے جانے کے لائق نہ ہوتی اور کوئی مسلمان (بجز ان چند لوگون کے جو اسلام سے مرتد ہوکر روٹی اور پیسہ کی طمع سے الہامی صاحب کے پیرو ہوگئے ہیں۔ یا وہ ناواقف ہونے کی وجہ سے۔ انکے دام میں پھنسے ہوئے ہیں۔) اسکو الہام نہ سمجھتا۔ بلکہ یہ خیال کرتا کہ وہ ایک نجومی یا جوتشی یا رمال یا جفری وغیرہ کی پیشگوئی ہے۔ جو حسب اتفاق قواعد علم کے موافق ہونے کی وجہ صادق ہوگئی ہے۔

اس انکار کی وجوہ مسلمانون کے نزدیک دو ہین۔ ایک وجہ (جسمین الہامی صاحب اور انکے موافقین اور بے غرض اتباع کو دم مارنے کی جگہ نہین ہے) یہ ہے کہ پیشگوئی اس شخص کی بالیقین الہامی مانی جاتی ہے جسکی لاکھ پیشگویوں میں سے ایک بھی خطا اور غلط نہ نکلی ہو۔ اور یہی امر نبیون کی پیشگویون اور نجومیون جوتشیون جفریون۔ کاہنون وغیرہ کی پیشگویون مین فارق ہے۔ چنانچہ نمبر ۱۲ جلد ۱۷ میں بصفحہ ۳۵۳ (جو خطبہ جداگانہ میں صـ۱۱۷ ہے) بیان ہوا ہے۔ اور مرزاجی کی بہت سی پیشگویان ایسی خطا نکلی ہیں جنکے خطا ہونے مین کسی مسلمان کو شک نہیں۔ اگرچہ مرزاجی کے دام افتاد احمق یا خود غرض انکو صادق مان رہے ہیں۔ اور بعض پیشگویاں ایسی خطا نکلی ہین جنکے خطا ہونے پر مرزاجی کو بھی دم مارنے کی جگہ نہین ہے۔

منجملہ قسم اوّل آپ کی پیشگوئی متعلق موت آتھم میعادی پندرہ ماہ میں ہے جو جھوٹی نکلی۔ اور وہ رسالہ نمبر ۲ جلد ۱۶ مین مدلل و مفصل طور پر بیان ہوئی ہے۔

وازانجملہ آپ کی پیشگوئی متعلق موت شوہر ثانی منکوحہ آسمانی خود بدولت کہ ہے کہ وہ بھی جھوٹی ہو چکی ہے۔ چنانچہ نمبر ۶ جلد ۱۶ مین بیان ہوا ہے۔ اور وہ شخص اب تک مرزا صاحب کی منکوحہ آسمانی سے حظ اٹھا رہا اور لطف اڑا رہا ہے۔

منجملہ قسم دوم آپ کی پیشگوئی متعلق تولد فرزند بشیر عمانوئیل جو تین دفعہ جھوٹی ہو چکی ہے۔

اوّل اسوقت جب پہلے حمل سے دختر پیدا ہوئی۔ پھر جب مرزا جی نے اسکی تاویل کرکے کہ مینے اس حمل سے نہ لکھا تھا۔ دوسرے حمل کے وقت اسکے تولد کی خبر دی۔ اور بشیر صاحب آسمان سے نازل ہوئے اور کان اللہ نزل من السماء۔ کے مصداق بنے تو بار دوم وہ پیشگوئی اسکی وفات سے جھوٹی ہوئی۔ ان دونو دفعہ مین اس پیشگوئی کے جھوٹے ہونے کی تفصیل اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ نمبر ۸ بصفحہ ۱۷۲ وغیرہ ہو چکی ہے

ان دونو دفعہ میں اس پیشگوئی کے جھوٹے ہونے میں مرزا صاحب اور انکے خود غرض یا ناواقف اتباع نزاع کرتے ہین۔ لہذا ہم تیسری دفعہ اس پیشگوئی کے خطاء ہونے کو پیش کرتے ہیں جس میں مرزا جی کو بھی دم مارنے کی جگہ نہین ہے۔ اور اسیوجہ سے یہ مثال قسم دوم کی مثال ہو سکتی ہے۔

تیسری بار اسکا خطاء ہونا یون ہوا ہے۔ کہ مدت نو سال جسکے اندر اس فرزند کے تولد کی خبر دیگئی ہے۔ پوری ہو گئی ہے۔ کیونکہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی اشتہار میں اسکے تولد کی خبر دی تھی۔ اور ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کو لڑکے تولد کی میعاد نو برس مقرر کی تھی۔ اور اسوقت مئی ۱۸۹۷ء اور اس وعدہ سے یہ بارہوان سال گذر رہا ہے۔ اور وہ لڑکا ہنوز ماں کے پیٹ یا باپ کی پشت میں یا آسمان پر ہے وہین سے نہیں اترا

کیا اب بھی اس پیشگوئی کے جھوٹے ہونے میں کوئی شبہ باقی رہا۔؟ - اور ہمیں کسی عذر سے دم مارنے کی ہرگز جگہ ہے۔ ہرگز نہیں۔

مگر آپ بڑے شیر بہادر ہیں۔ شاید موجودہ لڑکوں میں سے کسی کو بشیر عانوئیل قرار دیں۔ چنانچہ بعض حضرات مقلدین الہامی صاحب لکھتے ہیں کہ کیا تعجب ہے کہ ان ہی تین میں سے کوئی لڑکا اس پیشگوئی کا مصداق ہو جاوے۔ مگر اس دعوے پر ان پر تین سخت سوال وارد ہونگے۔ جنکا کوئی جواب باصواب انصاف مرزا صاحب اور انکے اتباع سے بن نہ پڑے گا۔ اگرچہ سب کے سب مل جائیں۔ اور ایک دوسرے کے مددگار بنیں۔ اوّل یہ کہ اگر وہ لڑکا ان تین میں سے کوئی ایک ہے تو پھر آپ نے ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۱۴ و ۱۵ میں کیوں لکھا ہے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والی پیشگوئی کے لڑکے کا انتظار ہے۔ جو تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ اس مقام میں اصلی عبارت ضمیمہ انجام آتھم نقل کیجاتی ہے۔ آپ اسکے صفحہ ۱۴ میں لکھتے ہیں۔

پھر ایک اور الہام ہے جو فروری ۱۸۸۶ء میں شائع ہوا تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ خدا تین کو چار کریگا۔ اسوقت ان تین لڑکوں کا جو اب موجود ہیں نام و نشان نہ تھا۔ اور اس الہام کے معنے یہ تھے کہ تین لڑکے ہونگے۔ اور پھر ایک اور ہوگا۔ جو تین کو چار کردیگا سو ایک حصہ اسکا پورا ہو گیا یعنے خدا نے تین لڑکے مجھ کو اس نکاح سے عطا کئے جو تینوں موجود ہیں۔ صرف ایک کی انتظار ہے۔ جو تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ اب دیکھو کہ یہ کیسا بزرگ نشان ہے۔ کیا انسان کے اختیار میں ہے۔ کہ اوّل افترا کے طور پر تین یا چار لڑکوں کی خبر دے۔ اور پھر وہ پیدا بھی ہو جائیں۔

پھر ایک نشان یہ ہے جو تین لڑکے موجود ہیں۔ ہر ایک کے پیدا ہونے سے پہلے اُسکے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ محمود جو بڑا لڑکا ہے اسکی پیدائش کی نسبت اس سبز اشتہار میں صریح پیشگوئی محمود کے نام کے موجود ہے۔ جو پہلے

لڑکے کی وفات کے بارے میں شائع کیا گیا تھا۔ جو رسالہ کبطح کئی ورق کا اشتہار سبز رنگ کے ورقوں پر ہے۔ اور بشیر جو درمیانی لڑکا ہے اُسکی خبر ایک سفید اشتہار میں موجود ہے۔ جو سبز اشتہار کے تین سال بعد شائع کیا گیا تھا۔ اور شریف جو سب سے چھوٹا لڑکا ہے اُسکے تولد کی نسبت پیشگوئی ضیاء الحق۔ اور انوار الاسلام میں موجود ہے۔ اب دیکھو کہ کیا خدائے عالم الغیب کا نشان نہیں ہے۔ کہ ہر ایک بشارت کے وقت میں قبل از وقت وہ بشارت دیتا رہا۔"

حضرات ۔ ناظرین یہ عبارت صاف پکار رہی ہے کہ موجودہ تین لڑکے محمود۔ بشیر۔ شریف۔ اس پیشگوئی کے مصداق نہیں۔ ان تینوں کے بعد ایک چوتھا لڑکا آنے والا ہے۔ جو ان تین کو چار کرے گا۔ اور اس پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا مصداق ہوگا۔

حضرات ! ۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ دعوے آپ نے کس بنا پر کیا تھا۔ اور آنے والے لڑکے کی صرف اسے ایک صفت علامت کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ کیوں اس اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء سے نقل کیا۔ اور اُسکی باقی کس صفات کو جنکا بیان عنقریب آتا ہے کیوں چھوڑ دیا۔

حضرات ! ۔ اسکی وجہ اس خاکسار حقیقت شناس الہامات قادیانی سے سُنیں۔ آپ کی بی بی اُسوقت جبکہ یہ پیشگوئی آپ نے شائع کیا ہے حمل تھا۔ اور اس حمل کی نسبت آپ نے اپنے احمق اتباع کو یہ کہہ رکھا تھا کہ اس حمل سے لڑکا پیدا ہوگا اور وہ چنین و چنان ہوگا۔ اور وہی تین کو چار کرنے والا ہوگا جسکا ذکر اس پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں ہے۔

اس خیال و امید پر آپ نے وہ دعوے کیا۔ اور اس لڑکے کی صرف ایک علامت (تین کو چار کرنے) کو ذکر کیا۔ باقی کس علامات و صفات کا ذکر چھوڑ دینے کی

وجہ ہے۔ کہ آپ کو اس امر کا یقین ہے کہ میرے دام افتادہ پوسے احمق۔ اور الو بنے ہوئے ہیں۔ وہ صرف اس وصف و علامت کو اس لڑکے پر صادق ہوئی دیکھ کر اس لڑکے کو اس پیشگوئی کا مصداق مان لینگے۔ اور شتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی طرف رجوع کرکے باقی علامات کو اسپر منطبق کرکے میری اس پیشگوئی کے امتحان کرنیکا کبھی قصد نہ کرینگے۔ اور وہ اپنی افراط تقلید اور کمال حمق کی وجہ سے یہ بات بھی خیال میں نہ لائینگے کہ میعاد پیشگوئی ۱۸۸۸ء تو مدت ہوئی ختم ہو چکی ہے۔ اس حمل سے اگر لڑکا پیدا بھی ہو گیا۔ اور اُسنے پہلے تین اولاد کو چار کر دیا تو کیا ہوا۔ وہ تو شتیکہ بعد از جنگ یاد آمد الخ کا مصداق ہی ہوگا۔ مگر خدا تعالےٰ اپنے مخلص بندوں پر رحیم۔ اور اُنکا ہادی ہے۔ گو الہامی صاحب کے دام افتادہ احمق اس رحمت ہدایت کا محل نہیں۔ اور وہ اس سے محروم ہیں۔ لہذا اُسنے نہ چاہا کہ کوئی مخلص مسلمان الہامی صاحب کے اس دھوکہ میں پھنسے۔ اس موجودہ حمل سے الہامی صاحب کو لڑکی دی جس سے الہامی صاحب کی وہ پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء اب چوتھی بار جھوٹی ہوئی اور اس سے الہامی صاحب کو کمال رسوائی و ذلت کے حاصل ہوے۔ اور مخلص مسلمانون کو اسکے اس دام میں پھنسنے سے نجات ملی۔ گو اُسکے حمقا اتباع اس دعوے صفحہ ۱۵ اضیمہ انجام آتھم کے جھوٹے ہونے پر بھی اُسکی پیروی سے دست بردار نہیں ہوے۔ اور ابتک انکو ہم صادق کہتے جاتے ہیں۔

بالجملہ۔ یہ دعوے صفحہ ۱۵ ضمیمہ انجام آتھم باوجودیکہ جھوٹا ہو چکا ہے۔ یہ سچی بات رہا ہے کہ موجودہ تین لڑکون میں سے کوئی لڑکا آپ کی اس پیشگوئی۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء کا مصداق نہیں ہے۔ پھر اب وہ کیونکر کسی لڑکے کو اسکا مصداق بنا سکتے ہیں۔

سوال دوم۔ یہ کہ اگر ان تین میں سے کوئی لڑکا اس پیشگوئی کا مصداق ہو

۱۰۱

توجب اُنہون نے اُسکے حمل میں ہونے کا اشتہار دیا تھا۔ چنانچہ عبارت صفحہ ۵ ضمیمہ انجام آتھم میں ذکر ہے۔) تو اُسکے اشتہار میں کیون نہ کہا کہ وہ ہی لڑکا آتا ہے۔ جسکا پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں وعدہ تھا۔ اور جب وہ لڑکا ہوا تھا۔ تو کیون آپنے اشتہار نہ دیا۔ کہ وہ الہامی و آسمانی لڑکا پیدا ہوگیا۔ جیسا کہ اس سے پہلے الہامی لڑکے بشیر کا دجو فوت ہوگیا ہے۔) اشتہار دیا تھا۔

تیسرا سوال یہ کہ آپ اس لڑکے میں وہ علامات و صفات جو اس الہامی لڑکے کی ہیں۔ ثابت کردین۔ اور ہرگز نہ کرسکین گے۔ اگرچہ اعلےٰ سے اسفل تک زور لگاوین۔

ہم اس الہامی لڑکے کی صفات جو آپ کے اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء میں بیان ہوئی ہیں۔ اور صفحہ ۱۴ و ۱۵ ضمیمہ انجام آتھم میں وہ صفات ارادی گئی ہیں بیان کرتے ہین۔ اور ان صفات پر از خود نمبر لگاتے ہیں۔ اور منتظر ہیں کہ مرزا صاحب ہمارے پہلے دو سوالون کا جواب کافی دیکر ان صفات کو موجودہ لڑکون میں سے کونسے لڑکے منطبق کرتے ہیں۔ اور اسکے کیا دلیل بیان کرنے مین پھر اسکے جواب اور اثبات عدم انطباق مین ہم لکھینگے انشاء اللہ تعالےٰ۔

وہ صفات یہ ہیں جو آپ کی عبارت اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء سے نقل کئے جاتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ(۱) اور پاک(۲) لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک(۳) زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل کا ہوگا خوبصورت(۴) پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اسکا نام عنموایل(۵) اور بشیر بھی ہے۔ اسکو مقدس(۶) روح دیگئی ہے۔ اور وہ(۷) رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے مبارک(۸) وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اسکے ساتھ فضل ہے۔ جو اُسکے آنے کے ساتھ

70

اس دہمکی نے عوام و خواص کو ڈرا دیا ہے

ایک خاص بہادر مسلمان پیسہ اخبار کا ایڈیٹر جو اسوقت اپنی وسعت وکثرت کی وجہ سے بڑا دلیر بہادر تھا پرچہ ۲۰ مارچ ۱۸۹۷ء میں الہامی قاتل سے ڈر کر التجا کرتا ہے کہ مجھے کچھ عرصہ زندہ رہنے دیجئے۔ اور میری نسبت کوئی پیشگوئی نہ کیجئے گا اور اس دہمکی کے خوف سے وہ پرچہ ۲۷ مارچ ۱۸۹۷ء میں الہامی صاحب کی ایک نامعقول* جواب کو جواب معقول کہکر اسکی تائید کرتا ہے۔

* حاصل جواب الہامی صاحب یہ ہے کہ اخبار پنجاب سمار چار میں جو مجھ پر سازش قتل کا الزام لگایا اور یہ کہا ہے کہ اُسکے مرید نے مقتول کو قتل کر دیا ہوگا۔ اس سے میں پوچھتا ہوں کہ آپ کے راجہ رام چندر یا کرشن نے کسی اپنی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے ایسا حیلہ کیا اور کسی چیلے سے کہا تھا کہ میری عزت رکھنے کو ایسا کر۔ پیر اگر مرید سے کہے تو وہ اُسکا معتقد اور مرید کب رہتا ہے۔؟

اس جواب کے نامعقول ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جو ہندو آپ پر سازش قتل کا الزام لگاتے ہیں وہ آپ کو راجہ رامچندر کا ساکب سمجھتے ہیں۔ اور آپ کے مریدوں کو ایک صادق پیر کے مرید کب خیال کرتے ہیں۔ وہ تو ہندو ہیں اکثر مسلمان آپ کو فریبی اور آپ کے کئی مریدوں کو بناوٹی مرید اور کرایہ کے ٹٹو خیال کرتے ہیں اور مصرع یکے دزد باشد دگر پردہ دار کا مصداق نصف لی و نصف لکم کے شرکاء۔

آپ جو ایسے مریدوں کی پاکی و نیک چلنی بیان کرتے ہیں اُسکے مقابلہ میں وہ اُنکے حالات یہ دیکھ رہے ہیں کہ وہ اسلامی انجمنوں کے وکیل بن کر اور اُن کی طرف سے واعظ ہو کر بیگانی عورتوں کے اغوا کے مقدمات میں ماخوذ ہوئے۔ گو آخر مستغیث کو جھوٹا وعدہ دیکر کہ ہم تیری عورت کو علیحدہ کر دینگے سزا سے بچگئے مگر عورت کو علیحدہ نہ کیا اور انجمنوں کے چندہ سے زناکاری و شرابخواری کے مرتکب ہوئے۔ اس وجہ سے

بقیہ حاشیہ بر صفحہ (۷)

آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ[۹] اور عظمت[۱۰] اور دولت[۱۱] ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا۔ اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں[۱۲] سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت[۱۳] ذہین وفہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ[۱۴] تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اسکے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ[۱۵] ہے۔ مبارک دوشنبہ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاوّل والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء جبکا نزول بہت مبارک

لہ الہام آپ خود تصنیف کرین۔ اسکے معنے کھڑا کر اسمیں آپ ڈالیں۔ پھر اسکے معنے سمجھ میں نہ آنے کے کیا معنے۔ حضرت اسکے معنے تو آپ نے گھڑے ہوئے ہیں۔ پر اسوقت خاکسار اسواسطے نہیں کہتا تھا کہ جیسا موقعہ پائینگے ویسے معنے بنا کر اسمیں ڈال دینگے۔ جب پہلی دفعہ لڑکا بشیر عنوائیل پیدا ہوا تو اُسکے معنے آپنے نہ بتائے کہ پہلے تین لڑکوں فضل احمد و سلطان احمد۔ اور ایک لڑکی جو غلطی سے الہامی لڑکے کی جگہ آگئی تھی) موجود ہیں۔ اب یہ چوتھا لڑکا آیا ہے جو تین کو چار کرنیوالا ہے۔ (یہ تشریح آپ کی اس خط میں ہے۔ جو اصل منشی یا مولوی محمد احسن صاحب امروہی کے پاس ہے۔ اور اس کی نقل ہتھنطی مولوی احسن مصدقہ مولوی محمد شبیہ صاحب میرے پاس موجود ہے)۔ اور جب وہ لڑکا فوت ہوا۔ اور اُس معنے کرنے کا موقعہ ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور موجودہ تین لڑکوں کے بعد بی بی نوعمل ہوا تو اُسکے معنے یہ گھڑ لیے گئے کہ جو پہلے تین لڑکے محمود۔ بشیر اور شریف۔ موجود ہیں۔ پہلی بی بی کے لڑکوں سلطان احمد کو اور فضل احمد کو تو اسلئے ذکر نہیں کیا کہ انکو آپ نے عاق کرکے اولاد سے خارج کیا تھا۔ لڑکی جو زندہ تھی سو بی بی صاحبہ نے پیدائش[۱۶] پوچھنے کیوں شمار نہ ہوئی۔ جیسے پہلے لڑکے

۱۵۷

اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے۔ نور جسکو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے مسموح کیا۔ ہم اپنی روح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اُسکے سر پر ہوگا وہ جلد بڑھے گا۔ اور اسیر ونکی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کیطرف اُٹھایا جائیگا۔ وکان امرا مقضیاً۔

ان تینوں پیشگویوں کے جھوٹے ہونے خصوصاً پیشگوئی سوم کے بارسوم جہاں کے جھوٹے سے کس وناکس کو یقین ہے کہ اگر پیشگو متعلق قتل لیکھرام سچی اور مطابق بیان ثابت ہوتی تو بھی وہ بشہادت وجہ اول (جسکے تسلیم میں مرزا صاحب کو بھی کلام نہیں) الہام متصور نہ ہوتی۔ اس صورت میں وہ ایک نجومی یا جوتشی یا جفری وغیرہ کی پیشگوئی تسلیم کیجاتی۔

کی باری وہ شمار کی گئی تھی۔ اس سوال کا جواب آپ دینگے تو ہم آپکے ممنون ہونگے۔ اب یہ چوتھا لڑکا آئیگا وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ اب جو لڑکی پیدا ہوگئی ہے تو یہ معنے بھی خطا گئے۔ دیکھئے آئندہ کون سے معنے گھڑے جاتے ہیں۔ ایک معنے اس کلام کے ہم کو الہام ہوئے ہیں پسند ہوں تو وہ بھی قبول کرلئے جاویں۔ وہ یہ ہیں کہ پہلے آپ رسالہ توضیح المرام میں تثلیث کے قائل ہو چکے ہیں یعنے۔ باپ (خدا) بیٹا۔ (مرزا غلام احمد) روح القدس۔ پھر جب وہ الہامی لڑکا آئیگا۔ جو کان اللہ نزل من السماء کا مصداق ہوگا۔ تو وہ تثلیث کی ترجیع کردیگا یعنے باپ۔ بیٹے۔ روح القدس تینوں کے بعد جو تھا ایسا شخص آئیگا جو ان تین کو چار کردیگا۔ وہ خدا بھی ہوگا اور وہ آپکا بیٹا۔ اور بڑے خدا کا پوتا بھی کہلائیگا۔ ذرا انصاف سے داد دینا ہم نے کیسے عجیب معنے بتائے ہیں ۵ اگر قبول نہ کرنے سے عذر شرعی ہو

دوسری وجہ (جو خاصکر مسلمانون میں تسلیم کیجاتی ہے۔ اور ان ہی کی فہمایش اسمقام میں ہم کو منظور ہے۔) یہ ہے کہ اہل اسلام میں صاحب الہام وہی شخص ہو سکتا ہے جو مسلمان ہو۔ اور مسلمانوں میں اکمل اور اعلے درجہ کا متقی ہو یعنے عقاید صحیحہ کاملہ رکھتا ہو اور اخلاق سنیہ فاضلہ چنانچہ خطبہ میں بصفحہ ۳۶۳[1] وغیرہ نمبر ۱۲ جلد ۱۷۔ بیان ہوا ہے۔ اور اس سے پہلے دس فتوے علماء ہندوستان و پنجاب میں جو الہامی صاحب کے حقمین رسالہ نمبر ۵ وغیرہ جلد ۱۳ میں شایع ہو چکا ہے۔ یہ مسئلہ بیان ہوا ہے۔ اور مرزا صاحب مسلمانون کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اور عقاید کفریہ رکھتے ہین۔ اور اخلاق سیئہ سے مجسم ہیں۔ ذرا سی بات سے جوش میں آکر مسلمانونکو گالیان دینے اور فحش بکنے میں وہ بازاریونکو مات کر رہے ہیں۔ پھر وہ مسلمانون کے نزدیک الہام اور الہامی پیشگوئی کے محل و مصدر کیونکر ہو سکتے ہیں۔ ان اعتقادات اور اخلاق کے ساتھ وہ مسلمانون کو ہزار پیشگوئی سچی کر دکھاوین۔ لاکھ کرامات ظاہر کرین دریا کو الٹا بہاوین۔ ہوا میں اڑنے لگ جائین۔ پانی پر سوکھے پاؤں چلین۔ وہ ان کو ایسے افعال سے ولی اور الہامی نہ مانیں گے۔ اور انکے ایسی پیشگویوں کو نجومی یا کاہنوز یا جفریون کی پیشگوئی سمجھیں گے۔ اور انکے ایسے افعال خارق عادات استدراج یا مسمریزم یا ہتھ ناٹک خیال ہونگے۔

سوال سوم کا حل و جواب

یہ پیشگوئی صادق اور اپنے بیان کے مطابق نکلتی۔ اور الہامی تسلیم کیجاتی تو اس سے اسلام و مسلمانون کو سخت مضرت پہنچتی۔ اور اسلامی دنیا میں گمراہی پھیلتی۔

خدا نے اسلام پر رحم اور مسلمانوں پر کرم کیا۔ کہ اسکو جھوٹا کر کے مسلمانوں کو اس کی مضرت سے بچا لیا۔ الہامی صاحب نے تو اسی پیشگوئی کو ہندوؤں پر اسلام کی فتح قرار

[1] یہ نمبر صفحہ خطبہ جداگانہ میں ۱۲۷ ہے ۱۲

103

دیا ہے۔ اور اشتہار ۱۱۔ اپریل ۱۸۹۶ء وغیرہ میں کہا ہے۔ کہ یہ پیشگوئی اسلام اور آریہ مذہب کی ایک کشتی ہے۔ اور فریقین نے سچی نیت سے اپنے خدا پر توکل کر کے دونو مذہبوں کے پرکھنے کے لئے آسمانی فیصلہ کی درخواست کی تھی (دیعنے جو اس پیشگوئی نے کر دیا ہے۔) مگر مسلمان خوب سمجھتے ہیں۔ کہ یہ الہامی صاحب کا مکر محض فریب اور ٹکے کمانے کا ایک وسیلہ۔ × × حضرات ناظرین! الہامی صاحب نے عام اہل اسلام کے پھنسانے کے لئے یہ دام پھیلا رکھا ہے۔ کہ اپنے ہر ایک امر میں تائید اسلام کا دعوے اور اپنی ہر ایک چیز میں اسلام یا ہادی اسلام علیہ السلام یا انکی کتاب قرآن وغیرہ کا نام داخل کر رکھا ہے۔

سب سے پہلا آپ کا دام کتاب براہین ہے جس میں بھی اسلام اور قرآن کا نام داخل ہے۔ ایسا ہی اکثر تصانیف و رسائل اشتہارات میں اسلام کا نام شامل ہے فتح اسلام۔ انوار الاسلام۔ وغیرہ وغیرہ جنکے طبع کا نام بھی ضیاء الاسلام ہے۔ اور جو مضامین آپ ان کتابوں اور رسائل و اشتہارات میں شائع کرتے ہیں۔ ان میں بھی لفظ اسلام اور قرآن اور دین کی حمائت کا دعوے ہے۔ کسی مخالف اسلام سے مقابلہ ہوتا ہے تو وہ بھی اسلام کی طرف سے اور اسکے وکیل بن کر ہوتا ہے۔ جس سے آپ کا مقصود اصلی اور مطلب دلی زر طلبی ہے ؎ این ہمہ از پے آنست کہ زر مے طلبی ؛۔ جو کسیقدر حاصل بھی ہو گیا ہے۔ کئی عقل کے اندھے اور کانٹھ کے پوسے آپ کے دام میں آپھنسے ہیں۔ اور وہ یقین کر بیٹھے ہیں۔ کہ حضرت اقدس اسلام پر فدا ہیں۔ مخالفین اسلام سے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کر رہے ہیں۔ رات دن اسی شغل حمائت اسلام میں لگ رہے ہیں۔ ان پر فدا ہو جاؤ۔ اور اپنے مال اور جان اور زن و فرزند کو اُن کے بلک کر دو۔ جس سے انکا کام چل رہا ہے۔ اور ہزار ہا روپیہ آتا ہے۔ جبکہ اظہار وہ اپنی اکثر تحریرات میں کرتے ہیں۔ اس خیال اور اعتقاد والے دام افتادہ آپکے تو آپ کی

اس پیشگوئی کو اور ہر ایک پیشگوئی کو اسلام کی نصرت سمجھتے ہیں۔ مگر آپ کی حقیقت شناس اور اسلام کی اصلی حقیقت سے واقف یقیناً جانتے ہیں۔ اور اس یقین کو وہ ظاہر کر چکے ہیں۔ کہ آپ اسلام کے مقابلہ میں ایک نیا دین کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔ اور موجودہ اصول مسائل اسلام کو ملیامیٹ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ در پردہ نہیں بلکہ علانیہ مدعی نبوت ہیں۔ آنحضرت کی ختم نبوت کو توڑ کر خود نبی بلکہ رسول اور وہ رسول احمد جن کی حضرت عیسےٰ خبر دے گئے ہیں۔ بن بیٹھے ہیں۔ انبیاء کے معجزات سے انکاری ہیں اور اپنے معجزات کے اشتہاری۔ حضرات انبیاء پر ملائکہ کے نازل ہونے اور آسمان سے وحی لانے سے منکر ہیں۔ اور اپنے لئے آسمانی وحی کے مقر و مثبت۔

قرآن اور حدیث کے ان معانی اور حقائق کو جو آنحضرت اور اُنکے اصحاب و تابعین و تبع تابعین سمجھے تھے۔ خلاف نیچر و قانون قدرت سمجھ کر ان میں ایسی تاویلات کرتے ہیں۔ جو آنحضرت اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے قرارداد کے مخالف ہیں اور مذاہب فلاسفہ و ملاحدہ اور زندیقوں کے مطابق ہیں۔ ان باتوں کی تفصیل اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۲ لغائت جلد ۱۶ میں بخوبی ہو چکی ہیں۔ لہذا اس مقام میں تفصیلی حوالجات کی حاجت نہیں ہے آپکے دام میں جو پھنستا ہے۔ اور وہ آپکا پیرو بن جاتا ہے۔ وہ اسلامی عقائد کو خیرباد کہتا ہے۔ اور آپ کی تقلید کا ربقہ اطاعت گردن میں ڈال لیتا ہے۔ نام کا وہ مسلمان رہتا ہے۔ مگر اسلامی کاموں اور فرائض کے ادائے سے سبکدوش ہو جاتا ہے جھوٹ بولنا[1]۔ اور مسلمانوں کو بُرا کہنا۔ اُسکا شعار ہو جاتا ہے۔ اور تکذیب اصول مسائل

[1] اتباع و مریدان الہامی صاحب میں سے جس شخص کو ہم نے دیکھا اور اس سے ہمکو سابقہ پڑا اُسکو ہم نے ایسا ہی پایا ہے جھوٹ بولنا تو اُسکا ایسا خاصہ لازمہ ہے جیسے حبشی کو سیاہی۔

جس شخص کو ہمارے اس دعوے کے صدق میں تامل ہو۔ وہ لاہور۔ امرتسر۔ بٹالہ سیالکوٹ۔ جموں۔ بھیرہ۔ وغیرہ کے مرزائیوں میں سے جس شخص کا نام ہے۔ ہم سے اُسکے اکاذیب کی فہرست سُن لے۔

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۷۵)

۱۰۶

قدیمہ اسلامیہ کا وقار اس سے ناظرین خیال کر سکتے ہیں۔ کہ اگر یہ انکی پیشگوئی سچی ہوتی تو ہزاروں اہلحدیث مسلمان انکے پیغمبر مان کر انکا اتباع اختیار کر لیتے۔ اور پہلے دام افتادگان کیطرح احکام اسلام کو سلام کر کے تکذیب اصول و مسائل اسلام میں اپنے مرزائی بھائیوں کے ساتھ شامل ہو جاتے۔ خدا تعالےٰ نے مسلمانوں پر کرم کیا۔ کہ اس پیشگوئی کو جھوٹا کیا۔ اور مسلمانوں کو اُسکے دام میں پھنسنے سے بچا لیا۔

ہمارا یہ جواب سوال سوم سُنکر الہامی صاحب ہمکو خوب کوسینگے۔ اور صلواتیں سُنائیں گے۔ اور اس جواب کے جواب میں کہیں گے (چنانچہ پہلی تحریرات و رسائل میں لکھ چکے ہیں۔) کہ یہ سب جھوٹ و افترا ہے۔ ہم کو کوئی نیا دین قائم کرنا منظور نہیں۔ اور

جھوٹ بولنا۔ گویا انکے مذہب کا جزو ہے۔ جیسے فرقہ خطابیہ کے مذہب کا جزو جو نصرت مذہب کے لئے بولنا کہ مباح سمجھتے ہیں۔

(اشاعۃ السنۃ صفحہ ۲۷۶)

اسمقام میں اسکی ایک تازہ مثال دروغ گوئی کی ذکر کیجاتی ہے جس سے لاہور کے جملہ مرزائیوں کا حال ظاہر کو معلوم ہو سکتا ہے۔ اندنوں ایک صاحب ٹرکی کے نائب سفیر قسطنیہ کراچی لاہور میں تشریف لائے۔ تو یہ خاکسار انکے فرودگاہ پر انکے ملاقات کیلئے گیا۔ وہاں جملہ مرزائیان لاہور کو مجتمع پایا۔

نائب صاحب سے مجھ سے قیام مکہ مکرمہ کی بابت عربی میں سوال کیا۔ میںنے عربی میں یہ مختصر جواب دیا اقمت بمدینۃ اشھر یعنے میں مکہ مکرمہ میں چھ مہینے ٹھہرا تھا۔ جسپر نائب صاحب نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ مولوی صاحب کتب کے موافق عربی بولتے ہیں۔ یعنے عوام اور بازاریوں کی مانند نہیں بولتے۔ عام لوگ اقمت کی جگہ سکنت بولتے ہیں۔

اسپر حضرات مرزائیان لاہور کے بازاری ہیں اور انجمن حمایت اسلام لاہور کے اسکول میں جہاں لڑکا داخل ہے، مقرر نہ گپیں اوڑا رہے ہیں۔ ہم انکی نقل کی ضرورت نہیں دیکھتے شائد حضرت اعلےٰ ان کاذبوں کے امام انکا ذکر کسی اشتہار میں کریں۔

اسوقت ہم بھی کچھ کہینگے اور ثابت کرینگے کہ جو فقرہ ہمنے کہا تھا وہ محاورہ قرآن اور حدیث

(نائب صاحب نے مولوی صاحب کی غلطی پر بولنا سکنت کے بجائے اقمت ہمارے مولوی صاحب کی طرف ہے)

نہ کسی اصول مسلمہ قدیمہ سے انکار ہے۔ ہم ہر ایک حکم اسلام کو مانتے ہیں۔ جسکو تمام مسلمان مانتے چلے آئے ہیں۔ × × اسکے جواب میں کمال ادب و عجز سے پیشگی التماس ہے۔ کہ پھر آپ کسی مجلس میں مباحثہ کرکے اس امر کا کیوں تصفیہ نہیں کر لیتے جب سے آپ نے فتح اسلام توضیح مرام۔ ازالہ اوہام۔ آئینہ کمالات وغیرہ رسائل نکالے ہیں۔ تب سے آپکو مباحثہ کے لئے بلایا جاتا ہے۔ آپ نے ہمیشہ شروط کی پناہ لے کر اس سے انکار کیا۔ جب اقرار کیا تو صرف اس مسئلہ میں بحث کرنے کا اقرار کیا۔ کہ "حضرت مسیح زندہ ہیں۔ یا فوت ہو گئے ہیں" ایسا ہی آپ کے حواریوں و انصار سے وقوع میں آیا۔ (یہ امر جلد ۱۳ و ۱۴۔ اشاعۃ السنہ کے ناظرین پر مخفی نہیں ہے) یہ کبھی خود حضرت سے یا آپ کے اتباع سے نہ ہو سکا کہ آپ اپنے عقائد کفریہ میں بحث کرتے۔ اور اُنکا اسلام ہونا ثابت کر دکھاتے۔ بعض تحریرات و رسائل میں آپ اور آپ کے انصار ان باتوں سے انکار ظاہر کرتے ہیں۔ مگر وہ تحریرات آپکی پہلی تحریرات متضمن کفریات کے حال کو ظاہر نہیں کرتیں۔ اور نہ ان متناقض تحریرات کو سبھی لوگ پڑھتے۔ اور اپنی لیاقت سے انکا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اور انکے مقابلہ میں تحریرات فریق ثانی کو تو آپ کے اتباع ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ پھر ان باتوں کا تصفیہ ہو تو کیونکر ہو۔

مدت سے آپ نے مباحثہ کو قطعی موقوف کر دینا اور اسکی سند میں ایک یہ الہام گھڑ لیا۔ یا علی دعھم و انصارھم و زراعتھم یعنے اے علی (اپنے نفس نفیس کو مراد بتاتے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام ابن عم اور ختن رسول اور زوج بتول کو دیکھو۔ اور آپ کے مُنہ کو ذرا قادیان میں جا کر دیکھو۔ ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ۔) تو ان مولویوں اور اُنکے پیروں کو چھوڑ دے۔ یعنے ان سے بحث و خطاب نہ کر) اور بجائے مباحثہ تصفیہ مسائل کے لئے مباہلہ کو وسیلہ بنایا۔ مگر

جب مباہلے کا جو صوفی عبد الحق غزنوی سے بمقام امرت سر کیا کوئی اثر عوام پر ظاہر نہ ہوا۔ جس سے آپ کا مسلمان ہونا آپکے مخالفوں کو معلوم ہو جاتا۔ تو اس مباہلہ کو سخت شروط قیود کے ساتھ مشروط و مقید کیا تاکہ نہ وہ شرطیں وقوع میں آویں۔ اور نہ مباہلہ واقعہ ہو۔ چنانچہ مضمون جواب مباہلہ میں جو نمبر ۳ جلد ہذا میں ہے مفصل بیان ہوا ہے پھر فرماوس۔ ان مسائل کا تصفیہ ہو تو کیونکر ہو۔ اور عام لوگوں کو کیونکر معلوم ہو۔ کہ آپ دعوے اسلام میں سچے ہیں یا آپ کے مکفر و مخالف تمام ہندوستان و پنجاب کے مولوی (جو یہ کہتے ہیں کہ آپ مسلمان نہیں ہیں۔ اور آپ کے فلان فلان عقائد کفریہ و ملحدانہ ہیں۔) اس سوال کا جواب آپ ہی انصاف سے دیں۔ ہم کچھ نہیں کہتے ہ۔

خلق خدا پر رحم کریں یا بازیاں چھوڑ دیں۔ یا مسلمانی قبول کریں۔ اور عقائد کفریہ ملحدانہ سے تائب ہو کر تجدید ایمان کریں۔ یا ان عقائد کا کفر نہ ہونا مباحثہ سے یا مباہلہ سے آپ ثابت کر دیں جسمیں آپ کو اگر اور مگر اور لیکن اور ممکن کہنے کی حاجت نہ پڑے۔

اس پیشگوئی کے متعلق قتل لیکھرام کے ساتھ اشتہار ۱۵۔ مارچ ۱۸۹۷ء آپنے اور بھی بعض پیشگوئیاں بلا تعلق و بے وجہ مناسبت ذکر کی ہیں۔ جسمیں کسیکو مامان بنایا کسی کو ابولہب اور اپنی تقریر جلسہ مذاہب کا سب تقریروں پر غلبہ ظاہر کیا۔ اسمقام میں ہم ان پیشگوئی پر بحث کرنے کو اجنبی اور فضول سمجھتے ہیں۔ خدا نے چاہا تو آپ کی تقریر جلسہ مذاہب کی قلعی مضمون جواب ضمیمہ آتھم میں کھولینگے۔

حصہ دوم

الہامی صاحب نے جو ان اشتہارات میں قتل لیکھرام پر انسانی ہمدردی کی راہ سے رنج و افسوس ظاہر کیا ہے۔ اور اس امر کا دعوے کیا ہے۔ اگر وہ ہماری ہمدردی سے بچ سکتا تو ہم کبھی فوت نہ کرتے۔ اور اسکے قاتل کی نسبت لکھا ہے۔ کہ گورنمنٹ کا فرض ہے

کہ کسی نابکار رخونی کو پکڑے اسکو پھانسی دے۔ بدتر سے بدتر سزا کے ساتھ اسکو تنبیہ کرے"۔
اسمیں آپنے گورنمنٹ اور پبلک کو دھوکے دیا ہے۔ اور اس سے یہ جتایا ہے کہ اُس کے
قتل میں میری سازش ناممکن امر ہے۔ میرے خیال میں تو وہ شخص ہمدردی کے لائق تھا۔
اور اُسکا قاتل نابکار لائق سزا تھا۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس قتل میں میری سازش ہو۔

سازش قتل کی بابت ہم کچھ نہیں کہتے۔ الہامی صاحب کے اظہار ہمدردی اور
قاتل کو بُرا کہنے کی بابت ہم یہ کہتے ہیں کہ اس میں آپ نے جھوٹ بولا ہے اور اپنے ان الہامات
کا خلاف کیا جنمیں یہ بیان ہے۔ کہ اُسکو قتل کرنے کے لئے خدا نے کسی انسان کے دل کو
اُبھارا۔ اور خدا نے اُسکے دل پر آسمان سے وحی نازل کی۔ اور ایک منامی الہام میں
جسکو الہامی صاحب نے رسالہ برکات الدعا کے آخری صفحہ کے حاشیہ میں بیان کیا ہے
اور وہ صفحہ ۶ نمبر ۱ جلد ہذا میں منقول ہوا۔ اس قاتل کو ایک فرشتہ قرار دیا ہے۔ ان
الہامات میں صاف تصریح ہے۔ کہ قاتل کوئی صاحب وحی الٰہی انسان تھا یا کوئی فرشتہ
آسمانی۔ الہامی صاحب اگر دل سے قاتل کو نابکار رخونی اور لائق سخت سزا سمجھتے ہیں۔ اور
اس قاتل سے لیکھرام کو بچانے کے لئے ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ تو انکے الہام جھوٹے ہیں
اور اگر وہ الہام سچے ہیں تو انکا وہ کلام جھوٹا ہے جسمیں انہوں نے ہمدردی کا اظہار کیا
اور قاتل کو برا کہا۔ و نیز اگر واقعہ میں مقتول سے آپکو انسانی ہمدردی ہے جو آپ کے بغیر
کسی مسلمان کو نہیں ہے۔ اور نہ ہو سکتی ہے۔ کسی مسلمان کو اُسکے قتل سے رنج و افسوس نہیں
بلکہ باوجودیکہ قتل کے فعل اقدام قتل سے انکو اتفاق نہیں جس کی وجہ ہم بیان کر چکے ہیں۔
اس فعل کے نتیجہ سے وہ خوش ہیں کہ خوب ہوا۔ ایک ایذا رسان مسلمانان جو انکے پیغمبر کو گالیاں
دیتا تھا مارا گیا۔ اس نتیجہ سے رنج ہے۔ تو الہامی صاحب کو ہے۔ جو درحقیقت خدا و رسول
کا دشمن ہے۔ تو آپ وہ اس قاتل نابکار کا اپنے الہام سے پتہ بتاویں۔ اور اسکو بدتر سے
بدتر سزا دلوانے سے اُسکے وارثوں سے ہمدردی پوری کریں۔ یہ امر آپ سے نہ ہو سکے گا

تو گورنمنٹ اور پبلک یہ جان لے گی کہ اس اظہار ہمدردی۔ اور ان الہامات میں آپ گورنمنٹ اور پبلک کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ رہا یہ کہ اس دھوکہ دہی کے ساتھ والا ہم سازش قتل سے بری ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ سو ہم نہیں جانتے۔ کیونکہ ہم قانون نہیں پڑھے ۔+۔

حصہ سوم

الہامی صاحب نے عریضہ آمی گورنمنٹ مورخہ ۲۲۔ مارچ ۱۸۹۸ء میں جو لکھا ہے۔ کہ "میں ۱۷ برس سے گورنمنٹ کی اس پولیٹکل خدمت میں مصروف ہوں کہ میں نے گورنمنٹ سے جہاد جائز نہ ہونے کی بابت بیسیوں کتابیں عربی فارسی اردو میں لکھی ہیں۔ اور میں نے گورنمنٹ کی رعایت و حمایت کیلئے ایک جماعت تیار کی ہے۔ جو گورنمنٹ کے مخالفوں کے مقابلہ میں کام آنیوالی ہے۔ اور مجھے یہ الہام ہوا ہے۔ کہ جبتک تو اس گورنمنٹ کی علداری میں ہے۔ تب تک گورنمنٹ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائیگا۔ اور اس سے پہلے اشتہار ۱۵۔ مارچ ۱۸۹۷ء میں لکھا ہے کہ گورنمنٹ کو یہ فخر ہونا چاہیئے۔ کہ اس کے ملک میں اور اس کی بادشاہت میں خدا اپنے بندوں سے وہ تعلق پیدا کر رہا ہے۔ جو قصوں اور کہانیوں کے طور پر کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ اور اس ملک پر یہ رحمت ہے کہ آسمان زمین کے نزدیک ہو گیا ہے۔ ورنہ دوسرے ملکوں میں اسکی نظیر نہیں" یہ سب زور و فریب و افترا ہے۔ جس سے آپ گورنمنٹ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ اور اس افترا سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ آپکو خدا تعالےٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور آپ خدا تعالےٰ کے مخاطب و ملہم ہرگز نہیں ہو سکتے۔ آپ کا پولیٹکل خدمت کرنے اور مخالفت جہاد کے رسالے شائع کرنیکا دعوےٰ اسلئے زور و فریب اور دھوکہ ہے کہ آپ کی کتاب آئینہ کمالات جسکا دوسرا نام دافع الوساوس ہے۔ کے صفحہ ۶ کا وہ فقرہ کہ۔ تا فرمان انسان کامل و رجان اسکے ملک سے خارج ہو کر خدا کے ملک ہو جاتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کو اختیار ہوتا ہے

اسیطرح وہ اصحاب واحباب الہامی قاتل کی دہمکی سے ڈر گئے ہیں جو اس خاکسار کو اسموقعہ پر کچھ بیان کرنے سے مانع ہوئے ہیں۔

یہ صورت خوف بے امنی اور وہ حالت ناامیدی و مایوسی ہم کو اجازت نہ دیتی تھی۔ کہ ہم اس جوش کے سبب اور علاج کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرین۔ اور اپنی جان کو خطرہ میں اور اپنی رائے کو بیوقعتی کے معرض میں ڈالیں۔ مگر حکم مذکور الدین النصیحۃ نے ہم کو اس سبب اور علاج کے بیان پر جرأت دلائی اور خوف بے امنی سے ہم کو اس آیت نے تسلی دی وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو وان یمسسک بخیر فھو علی کل شئی قدیر وھو القاھر فوق عبادہ ھو الحکیم الخبیر۔ اور اس مایوسی سے ہمکو اس عربی شعر نے روکا ؎ فقل ما یفیض الوقت من غیر سامع ۔ ففی الدھر من یرجی بہ الفوز ظافرا ۔ اور عدم توجہ

بقیہ حاشیہ صفحہ (۶)

انجمنون نے انکو اپنی وکالت سے علیحدہ کیا۔ اور انکے حالات کو بذریعہ اشتہارات مشتہر کیا۔

ایسے بناوٹی مریدون کا ایسے فریبی پیر کی ایسی کارروائیون میں اگر وہ وقوع میں آئی ہون، مددگار ہونا کونسے تعجب کا محل ہے۔ اور کیا مشکل ہے۔ اسصورت میں اس جواب کو معقول کہنا کیونکر معقول ہوسکتا ہے × × × پہلے آپ اپنا صادق پیر اور مریدون کا نیک چلن و نیک نیت مرید ہونا ثابت کرین پہر ہندوؤن کے سامنے راجہ رامچندر بنیں۔ اور مسلمانوں کے سامنے ولی مسلم ہون تو اسوقت یہ جواب معقول ہوسکتا ہے۔ اس اعتراض میں ہمنے اپنے فرض منصبی کو ادا کیا ہے الہامی صاحب نے اپنی ساری جماعت کو پاک کہا اور اسکا اثر بد قوم پر ظاہر ہونے والا تھا تو ہمکو ہمارے فرض نے مجبور کیا کہ ہم اس امر کا اظہار کردیں کہ اس جماعت میں ناپاک خصائل و افعال کے لوگ بھی ہیں الہامی صاحب کے دہوکہ میں اگر ساری جماعت کو پاک نہ سمجھ لینا چاہیئے ورنہ ہمکو ذاتیات سے کوئی پرخاش مقصود نہیں ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

کہ چاہے تو بلا واسطہ رسولوں کے ان فرمانوں کی مالوں کو تلف کرے۔ اور اُن کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچا دے۔ یا کسی رسول کے واسطے سے یہ تجلے قہری نازل کرے۔ ایک ہی بات ہے۔ ان تمام رسائل کو ملیا میٹ کرتا ہے۔ اور اپنہ بالی پھرتا ہے اور بتا رہا ہے کہ جبوقت آپکی جماعت کامل قوت پکڑے گی اور کثرت کو پہنچ جائیگی اسوقت آپ گورنمنٹ کے مال و جان پر ہاتھ صاف کرینگے۔ آپ تو بلا واسطہ رسولونکے انکی ہلاکت کو تجویز کر رہے۔ اور جسحالت میں آپ خود مدعی رسالت بھی ہیں تو پھر اُنکے ہلاک کرنے میں بجز تکمیل جمعیت کیا کسر و توقف ہے۔

آپکی جماعت میں ہم کو کئی آدمیونکا علم ہے کہ وہ آپکو امام وقت اور خلیفہ مہدی سمجھکر آپ کے پیرو ہوئے ہیں۔ اور وہ اس امید پر بیٹھے ہیں کہ وہ دن جلد آتا ہے کہ آپ اس ملک کی بادشاہت کرینگے۔

پیشگوئی میعادی ہشت سال انکے امید کا ذریعہ ہے جسکی طرف ہم گورنمنٹ کو توجہ دلا چکے ہیں۔ ہم نے اس فقرہ آئینہ کمالات کو اپنے رسالہ میں کئی دفعہ کوٹ کیا (نقل کیا) ہے۔ الہامی صاحب نے اسکا جواب تو کبھی کچھ نہیں دیا۔ ہاں ہمارے اس خیال کے مقابلہ میں ہمارے ریویو براہین احمدیہ کی عبارت رسالہ نمبر ۶ جلد ۷۔ اشاعۃ السنہ سے نقل کرکے آپنے گورنمنٹ کو جتایا ہے۔ کہ یہ شخص (خاکسار) اپنے ریویو مذکور میں ہمارے طرف سے گورنمنٹ کو مطمئن و بے فکر کر چکا ہے۔ اب اسکے برخلاف اسکے قول و خیال کا کیا اعتبار ہے۔

اسکا جواب یہ ہے۔ کہ خاکسار نے اسوقت گورنمنٹ کو آپ کی طرف سے مطمئن کیا تھا۔ جبکہ آپ نے موعود مسیح اور مہدی ہونیکا دعوے نہیں کیا تھا۔ اور اس اطمینان کی ایک یہ دلیل بیان کی تھی کہ آپ مغل ہیں اور امام مہدی کا سید ہونا مسلم ہے۔ لہذا ممکن نہیں کہ آپ مہدی ہونیکا دعوی کریں۔ آپ نے میری اس دلیل اور خیال کو توڑ کر مہدی ہونیکا بھی دعوے کر لیا۔ تو آپ میرے اس خیال کے محل کیونکر رہ سکتے۔ اور

اس ریویو کے مضمون سے کیونکر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

اور آپ کی طرف سے گورنمنٹ کیونکر مطمئن ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ میں تب ہی سے گورنمنٹ کو جتا رہا ہوں۔ کہ یہ شخص محل خوف ہے۔ اس سے گورنمنٹ کو مطمئن نہ رہنا چاہیئے۔ اور اب یہ میرے اس ریویو کا محل نہیں رہا۔ اب یہ کچھ کا کچھ بن گیا ہے۔ اب پھر وہ مرزا غلام احمد نہیں رہا۔ جسکی طرف سے میں نے ریویو میں گورنمنٹ کو مطمئن کیا تھا۔

ہمارا گورنمنٹ کو بار بار یہ امر جتانا مخبری نہیں ہے۔ (جیسا کہ الہامی صاحب نے رسالہ شہادت القرآن کے اخیر میں دعوے کیا ہے) بلکہ اپنی کلام سابق کی تشریح و توضیح ہے۔ اور اسکا استدارک و تدارک مافات ہے۔

مخبری کرنا آپ جیسے الہامی مقدسوں کا کام ہے۔ چنانچہ بتحریر تعطیل جمعہ میں آپ سے وقوع میں آیا ہے۔ اور آپنے مسلمان میں سے باغیان گورنمنٹ کی فہرست پارلیمنٹ کو گورنمنٹ کو وعدہ دیا تھا جسکا ذکر ہمارے رسالہ نمبر ۱۲ جلد ۶ میں صفحہ ۳۷۰ سے صفحہ ۳۷۴ تک ہوا ہے۔

آپ کا یہ الہامی دعوے کہ گورنمنٹ کی حفاظت کا باعث آپ کا وجود و دعا و برکت ہے محض دروغ و مغالطہ ہے۔ آپ ایسے ہوتے اور یہ الہام خدا کیطرف سے ہوا ہو تو گورنمنٹ کو آپ نے سنایا ہے۔ تو آپ گورنمنٹ کو یہ کہتے۔ کہ موجودہ فوج جو سرحد کی اور ملک کی حفاظت کے لئے گورنمنٹ نے رکھی ہوئی ہے۔ گورنمنٹ وہ بھی موقوف کردے۔ میرے ہوتے کسی فوج کی حاجت نہیں۔ آپ نے اسکا عکس کیا۔ اور گورنمنٹ کے آگے ہاتھ جوڑے۔ اور سر پر گر کر گیا کہ گورنمنٹ مجھے قاتلوں سے بچالے۔ اور میری حفاظت کے لئے قادیاں میں پولیس بھیجدے۔ ورنہ میری جان نہ بچے گی میں بچا۔ میں مرا۔ گورنمنٹ میری جان رکھ لے۔

اور اگر خدا کی طرف سے آپکو وہ الہام ہوتا۔ اور ایسے ہی اور الہام۔ جو صفحہ (۴) میں آپ سے منقول ہو چکے ہیں۔ تو آپ گورنمنٹ کے آگے ہاتھ نہ جوڑتے جیسا کہ آپنے عبد اللہ آتھم پر الزام خلاف واقعہ کی علت سے نالش نہ کرنے کیوجہ رسالہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۰ و ۲۱ میں یہ بیان کی ہے۔ کہ "جس حالت میں آسمانی عدالت سے ہمیں یقین دلایا گیا تھا کہ عبد اللہ آتھم عنقریب آسمانی وارنٹ سے گرفتار کیا جائیگا۔ تو پھر ہمیں کونسی ضرورت پیش آئی تھی کہ انگریزوں کی عدالت کے دروازہ پر اپنے تئیں سرگرداں کرتے"۔ آپکے اس قول کی رو سے آپ کی درخواست حفاظت گورنمنٹ اور گورنمنٹ کی جھوٹی خوشامد پر یہ سوال وارد ہوتا ہے۔ کہ جس حالت میں خدا تعالےٰ نے الہامات مذکورہ بالا میں آپکو حفاظت کا وعدہ دیدیا تھا۔ بلکہ آپ کے وجود باجود کے ذریعہ اور طفیل سے گورنمنٹ کو حفاظت کا وعدہ دیدیا تھا۔ تو پھر آپ گورنمنٹ انگریزی کے دروازہ پر کیوں سرگردان ہوئے۔ اور کیوں ہاتھ جوڑے۔؟ حضرات ناظرین! آئت حفاظت واللہ یعصمک من الناس جسکے اپنے حق میں نزول کا الہامی صاحب کو دعوےٰ ہے۔ جب آنحضرت پر نازل ہوئی تو آپنے اس باڈی گارڈ (حفاظت جان کا پہرہ) کو جو آپ پیشتر رکھوایا کرتے تھے۔ اُٹھوا دیا۔ اور صاف فرما دیا۔ تم سب اُٹھ جاؤ۔ خدا نے میری حفاظت کا ذمہ خود لے لیا ہے۔ چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر جلد صفحہ میں بیان ہوا ہے۔ مگر الہامی صاحب نے اسکے برعکس اس آیت کے نزول اور دیگر بشارات والہامات حفاظت کے نزول کے بعد گورنمنٹ سے پہرہ کے سوال کیا۔ اور جب گورنمنٹ نے اس سوال کو لغو و فضول سمجھ کر قبول نہ کیا تو آپ نے اپنے وظیفہ خواروں سے پہرہ مقرر کر دیا۔ جو رات دن آپ کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ امر صاف اور قطعی دلیل اس امر پر ہے کہ وہ الہامات نہیں محض ڈھکوسلہ اور من گھڑت افترارت ہیں۔ × × الہام عریضہ میں یہ بھی اپنے گورنمنٹ کو جتایا ہے۔ کہ جسقدر گورنمنٹ کو فتوحات ہوئے ہیں۔ میری ہی طفیل سے نصیب ہوئے۔

اور میں گورنمنٹ کی سلطنت کیلئے بمنزلہ جزو ہوں۔ اور جب تک میں اس سلطنت میں امن سلطنت کو تکالیف سے امن رہیگا۔ اسپر ہم یہی صاد کرتے ہیں۔ اور گورنمنٹ کو صلاح دیتے ہیں۔ کہ وہ الہامی صاحب کی ایسی حفاظت ضرور کرے جیسی اپنی جان کی کر رہی ہے کسی مفسدہ کے خوف سے انکو رنگوں میں یا اپنی حدود سلطنت سے خارج کرنے کا کبھی اور ہرگز قصد نہ کرے۔ جب یہ ہندوستان یا برٹش سلطنت سے نکالے جائینگے۔ تو پھر گورنمنٹ کی بھی خیر نہ ہوگی۔

گورنمنٹ اپنی خیر چاہتی ہے۔ تو اس ناقۃ اللہ کو حفاظت سے رکھے۔ آپ کی گورنمنٹ کو یہ بشارت گورنمنٹ کو ایک قسم کی دھمکی ہے جیسا کہ اور مخالفوں مقتول لیکھرام عبداللہ آتھم وغیرہ وغیرہ کو آپنے دھمکیاں دی ہیں۔ وہ اور رنگ میں ہیں یہ اور پیرائیہ میں۔ گورنمنٹ کو مناسب ہے کہ اس دھمکی سے ڈر جائے۔ اور اس شعر پر عمل کرے۔ ؎

دریں چمن گماں مبر کہ خالی است ❊ شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

اور اس دھمکی کے لحاظ سے الہامی صاحب کی ضرور حفاظت کرے۔ بہتر تو یہ ہے کہ انکو گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں یا شملہ یا کلکتہ۔ کے ایک کمرہ میں متقفل کرکے رکھے۔ یہ نہ ہو سکے تو خاص آپ کے مسکن دارالامان قادیان شریف میں آپ کی حفاظت و نگرانی کے لئے پولیس مقرر کردے۔ اور جب کبھی کسی ملک کے الحاق یا آپر چڑھائی کرنے کا قصد کرے تب بجائے لشکر کے صرف آپ سے دعا کرالیا کرے۔ مگر آپ کے اس الہام پر ایک شبہ گذرتا ہے۔ کہ آپ کا سلسلہ الہامات و برکات کا پچیس برس سے جاری ہے۔ جسمیں آپ خاتم المرسلین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی دو برس بڑھ گئے اور اس فضلت اور سبقت کا اظہار اشتہار کرامت مورخہ ۹ مارچ میں کر چکے ہیں*۔ پھر

* اصل عبارت اشتہار کرامت یہ ہے۔ اب تو اس کاروبار کا زمانہ اس سچے اور برگزیدہ نبی کے زمانہ کے برابر ہوگیا ہے۔ جو تیئیس برس اس مسافر خانہ میں رہکر اور ایک

پھر اس عرصہ میں آخری دفعہ سلطنت کابل گورنمنٹ کی انگریزی کے ہاتھ سے کیوں نکل گئی۔ اور اس دفعہ سر کو گناری گورنمنٹ کے نائب اور اعلےٰ افسر کابل میں کیوں قتل ہوئے۔ آپ نے اُسکے بچ جانے اور گورنمنٹ کے ہاتھ سے اس سلطنت کے نکل نہ جانے کے لئے کیوں دعا نہ کی۔ کیا سابق امیر کابل یعقوب خاں نے کچھ چڑھا دیا تھا یا اُسوقت الہام کا قبض تھا۔ اسکا جواب آپ شافی نہ دیں تو پھر ہم نہیں کہہ سکتے کہ گورنمنٹ آپسے کیا سلوک کرے۔ کیونکہ پولیٹکل کوسچن (انتظام سلطنت کے متعلق سوال ہیں اور ہم پولیٹکس (انتظامی امور) میں کم دخل رکھتے ہیں۔ اب اسمضمون کو ختم کرتے ہیں۔ مگر ختم کرنیسے پہلے درخواست ہے شورہ دینے سے نہیں رہ سکتے۔ کہ گورنمنٹ الہامی صاحب کو ایسے الہامات کے ارزاں کرنے اور عام لوگوں کی نسبت الہام بازی کرنے سے روک دے۔ اور اس نعمت کبریٰ اور موہبت عظمیٰ کو اپنے ہی لئے مخصوص رہنے دے۔ اور ریزرو ڈ محفوظ کر دے۔ کیونکہ اور لوگوں کی نسبت تو وہ الہام موت اور قتل ہی کے ہوتے ہیں جس سے بدامنی و ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ اور گورنمنٹ کی نسبت فتوحات کے ہوتے ہیں پھر گورنمنٹ انکو کیوں ریزرو ڈ نہیں کر دیتی جس سے ملک میں امن ہو

دنیا کو زندہ کر کے رفیق اعلےٰ کو جا ملا تھا۔ کیونکہ الہامی سلسلہ کو اب پچیسواں سال پڑا ہے"۔

حضرات ناظرین! ۔ آپ نے مسلمانوں سے ڈر کر لفظ تو بدر کا بولا ہے۔ مگر اسکی دلیل یعنے آپ کا یہ قول کہ الہامی سلسلہ کو اب پچیسواں سال پڑا ہے تقاضے ہے کہ آپ آنحضرت کے برابر نہیں۔ بلکہ بڑھ گئے ہیں۔ جبکہ عدد بیس سے پچیس کا عدد بڑا ہوا ہے۔ تو اب کیا پردہ رہا اب تو کھلم کھلا آنحضرت پر فضیلت کا دعوےٰ کر دیا۔ مسلمانو! اب بھی الہامی صاحب کی شان میں شک کرو گے۔؟

(۱۲) صفحہ ۱۲ ۔ ۱۳

۱۵۹

اور گورنمنٹ کی سلطنت کو روز افزون ترقی ہو۔[1]

راقم ابو سعید محمد حسین ایڈیٹر اشاعۃ السنہ

بقیہ جواب رسالہ انجام آتھم وغیرہ

تیسرے رسالہ مباہلہ کا جواب

اس رسالہ کا خلاصہ نمبر ۱۲ جلد ۱۷ میں بیان ہوا ہے۔ اور اُسکا جواب بھی وہاں شروع ہوا تھا۔ اسمقام میں اس خلاصہ کا خلاصہ بیان کرکے شروع سے جواب دیا جاتا ہے۔ تاکہ ناظرین کو اس جلد کیطرف رجوع کی ضرورت نہ رہے۔

خلاصہ۔ آپ لکھتے ہیں ۶۸ علماء (جنپر ۲۶ کے نام آخر صفحہ مکتوب عربی میں اور زیادہ کئے تو جملہ ۹۴ ہوئے) اور ۴۸ مشائخ دس دس ملکر مجھ سے مباہلہ کریں کہ ایخدا یہ شخص دعوے الہامات میں کذاب اور کافر ہے۔ ہم جھوٹے ہیں تو ایک سال میں ہلاک ہو جائیں۔ یا اور عذاب یا نقصان مال یا آبرو میں مبتلا ہوں یہ ایک سال کی میعاد کی شرط اسلئے لگائی گئی ہے کہ یہ میعاد مسنون ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا

[1] ہم نے الہامی صاحب کی بارہ سال کی دھمکیوں اور تخویف مجرمانہ کی متضمن پیشگوئیوں کے فہرست مرتب کی ہے جسمیں آپنے ایک سو پینتالیس ۱۴۵ اہل اسلام۔ اور سات ۷ عیسائیوں اور بہت سے ہندوؤں وغیرہ کو دھمکایا اور موت یا عذاب سے ڈرایا ہے۔ اور ان پیشگوئیوں کی نظر سے آپ کا لقب خونی مسیح کا مستحق ہونا ان ہی کی اعتراف سے ثابت کیا ہے وہ فہرست انشاء اللہ بہت جلد گورنمنٹ اور پبلک کے ملاحظہ میں گذرے گی انشاء اللہ تعالے شاید اس فہرست کو دیکھکر گورنمنٹ کی توجہ ہو کہ وہ اس خونی ہاتھی کو قابو میں لاوے۔ اور اسکے الہامی قتل عام سے پبلک کو بچاوے۔

قول نصاریٰ نجران کے حقیں لما حال الحول الخ شاہد ہے۔

جواب۔ صوفی عبدالحق غزنوی و مولوی غلام دستگیر قصوری مباہلہ کو تیار نہیں اُنسے اب مباہلہ کیوں نہیں کرتے۔ اسکی وجہ معقول بیان کریں۔ تو بدرجہ سوم میں مباہلہ کو حاضر ہوں۔ مگر اس شرط تفصیل سے کہ آپ مدعی ہیں کہ میں مسلمان اور ملہم ہوں اور میرا یہ اعتقاد ہے کہ آپ جیسے اعتقاد اور اخلاق اور اعمال والا کوئی شخص ملہم نہیں ہو سکتا اور نہ آپ کے عقائد جدیدہ اسلامی عقائد ہیں۔ آپ ان دونو خیال و مقال کو ان ہی الفاظ سے بیان کر کے یہ کہدیں۔ اللھم العن الکاذب فی ھذا القول۔ اے خدا ہم دونو فریق سے جو شخص اپنے قول و اعتقاد میں جھوٹا ہے (یعنے زبان سے وہ بات کہتا ہے جو دل و اعتقاد میں نہیں رکھتا) تو اسپر لعنت کر اور میں اسکے مقابلہ میں آمین کہونگا۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ نجراں کو مباہلہ کے وقت تجویز کیا تھا اور ایسا ہی آپنے صفحہ ۴۰ و ۴۴ میں اپنے رسالہ کو کہا ہے۔ پس اگر آپ کی اس بد دعا کا اثر اسیوقت ظاہر ہو گیا۔ اور جھوٹے پر فوراً عذاب نازل ہو گیا تو آپ سچے ہونگے۔ ورنہ کذاب و دجال سمجھے جائینگے۔ اور اسیوقت میرے ہاتھ پر تائب ہو کر از سر نو مسلمان ہوئے یہ شرط اسلئے لگائی گئی ہے اور آپ کی شرط کہ ایک سال میں اثر مباہلہ ظاہر ہونا چاہیئے باطل کی گئی ہے۔ کہ مباہلہ میں کوئی شرط سنت آنحضرت سے ثابت نہیں۔ اور فوری اثر مباہلہ ظاہر ہونا آنحضرت کے ارشاد واجب الاعتقاد سے ثابت ہے۔ لہذا یہ شرط بدعت ہے اور فوری اثر مباہلہ ظاہر ہونا ضروری ہے۔

مسند امام احمد کی حدیث ابن عباس میں آیا ہے۔ کہ اگر وہ لوگ نکلتے تو پھر کر اپنے مال و عیال کچھ نہ پاتے ایک روایت میں ہے۔ کہ اگر نکلتے تو جل جاتے۔ ایسا ہی تفسیر جلالین

رواہ احمد فی مسندہ عن ابن عباس رضی اللہ قال لو خرج الذین یباھلونہ لرجعوا لا یجدون اھلاً ولا مالاً وفی

روایۃ لو رجعوا لاحترقوا (جلالین مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۴۵)
فقال علیہ السلام والذی نفسی بیدہ لو تباھلوا لمسخوا قردۃ والخنازیر ولاضطرم علیھم الوادی نارًا ولا استاصل اللہ نجران واھلہ حتی الطیر علی الشجر (بیضاوی صفحہ ۱۴۰)

میں ہے۔
اور تفسیر بیضاوی میں ہے۔ کہ خدا کی قسم ہے جسکے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ نصارے نجران مجھ سے مباہلہ کرتے تو بندروں اور خنزیروں کی صورت میں ہو جاتے۔ اور اس جنگل میں اُن پر آگ بھڑک اُٹھتی۔ اور نجران کے تمام لوگوں کی خدا بیخ کنی کر دیتا۔ یہانتک کہ درختوں پر جانوروں کی۔

اور کشاف میں ہے۔ کہ آنحضرت نے فرمایا۔ بخدا ہلاکت نصارے

وقال والذی نفسی بیدہ ان الھلاک قد تدلی علی نجران ولو لاعنوا لمسخوا قردۃ وخنازیر ولاضطرم علیھم الوادی نارًا ولاستاصل اللہ نجران واھلہ حتی الطیر علی رؤس الشجر ولما حال الحول علی النصاری کلھم حتی یھلکوا (کشاف صفحہ ۲۰۸)

نجران کی قریب آپہنچی تھی۔ اور اگر وہ جھوٹے پر لعنت کرتے۔ تو بندر۔ خنزیر بن جاتے۔ اور اُنپر جنگل میں آگ لگجاتی اور نجران کے سب لوگوں کی بیخ کنی ہو جاتی حتے کہ درختوں پر جانورون کی۔ اور سال نہ گذرتا۔ یہانتک کہ کل نصارے (یعنے نجران کے علاوہ) بھی ہلاک ہو جاتے۔

ان آیات میں صاف تصریح ہے کہ نصارے نجران اگر مقابلے پر نکلتے۔ تو اُسوقت عذاب آجاتا۔ اور باقی دنیا کے نصارے بھی برس کے گذرنے سے پہلے ہلاک ہو جاتے۔

اس آخری جملہ (برس گذرنے سے پہلے کل نصارے پر عذاب آجانے کی) مخبر و مشعر سے جو الہامی صاحب نے برس کی شرط کا مسنون ہونا نکالا ہے۔ تو

یہ انکی بے علمی اور معنے شرط سے ناواقفی پر مبنی ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے اور نہیں جانتے کہ شرط وہ ہوتی ہے جو مشروط سے پہلے کی جاتی ہے۔ اور یہ جملہ آنحضرت نے پہلے سے بطور شرط نہ فرمایا تھا اور نہ دعوت مباہلہ کے وقت اسکا ذکر آپ کی زبان مبارک پر آیا۔ یہ جملہ تو آپنے اسوقت فرمایا جبکہ انہوں نے مباہلہ سے گریز کیا اور مباہلہ وقوع میں نہ آیا۔ پھر اس سے میعاد سال کی شرط کا مسنون ہونا بجز الہامی صاحب کسکے خیال سے آسکتا ہے۔

دس آدمی کا مقابلے میں نکلنے کی شرط کرنا ایک بے دلیل بات اور ایک نئی بدعت ہے۔ اور اثر مباہلہ کو ایسا وسیع کرنا کہ وہ آدمی نقصان مال کو شامل ہو بھی ایک نئی اور نرالی شرط ہے۔ اور اس سے آپکا یہ مقصود ہے کہ نہ دس آدمی متفق ہو کر نکلینگے۔ اور نہ مباہلہ کی نوبت آئے گی۔ کیونکہ میرے دعاوی کو دنیا بھر کے مسلمان اور غیر اقوام لغو جانتے ہیں۔ اور ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

میری خوش قسمتی سے صرف دو چار اشخاص میرے مقابلہ کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جنکی تعداد دس تک نہ پہنچے گی۔ اور اگر بالفرض دس ہی پورے ہو کر قتل کھڑے ہوئے۔ تو ان میں سے کوئی نہ کوئی تو ضرور ایسا ہوگا۔ کہ جسکا سال بھر میں کچھ مالی نقصان ہو جاویگا۔ یا اسکی عزت کو کوئی (واقعی یا کسیکا خیالی) صدمہ پہنچے گا۔ کوئی انکو گالی دیدے یا ایک دھپڑ مارے۔ اور یہ دونو نقصان تو ہر کسی کی نسبت آسانی سے تجویز کئے جا سکتے ہیں۔ جیسا کہ آپنے خاکسار کی نسبت ۲۹ شعبان ۱۳۱۰ھ کو اپنا یہ الہام بطور پیشگوئی میعادی چالیس روز کتاب وساوس صفحہ ۲۰۴ میں درج کرکے شائع کیا۔ انی مہین من اراد اھانتک یعنے میں اس شخص کی اہانت کرنے والا ہوں جو تیری اہانت کا ارادہ کرتا ہے۔ اور اسکے عدم وقوع کی صورت میں اپنا کذاب و دجال اور ہر ایک سزا کے لائق ہونا قبول کر لیا تھا۔ چنانچہ اصل عبارت اسکی صفحہ ۵۴ و ۵۵ میں

گذر چکا ہے۔ اور جب اسکا ظہور اس میعاد مقررہ تک کچھ نہ ہوا تو آپ نے اس کی تاویل میں یہ مشہور کر دیا۔ کہ یہ شخص (خاکسار) امرت سر میں ہمارے مباہلہ سے انکاری ہوا جو محض خلاف واقعہ امر تھا۔ اور میں مباہلہ کے لئے مستعد رہا۔ اور آپنے گریز کیا تھا۔ چنانچہ رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ جلد ۱۵ صفحہ ۳۱۳ میں بیان ہوا ہے۔ یہی اسکی امانت ہے جسکا خدا کی طرف سے اس پیشگوئی میں عہدہ تھا۔ اور اب ۱۸۹۷ء میں اس مجموعہ رسائل اربعہ کے صفحہ ۹۵۹۴ وغیرہ میں اس الہام اور پیشگوئی کی یہ تفسیر کی ہے۔ کہ یہ شخص پہلے مالدار تھا۔ اب غریب ہو گیا ہے۔ اور کپڑے پرانے پہنتا ہے۔ اور کابل میں بامید انعام واکرام گیا۔ تو وہاں سے اسکو کچھ نہ ملا۔ تیدست واپس آیا وغیرہ وغیرہ حالات (جن کو آپ نے چھ صفحہ میں ۹۷ سے ۱۰۲ تک بیان کیا ہے۔ جو محض خلاف واقعہ ہیں، اور ہم ان کے جواب میں کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ بجز اسکے کہ آپ ہمارے ساتھ کابل چلیں۔ اور وہاں سے اپنے بیانات کی تصدیق کرا دیں۔ ان بیانات کے بیان میں جو جھوٹا ہو گا۔ وہاں سے انشاء اللہ تعالےٰ زندہ آئے گا۔ ورخس کم جہاں پاک کا مقولہ صادق آئیگا۔ وہاں جانے سے آپ کو مباہلہ کی حاجت بھی نہ رہے گی۔ جو اثر مباہلہ ہونا چاہیئے۔ وہاں خود بخود ظاہر ہو جائیگا۔ آپ کے الہامات و کرامات و اعتقادات کا بھی وہاں بخوبی امتحان ہو جائیگا۔ وہاں کے فرمانروا سے سلطنت ضیاء الملت والدین امیر عبدالرحمٰن خان خلد اللہ ملکہ وسلطانہ آپ جیسے ولیوں اور صحاب کرامات کے بڑے قدردان ہیں۔ اور وہاں علماء کا بھی مجمع ہے۔ سارے قضیے یکبارگی طے ہو جائیں گے۔ آپ جانا منظور کریں وہاں لیجانا میرے ذمہ رہا۔

پس جیسے آپ نے اس پیشگوئی انی مھین من اراد اھانتک کی تفسیر کی ہے۔ ویسے آپ نقصان مال و عزت کی تفسیر کر لیجئے۔

مخاطبین کے خوف سے ہم کو یہ شعر فارسی مانع ہوا ؎ حافظ وظیفہ تو دعا کردن است
وبس + در بند آن مباش کہ نشنید یا شنید +

علاوہ برآن اس خیال نے بھی ہماری جرأت و حوصلہ کو بڑہایا کہ جو باتین ہم کہنی چاہتے ہیں وہ ایسی حق ہیں کہ باوجودیکہ انمیں بادی الرأی اور اول استماع میں تلخی معلوم ہوگی جو بحکم "الحق مر" حق کے لوازم سے ہے۔ مگر صبر و استقلال و تحمل و استکمال کے ساتھ سن لینے کے بعد امید ہے وہ تینون فریق (ہندوؤن مسلمانون اور گورنمنٹ) کو بہلی اور شیرین معلوم ہونگی اور مصرع ؎ صبر تلخ است ولیکن بر شیرین دارد + والا نتیجہ پیدا کرینگے انشاء اللہ تعالے۔ خصوصاً الہامی صاحب کی حامیون کو جو ان کو مسلمان سمجھ کر انکی حمایت کا خیال رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہماری تجویز سے اوسکو انعام و اکرام کی امید ہے نقصان کا احتمال اس صورت میں ہے کہ وہ ہماری تجویز کو نہ مانیں۔

اس امید و خیال سے ہم بتوفیق حق متعال کہتے ہیں کہ اس جوش کا ایک سبب جو [illegible] کا یہ خیال ہے کہ ہم ایک مدت مسلمانون کی غلامی کر چکے ہین اب ان کو غلام بنائین۔

سلاطین اسلام سلطان محمود غزنوی اور اورنگ زیب کے عہد مین طرح طرح کی انسے تکلیفین اٹھا چکے ہیں۔ اب ہم کو موقعہ ہاتھ آیا ہے اسکے بدلے مین اب ہم انکو تکلیفین پہنچائین۔

مغربی تعلیم اور اسکے ذریعہ سے دولت نے انکو قوت دی تو اس خیال نے اور ترقی کی اور اسکی عملی تاثیر یہ ظاہر ہوئی۔ اور ہو رہی ہے۔ کہ جس محکمہ میں ہندوؤن کا غلبہ یا دخل ہے۔ وہان حتے الوسع ہندو مسلمانون کو داخل نہیں ہونے دیتے۔ اور جو پہلے سے داخل ہیں وہ مصرع ؎ اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند + کے مصداق ہو رہے ہیں۔ اور جو مسلمان طمانیت کے ساتھ دخیل ہین وہ اپنی حکمت عملی اور عقلمندی سے کام لے رہے ہیں

ان وجوہات سے آپ کی یہ شرط ناممکن الوقوع کہ دس دس آدمی مل کر مباہلہ کریں نامنظور ہے۔ ایک ایک شخص پیش ہوگا۔ اوّلاً صوفی عبدالحق غزنوی مباہلہ کرینگے۔ ثانیاً مولوی غلام دستگیر قصوری۔ ان دونو کے مباہلہ سے آپ گریز کریں۔ اور اسکی وجہ معقول بیان کریں۔ تو بدرجہ سوم یہ خاکسار۔

آپ اکیلے نکلیں گے تو آپ کا مقابل بھی اکیلا نکلیگا۔ اور اگر آپ اپنی جورو اور لڑکون کو ساتھ لاوینگے تو وہ بھی معہ عیال آوینگے۔

ایسے ہی آپ کی تعیم عذاب کہ وہ ایک دو روپیہ کے نقصان یا چوری۔ اور ایک دو گالیون کو شامل ہے۔ اور اس کی عدم تعیین بھی نامنظور ہے۔

آپ الہام کا ٹیلی فون لگا کر اپنے ہلہم سے پوچھ دیں کہ کس قسم کا عذاب ہوگا تاکہ پھر آپکو اس کی شرح کرنے اور اسکے معنے بتانے کی حاجت نہ رہے۔ اور اگر آپ تعیین عذاب سے عاجز ہیں تو پھر کسی قسم کے عذاب کی پیشگوئی نہ کریں اور نہ بعد الوقوع اسکے معنی کی تصریح کریں۔ عذاب جو آسمانی اور غیر معمولی ہوگا۔ اسکو ایک عالم خود دیکھ لیگا۔ اور اس سے آپکا۔ تقدس دنیا میں تسلیم کیا جائیگا۔ اور اگر ایسا کوئی عذاب کسی پر نہ آیا۔ تو کس وناکس پر آپ کا کذاب اور دجال۔ اور مفتری علے اللہ ہونا ثابت ہو جائیگا۔ پھر آپ کا یہ حق نہو گا کہ آپ تاویل کرکے اپنے آپ کو کذاب ہونے سے بچاویں۔ اور اگر مگر لیکن ممکن کہکر عذاب کو ثابت کرنے کے درپے ہو جاویں۔

چوتھے رسالے مکتوب عربی کا جواب

یہ رسالہ آپ کا دوسو دس صفحہ کا رسالہ ہے۔ اسکا اکثر حصہ تو گالیاں ہیں۔ جنمین منجملہ علما نو اشخاص کو خاصکر مخاطب کیا گیا ہے۔ جنمین سے ایک حضرت شیخنا و مولانا شیخ العرب والعجم مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی ہیں۔ اور ایک جناب مولوی

رشید احمد صاحب گنگوہی ہیں اور اب میں زیادہ اس خاکسار کو بھی گالیوں سے مشرف فرمایا ہے۔

اور کچھ حصہ اپنے الہامات و کرامات و اعتقادات کے بیان میں ہے۔

منجملہ کرامات ایک یہ کرامت ظاہر فرمائی ہے کہ میں نے امی ہو کر عربی زبان میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ اور میرا مخاطب (خاکسار) اسکے مقابلے سے عاجز ہے بلکہ ان عبارتوں کے پڑھنے اور ترجمہ کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا وغیرہ وغیرہ۔"

الجواب

گالیوں کا جواب تو وہی ہے جو پہلے جلد ۱۷ میں دیا گیا ہے۔ ؎

بدم گفتی و خرسندی عفاک اللہ نکو گفتی ❊ جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

آپ کے اعتقادات پر اشاعۃ السنہ کی چار جلدوں میں جلد ۱۳ نمبر ۱ سے نمبر ۶ تک مفصل بحثیں ہو چکی ہیں۔ ان ابحاث سے چشم پوشی کر کے ان اعتقادات کو پیش کرنا۔ آپ کے دعوے نبوت یا محدثیت سے (جسکے لئے غیرت اور حیا لازمی شرط ہے) مناسبت نہیں رکھتا۔ الہامات و کرامات کا جواب بھی ان تصانیف میں کافی دیا گیا ہے۔ اور اب بھی بضمن جواب مباہلہ عرض کیا گیا۔

کرامت سے عربی نویسی کا جواب بھی نمبر ۱۲ جلد ۱۵ صفحہ ۳۱۶ میں دیا گیا ہے کہ اگر آپ الہام سے یہ عربی عبارت لکھتے تو اسمیں ایک غلطی نہ کرتے۔ چہ جائیکہ غلطیوں کو دریا اسکی تصانیف میں مار رہا ہے۔ بالمقابلہ عربی لکھنے کا جواب بھی رسالہ نمبر ۱۰ جلد ۱۵ صفحہ ۱۹۱ میں دیا گیا۔ کہ آپ کسی مجلس میں تشریف لائیے۔ اور اپنی عربی کے جوہر دکھائیے۔ اور بالمقابلہ کچھ سنئے کچھ لکھوائیے۔ غلطیوں کے جواب میں آپ نے اپنے بعض رسائل میں یہ عذر کیا ہے کہ وہ کاتب کی غلطیاں ہیں۔ یا

سمجھنے والے کو فہم کی غلطیاں۔ اس امر کے تصفیہ کے لئے بھی آپ کا کسی مجلس میں آنا ضروری ہے۔ کاغذوں میں اسکا تصفیہ نہیں ہو سکتا۔ زیادہ ہم کیا کہیں۔ والسلام علی من اتبع الھدٰی۔

ضمیمہ رسالہ انجام آتھم کا جواب

ضمیمہ ۴۴ صفحہ کا ہے۔ آہیں الہامی صاحب نے اکثر پچھلے عاوی اور پرانی لن ترانیوں کا اعادہ کیا ہے۔ کہیں نے تین ہزار نشان آسمانی دکھائے ہیں۔ (۱) میری پیشگوئی سے مراد (۲) میری پیشگوئی سے اسکا داماد آپ کی منکوحہ آسمانی کا شوہر ثانی بھی مرجاتا۔ مگر وہ ڈر گیا تھا اسلئے بچ گیا۔ آئندہ وہ بھی مرجائیگا۔ (۳) میری پیشگوئی کے مطابق عبداللہ آتھم مرا (۴) مجھے فروری ۱۸۸۶ء کو الہام ہوا تھا کہ عدا مین کو چار کرے گا۔ اس پیشگوئی کے مطابق میرے ہاں تین لڑکے۔ محمود بشیر اور شریف پیدا ہو گئے ہیں۔ اب چوتھا ہو گا جو تین کو چار کریگا۔ اور اس کو وہ پیشگوئی پوری ہو گی۔ (۵) مجھے الہام ہوا تھا یا احمد فاضت الرحمۃ من شفتیک اے احمد فصاحت اور بلاغت کے چشمہ تیری لبوں پر جاری کئے گئے ہیں۔ اس پیشگوئی والہام کے مطابق میں نے کئی عربی کی کتابین تصنیف کی ہیں جنکا مقابلہ کوئی مولوی نہیں کر سکتا۔ (۶) مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ تو مشہور ہو جائیگا اور لوگ دور سے تیرے پاس آئینگے۔ اس پیشگوئی کے مطابق ساٹھ ہزار اشخاص سے زیادہ میرے پاس آئے ہین اور آٹھ ہزار سے کچھ زیادہ مرتد ہو گئے ہیں۔ ایسی ہی اور پرانی لن ترانیان آپنے ہانکی ہین اور دو نئی ہانکی ہیں۔ (۱) لکھوں کو دعوت اسلام کی غرض سے مینے ایک کتاب ست بچن لکھی ہے۔ جس سے سولہ لاکھ سکھون کی ہدایت کی امید ہے۔ (۲) جلسہ اعظم مذاہب میرا پنے مضمون کے غالب رہنے کی مینے پیشگوئی کی تھی جو پوری ہوئی۔ سب سے بڑھ کر مضمون لکھ کر [illegible]

113

ہوگئے۔ کہ یہ تمام تاثیر خدا کی طرف سے تھی۔ اور یہ مضمون اسلام کی فتح کا موجب ہوا اور تسیری حرکت کی ہے۔ کہ اس ضمیمہ کے صہ ۵ سے ۷ تک حضرت مسیح (علیٰ نبینا وعلیہ السلام) کو دل کھول کر گالیاں دی ہیں۔ کہ "وہ موٹی عقل کا آدمی تھا۔ جھوٹ بھی بولا کرتا تھا۔ بدزبان تھا۔ لوگوں کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ اور اُنے مار کھاتا تھا۔ اسکی حسب ونسب میں یہ خلل تھا کہ اسکی تین دادیاں اور تین نانیاں زناکار کسبیاں تھیں"۔

الجواب

آپکے پچھلے دعاوی اور پرانی سن ترانیوں کا جواب ہم دے چکے ہیں۔ ہم آپکی مانند فارغ وبیکار اور ہمارا مال مفت دل بے رحم نہیں کہ بار بار انکا اعادہ کریں۔ اور انکو تفصیل سے لکھ کر چھاپنے سے مال اور وقت کو ضایع کریں۔

نمبر اوّل کا جواب اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ میں صہ ۲۹ سے ۳۸ تک پچاسی سوال کے ضمن میں دیا۔ اور جلد ۱۷ کے صہ ۳۸۲ میں اور اس جلد کے صہ ۶۲ وغیرہ میں بھی وہ جواب موجود ہے جسکا حاصل یہ ہے۔ کہ مرزا احمد بیگ میعادی پیشگوئی کے مطابق فوت نہیں ہوا۔

نمبر ۲۔ کا جواب تفصیل کے ساتھ جلد ۱۶ میں صہ ۱۸۱ سے صہ ۱۹۰ تک دیا ہے جسکا حاصل ہوا ہے کہ وہ آپ کی پیشگوئی سے نہیں ڈرا۔ اور وہ آپ کی منکوحہ آسمانی سے لطف اُٹھا رہا ہے اور اگر وہ واقعہ میں ڈر گیا ہے۔ تو بھی وہ پیشگوئی جھوٹی ہوگئی ہے۔

نمبر ۳۔ کا جواب تفصیلی جلد ۱۶ میں صہ ۵۲ سے صہ ۱۱۱ تک اور جلد ۱۷ میں بصفحہ ۸۳ دیا ہے کہ وہ پیشگوئی بھی جھوٹی نکلی ہے۔

نمبر ۴۔ کا جواب اسی صفحہ میں دیا گیا ہے کہ یہ پیشگوئی ایسی جھوٹی ہوگئی ہے کہ آئندہ بھی اسکے سچا ہونیکا وقت نہیں رہا۔

نمبر ۵۔ کا جواب جلد ۱۵ میں مفصل دیا گیا ہے کہ آپ کی عربی عربی نہیں۔ اسلئے

کوئی عالم اسکی طرف التفات نہیں کرتا۔ آپ کو عربی دانی کا دعوےٰ ہے تو میدان میں نکلیں اور بالمشافہ جوہر دکھلاوین۔ اور ہماری اس نکتہ چینی کا جواب دین۔ جو ہم نے آپ کی عربی پر کی ہیں[۱]۔

نمبر ۶۔ کا جواب جلد ۱۵ کے صفحہ ۳۶ میں یہ دیا گیا ہے کہ آنیوالی لوگونکی یہ تعداد محض لاف زنی ہے۔ آپ سچے ہیں تو ان کے نام بتاویں۔

اسمقام میں اس جواب کی تائید میں کہا جاتا ہے کہ ساٹھ ہزار کی تعداد تو آپ نے فتح الاسلام میں بتائی تھی جو ۱۸۹۰ء میں شایع ہوا تھا۔ اب ۱۸۹۷ء میں بھی وہ ہی تعداد بتائی ہے۔ حالانکہ آپکو روزافزوں ترقی مہمانوں کا دعوی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے اس تعداد کے بیان میں جھوٹ بولا ہے۔ اور دروغگو را حافظہ نباشد کو تصدیق کیا ہے۔ مریدوں کی تعداد کہیں آپ آٹھ ہزار بتاتے ہیں کہیں دس ہزار اور انکی فہرست آئینہ کمالات میں چھاپے تو اسمیں صرف تین سو ۳۲۷ نام درج کئے اس ضمیمہ میں صرف تین سو تیرہ ۳۱۳ ہی ذکر کئے یہ اختلاف بھی آپکے کذاب پر دلیل ہے۔

نئی لن ترانیوں میں سے پہلی کا جواب یہ ہے کہ اگر اس رسالہ ست بچن سے جو سکھوں کو ہدایت ہوگی اسکا نمونہ آپ نے اشتہار (۱۸۔ اپریل ۹۷ء) میں خوب دکھایا ہے کہ راج اندر سنگہ اڈیٹر خالصہ گزٹ نے اس رسالہ کو پڑھ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دین اسی پر باقی ماندہ سکھون کی ہدایت یابی کا قیاس ہوسکتا ہے۔ ان گالیونکا جو سکھ دے رہے ہیں یا آئندہ دینگے۔ ثواب آپ ہی کے نامہ اعمال میں داخل ہوگا۔ کیونکہ آپنے انکے پیشوا ہندو کو مسلمان کہدیا (جو مسلمان کو یہودی اور نصرانی کہنے کے برابر ہے۔) تو انہوں نے آنحضرت کو برا کہا گویا آپنے برا کہا۔ کسی مسلمان پر اس رسالہ کی ہدایت کا اثر ظاہر ہوگا تو یہی ہوگا۔ کہ درپردہ تو وہ مسلمان کہلائیگا۔ اور ظاہراً ہندوؤں کے سے کام کریگا۔ جیسے آپ کے باوا۔ اور ولی۔ اور سکھون کے گرونانک کرتے رہے کہ تمام عمر ہندوؤں میں رہے ہندو کہلائے۔ علانیہ مسجدوں اور مسلمانوں کی مجالس میں نمازوں اور جماعتوں میں شامل نہوئے۔ علانیہ حج نہ کیا۔ روزہ نرکھا

[۱] صفحہ ۹۱ نمبر ہذا میں بھی یہ جواب گذرا ہے۔

۱۱۶

زکوۃ نہ دی۔ اگر بقول آپکے کچھ کیا تو خفیہ کیا۔ (جبکی عہد سلاطین اسلام میں جوانکا زمانہ تھا کچھ ضرورت نہ تھی)" معہذا وہ آپکے نزدیک مسلمان اور ولی علیہ ازجمۃ کہلانے کے مستحق ہوئے تو اسسے یہ نتیجہ پیدا ہوگا کہ جو شخص آپ کے اس سالہ کو حق جانکر انکو مسلمان مان لیگا وہ ظاہر میں غازی روزہ چھوڑ کر مسلمانوں کی مجلسوں و مسجدوں سے علیحدہ اور خارج ہو کر دہوتی باندھ کر مالا ہاتھ میں لیکر موچھیں بڑھا کر۔ سر پر کیس رکھا کر۔ واہ گرو واہ گرو کہتا ہوا کسی بونگہ یا وہر سالہ میں جا پڑے گا۔ اور پھر دل سے مسلمان کا مسلمان کہلائیگا۔

دوسری نئی لن ترانی کا جواب یہ ہے کہ یہ آپکا محض دروغ بے فروغ ہے کسی اہل علم مسلمان نے آپ کے مضمون کو پسند نہیں کیا گو علوم دین سے بالکل صرف انگریزی اردو خواندہ نے اسکو پسند کیا ہو۔ اور خاکسار نہ تو آپ کے مضمون پڑھنے کے وقت یا اپنا مضمون سنانے کے سوا کسی اور وقت اس جلسہ میں گیا۔ اور نہ آپ کا مضمون سُنا اور نہ اسکی نسبت کچھ کہا۔ جسکو آپ نے میری طرف منسوب کیا ہے اسکی تفصیل ہم مضمون "مخبر دکن کی جھوٹی مخبری" میں کرینگے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

تیسری حرکت حضرت مسیح کو دشنام دہی کے جو آپ سے اس ضمیمہ میں ہوئی ہے حکومت و سلطنت اسلام ہوتی تو ہم اسکا جواب آپ کو دیتے۔ اسیوقت آپ کا سر تلوار سے کاٹ کر آپکو مردار کرتے۔ سچے نبی کو گالیاں دینا مسلمانوں کے نزدیک ایسا کفر اور ارتداد ہے جسکا جواب بجز قتل اور کوئی نہیں ہے۔ مگر کیا کریں مجبور ہیں سلطنت غیر اسلامی ہے اسکے ماتحت رہ کر ہم اس فعل کے مجاز نہیں۔ اور سلطنت کو (جو عیسائی کہلاتی ہے۔) اس امر کی پروا نہیں ہے۔ رہے پادری جو مذہب ہی کی خدمت و حمایت کے صدقہ و طفیل سے ٹکڑا کھاتے ہیں۔ سو بھی اپنی تنخواہ سے کام رکھتے ہیں۔ حمیت و غیرت مذہب کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔ اب آپ شوق سے جسقدر چاہیں حضرت مسیح کو یا کسی اور نبی کو گالیاں دیں۔ کوئی پوچھنے اور پکڑنے والا نہیں ہے۔

حجّاج کو مژدہ

اور

رؤساء و سلاطین اسلام کی خدمات میں تجویز عرض عریضہ

حاجی الحرمین الشریفین "خانصاحب" شیخ میران بخش رئیس بٹالہ مددگار انجیران چیف گوداوری ڈیلی ریلوے ریاست حیدر آباد دکن صانہا اللہ عن الشرور والفتن نے ضروریات سفر حج کے بیان میں ایک اڑتالیس ۴۸ صفحہ کا رسالہ تیار کیا ہے جسکا نام خدام حجاج ہے اس رسالہ مین اُنہون نے ضروریات سفر حج کو اس بسط و تفصیل سے بیان کیا ہے۔ کہ اسمیں غالباً کسی ضرورت کی فروگذاشت نہین ہوئی۔ اور کسی دوسرے کو اسباب میں لکھنے یا کہنے کی حاجت باقی نہیں چھوڑی۔

جو شخص اس مبارک سفر کا ارادہ کرے اُسکو لازم ہے کہ اس رسالہ کو اپنا رفیق و رہنما سفر بنا دے وہ رسالہ مصنف باخبر و تجربہ کار نے اپنے خرچ سے چھپوا کر فی سبیل اللہ انجمن حمایت اسلام لاہور کو فروخت کیلئے دیدیا ہے۔ اور انجمن سے بقیمت ۲ ر معہ محصولڈاک ملتا ہے۔

ہم اسمقام میں اپنے دعوے کی تمثیل و تصدیق اور اس رسالہ کی طرف اعیان اہل اسلام کی تشویق کی غرض سے منجملہ ان ضرورتوں کے دو ضرورتیں بیان کرکے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مصنف باہمت نے ان ضرورتوں کو بیان کرنے کے ساتھ انکو پورا کرنے میں بھی ہمت دکھائی ہے۔

اوّل مصنف باخبر نے اسی رسالہ کے صفحہ ۳۵ میں مقام کامران کی (جہان قرنطینہ ہوتا ہے اور حاجیون کو مجبوراً ٹھہرنا پڑتا ہے۔) یہ تکالیف بیان کی ہین۔ کہ وہان جو ڈاکٹر آتے ہیں انمیں یہودی اور نصرانی لوگ بھی ہوتے ہیں۔ جنکو مسلمانون اور حج سے کوئی ہمدردی نہیں ہوتی۔ اور وہاں اچھے پانی کی بھی قلت رہتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

پھر انکے رفع میں کوشش کرنے کی ہمت و دلاوری دکھائی ہے۔ کہ ان شکایات کی متضمن ایک عرضداشت تیار کرکے امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین حضرت سلطان المعظم کے حضور میں بوساطت

115

نائب السلطنت و گورنر مکہ مکرمہ کے اسی مقام سے ارسال کی۔

اس عرضداشت کو حضرت سلطان المعظم نے معرض قبولیت میں جگہ دی اور اُنکے مکہ مکرمہ میں ہوتے ہی یہ خبر آگئی کہ کامران میں سمندر کے پانی کو میٹھا بنانے کی کل جاری ہونیکا حکم ہوگیا ہی۔ اور اب خانصاحب کے وطن مالوف بٹالہ میں پہنچنے کے بعد اُنکے ایک دوست افندی حسن خانصاحب کا خط آپکے نام آگیا ہی (جسکو خاکسار نے بھی دیکھا ہی) کہ ڈاکٹرونکی بابت بھی یہ حکم سلطانی صادر ہوگیا ہے کہ غیر مذہب ڈاکٹر کو کامران میں نہ بھیجا جاوے۔

دوم اس رسالہ کو صفحہ ۴۱ میں خانصاحب نے اس تکلیف اور ضرورت کیطرف مسلمانونکو توجہ دلائی ہی جو مکہ مکرمہ میں ہندوستانی شفاخانہ نہ ہونے کیوجہ سے مسکینون کو ہے خانصاحب لکھتے ہیں وہاں ٹرکی سرکار کا بڑا ہسپتال ہے۔ جسمیں ہر قوم کے مریضون کی خبرگیری ہوتی ہے۔ ومعہذا ہندی مریضوں کی خبرگیری کی ضرورت جو اوپر بیان ہوئی ہے نہ اسوجہ سے کہ سرکار ٹرکی کی انتظام میں کمی ہے بلکہ اسوجہ سے ہے کہ اگر بیماری کیحالت میں انکو اُنکا ہم وطن و ہم زبان حکیم ملجاوے تو اس سے انکی زیادہ تسلی ہوتی ہی خصوصاً ان لوگونکی جن کا یہ خیال ہے کہ ہسپتال کا علاج اچھا نہیں ہوتا۔ وہان مریض گیا۔ اور مرا۔ اور چونکہ ہم وطن مسکینون کا غریب الوطنی کی حالت میں ہم پر حق ہے۔ لہذا مناسب ہے کہ یہ ضرورت جتا کر نہ فخر دکھا کر حضرت شریف صاحب اور گورنر صاحب سے اجازت حاصل کرکے۔ وہان ایک ہندی ہسپتال بنایا جاوے۔ یا کسی کرایہ کے مکان میں کھولا جاوے۔ جس میں ہندی لباس ہندی زبان کے حکیم و ملازم ہون۔"

ہماری رائے میں۔ اسلامی انجمنین ہندوستان کی اسلامی ریاستون (حیدرآباد دکن بھوپال۔ رام پور۔ بہاولپور۔ وغیرہ) کے روساء عظام کے حضور میں اسمضمون کی عرضداشتین بھیجین وہ بھی ضرور اس کار خیر کی طرف توجہ فرمائینگے خصوصاً ریاست حیدرآباد (جس سے ہر سال پچاس ہزار روپیہ کے قریب امداد حجاج میں صرف ہوتا ہے۔ اور اس سال وہ رقم بسبب موقوفی حج اموال کے صرف نہیں ہوئی۔ معتمد دینیات سرکار عالی اعیان اہل اسلام کی درخواست پر

توجہ فرما کر سرکار عالی میں سفارش کرینگے۔ تو امید ہے سرکار عالی کی طرف توجہ ہوگی۔ اور شفاخانہ مکہ اور باقی ماندہ ضروریات کامران میں اس روپیہ سے کافی مدد ملے گی۔

رؤسا عظام کی توجہ کے بعد دیگر اعیان اہل اسلام بھی توجہ کرینگے۔ چنانچہ خانصاحب موصوف نے کم سے کم دو ہزار روپیہ کے عطیہ کا وعدہ کیا ہے۔ جو مخبر دکن یکم اپریل ۱۹۰۶ء میں شایع ہوا ہے۔ ایڈیٹر مخبر دکن نے اس تجویز سے اپنا اتفاق ظاہر کیا ہے۔

اور اہل الرائے بھی اتفاق کرینگے تو امید ہے کہ اعیان اہل اسلام اس تجویز عرض عریضہ پر متوجہ ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین حضرت سلطان المعظم

کی

ہمدردی کا مشورہ

ایک مدت سے (جب سے کہ آرمینیا۔ کریٹ۔ اور یونان۔ وغیرہ کا ہنگامہ برپا ہوا) انگریزی اخبارات ولایت نے حضرت سلطان المعظم کی عالی جناب کی نسبت بے باکی اور دریدہ دہنی سے ہرگوئی اختیار کی ہوئی ہے۔ اور یہ امر نہ صرف مسلمانوں کی دل آزاری اور رنجش کا موجب ہے۔ بلکہ سلطنت برطانیہ کے لئے بھی محل خوف و اندیشہ ہے۔ کیونکہ اس سے مسلمانان رعایا برٹش گورنمنٹ کے دلوں میں (جو روئے زمین اور تمام سلطنتوں کی مسلمان رعایا سے زیادہ ہیں۔) یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس بدگوئی میں برٹش گورنمنٹ خوش ہے۔ تب ہی ان اخبار نویسوں کو جو انکے ماتحت ہیں اس بدگوئی سے منع نہیں کرتی۔ اور اس خیال سے انکے دلوں میں گورنمنٹ کی اطاعت اور جان نثاری کی ارادت میں کمی پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ اور بعض اوقات مسلمانوں کی قلم یا زبان سے ایسے الفاظ بھی نکل جاتے ہیں۔ جن سے رنجش کی بو آتی ہے۔

واضح ہو کہ ہمکو اوّلاً اپنے دین و مذہب اسلام سے کمال ہمدردی ہے۔ اور اسکی نظر

۱۱۶

سے حضرت سلطان المعظم سے۔ پھر برٹش گورنمنٹ سے دجکے ظل حمایت وامن میں ہم آباد ہیں۔ اور اوائے شعار مذہبی میں (فقط دعا) ہمدردی ہے۔ اور بلحاظ پولٹیکل تعلقات کے اس سلطنت کے والی سے ہمدردی ہے۔ لہذا ہم اپنے برادران اعیان اہل اسلام اور انکی پبلک کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ جابجا حضرت سلطان المعظم کی ہمدردی کے جلسے کریں۔ اور اس مضمون کے ریزولیوشن پاس کریں کہ وہ قومی حیثیت واتفاق کے ساتھ اپنی گورنمنٹ کے حضور میں اسی مضمون کے میموریل روانہ کریں۔ کہ حضرت سلطان المعظم کو کل طبقات مذاہب اسلامیہ بلحاظ مذہب اپنا خلیفہ جانتے ہیں۔ اور اسوجہ سے انکی توہین کو اپنے مذہب اسلام کی توہین سمجھتے ہیں۔ گورنمنٹ ان اخباروں کو اس بدگوئی و توہین سے روک دے۔ اور اپنی مسلمان رعایا کے رنج رسیدہ دل کو خوش کرے۔ اور انکے رنج وملال کی اس خیال سے تلافی کرے۔ جو اس بیت میں ظاہر کیا گیا ہے ؎ رعیت چو بیخ است وسلطان درخت ✦ درخت اے پسر باشد از بیخ سخت ✦ اور اپنی اس ارادت وعقیدت کی اطلاع حضرت سلطان المعظم کو بھی بذریعہ ایک جمہوری عرضداشت کے دیں۔

بعض انگریزی اخبارون نے اور انکی تقلید سے سلمان مگر ناواقف ونادان اخبار نویسوں نے جو لکھدیا ہے کہ حضرت سلطان المعظم کو بعضے اسلامی فرقے اپنا خلیفہ نہیں سمجھتے۔ یہ انکی غلطی ہے جو غلط فہمی پر مبنی ہے۔ شاید سب سے پہلے اشاعۃ السنہ کے جلد ششم وغیرہ میں مسئلہ توضیحاً ہوا ہے کہ حضرت سلطان المعظم خلیفہ نہیں کیونکہ خلیفہ کا قریش سے ہونا شرط ہے۔ اور آپ ترک ہیں قریش نہیں۔ مگر اس مسئلہ کے معنے یہ نہیں ہیں کہ حضرت سلطان المعظم بلحاظ مذہب بھی مسلمانوں کے خلیفہ نہیں بلکہ انکے معنے تو اسی جلد میں یہ بتائے گئے ہیں کہ وہ پولٹیکل تعلقات اور ملکی امور میں مسلمانان ہند کے خلیفہ نہیں۔ یہ تعلق مسلمانان ہند کو برٹش گورنمنٹ سے ہے۔

پس ان اخبار نویسوں نے اشاعۃ السنہ ہی کے اس مسئلہ سے دھوکا کھایا اور سمجھ لیا تھا کہ حضرت سلطان المعظم مسلمانوں کے مذہبی خلیفہ نہیں ہیں تو وہ اس خیال کو واپس لیں اور یقین کریں کہ اشاعۃ السنہ